حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ
ملفوظات
حکیم الامت
ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسلسلہ

انفاسِ عیسیٰ (حصہ اول)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

کی مجالس اور اسفار، نشست و برخاست میں بیان فرمودہ انبیاء کرام، اولیاء عظام کے تذکروں، عاشقانِ الٰہی ذوالاحترام کی حکایات و روایات، دین برحق مذہب اسلام کے احکام و مسائل جن کا ہر فقرہ حقائق و معانی کے عطر سے معطر، ہر لفظ صبغۃ اللہ سے رنگا ہوا، ہر کلمہ شرابِ عشق حقیقی میں ڈوبا ہوا، ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق، نکات تصوف اور مختلف علمی و عملی، عقلی و نقلی، معلومات و تجربات کے بیش بہا خزائن کا دفینہ ہے اور جن کا مطالعہ آپ کی پُر بہار مجلس کا نقشہ آج بھی پیش کر دیتا ہے۔

جمع فرمودہ حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادی رحمہ اللہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
اشرفیہ منزل۔ نزد لکی آرٹس، چوک فوارہ ملتان۔
بیرون بوہڑ گیٹ، پرانی غلہ منڈی ملتان۔

نام کتاب.......................... انفاسِ عیسیٰ

اشاعت اول (کمپیوٹر کتابت).................. محرم ۱۴۲۲ھ

باہتمام................................ محمد اسحٰق عفی عنہ

مطبع.................................. سلامت اقبال پریس

ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

دارالاشاعت۔ اردو بازار۔ کراچی

ادارہ اسلامیات۔ انارکلی لاہور

مکتبہ سید احمد شہید۔ اردو بازار۔ لاہور

مکتبہ رشیدیہ۔ سرکی روڈ۔ کوئٹہ

مکتبہ رشیدیہ۔ راجہ بازار۔ راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

بتوفیقہٖ تعالیٰ کچھ عرصہ سے ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کو اپنے اکابرین کی خصوصی دعاؤں اور توجہ سے حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ اور دیگر اکابرین کی تالیفات وتصنیفات کی طباعت کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔

آپ کے ہاتھوں میں یہ کتاب اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔

قارئین کرام سے دعاؤں کی التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کی دولت نصیب فرما کر ہماری اس حقیر سعی کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین!

مزید گذارش ہے کہ آج کل کمپیوٹر کتابت کا دور ہے اور اس میں بار بار تصحیح کے باوجود اغلاط پھر بھی رہ جاتی ہیں اس لئے قارئین سے درخواست ہے کہ دوران مطالعہ جہاں اغلاط سامنے آئیں زحمت فرما کر نوٹ فرما لیں اور بوقت فرصت اغلاط نامہ بھجوادیں۔ یہ آپ کا ادارہ کے ساتھ خصوصی تعاون ہوگا۔ فجزاک اللہ خیرا

طالب دعا: احقر محمد اسحاق ملتانی

فہرست مضامین ''انفاسِ عیسیٰ''

حصہ اول

مضامین	صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ از مؤلف رحمۃ اللہ علیہ

بعد حمد وصلوٰۃ احقر محمد عیسیٰ عرض رسا ہے کہ یہ رسالہ حضرت سیدی و مرشدی حکیم الامۃ سلطان المشائخ سراج السالکین زبدۃ العارفین مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم کے آخری پندرہ سال کے مطبوعہ مواعظ حسنہ وتربیت السالک کے بیش بہا جواہرات سے اختصاراً ماخوذ ہے، نیز کہیں کہیں زبانی ارشادات کا بھی خلاصہ ہے۔

جامع کی غایت اس سے یہ ہے کہ جو لوگ فن سلوک کو حاصل کرنا چاہیں وہ مبادی تصوف کو یعنی تصوف کے ضروری علوم ومسائل معلوم کرلیں جو بصیرت فی المقصود کے حاصل کرنے کے لئے ناگزیر ہیں اور جو سالکین امور غیر اختیاریہ کے حصول میں حیران و پریشان ہو کر مایوس ہو گئے ہوں اور ترک رذائل کی حقیقت و ماہیت نہ جاننے کی وجہ سے اس راہ کو بہت ہی مشکل اور دشوار گزار سمجھنے لگے ہوں ان کے لئے یہ رسالہ مشعل راہ کا کام دے اور ان کے ادراک کو تقویت دے کر ان کے تعطل کا ازالہ کرے نیز اخلاق رذیلہ کا ازالہ وتعدیل کر کے اخلاق حمیدہ کی تحصیل و تکمیل کا رہبر ثابت ہو۔

تربیت السالک اور مواعظ حسنہ میں ان امور کے عجیب وغریب نسخے منتشر طور سے موجود تھے، مگر ان کے حجم کو دیکھ کر اس بات کا اندیشہ ہوا کہ جو طالبین فن زیادہ وقت نہیں صرف کر سکتے ان کو ان کی تلاش وجستجو میں دقت و پریشانی ہوگی، اس لئے بندہ احقر نے طالبین کی سہولت کے لئے ان بیش بہا نسخہ جات میں سے مجرب المجرب نسخوں کو یکجا کر دیا ہے تاکہ وہ اس طریق میں مقصود غیر مقصود، اختیاری و غیر اختیاری امور کو اچھی طرح جان لیں، جن کے جاننے اور مستحضر رکھنے سے سلوک کے اکثر و بیشتر عقبات طے ہو سکتے ہیں۔

احقر نے اس رسالہ کو چار باب میں تقسیم کیا ہے۔

باب اول۔ تعلیمات

جس میں تصوف کے مبادی یعنی ضروری علوم و مسائل ہیں جو بصیرت فی المقصود میں بے حد مؤید ہیں۔

باب دوم۔ تحقیقات

جو مشتمل ہے امور غیر اختیاریہ کی تحقیقات اور ان کے عجیب و غریب معالجات پر۔

باب سوم۔ تہذیبات

جس کا حصہ اول متضمن ہے اخلاق رذیلہ کے ازالہ و تعدیل کے طریق کو اور حصہ دوم اخلاق حمیدہ کے تحصیل اور تکمیل کے طریق کو۔

باب چہارم۔ ارشادات

جس میں ان علوم و مسائل متفرقہ کا بیان ہے جو یک گونہ فن سلوک و تصوف میں بصیرت مزید پیدا کرتے ہیں۔

اس مجموعہ کو حضرت مولانا و مرشدنا تھانویؒ دامت برکاتہم نے پسند فرما کر اس کا نام ''انفاس عیسیٰ'' جو تجویز فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو سالکین کے لئے نافع فرمادیں اور اس احقر کو اپنا قرب و رضا عطا فرمائیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

المرقوم یکم ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

باسمہ

مختصر سوانح جامع و مرتب ملفوظات

(از بندہ سراج الحق مچھلی شہری)

جامع ملفوظات یعنی حضرت مرشدی و مولائی حاجی حافظ قاری سید شاہ محمد عیسٰی صاحب رحمہ اللہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے خلیفہ ارشد تھے۔ زہد و تقویٰ میں اپنے تمام پیر بھائیوں میں نہایت ممتاز اور مسلم درجہ رکھتے تھے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اللہ کے ایک انعام خاص اور ایک آفتاب تھے ان کے سامنے یقیناً کوئی عالم یا درویش چمک نہیں سکتا تھا ورنہ میرا یقین ہے کہ اگر حضرت جامع رحمہ اللہ کسی دوسرے زمانے میں ہوتے تو ان کی نمود قابل دید ہوتی اور بالیقین ایک عالَم کے مقتدا ہوتے، حضرت حکیم الامتؒ نے سب سے زیادہ تعداد میں طالبین آپ ہی کے سپرد کئے تھے۔

حضرت کے والد ماجد کا نام مولوی سید خیرات علی صاحب تھا۔ الہ آباد تحصیل سورام میں قصبہ منڈارہ کے پاس موضع محی الدین پور آپ کا آبائی وطن تھا، حضرت کی ولادت ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے بھائی بہنوں میں سب سے بڑے تھے ۱۹۰۲ء میں حضرت بی، اے میں تھے کہ حسن اتفاق سے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ قدس سرہٗ الہ آباد تشریف لائے اور اسٹیشن کے قریب عبداللہ کی مسجد پر مقیم ہوئے آپ کے کئی وعظ شہر میں ہوئے۔ حضرتؒ کو حضرت تھانویؒ سے غائبانہ عقیدت تھی۔ اب جو مواعظ میں شرکت اور ملاقات و گفتگو کا موقع ملا تو توفیق الٰہی نے دامنِ دل کھینچا۔ بی۔ اے کے امتحان میں ناکام ہوئے تو پھر اس کی تکمیل کا ارادہ نہ کیا۔ البتہ ٹریننگ پاس کر لیا جس سے حضرت کو ضلع اسکول فتح پور ہنسوہ میں بمشاہرہ ۳۰ روپے اسسٹنٹ ماسٹری مل گئی۔ تھانہ بھون جا کر بیعت ہوئے اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کے ذکر و شغل میں لگ گئے فتحپور رہی میں خیال

ہوا کہ دینیات کی تکمیل کرنی چاہئے وہاں مدرسہ ظہور الاسلامیہ میں مولانا نور محمد صاحب ایک متجر عالم ہونے کے علاوہ صاحب نسبت بزرگ تھے ان سے عرض کیا انہوں نے حضرت کی رعایت سے اپنے یہاں کے اسباق کا وقت مؤخر کر کے ساڑھے چار بجے شام کو پڑھانا شروع کیا اس طرح حضرت نے فقہ، حدیث اور تفسیر کا باقاعدہ درس لیا۔ حضرت کے ایک ہم سبق مولوی صاحب فتح پوری ناقل تھے کہ مولانا عیسیٰ صاحب کا ریاض ان دنوں بھی اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جب حضرت استاد کچھ تقریر فرمانے لگتے تو ہم پاس بیٹھنے والوں کو صاف محسوس اور مسموع ہوتا تھا کہ مولانا عیسیٰ صاحب کا قلب ذکر کر رہا ہے اس کے بعد آپ لکھنؤ جوبلی اسکول میں استاد عربی و فارسی ہو کر تبدیل ہوئے وہاں مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے ہمراہ سفر حج کا شوق پیدا ہوا۔ آخر اپنے والد صاحب کو لے کر حرمین تشریف لے گئے لکھنؤ سے مرزا پور، الہ آباد فیض آباد تبدیل ہوئے فیض آباد میں حضرت کو بعمر ۴۵ سال حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوا چنانچہ کچھ مدت میں حفظ فرمالیا۔

۱۹۲۳ء میں الہ آباد تبدیل ہو کر آئے اس وقت اس نالائق کاتب سطور کو حضرت کی خدمت میں نیاز حاصل ہوا۔ یہاں حضرت نے ۱۹۳۷ء میں پنشن پائی اور بحکم مرشد اپنے وطن میں مقیم ہوئے تا کہ یکسوئی کے ساتھ طالبین کی تربیت و تعلیم فرمائیں۔ مبلغ مالف نمبر۱۲ مدۃ العمر پنشن ملتی رہی۔

۱۹۳۹ء میں رفیقۂ حیات قضا کر گئیں ان کے بعد حضرت نے بہ نیت اتباع سنت ایک بیوہ بی بی کے ساتھ اگر چہ دوسرا نکاح کیا۔ مگر مشیت الٰہی سے وہ بھی ایک سال بعد زچگی میں قضا کر گئیں۔ ۱۹۴۰ء میں حضرت پر فالج گرا، علاج سے وقتی افاقہ ہوا، مگر دماغ پر آخر وقت تک اثر رہا۔ آخر حضرت جونپور بغرض علاج تشریف لے گئے اور وہیں فالج کا تیسرا حملہ ہوا اور اپنے مرشد کے وصال کے صرف ۸ ماہ بعد ۲۵ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ م ۲۱ مارچ ۱۹۴۴ء بروز شنبہ بعمر ۶۳ سال داعی اجل کو لبیک کہا اور مسجد اٹالہ کے قریب ایک چھوٹی مسجد کے زیر دیوار آرام فرما ہوئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کو ذکر سے خاص شغف تھا اللہ تعالیٰ نے وہ سامان فرمایا کہ قیامت تک اذان

کے اذکار اور قرآن کی تلاوت کو سنتے رہیں گے حضرت کو مسجد سے عشق تھا چنانچہ آپ نے کئی مسجدوں کی مکمل مرمت تنہا کرائی اللہ تعالیٰ نے مسجد کا جوار عطا فرمایا۔ حضرت نے تین اولاد ذکور مولوی حاجی محمد ابراہیم صاحب، مولوی حافظ محمد یحییٰ صاحب، مولوی محمد لقمان صاحب، اور عدا اولاد اناث چھوڑیں، اللہ تعالیٰ ان کو تادیر قائم رکھے۔

حضرت کی حسب ذیل تصانیف یادگار ہیں۔

خلاصۃ البیان (تفسیر)۔ ازالۃ الوسن (حدیث)۔ بہشتی ثمر دو حصہ (فقہ)۔ انفاس دو حصہ (کمالات اشرفیہ دو حصہ (تصوف)۔

حضرت کے خلفاء کے جتنے نام معلوم ہو سکے یہ ہیں۔

۱۔ مولوی مرتضیٰ حسین خاں صاحب ساکن محتشم گنج الہ آباد۔ (ان کا انتقال حضرت کے سامنے ہو گیا)

۲۔ مولوی حافظ محمد یٰسین صاحب مریاڈیہی۔

۳۔ مولوی حافظ محمد بشیر صاحب۔

۴۔ مولوی علیم اللہ صاحب ساکن پی پی گنج گورکھپور۔

۵۔ مولوی محمد شفیع صاحب انسپکٹر سندھ (مجاز صحبت)۔

۶۔ مولوی سید محمد عبد الرب صاحب صوفی اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ اسکول سیتا پور (جن کو حضرت نے خود تحریر فرمایا تھا کہ حصول نسبت کی بشارت دیتا ہوں)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تادیر ان حضرات کو تقویٰ و تدین، صحت و عافیت کے ساتھ برقرار رکھے اور اس نالائق خاکپائے صلحاء کی بھی اصلاح فرمائے اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے آمین بجاہ الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

تعارف کتاب

از

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر **عبدالحئیؒ** عارفی رحمہ اللہ

خلیفہ ارشد

حکیم الامت مجدد الملت مولانا **اشرف علی تھانوی** رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ''انفاس عیسیٰ'' حقیقتاً اسم بامسمّیٰ ہے۔ اس میں ایسے احوال و کیفیات، خطرات، وساوس اور شکوک و اشکال باطنی پر روشنی ڈالی گئی ہے جو اکثر و بیشتر سالکین طریقت و طالبین تزکیہ نفس کو پیش آتے رہتے ہیں۔

اُن کے متعلق حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے معالجات روحانی و مجربات ایمانی اس کتاب میں درج ہیں۔ جو تائید الٰہی کے باعث اعجاز مسیحائی کے مصداق ہیں اور جن سے بے شمار مایوس الاحوال لوگوں کو حیاتِ نو نصیب ہوئی ہے۔

مجھے خود ذاتی تجربے سے اس کا یقین ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب خواص و عوام کے لئے بہت نافع اور عقدہ کشائے رموز باطنی ثابت ہوگی۔ واللہ المستعان

احقر محمد عبدالحئیؒ عفی عنہ — کراچی ۳ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی **محمد تقی عثمانی** مدظلہ العالی

نے اپنی ایک مجلس میں اس کتاب کا یوں تعارف کرایا ہے:

کہ یہ کتاب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصلی ملفوظات، آپ کی تربیت ہدایات اور نفسانی امراض کے علاج کے لئے مفید اور مجرب نسخوں کا خلاصہ ہے جس کو حضرت والا کے خاص خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا ہے۔ حضرت تھانویؒ

رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء کی بڑی تعداد ہے، ان میں سے ہر ایک نے اپنی بساط اور صلاحیت کے مطابق حضرت والا سے کسب فیض کیا، اور ان میں سے ہر ایک ہمارے لئے آفتاب اور مہتاب کا درجہ رکھتا ہے، لیکن ہر خلیفہ میں کچھ خصوصیات ایسی ہیں جو اس کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں۔

حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت والا کے ابتدائی دور کے خلفاء میں سے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ بات معروف اور مشہور ہے کہ حضرت والا کے ساتھ مشابہت میں ان کی کوئی نظیر نہیں تھی، ظاہری شکل وصورت، لباس و پوشاک، چال ڈھال، رفتار و گفتار، ہر چیز میں حضرت والا کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت تھی، یہاں تک کہ آواز میں بھی مشابہت تھی۔ چنانچہ جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو باہر سے سننے والے کو دھوکہ ہو جاتا کہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ تلاوت کر رہے ہیں یا حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب تلاوت کر رہے ہیں، اتنی زیادہ مشابہت تھی۔ اور جب ظاہری مشابہت اتنی زیادہ تھی تو اندر اور باطن میں حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے کیا کیا کسب فیض کیا ہوگا، اس کا اندازہ ہم اور آپ کر ہی نہیں سکتے۔

جب کسی کو اپنے شیخ کے ساتھ شدید محبت اور مناسبت کامل ہو اور پھر طویل صحبت اور رفاقت رہی ہو اور اکتساب فیض رسوخ کے ساتھ کیا ہو تو بسا اوقات ظاہری انداز و عادات میں بھی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں بھی اس کی مثال ملتی ہے، چنانچہ روایات میں آتا ہے (کان اشبه الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم دلا و سمتا وهديا) کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے انداز و ادا میں، اٹھنے بیٹھنے میں، چال ڈھال میں، لباس پوشاک میں جتنی مشابہت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی، اتنی مشابہت کسی اور کو حاصل نہیں تھی۔ چنانچہ لوگ ان کو دیکھ کر اپنی آنکھیں اس طرح ٹھنڈی کیا کرتے تھے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے ٹھنڈی کیا کرتے تھے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تو بہر حال ایک

الگ حیثیت رکھتا ہے، تاہم اس سے ملتی جلتی کیفیت کے نمونے امت میں پائے گئے ہیں، اسی طرح کا ایک نمونہ حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب اور ان کے شیخ علیہ الرحمۃ کا بھی ہے۔ جس شخص میں ظاہری طور پر بھی ایسی مشابہت ہو جائے اس کے بارے میں یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ یہ اپنے شیخ کے مزاج و مذاق اور ان کے علوم و فیوض کو جذب کئے ہوئے اور پوری طرح ہضم کئے ہوئے ہیں۔

انفاسِ عیسیٰ

بہر حال حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانویؒ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور خدمت میں رہنے کے دوران حضرت والا سے جو باتیں سنیں اور جو تعلیمات حاصل کیں، ان کا خلاصہ ہمارے لئے اس کتاب ''انفاس عیسیٰ'' میں جمع کر دیا ہے۔ یہ کتاب حضرتؒ کے دیگر عام ملفوظات کے مجموعوں کی طرح ملفوظات کی کتاب نہیں ہے، چنانچہ عام ملفوظات اور مجالس کی کتابوں میں یہ نظر آئے گا کہ حضرت والا نے کسی موضوع سے متعلق ایک بات ارشاد فرمائی، پھر تھوڑی دیر کے بعد دوسرے کسی اور موضوع سے متعلق دوسری بات ارشاد فرمائی۔ اور پھر تیسری بات تیسرے موضوع سے متعلق ارشاد فرمائی، اور ان باتوں کو لوگوں نے جمع کرنا شروع کر دیا۔

لیکن اس کتاب میں حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہنے کے دوران تصوف اور طریقت سے متعلق جو کچھ سنا اور جو تعلیم حاصل کی، پہلے اس کو ہضم کیا، پھر اس کی تلخیص اس طرح لکھی کہ اس میں اکثر الفاظ بھی حضرت والا ہی کے ہیں۔

اس طرح ان تعلیمات کا نچوڑ اور خلاصہ ہمارے لئے اس کتاب کے اندر جمع کر دیا ہے، لہٰذا یہ کتاب ''انفاس عیسیٰ'' ہمارے لئے بڑی عجیب و غریب نعمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

تعلیمات

اس باب میں وہ علوم و مسائل ہیں جن سے طریق میں معتد بہ بصیرت حاصل ہوتی ہے

حقیقت طریقت

ارشاد: اس طریق کے متعلق چند ضروری امور مثل اصول موضوعہ کے ہیں اگر تحقیقاً یا تقلیداً ان کا اعتقاد اور ان پر عمل رکھا جائے تو ہمیشہ کی پریشانی اور غلط فہمی و کج روی سے بچ جائے۔ اول: ہر مطلوب میں کچھ مبادی ہوتے ہیں، کچھ مقاصد، کچھ زوائد و توابع، اصل مقاصد ہوتے ہیں اور مبادی اس سے مقدم مگر مقصود بالعرض اور زوائد اس سے مؤخر مگر غیر مقصود، اسی طرح اس طریقہ میں بھی بعض مبادی ہیں اور وہ چند علوم و مسائل ہیں جو موقوف علیہ ہیں بصیرت فی المقصود کے اور بعض مقاصد ہیں کہ وہی مقصود بالتحصیل ہیں اور ان ہی پر مدار ہے۔ کامیابی اور ناکامی کا اور بعض زوائد ہیں کہ ان کا نہ وجود معیار کامیابی ہے نہ فقدان معیار ناکامی۔

ثانی: منجملہ مبادی کے امر اول مذکورہ بالا ہے۔ غالباً اعظم المبادی و اجمع المبادی ہے اور دوسرے مبادی پر اثنائے سلوک میں وقتاً فوقتاً تنبیہ و اطلاع کی جاتی رہتی ہے اور مقاصد اعمال خاصہ ہیں جو افعال اختیاریہ ہیں۔ جن میں ایک حصہ اعمال صالحہ متعلق بجوارح ہیں جن کو سب جانتے ہیں جیسے نماز، روزہ، حج زکوٰۃ و دیگر طاعات واجبہ و مندوبہ اور دوسرا حصہ اعمال صالحہ متعلق بقلب و نفس ہیں۔ مثل اخلاص و تواضع و حب حق و شکر و صبر و رضا و تفویض و توکل و خوف و رجاء و امثالہا اور ان کے اضداد کا ازالہ اور ان کے اعمال اختیاریہ کو مقامات کہتے ہیں اور یہی نصوص میں مامور بالتحصیل ہیں اور ان کے اضداد مامور بالازالہ والردع۔ اور ان اعمال کی غایت تعلق بحق (یعنی نسبت، و رضائے حق ہے کہ روح اعظم سلوک کی یہی ہے ارزوائد احوال خاصہ ہیں مثل ذوق و شوق و قبض و بسط و صحو و سکر و غیبت و وجد و استغراق و اشباہھا۔ اور یہ امور غیر اختیاریہ ہیں، اعمال مذکورہ پر ان کا اکثر ترتب ہوتا ہے اور گاہ نہیں ہوتا یہ احوال نہ مامور بہا ہیں اور نہ ان کے اضداد مامور بالازالہ۔ اگر ترتب ہو جائے محمود ہے اگر نہ ہو تو مقصود میں کچھ خلل نہیں اسی

لئے کہا گیا ہے القامات مکاسب والاحوال مواھب پس خلاصہ یہ ہوا کہ طریقہ میں تین امر مجوث عنہ ہیں۔ علوم جن سے مقصد میں بصیرت ہوتی ہے اور اعمال جو کہ مقصود ہیں اور ان ہی کا اہتمام ضروری ہے اور احوال جو کہ مقصود نہیں گو محمود ہیں ان کے درپے ہرگز نہ ہونا چاہئے۔

ثالث: یہ قواعد کلیہ ہیں باقی جزئیات کا ان پر انطباق اس میں ابتداء میں شیخ کی ضرورت ہے کہ اس کا درجہ طبیب کا سا ہے اور طالب کا درجہ مریض کا سا۔ طبیب سے اپنا حال کہا جاتا ہے وہ نسخہ تجویز کرتا ہے اس کا استعمال کر کے اس کو اطلاع دی جاتی ہے وہ پھر جو رائے دیتا ہے اس پر عمل ہوتا ہے اسی طرح سلسلہ جاری رہتا ہے تا حصول صحت اسی طرح سلوک میں بھی دو امر ہیں اطلاع اور اتباع تا حصول مقصد یعنی رسوخ نسبت بحق۔

روح سلوک

مقصود طلب ہے وصول مقصود نہیں

ارشاد: اہل طریق کے یہاں یہ مقرر ہے کہ طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں۔ شرح اس کی یہ ہے کہ مقصود کے حصول کا قلب میں تقاضہ نہ رکھے کہ یہ بھی حجاب ہے کیونکہ اس تقاضے سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش برہم زن جمعیت وتفویض ہے اور جمعیت وتفویض ہی شرط وصول ہے اس کو خوب راسخ کر لیا جائے کہ روح سلوک ہے وھو من خصائص المواھب الامدادیہ قلما تنبہ لہ شیخ من مشائخ الوقت.

مجاہدہ کی حقیقت

ارشاد: مجاہدہ کی حقیقت یہ ہے کہ معاصی کو تو مطلقاً ترک کرے اور یہ نفس کی مخالفت واجب ہے اور مباحات میں تقلیلاً مخالفت کرے اور یہ مخالفت مستحب ہے مگر ایسا مستحب ہے کہ مخالفت واجبہ کا حصول کامل اس مخالفت مستحبہ پر موقوف ہے جیسے بہت سونا، بہت کھانا، بہت عمدہ کپڑے پہننا، بہت باتیں کرنا، لوگوں سے زیادہ ملنا ملانا، سو ان میں تقلیل کرے۔

مجاہدہ اختیاریہ واضطراریہ کا فرق اور دونوں کی ضرورت

ارشاد: مجاہدہ اختیاریہ میں تو فعل کا غلبہ ہے اس لئے اس میں انوار زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ انوار کا ترتب عمل پر ہوتا ہے اور مجاہدہ اضطراریہ میں فعل کم ہوتا ہے اس میں نورانیت کم ہوتی ہے۔ لیکن انفعال کا

غلبہ ہوتا ہے اس سے قابلیت میں قوت بڑھتی ہے اور اس انفعال وقابلیت کی خود اعمال اختیاریہ کے راسخ ہونے کے لئے سخت ضرورت ہے اسی لئے بزرگوں نے ایسے مجاہدات بہت زیادہ کرائے ہیں۔

مجاہدہ اضطراریہ کا نفع

تہذیب: مجاہدۂ اضطراریہ سے عمل میں قلت بھی ہو جائے اور محض فرائض وواجبات ہی پر اکتفا ہوتا رہے تب بھی مجاہدہ کاملہ کا ثواب ملتا ہے۔

مجاہدہ کی دو قسمیں

ارشاد: مجاہدہ کی دو قسمیں ہیں، مجاہدہ حقیقیہ یعنی ارتکاب اعمال واجتناب عن المعاصی مجاہدہ حکمیہ یعنی ان مباحات کو ترک کرنا جو معاصی کی طرف مفضی ہیں۔

طریق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق

ارشاد: طریقۃ الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق جس طرح وصول کی ایک صورت یہ ہے کہ حرم میں نماز پڑھو، یہ بھی ایک صورت ہے کہ کسی عذر سے گھر میں نماز پڑھو اور حرم کو ترستے رہو۔

عطر تصوف

ارشاد: (۱) اختیاری امور میں کوتاہی کا علاج بجز ہمت اور استعمال اختیار کے کچھ نہیں اسی پر مدار ہے تمام اصلاحات کا اور یہی ہے اصل علاج تمام کوتاہیوں کا سارے افعال شرعیہ اختیاری ہیں ورنہ نصوص کی تکذیب لازم آتی ہے پس اختیار کا استعمال کرے گا تو کامیابی لازم ہے البتہ دشواری اور کلفت اول اول ضرور ہوگی لیکن اس کا علاج بھی یہی ہے کہ باوجود کلفت کے ہمت سے اور اختیار سے برابر بہ تکلف اور بجز کام لیتا رہے رفتہ رفتہ وہ کلفت مبدل بسہولت ہو جائے گی۔ سارے مجاہدے بس اسی لئے کئے جاتے ہیں کہ اختیار اوامر اور اجتناب نواہی میں سہولت پیدا ہو جائے۔ اور اول اول تو ہر کام مشکل ہوتا ہے مگر کرتے کرتے مشق ہو جاتی ہے اور پھر نہایت سہولت کے ساتھ ہونے لگتا ہے، جیسے حفظ کا سبق شروع میں دشوار ہوتا ہے مگر رٹتے رٹتے یاد ہو جاتا ہے اگر شروع کی کلفت اور تعب کو دیکھ کر ہمت ہار دی تو پھر کوئی صورت ہی کامیابی کی نہیں۔

مسئلہ اختیار

(۲) مسئلہ اختیار کا اس قدر ظاہر ہے ہر شخص اپنے اندر صفت اختیار کو وجدانا اور طبعاً محسوس

کرتا ہے چنانچہ جب وہ کوئی ناشائستہ حرکت کرتا ہے تو خجلت ہوتی ہے اگر وہ اپنے کو مجبور سمجھتا تو خجلت کیوں ہوتی۔ انسان تو انسان جانوروں تک کو اس کا اختیار کا ادراک ہوتا ہے۔ دیکھئے اگر کسی کتے کو لکڑی ماری جائے تو مارنے والے پر حملہ کرتا ہے نہ لکڑی پر۔ اس کو یہ بھی یہ امتیاز ہوتا ہے کہ کون مختار ہے اور کون مجبور۔ حضرت مولانا رومیؒ نے نہایت سادہ اور سہل عنوان سے اس مسئلہ جبر واختیار کو بیان فرمایا ہے۔

زاریٔ ماشد دلیل اضطرار　　　خجلت ماشد دلیل اختیار

غرض نہ خالص جبر ہے نہ خالص اختیار ہے۔ اختیار خالص نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ماتحت ہے اختیار حق کے مستقل اختیار نہیں ہے۔ غرض کہ سالک جب تک صفت اختیار کو استعمال نہ کرے گا۔ اصلاح ممکن نہ ہوگی، مثلاً کسی میں بخل ہے تو نرے ذکر وشغل یا شیخ کی دعاوتوجہ وبرکت سے یہ رذیلہ ہرگز زائل نہ ہوگا۔ بلکہ نفس کی مقاومت ہی سے زائل ہوگا گو ذکر وشغل وغیرہ معین ضرور ہو جائیں گے مگر کافی ہرگز نہیں ہو سکتے اس طریقہ میں تو کام ہی سے کام چلتا ہے نری تمناؤں یا نری دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا۔

کار کن کار بگذر از گفتار　　　کاندریں راہ کار باید کار

تصرف اور ہمت واعمال کے اثر کا فرق

(۳) اگرچہ خیال ہو کہ بعض بزرگ کی توجہ سے بڑے بڑے بدکاروں کی خود بخود اصلاح ہوگئی ہے تو یہ ایک قسم کا تصرف ہے اور ایسا تصرف نہ اختیاری ہے نہ بزرگی کے لئے لازم ہے بہت سے بزرگوں میں تصرف مطلق نہیں ہوتا، نیز تصرف کے اثر کو بقاء نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص تنور کے پاس بیٹھ گیا تو جب تک وہاں بیٹھا ہوا ہے تمام بدن گرم ہے۔ مگر جیسے ہی وہاں سے ہٹا پھر ٹھنڈا کا ٹھنڈا۔ بخلاف اس کے جو ہمت اور اعمال کے ذریعہ سے اثر ہوتا ہے وہ باقی رہتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کشتہ طلا کھلا کر اپنے اندر حرارت غریزی پیدا کر لی ہو تو اگر وہ شملہ پہاڑ بھی چلا جائے گا تب بھی وہ حرارت بدستور باقی رہے گی۔

صفات رذیلہ کا مادہ تو جبلی ہوتا ہے مگر فعل اختیار میں ہے

(۴) اگر یہ شبہ ہو کہ جبلت تو کسی کی بدل نہیں ہو سکتی پھر جبلی صفات رذیلہ کی اصلاح کیوں کر ہو سکتی ہے تو خوب سمجھ لو کہ مادہ جبلی ہوتا ہے مگر فعل اختیار میں ہے پس مادہ بیشک زائل نہیں ہوتا مگر اس کے مقتضا پر عمل کرنا نہ کرنا اختیار میں ہے اور اسی کا انسان مکلف ہے اور بار بار اس مقتضاء کی مخالفت کرنے

سے وہ مادہ بھی ضعیف ہو جاتا ہے۔

شیخ کی دعا و برکت کا درجہ اعانت کا ہے نہ کہ کفایت کا

(۵) شیخ کی دعا اور برکت کو بھی بڑا دخل ہے اصلاح میں لیکن اس کا درجہ محض اعانت کا ہے نہ کہ کفایت کا۔ جیسے عرق سونف کا مرتبہ مسہل میں کہ محض عرق سونف بلا مسہل کے کارآمد نہیں یا طبیب اور مریض کی مثال لے لو اگر مریض دوا نہ پیئے تو محض طبیب کی شفقت و توجہ سے مریض ہرگز اچھا نہ ہوگا۔ یا استاد و شاگرد کی مثال لو کہ محض استاد کی توجہ سے سبق یاد نہیں ہوتا بلکہ شاگرد کے یاد کرنے سے ہی یاد ہوگا۔ شیخ کا اصل کام تو صرف راستہ بتانا ہے باقی راستہ کا قطع کرنا تو سالک ہی کا کام ہے جیسے اندھے کو سوانکھا راہ بتاتا ہے گود میں اٹھا کر اس کو نہیں لے جاتا راستہ تو خود اس کے چلنے ہی سے قطع ہوگا۔

استحضار و ہمت کا نسخہ اصلاح کے لئے اکسیر ہے

(۶) اخلاص و ہمت خلاصہ تصوف ہیں ان دونوں میں بھی اصل چیز ہمت ہے کیونکہ اخلاص پیدا کرنے کیلئے بھی ہمت کی ضرورت ہوگی اور ہمت کا معین استحضار ہے اور استحضار کی صورتیں مختلف ہیں جو صورت شیخ تجویز کر دے اس پر عمل کرے، مثلاً ہر کوتاہی پر دس رکعت یا کم و بیش نفل بطور جرمانہ ادا کرنا تا کہ جب دوسرا موقع کوتاہی کا پیش آئے تو جرمانہ کے خوف سے استحضار کی کیفیت پیدا ہو جائے اور جب استحضار ہو جائے فوراً ہمت سے کام لے اور تقاضائے نفس کو مغلوب کرے اگر استحضار اور ہمت سے کام لے گا تو انشاء اللہ کوتاہیوں سے محفوظ رہے گا اور رفتہ رفتہ اصلاح ہو جائے گی اور ہر روز مطالعہ نزہۃ البساتین سے بھی قوت استحضار و ہمت کو پہنچتی ہے۔

جو گر حضرت نے فرمایا ہے استحضار و ہمت کا   سراسر اکسیر ہے اصلاح امت کا

حال کی دو قسمیں ہیں

(۷) تصوف میں رسوخ اعمال اختیاریہ مطلوب ہے نیز مامور بہ محبت عقلی ہے نہ کہ طبعی۔ حال کے دو معنی ہیں۔ ایک تو کیفیت غیر اختیاریہ، دوسرے رسوخ اعمال اختیاریہ۔ دوسرے معنی میں حال کا ترتب لازم ہے کیونکہ وہ موعود ہے **ففی الحدیث کذالک الایمان اذا خالطه بشاشة القلوب وفی کلام الله فمن یرد الله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام** اور تصوف میں یہی حال مطلوب ہے۔ جب کوئی شخص اعمال صالح بہ تکلف اختیار کرتا ہے رفتہ رفتہ ان اعمال میں سہولت ہونے لگتی ہے اور کیفیت راسخہ پیدا ہو جاتی ہے اور گو یہ کیفیت صالحہ مثلاً محبت حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا کرنا

واجب ہے کیونکہ نصوص میں اس کی تحصیل کا اثر ہے بخلاف شوق و ذوق کے اس کی تحصیل کا کہیں بھی امر نہیں۔ جس محبت کی تحصیل مامور بہ ہے وہ عقلی ہے اور محبت عقلی اختیاری ہے۔ بخلاف محبت طبعی کے کہ وہ غیر اختیاری ہے اس لئے مامور بہ بھی نہیں ہے۔

طریقہ حصول یقین

(۸) اول بہ تکلف عمل کرنا چاہئے۔ اس کی برکت سے یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کوئی طریقہ حصول یقین کا نہیں۔

عقل وایمان بڑی دولت ہے

(۹) کسی حال کا طاری ہونا اور چندے جاری رہنا یہ بھی بڑی دولت ہے ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل وایمان ہے۔ باقی سب میں آمد ورفت رہتی ہے۔

حصول نسبت کی ترتیب وحقیقت

(۱۰) حصول نسبت کی ترتیب اور حقیقت یہ ہے کہ اول بہ تکلف اعمال ظاہرہ وباطنہ کی اصلاح کرے بالخصوص اعمال باطنہ کی اصلاح زیادہ اہم اور دشوار ہے جب اعمال صالحہ ظاہرہ وباطنہ پر ایک معتد بہ مدت تک مواظبت رہتی ہے تو رفتہ رفتہ ان اعمال میں سہولت پیدا ہونے لگتی ہے اور ایک کیفیت راسخہ پیدا ہو جاتی ہے اس سہولت کے لیے عام مراقبات، ریاضات، مجاہدات اذکار واشغال مقرر کئے گئے ہیں۔ باقی اصل چیز اصلاح اعمال ظاہرہ وباطنہ ہی ہے۔ جس پر نسبت حقیقی مرتب ہوتی ہے جب بندہ اعمال صالحہ ظاہرہ وباطنہ پر مداومت کرتا ہے تو حق تعالیٰ کو صرف اس کے ساتھ رضائے دائمی کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور یہی حقیقت ہے نسبت مع اللہ کی۔ اور صرف ذکر دائم یا دوام حضور یا ملکۂ یادداشت جس کو کہتے ہیں وہ نسبت کی حقیقت نہیں۔ البتہ حصول نسبت میں معین بہا ہے۔ کیونکہ جس کو ہر وقت حق تعالیٰ کا دھیان رہتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہونا مستبعد ہے۔ یہ تو نسبت کی حقیقت ہے حق تعالیٰ کو بندہ کے ساتھ ایک خاص تعلق رضا کا ہو جانا جس کا خاصہ ایک خاص انجذاب ہے جس کے لوازم میں سہولت اطاعت اور حضور دائم ہے اور یہ محض موہوب ہے کیونکہ کسی عمل صالح میں یہ قابلیت نہیں ہے کہ وہ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کافی ہوگا گو عادۃ اللہ یہ ہے کہ محض اپنے فضل سے اپنی رضا کو اعمال صالحہ پر مرتب فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہ جائے گا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے جائے گا۔ اور یہ نسبت مع اللہ عادۃ پھر کبھی زائل نہیں ہوتی۔ جیسے

بلوغ ہونے کے بعد صفت بلوغ کبھی زائل نہیں ہوتی۔اس مسئلہ کو صوفیہ نے بعنوان فنا تعبیر کر کے فرمایا ہے کہ الفانی لا یرد یعنی فانی وواصل کبھی مردود نہیں ہوتا۔اگر یہ شبہ ہو کہ بعد وصول وحصول نسبت کے بھی تو معاصی کا صدور ہوسکتا ہے بلکہ ہوتا ہے پھر رضائے دائمی کا تحقق کہاں رہا تو سمجھے کہ گہری دوستی کے بعد یہ ضروری نہیں کہ کبھی باہم شکرنجی بھی نہ ہوگا ہے گا ہے شکرنجی بھی ہو جاتی ہے لیکن تدارک کے بعد پھر ویسا ہی تعلق ہو جاتا ہے بلکہ دراصل اس خفگی کے زمانہ میں بھی دوستی کا تعلق بدستور قائم رہتا ہے وہ زائل نہیں ہوتا۔شکرنجی محض عارضی ہوتی ہے۔مثلاً تکمیل صحت کیلئے ضروری نہیں کہ اس حالت میں کبھی زکام بھی نہ ہو یا کبھی اگر بد پرہیزی کر لے مثلاً گڑ کھالے تو اس سے نقصان نہ ہو بد پرہیزی سے نقصان ضرور ہوگا۔لیکن محض عارضی تدارک کے بعد پھر وہی حالت غالبہ صحت کے عود کر آئے گی یا مثلاً درسیات کے فراغ کے بعد یہ ضروری نہیں کہ کبھی کسی مقام پر اٹکے ہی ہیں۔کہیں کہیں بعد فراغ بھی اٹکتا ہے لیکن ذرا توجہ سے پھر چل نکلتا ہے۔

نسبت کے تحقق کے لئے رضائے تام شرط ہے۔

نسبت محقق ہوتی ہے کامل رضائے حق پر نہ کہ مطلق رضائے حق پر کیونکہ رضا تو ہر فعل حسن پر مرتب ہوتی ہے آنچہ اگر کوئی شخص زنا کرے اس کے بعد نماز بھی پڑھے تو گو زنا پر ناراضی مرتب ہوگی لیکن پر رضا بھی مرتب ہوگی افعال قبیحہ وحسنہ پر اپنی اپنی جگہ برابر ناراضی اور رضا مرتب ہوگی لیکن نسبت کے تحقق کے لئے رضائے تام شرط ہے، رضائے ناتمام کی بالکل ایسی مثال ہے۔جیسے مرض کی حالت میں عارضی افاقہ ہو جائے گو وہ بھی بسا غنیمت ہے۔

اتباع سنت کو خاص دخل ہے انجذ اب میں

(۱۱) ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بہت ہی جلد نفع شروع ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں بطریق جذب نفع پہنچتا ہے۔نہ بطریق سلوک اور اس جذب کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں اتباع سنت کا بڑا اہتمام ہے جب حق تعالیٰ کے محبوب کا اتباع کیا جاتا ہے تو محبوب کا اتباع کرنے والا بھی محبوب ہو جاتا ہے اور جب محبوب ہو جاتا ہے تو محبوب کا خاصہ ہے انجذ اب حق تعالیٰ فوراً اس کو اپنی طرف منجذب فرما لیتے ہیں۔چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ**

امور اختیاریہ کے اختیاری ہونے کا مبنیٰ

ارشاد: امور اختیاریہ کے اختیاری ہونے کا مبنیٰ یہ ہے کہ اس کا سبب انسان کے اختیار میں ہے باقی یہ ہے کہ مسبب راہ راست اختیار میں ہو سو یہ کسی امر میں بھی نہیں۔ پس جنت و مغفرت اختیاری ہے کیونکہ اس کے اسباب اختیاری ہیں۔

نسبت کی حقیقت

ارشاد: نسبت کے لغوی معنی ہیں لگاؤ اور تعلق اور اصطلاحی معنی ہیں بندہ کا حق تعالیٰ سے خاص قسم کا تعلق یعنی قبول و رضا جیسا عاشق مطیع و وفادار معشوق میں ہوتا ہے۔

صاحب نسبت ہونے کی علامت

ارشاد: صاحب نسبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس شخص کی صحبت میں رغبت الی الآخرت اور نفرت عن الدنیا کا اثر ہو۔ اور اس کی طرف دینداروں کو زیادہ توجہ اور دنیاداروں کو کم مگر یہ پہنچان خصوص اور اس کا جزو اول عوام محجوبین کو کم ہوتی ہے اہل طریقہ کو زیادہ ہوتی ہے۔

سوال۔ فاسق اور کافر صاحب نسبت ہوتا ہے یا نہیں؟

فاسق یا کافر صاحب نسبت نہیں ہوسکتا

ارشاد: جب نسبت کے معنی اوپر معلوم ہو گئے تو ظاہر ہو گیا کہ فاسق و کافر صاحب نسبت نہیں ہوسکتا بعض لوگ غلطی سے نسبت کے معنی خاص کیفیات کو (جو ثمرہ ہوتا ہے ریاضت اور مجاہدہ کا) سمجھتے ہیں یہ کیفیت ہر مرتاض میں ہوسکتی ہے مگر یہ اصطلاح جہلاء کی ہے۔

تعلق مع اللہ کا نتیجہ

ارشاد: بس اللہ تعالیٰ ہی سے تعلق رکھو اور کسی سے بالذات تعلق نہ رکھو۔ یہی خلاصہ ہے سارے سلوک کا اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی شئے سے تعلق نہ ہوگا تو پھر کسی شئے کے فوت ہونے سے زیادہ قلق بھی نہ ہوگا۔

وصول کے معنی

ارشاد: وصول کا حاصل صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ اس شخص پر شفقت اور عنایت فرماتے ہیں یہ معنی نہیں کہ وہ نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی گود میں جا بیٹھتا ہے یا قطرہ کی روح دریا میں مل جاتا ہے۔

طلب مطلوب ہے نہ کہ وصول

ارشاد: طلب مطلوب ہے، وصول مطلوب نہیں کیونکہ طلب تو اختیاری ہے اور وصول غیر اختیاری۔

تصوف کا خلاصہ صرف علم مع العمل ہے

ارشاد: تصوف کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہی نماز روزہ تصوف ہے اور یہی اعمال مقصود ہیں مجاہدہ کی ضرورت صرف نماز روزہ کو نماز روزہ بنانے کے لئے ہے، تصوف کا خلاصہ صرف علم مع العمل ہے۔

سالک کے دو سفر ہیں ایک الی الاحوال دوسرا من الاحوال

ارشاد: سالک کا ایک سفر تو الی الاحوال ہے کہ اس پر احوال طاری ہوتے ہیں اور دوسرا من الاحوال ہے جس میں وہ سب احوال سلب ہو جاتے ہیں پھر اس کے بعد کو دوسرے نوع کے احوال عطا ہوتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے باغ میں درختوں پر دو قسم کے پھول ہوتے ہیں ایک جھوٹا پھول ہوتا ہے وہ چند روز کے بعد جھڑ جاتا ہے پھر سچا پھول آتا ہے وہ باقی رہتا ہے اب اس پر پھل لگنے شروع ہوتے ہیں یا جیسے صبح صادق ہوتی ہے ایک کاذب جس کا نور جلدی زائل ہو جاتا ہے دوسری صادق جس کا نور بڑھتا ہے اسی طرح سالک پر دو حالتیں گذرتی ہیں ایک میں احوال ناقصہ عطا ہوتے ہیں اور دوسری میں ناقصہ سلب ہو کر احوال کاملہ عطا ہوتے ہیں۔ اب یہ شخص پختہ ہو گیا اب اس کو حق ہے کہ لذائذ بھی کھائے اور عمدہ لباس بھی پہنے کیونکہ یہ ہر شئے میں تجلی حق کا مشاہدہ کرتا اور اس کا حق بھی ادا کرتا ہے۔

انسان کا کمال تحصیل عدالت ہے

ارشاد: حکماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ قوت عقلیہ اور قوت شہویہ و قوت غضبیہ میں اعتدال کا درجہ حاصل کرے اگر اس میں افراط کا درجہ ہو یا تفریط کا تو یہ کمال نہیں بلکہ نقص ہے قوت عقلیہ میں تفریط کا درجہ حماقت ہے اور افراط کا درجہ جزیرہ (بہت تیزی) اور درجۂ اعتدال کا نام حکمت ہے قوت شہویہ سے مراد وہ قوت ہے جو منافع کو حاصل کرنا چاہتی ہے اور قوت غضبیہ سے وہ قوت مراد ہے جو مضرتوں کو دفع کرنا چاہتی ہے، اسی طرح قوۃ غضبیہ میں درجہ افراط کا نام تہور ہے تفریط کا نام جبن ہے اعتدال کا نام شجاعت اور قوۃ شہویہ درجہ افراط کا نام فجور ہے اور تفریط کا نام خمود ہے اور درجہ اعتدال کا نام عفت ہے اور حکمت و شجاعت اور عفت تینوں کے مجموعہ کا نام عدالت ہے۔

انسان کا کام طلب وفکر وسعی ہے

ارشاد: کمال کسی کے اختیار میں نہیں ہے اور نہ انسان اس کا مکلف ہے۔ انسان کا کام طلب و فکر اور سعی ہے اگر طلب کے ساتھ ساری عمر بھی ناقص رہے تو وہ انشاء اللہ کاملین ہی کے برابر ہوگا۔ بلکہ ممکن ہے بعض باتوں میں ان سے بڑھ جائے یعنی مشقت کے ثواب میں کیونکہ کاملین کو نفس کی مخالفت گراں نہیں ہوتی اور دلیل اس کی یہ حدیث ہے۔

اس طریق میں فکر ودھن بڑی چیز ہے

ارشاد: اس طریق میں فکر ودھن بڑی چیز ہے اسی سے سب کام بن جاتے ہیں، چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادھم کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال گزرا۔ فرمایا کہ مغفرت ہوگئی درجات ملے مگر ہمارا پڑوسی تھا جو ہم سے کم عمل کرتا تھا۔ وہ ہم سے بڑھا ہوا رہا کیونکہ صاحب عیال تھا، بال بچوں کی پرورش میں اس کو زیادہ عمل کا موقع نہ ملتا تھا مگر وہ ہمیشہ اس دھن میں رہتا تھا کہ اگر مجھے فراغت نصیب ہو تو یاد خدا میں مشغول ہو جاؤں وہ اپنی مشقت اور نیت کی وجہ سے ہم سے بڑھ گیا۔

الیم فی السم

طاعات میں ترقی اور معاصی سے اجتناب میسر ہونے کا طریق۔ ارشاد: اعات اور معصیت دونوں اختیاری ہیں جن میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں۔ رہا طریقہ سو طریقہ امور اختیار یہ کا بجز استعمال اختیار کے اور کچھ نہیں۔ ہاں سہولت اختیار کے ضرورت ہے مجاہدہ کی جس کی حقیقت ہے مخالفت یعنی مقارمت مفت، اس کو ہمیشہ عمل میں لانے سے بتدریج سہولت حاصل ہو جاتی ہے اس میں تمام فن آ گیا۔ آگے شیخ کے دو کام رہ جاتے ہیں ایک بعض امراض نفسانیہ کی تشخیص۔ دوسرے بعض طرق مجاہدہ کی تجویز جو ان امراض کا علاج ہے۔

الطم فی السم

ارشاد: غیر اختیاری کے درپے نہ ہونا، اختیاری میں ہمت کرنا اس میں جو کوتاہی ہو جائے اس پر استغفار اور توفیق کی دعا کرنا بھی اصلاح ہے۔

آداب شیخ و مرید و متعلقات آں

ممانعت تعجیل فی اتخاذ الشیخ

ارشاد: (۱) اس طریق میں ہر صاحب طریق کا مذاق جدا ہے (۲) شرط انتفاع تناسب مذاقین ہے۔ (۳) جیل فی اتخاذ الشیخ ممنوعات طریق سے ہے (۴) بدون صحبت طویل کسی کے مذاق کا ادراک صحیح نہیں ہوتا اگر صحبت طویلہ میسر نہ ہو مکاتبت طویلہ کی جائے کہ ملاقات حکمی ہے اس کے بعد جو رائے قائم کی جائے گی وہ معتد بہ ہوگی ورنہ ممکن ہے کہ اپنی تجویز سے رجوع کا اظہار موجب بدنامی ہو اور اس کا اخفاء موجب تنگی و تلبیس وکلاھما مضر۔

بعض جزئیات مذاق حضرت مولانا مدظلہ العالی

ارشاد: (۱) خوابات کا قابل التفات نہ ہونا (۳) تصرفات کو پسند نہ فرمایا (۳) بتکلف سنجیدگی و متانت سے انقباض (۴) رسوم کا پابند نہ ہونا گو وہ رسوم مباحہ ہی ہو (۵) غیر طالب کے درپے نہ ہونا (۶) احوال کا اہتمام نہ ہونا، صرف اعمال کا مطمح نظر ہونا۔ (۷) مجاہدہ نام ہے ترک معاصی اور تقلیل مباحات نہ کہ ترک مباحات کا (۸) تعلیم کی ملازمت کا سب سے زیادہ پسند ہونا، بشرطیکہ تنخواہ میں تشویش نہ ہو۔ اور تحصیل چندہ کا سب سے زیادہ ناپسند ہونا۔ (۹) مشورہ دینے کا معمول نہ ہونا۔ (۱۰) دع مالا یعنیک پر عمل ہونا (۱۱) آزادی میں خلل نہ ڈالنا (۱۲) قلب پر فضول بار نہ دینا۔ (۱۳) خلوت کا زیادہ پسند کرنا جلوت کی پسندیدگی محض برائے افادہ خواص و عام ہونا۔ (۱۴) انضباط اوقات (۱۵) نفع رسانی عام مخلوق (۱۶) امراء کا قصداً ممنون نہ بننا (۱۷) اضرار سے سخت اجتناب رکھنا۔

اصلاح عمل مقدم ہے بیعت و ذکر و شغل پر

تہذیب السالکین کا مطالعہ ضروری ہے اور بدون اس کے ذکر و شغل سب بے کار ہے کام ترتیب سے اچھا ہوتا ہے۔ ورنہ جس مکان کی بنیاد خام ہوگی۔ مکان جلد منہدم ہو جائے گا۔ اس پر نہ طالبوں کو نظر ہے نہ مشائخ کو اس لئے نفع نہیں ہوتا۔

طریق کار

ارشاد: کام کرنے کا طریق یہ ہے کہ کام شروع کر دے کسی امر کا انتظام نہ کرے اگر بعض حالات میں انتظام سے کام نہ بھی ہو بلا سے بے انتظامی پھر بھی بیکاری سے اچھی ہے۔

دوست دارد دوست ایں آشفتگی کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

غرضیکہ کسی طرح ہو کام کرتے رہیں۔ اور شیخ کو اطلاع کرتے رہیں۔ اس بے نظامی سے جب کہ دھن لگی رہے انشاء اللہ نظام پیدا ہو جائے گا اور ہمت میں قوت اور طبیعت میں تقاضا پیدا ہونے لگے گا۔

شرائط اجازت تلقین

ارشاد: حصول اجازت تلقین کے لئے جیسے حصول نسبت شرط ہے۔ ایک یہ بھی شرط ہے کہ وہ شخص طرق تربیت اور اصلاح سے واقف ہو جائے تا کہ طالبین کی خدمت کر سکے۔

اصلاح طالب کا طریق

ارشاد طلب کے عیوب معلوم کرنے میں نہ کاوش کرے نہ فرصت نکالے اگر خود معلوم ہو جائے کہد ے۔

بعض آداب شیخ کی تحقیق

سوال: حقوق پیر کے متعلق جوالنوز میں ہے دو بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ایک تو یہ کہ پیر کو بذریعہ کسی کے سلام و پیام نہ پہنچائے حالانکہ حدیثوں سے اس کا ثبوت ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ پیر جس جگہ ہو اس طرف تھوک نہ پھینکے اگرچہ اس وقت پیر موجود نہ ہو حالانکہ حدیث **لاتطرونی** کے صریح معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد: حدیث سے جواز ثابت ہوتا ہے نہ کہ وجوب اور مشائخ اس کے جواز کے منکر نہیں کہ حدیث سے معارضہ ہو بلکہ اس کو خلاف ادب کہتے ہیں اور ادب کا مدار عرف پر ہے۔ اس لئے اختلاف ازمنہ سے وہ مختلف ہو سکتا ہے۔ حضرات صحابہ کا حضور اقدس ﷺ کے ساتھ مزاح کرنا ثابت ہے اور اب بزرگوں کے ساتھ مزاح کرنا خلاف سمجھا جاتا ہے دوسرے کا جواب یہ ہے کہ اطراء کہتے ہیں حد شرعی سے تجاوز کرنے کو اگر کوئی شخص تادبا ایسا کرے مگر اعتقاد میں کچھ خلل نہ ہو تو وہ کس حد شرعی سے نکل گیا۔

شرائط ہدیہ

ارشاد: ہدیہ میں شرائط ہیں (۱) پابندی نہ ہو (۲) اتنی مقدار نہ ہو جو طبیعت پر گراں ہو۔ (۳) یہ غرض نہ ہو کہ شیخ کی توجہ بڑھے گی بلکہ منشاء اس کا محض محبت ہو۔

شیخ سے مناسبت نہ پیدا ہونے کی وجہ

ارشاد شیخ سے مناسبت کی کمی اعمال کے تساہل سے نہیں ہوتی بلکہ بات کے نہ سمجھنے سے یا نہ ماننے سے ہوتی ہے۔

صحبت غیر شیخ کے شرائط

ارشاد: شیخ کے ماسوا دوسرے شیخ کی خدمت میں دو شرط سے جا سکتا ہے ایک تو یہ کہ اس کا مذاق اپنے شیخ کے خلاف نہ ہو دوسرے یہ کہ اس سے تعلیم و تربیت میں سوال نہ کرے۔

گناہ کبیرہ سے بیعت نہیں ٹوٹتی برکت جاتی رہتی ہے

ارشاد: اگر کسی شخص سے کوئی گناہ کبیرہ ہو جائے مثلاً زنا یا حرام کام تو اس سے بیعت نہیں ٹوٹتی مگر اسکی برکت جاتی رہتی ہے۔ جیسے کوئی سخت بد پرہیزی کرے تو اس کی حیات منقطع نہیں ہوتی مگر صحت اور قوت بعض اوقات ایسی برباد ہو جاتی ہے کہ موت سے بدتر حالت ہو جاتی ہے۔

ضرورت بیعت

ارشاد: یہ یقینی صحیح ہے کہ بیعت طریقت کی ضرورت عام نہیں لیکن باوجود اس کے پھر بھی نفس میں بعض امراض خفیہ ہوتے ہیں کہ وہ بدون تنبیہ شیخ محقق عارف کے سمجھ میں نہیں آتے اور اگر سمجھ میں آجاتے ہیں تو ان کا علاج سمجھ میں نہیں آتا اس لئے تعلق شیخ حق سے ضروری ہوتا ہے۔

رسوخ احوال کے اسباب

ارشاد: اعمال سے جو احوال حاصل ہوتے ہیں جیسے محبت خشیت وغیرہ کبھی غیر راسخ ہوتے ہیں کبھی راسخ اور راسخ ہونے کے اسباب مختلف ہوتے ہیں کبھی تعلیم کبھی دعا کبھی صحبت گو صاحب صحبت کا قصد بھی نہ ہو جیسے آگ کی مصاحبت سے پانی گرم ہو جاتا ہے، اور یہ صحبت احیاء کی نافع ہوتی ہے اسی طرح اموات کی بھی جب کہ دونوں کی روح میں مناسبت ہو جو کہ شرط فیض ہے

طریق تقویت نسبت از مزار صاحب نسبت

پس جب کہ صاحب مزار صاحب نسبت ہو اور زائر بھی صاحب نسبت ہو اور دونوں کی نسبت میں تناسب ہو اور اس سے زائر کے احوال حاصل ہیں رسوخ و استحکام ہو جائے تو اسی کو ترقی و قوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور نسبت کا رسوخ وجدانی ہونے کے سبب سے وجدان سے مدرک بھی ہو جاتا ہے طریقہ

استفاضہ یہ ہے کہ اول کچھ پڑھ کر بخشے پھر آنکھیں بند کر کے تصور کرے کہ میری روح اس بزرگ کی روح سے متصل ہوگئی ہے اور اس سے احوال خاصہ منتقل ہوکر پہنچ رہے ہیں۔

حقیقت سلب نسبت بہ تصرفات

ارشاد نسبت کو کوئی سلب نہیں کر سکتا وہ تو تعلق مع اللہ کا نام ہے۔ ہاں کیفیات نفسانیہ کو صاحب تصرف ضعیف کر دیتا ہے۔ جس سے ایک قسم کی غباوت ہو جاتی ہے بعض اوقات اس کا اثر ارادہ پر واقع ہو کر اعمال پر پہنچتا ہے یعنی اعمال میں سستی ہونے لگتی ہے لیکن اختیار سلب نہیں ہوتا، اپنے قصد و اختیار سے اس کی مقاومت کر سکتا ہے اکثر تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ معصیت ہوتی ہے ہاں احیاناً کسی کیفیت کے مفرط ہونے سے بعض واجبات میں خلل ہونے لگتا ہے۔ ایسے وقت میں اس کو ضعیف کرنے میں مصلحت ہوتی ہے۔

حب خدا کی شناخت

ارشاد: **حب الشیخ والرکون الیہ علامۃ لحب اللہ تعالیٰ لرکون الیہ.**

ترجمہ: شیخ کی محبت اور اس کا احترام اللہ تعالیٰ کی محبت اور لگاؤ کا اظہار ہے۔

سماع موتیٰ و دعائے موتیٰ و توسل بموتیٰ کا حکم

ارشاد: سماع (اہل قبور کا سننا) میں تو اختلاف ہے اکثر اہل کشف اس کے قائل ہیں مگر ان سے درخواست دعا کرنا کسی دلیل سے ثابت نہیں، کیونکہ ان کو دعا کا اختیار دیا جانا کہیں منقول نہیں البتہ ان کے توسل سے خود دعا کرنا ثابت ہے۔

توسل کی حقیقت

ارشاد: کسی شخص کا جو جاہ ہوتا ہے اللہ کے نزدیک اس جاہ کی قدر اس پر رحمت متوجہ ہوتی ہے توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ جتنی رحمت اس پر متوجہ ہے اور جتنا قرب اس کا آپ کے نزدیک ہے اس کی برکت سے مجھ کو فلاں چیز عطا فرما کیونکہ اس شخص سے تعلق ہے اسی طرح اعمال صالحہ کا توسل آیا ہے، حدیث میں اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ اس عمل کی جو قدر حق تعالیٰ کے نزدیک ہے اور ہم نے وہ عمل کیا ہے اے اللہ ببرکت اس عمل کے ہم پر رحمت ہو۔

فیض قبور مکفل تکمیل سلوک نہیں

ارشاد: قبروں سے جو فیض آتا ہے وہ ایسا نہیں جس سے تکمیل ہو سکے یا سلوک طے ہو سکے بلکہ اس کا درجہ صرف اتنا ہے کہ صرف نسبت کی نسبت کو اس سے کسی قدر قوت ہو جاتی ہے، غیر صاحب نسبت کو تو خاک بھی فیض نہیں ہوتا، صرف صاحب نسبت کو اتنا فیض ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے نسبت کو قوت اور حالت میں زیارت ہو جاتی، مگر وہ بھی دیرپا نہیں ہوتی، بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے تنور کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر کے لئے جسم میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے، زندہ مشائخ سے جو فیض ہوتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مقوی دوا کھا کر قوت وحرارت حاصل ہوتی ہے صاحب نسبت کو اول قبر سے فیض لینے کی ضرورت نہیں، زندہ شیخ اس کے لئے قبروں سے زیادہ نافع ہے اور ضرورت بھی ہو تو صاحب نسبت کے لئے قبر کا پختہ ہونا ضروری نہیں وہ تو آثار سے معلوم کرلے گا کہ یہاں کوئی صاحب کمال مدفون ہے۔

ادب واحترام شیخ کی وجہ

ارشاد: مقصد جتنا عظیم ہوگا اس کے وسائل کی بھی اسی قدر وقعت ہوگی۔ اسی سے شیخ کا ادب واحترام بہت چاہئے۔

نسبت وملکہ یاداشت کا فرق

ارشاد: نسبت ملزوم وملکہ یادداشت لازم ہے دونوں کی ماہیت الگ الگ ہے، نسبت نام ہے خاص تعلق کا جس جس پر دوامر کا ترتب لازم ہے ایک کثرت ذکر جس کی دوسری تعبیر ملکہ یادداشت ہے دوسرے دوام طاعت جس طرح کوئی کسی پر عاشق ہو جائے تو اس تعلق عشق میں دوامر لازم ہے ایک تو یہ کہ معشوق اکثر اوقات ذہن سے نہیں اترتا دوسرے عاشق عمداً اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔

نفع سالک کی تدبیر

ارشاد: سالک کو التزام معمولات وقلت مخالطت سے بے حد نفع ہوتا ہے۔

برکت کا دار مرید کے ارادت ومحبت پر ہے نہ کہ بیعت پر

سوال: زید کو کسی شیخ سے بے حد عقیدت تھی مگر بیعت یا تعلیم وتلقین کی ہنوز نوبت نہ آئی تھی کہ زید قریب المرگ ہو گیا تھا اور شیخ کو بذریعہ تار بلا بھیجا مگر شیخ کے آنے پر اس کا کام تمام ہو چکا ہے۔ البتہ زید نے ایک تحریر لکھ دی تھی۔ شیخ کے نام کہ میں آپ سے مرید ہوں تو گویا وہ شیخ داخل سلسلہ بذریعہ بیعت

کرسکتا ہے یا نہیں۔

جواب: نہیں کیونکہ مقصود بیعت یعنی تعلیم وتلقین اب نہیں ہوسکتی، رہ گئی برکت سلسلہ کے بزرگوں کی وہ قبول شیخ پر موقوف نہیں، میت کی ارادت ومحبت سے وہ حاصل ہوگئی۔

مضرت پیر نااہل

ارشاد: ایک شخص مطب خلاف قواعد کرتا ہے اور مریضوں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے، کوئی خیر خواہ مریضوں کو اس ہلاکو سے بچانے کے لئے یہ ذریعہ اختیار کرے کہ خود مطب کھول دے اور کہے گو طب میں نہیں جانتا مگر میرے مطب میں یہ مصلحت ہے کہ لوگ اس ہلاکو سے بچیں گے اور گو علاج بھی نہ کروں گا جس میں خطرہ کا اندیشہ ہو مگر بے خطرہ چیزیں بتلاتا رہوں گا، تو آیا اس خیر خواہ کو اس کی اجازت دی جائے گی یا یہ سمجھا جائے گا کہ یہ صورت بہ نسبت مطب نہ کھولنے کے زیادہ ضرر رساں ہے کیونکہ مطب نہ کھولنے کی حالت میں اس ہلاکت کا سبب یہ خیر خواہ نہ ہوتا، اور اب جتنے علاج نہ ہونے سے ہلاک ہوں گے اس کا سبب یہ شخص بنے گا، یہی حال اس شخص کا ہے جو بیعت لینے کی اہلیت تو نہیں رکھتا، لیکن پیر محض اس لئے بنتا چاہتا ہے کہ لوگ گمراہ پیروں کے پھندے میں نہ پڑیں بلکہ اپنے عقائد حقہ کی تعلیم کرسکے حالانکہ عقائد حقہ کی تعلیم اور گمراہیوں سے بچانا تو زبان سے بلا پیر بنے ہوئے بھی ممکن ہوسکتا ہے، پھر کوئی نہ بچے، تو وہ جانے۔ اس سے اس شخص کو تو گناہ نہ ہوگا۔ اگر یہ خیال ہو کہ لوگوں کو بیعت کر کے کسی محقق کے پاس پہنچا دے تو بعد تامل اس میں بھی مفاسد نظر آتے ہیں، اول تو بعضے مریدین دوسری جگہ رجوع نہ کریں گے، دوسرے چند روز میں ایسے غیر کامل پیر میں ہجوم عوام سے خود بینی وعجب وریا وغیرہ پیدا ہو جائے گا اور تعلیم میں عار کے سبب کبھی جہل کا اقرار نہ کرے گا، ضلوا فاضلوا کا مصداق بنے گا،

مرید شیخ میں تناسب نفع کی شرط ہے

ارشاد: میرے مزاج میں تنگی ہے اور دیگر حضرات کے مزاج میں وسعت پس اس تنگی کے سبب میرے اور آپ کے مذاق میں تناسب نہیں ہوتا، اور تناسب نفع کی شرط ہے اور جہاں توسع ہے وہاں چھوٹے چھوٹے واقعات سے اثر نہیں ہوتا، اس لئے مذاق میں تخالف نہیں ہوتا وہاں نفع کی امید ہے۔

شیخ کے سامنے مشغولیت ذکر کا حکم

ارشاد: میری مجلس میں ممکن تو ہے کہ اس ذات میں مشغول رہو۔ البتہ جس وقت میں کوئی بات

کروں تو اس وقت ساکت ہو کر اس کو سنو۔ کما قال اللہ تعالیٰ و اذا قری القرآن الخ ۔

فوائد صحبت شیخ

ارشاد: شیخ کے سامنے رہنے کے منافع حسب ذیل ہیں۔

(۱) جو افادات زبانی سننے میں آتے ہیں وہ خلاصہ ہوتے ہیں تحقیقات و مسائل کے جس سے اپنی حالت بھی وضوح کے ساتھ منکشف ہوتی ہے۔ (۲) اور ان اہل صحبت میں جو بابرکت ہوتے ہیں وہاں ایک نفع صحبت کی برکت اور ان کے طرز عمل سے سبق لینا ہوتا ہے۔ (۳) عمل کا شوق بڑھتا ہے (۴) اپنے عیوب معلوم ہوتے ہیں (۵) اپنی استعداد معلوم ہوتی ہے لہٰذا اس زمانہ میں یہ صحبت کتابوں میں دیکھ کر عمل کرنے سے بدرجہا نفع ہے۔

بیعت توڑنے کا طریقہ

ارشاد: اگر کسی جھگڑے کا اندیشہ نہ ہو تو بیعت توڑنے کی خبر اپنے فاسد العقیدہ پیر سے کرنا بہتر ہے ورنہ خود اپنا ارادہ ہی کافی ہے، بیعت توڑنے کا طریقہ یہی ہے کہ پکا ارادہ کر لے اس سے تعلق نہ رکھوں گا۔

حالت فنا شرط نہیں ہے۔

ارشاد: مرید کو چاہئے کہ شیخ کے سامنے اپنے کو مردہ بدست زندہ سمجھے کہ یہی حالت فنا شرط فیض ہے۔

شیخ سے مناسبت کے فوائد

ارشاد: شیخ سے مناسبت پیدا ہو جانے میں بے حد برکات ہیں لیکن شرط نفع کی یہ ہے کہ مرید ان کی برکات کا منتظر نہ رہے۔

فعل عبث سے احتراز سلوک میں ضروری ہے

ارشاد: فعل عبث کا ترک اول قدم ہے سلوک کا۔

شیخ کے علاوہ دوسری جگہ تعلیم و اصلاح کا تعلق رکھنا

ارشاد: اگر ایک جگہ بیعت ہو اور دوسری جگہ تعلیم و اصلاح کا تعلق رکھے تو کچھ حرج نہیں خصوص جب بیعت کی جگہ سے مناسبت کم ہو اور دوسری جگہ مناسبت زیادہ ہو، جس جگہ تعلیم و اصلاح کا

تعلق رکھا جائے۔ سب سے اول وہاں طرز و انداز معلوم کرے تا کہ بعد میں توحش نہ ہو اور چونکہ ہر مربی کا طرز علیحدہ ہے، اس لئے طرز معلوم کرنے کے بعد اس طرز کے قبول کرنے کے لئے پورے طور سے اپنے کو آمادہ کر لے اور آمادگی یہ ہے کہ اس کے اختیار کرنے میں خواہ کوئی تکلیف ہو یا کوئی ذلت یا کوئی ضرر جسمانی یا مالی یا نفسانی سب کو گوارا کرے۔

جلب توجہ شیخ کا طریقہ

ارشاد: طالب قلت اہتمام کو چھوڑے تو بے نیاز شیخ بھی اضطراراً اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا

نری بیعت دافع امراض باطنی نہیں

ارشاد: یہ گمان کرنا کہ صرف بیعت میں اثر دفع امراض باطنی کا ہے بالکل غلط ہے۔ بیعت صرف مجاہدہ اتباع کا نام ہے۔ آگے اتباع کی ضرورت ہے اور اتباع کا محل عمل ہے اور عمل میں البتہ خاصیت دفع امراض باطنی کی ہے۔

مشائخ کیلئے ایک کارآمد نصیحت

ارشاد: مشائخ کو چاہئے کہ وظیفہ وغیرہ بتلانے سے پہلے دو کام بتلائیں ایک اخلاق کی درستی دوسرے بقدر ضرورت علم کی تحصیل۔

شیخ سے مستغنیٰ نہ ہونے کے معنی

ارشاد شیخ سے مستغنی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ تعلیم کی احتیاج رہتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تعلق کی احتیاج رہتی ہے، یعنی اس سے اعراض اور مماثلت یا افضلیت کا دعویٰ قاطع طریق ہے اور تعلیم میں بھی اتنی احتیاج رہتی ہے کہ اس کے اصول کا ترک جائز نہیں گو فروغ میں اجتہاداً اختلاف ہو جائے وہ بھی ادب کے ساتھ۔

معلم کی محبت کلید وصول ہے

ارشاد۔ معلم کی محبت کلید ہے وصول الی المقصود کی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرے شیخ کی طرف رجوع کس وقت جائز ہے۔

ارشاد: دوسرے شیخ سے رجوع اس وقت کرے جب ایک معتد بہ مدت کے بعد بھی اپنے

اندر اصلاح محسوس نہ کرے اور اصلاح کے یہ معنی ہیں کہ دواعی معاصی کے مضمحل ہو جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ شیخ اول کی مجوزہ تدابیر پر پوری طرح عمل کر چکا ہو اور پھر بھی کامیابی نہ ہوئی ہو ورنہ وہ تو اس طرح کا مصداق ہو جائے گا کہ نسخہ تو پیا نہیں اور حکیم صاحب کی شکایت کہ ان کے علاج سے نفع نہیں ہوا

شرط برکت تعلیم شیخ

ارشاد: جو شیخ خود بھی کام کرتا رہتا ہے اور اپنی اصلاح سے بھی غافل نہیں رہتا اس کی تعلیم میں برکت ہوتی ہے اور اگر محض فن دان ہے مگر خود عامل نہیں ہے اس کی تعلیم میں برکت نہیں ہوتی گو تدابیر صحیح کرے۔

مرید کو شیخ کی رائے سے مخالفت کا حق نہیں

ارشاد: مرید کو شیخ کی رائے سے مخالفت کا حق نہیں ہے اگرچہ دوسری شق بھی مباح ہو۔ کیونکہ مرید کا تعلق شیخ سے استاد شاگرد جیسا نہیں بلکہ اس طریقہ میں مرید و شیخ کا معاملہ ایسا ہے جیسے مریض اور طبیب کا معاملہ ہے کہ مریض کو طبیب کے فتویٰ کی مخالفت جائز نہیں جب تک شریعت کے خلاف شیخ کا قول نہ ہو۔

خلاف شرع امور میں مخالفت شیخ لازم ہے مگر ادب کے ساتھ

ارشاد: اگر مرید کے نزدیک شیخ کا قول خلاف شرع ہو تو مخالفت جائز بلکہ لازم ہے مگر ادب کے ساتھ گو واقع میں وہ قول خلاف شریعت نہ ہو مگر یہ تو اپنے علم کا مکلف ہے جیسے حضرت سید صاحبؒ بریلوی کو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصور شیخ تعلیم فرمایا۔ سید صاحب نے اس سے عذر کیا کہ مجھے اس سے معاف فرمایا جائے۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید　　　سالک بے خبر بنود ز رسم و راہ منزلہا

سید صاحب نے عرض کیا کہ مے خواری تو ایک گناہ ہے آپ کے حکم سے میں اس کا ارتکاب کر لوں گا۔ پھر توبہ کر لوں گا مگر تصور شیخ میرے نزدیک شرک ہے اس کی کسی حال میں اجازت نہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے یہ جواب سن کر سید صاحب کو سینہ سے لگا لیا کہ شاباش جزاک اللہ تم پر مذاق توحید و اتباع سنت غالب ہے اب ہم تم کو دوسرے راستہ سے لے چلیں گے۔

شیخ کے صریح شرعی خلاف پر مرید کو کیا معاملہ کرنا چاہئے

ارشاد: اہل طریق کی وصیت ہے کہ اول طلب شیخ میں پوری احتیاط لازم ہے پھر جب تفتیش و

تجربہ سے اس کا متبع شریعت و محقق ہونا ثابت ہوگیا تو اب اجتہادی مسائل میں بات بات پر اس سے بدظن نہ ہو البتہ اگر بیعت کے بعد اس سے کوئی بات ایسی دیکھی جائے جو کہ صریحاً خلاف شرع ہو جس میں اجتہاد کی بالکل مجال نہ ہو اس کے متعلق تین قسم کا معاملہ کرنے والے لوگ ہیں بعض تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ خلاف اصول طریقت ہے اور بعض اس کے فعل میں بھی تاویل کر لیتے ہیں اور اگر وہ ان کو بھی اس فعل کا امر کرے تو اس کو بھی کر لیتے ہیں۔ اور یہ خلاف طریقت بھی ہے اور خلاف شریعت بھی ہے اور سب سے اچھا تیسری قسم کا معاملہ کرنے والا ہے وہ یہ کہ اگر امر نہ کرے تو بدظن نہ ہو اور اس کے فعل میں یقیناً یا ابہاماً تاویل کر لے اور اگر تاویل پر قدرت نہ ہو تو سمجھ لے کہ شیخ کے لئے عصمت لازم نہیں آخر وہ بھی بشر ہے اور بشر سے کبھی غلطی ہو جانا ممکن ہے اور اگر اس کا بھی امر کرے تو اتباع نہ کرے بلکہ ادب سے عذر کر دے اگر وہ اس عذر کو قبول کر لے اور پھر اس کو مجبور نہ کرے تو اس شیخ کو نہ چھوڑے اور اگر وہ اس عذر پر مرید سے خفا ہو جائے تو سمجھ لے کہ یہ شیخ کامل نہیں، اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جائے اور اس دوسرے سے جا کر صاف کہہ دے کہ میں پہلے وہاں بیعت تھا اور اس وجہ سے الگ ہوا، اگر وہ سن کر ناخوش ہو تو اس کو چھوڑ دے، اگر ناخوش نہ ہو تو اس سے تعلق پیدا کرے، مگر اس حالت میں بھی پہلے شیخ کے ساتھ گستاخی نہ کرے کیونکہ اس طریق کا مدار ادب پر ہے۔

مشائخ کی تعظیم میں غلو کا حکم

ارشاد: مشائخ کی تعظیم و اطاعت میں ایسا غلو کرنا کہ وہ خلاف شرع بات کا حکم کریں جب بھی ان کی اطاعت کی جائے یہ بھی ارضائے خلق میں داخل ہے، جو ایک مرض ہے۔

مرید کی ترقی شیخ ہی کی برکت سے ہے

ارشاد: اگر کوئی مرید شیخ سے بھی بڑھ جائے تو وہ بھی شیخ ہی کی برکت سے ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک مرغی کے نیچے قاز اور بطخ کے انڈے رکھ دیئے جائیں تو گو بچہ نکلنے کے بعد یہ قاز اور بطخ مرغی سے بڑی اور قوی اور سیر لهودفی الماء پر قادر ہوگی مگر اس کی ترقی بھی مرغی ہی کی بدولت ہے۔

پیر کامل کی شناخت

ارشاد: پیر کامل وہ ہے جو محقق بھی ہو اور محقق ہونے کے تو معنیٰ یہ ہیں کہ اس کے عقائد صحیح ہوں متبع سنت ہو، اور محقق ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ وساوس نفس پر اس کی گہری نظر ہو۔

تبدیل شیخ کی شرط

ارشاد: اگر کسی کو کسی شیخ سے نفع نہ ہوتا ہو تو اس کو دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنے کی اجازت ہے مگر یہ لازم ہے کہ پہلے شیخ کی شان میں گستاخی نہ کرے۔

بے ادب را اندریں رہ بار نیست — جائے او بر دار شد در دار نیست

شیوخ ابوالوقت کی حالت

ارشاد: بعض شیوخ اہل مقام ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جس وقت جو حالت چاہیں اپنے اوپر وارد کرلیں، ان کو ابوالوقت کہتے ہیں، وہ جس مرید کے لئے جس حالت کی تجلی نافع ہوتی ہے وہ اس کے سامنے اسی حالت کی تجلی اپنے اوپر وارد کرتا ہے، مثلاً شیخ پر تو خوف کی تجلی غالب ہے لیکن جب دیکھتا ہے کہ مرید کے لئے تجلی رجا یا تجلی شوق مفید ہے تو اس کی مصلحت سے اپنے اوپر تجلی رجا کی یا تجلی شوق کی غالب کرلیتا ہے۔

عارف کی تائید غیب سے ہوتی ہے

ارشاد: بعض دفعہ غیب سے ایسا ہوتا ہے کہ عارف پر ایک حال غالب ہے مگر اس کی مصلحت دوسرے حال میں ہے تو اس وقت اس کی مدد غیب سے کی جاتی ہے کیونکہ یہ شخص مراد ہوتا ہے اور مراد کی اصلاح حق تعالیٰ کی طرف سے بلا اس کے قصد کی جاتی ہے، مثلاً عارف پر انس کا غلبہ تھا اور انس کے بڑھنے سے خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں حدود سے نہ بڑھ جائے، تو دفعتاً کسی وقت ہیبت کا چرکہ لگا دیا جاتا ہے۔

طالب کو اطاعت وانقیاد کی سخت ضرورت ہے

ارشاد: پہلے یہ حالت تھی کہ طالبین مشائخ کی ایسی طاعت وانقیاد کرتے تھے کہ اگر کسی کو کہا جائے کہ تم کسی دوسرے سے تعلیم حاصل کرو تو اس پر راضی ہوجاتے اور سمجھتے تھے کہ ان کی اطاعت سے ہم کو نفع ہوگا اور خواہ ہم کسی سے رجوع کریں ہم کو انہی سے فیض ہوگا اور آج کل یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو دوسرے سے تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا جائے تو وہ اطاعت نہیں کرتا اور سمجھتا ہے کہ مجھے ٹال دیا اور غلط مشورہ دیا جب اطاعت وانقیاد کی یہ حالت ہے تو پھر نفع کیونکر ہو۔

محقق کی علامت

ارشاد: محقق کی علامت یہ ہے کہ وہ سبب ومنشاء کا علاج کرے محض آثار کا علاج نہ کرے۔

ہدیہ دے کر دعا کی درخواست کرنا خلاف ادب ہے۔

ارشاد: ایک صاحب نے ہدیہ دے کر دعا کی درخواست کی، حضرت نے روپے واپس کر دیئے کہ یہاں دعا کی دکان نہیں ہم بدون ہدیہ کے بھی سب مسلمانوں کی بھلائی کے لئے دعا کرتے ہیں۔

پیر سے اختلاط کا طریقہ

اپنے پیر کے پاس بھی کم جاؤ زیادہ نہ لپٹو، کیونکہ گاہے گاہے خاص اوقات میں اس کے پاس جاؤ گے تو اس کو ذکر میں مشغول دیکھو گے، اور اگر ہر وقت لپٹے رہو گے تو کبھی ہگتے دیکھو گے تو کبھی موتتے کبھی تھوکتے سنکتے دیکھو گے اس سے تمہیں اعتقاد کم ہوگا، ہاں عقلاء کو تو ان حالات کے مشاہدے سے اعتقاد بڑھے گا، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ شیخ فرشتہ نہیں بشر ہے، مگر بشر ہو کر بے شر ہے تو بڑا کامل ہے۔ اور ناقص العمل کبھی شیخ میں اور اس کی بیوی میں لڑائی جھگڑا دیکھے گا، تو اس کا اس باتوں سے اعتقاد کم ہوگا، اگر اعتقاد بھی کم نہ ہو تو بھی ہر وقت نہ لپٹو، زیادہ لپٹنے سے اس کو کدورت ہوگی، اور شیخ کا تکدر طالب کے لئے مضر ہے، جس کے پاس جاؤ ایسے وقت میں جاؤ کہ اس وقت تمہارے جانے سے اس کو کدورت نہ ہو۔ فقہاء نے تو اس کی یہاں تک رعایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جہالت کی وجہ سے کسی دن میں عیادت کو منحوس سمجھتا ہے تو اس کی عیادت کو اس دن نہ جاؤ، بزرگوں کو زیادہ لپٹنے میں بھی یہ خرابی ہے کہ بعض دفعہ ایسی حرکات تم سے صادر ہوں گی جن سے ان کو انقباض ہوگا تھوڑی دیر پاس بیٹھنے میں تو تم اپنی حرکات کی نگہداشت کر سکتے ہو اور ہر وقت پاس رہنے میں اس کی رعایت دشوار ہے، اور اہل اللہ میں چونکہ لطافت زیادہ ہوتی ہے اس لئے ان کو بعض ایسی حرکات سے انقباض ہو جاتا ہے جن کو تم معمولی بات سمجھتے ہو اور شیخ کے مکدر ہونے سے فیض بھی مکدر ہی ہو کر آئے گا۔

آداب شیخ کی رعایت کی تعلیم

ارشاد: جس طرح اپنے شیخ کے ہوتے ہوئے دوسرے شیوخ احیاء کی طرف التفات خلاف ادب ہے اسی طرح شیوخ اموات کی طرف التفات بھی مضر ہے اور اپنے شیخ کے حالات کو ان کے حالات سے موازنہ کرنا تو سخت حماقت ہے۔ بزرگوں میں چونکہ لطافت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی صحبت کے آداب سلاطین کی صحبت کے آداب سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

اگر شیخ کی مجلس میں بھی غیبت ہونے لگے تو اٹھ جاؤ

ارشاد اگر شیخ کی مجلس میں بھی غیبت ہونے لگے تو فوراً اٹھ جاؤ۔ جیسے بارش عمدہ چیز ہے اس

میں نہانا مفید ہے مگر اولے پڑنے لگیں تو بھاگنا ہی چاہئے۔

معاملہ بالشیخ کا خلاصہ پھر اس کا ثمرہ

ارشاد: میں نے دو لفظوں میں معاملہ بالشیخ کا خلاصہ نکالا ہے اس کے موافق عمل کرنا چاہئے، یعنی اطلاع واتباع۔ اپنے احوال کی اس کو اطلاع کرتے رہو اور جو وہ حکم دے اس کے موافق عمل کرتے رہو پھر کامیابی یقینی ہے۔ اگر اس کو اس تمام مشقت کے بعد صرف یہی معلوم ہوا کہ میں ناکام رہا تو یہی کامیابی ہے۔ کیونکہ اس نایافت سے عبدیت پیدا ہوگی اور یہی کمال مقصود ہے جو شخص شیخ کی تعلیم پر عمل کرتا رہے گا۔ اس کو اور کچھ نہ ملے تو رضا تو ملے گی کیونکہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے والذین جاھدو افینا لنھدینھم سبلنا.

تعلیم وتربیت میں کاوش کرکے کسی کے درپے نہ ہونا چاہئے

ارشاد: اصلی کوشش اپنے وصول کی کرنا چاہئے البتہ اگر بدون کاوش و بدون گھیر گھار کے کوئی طالب آجائے اور اس کی طلب محقق ہو جائے تو اس کی خدمت کر دینے کا بھی مضائقہ نہیں بلکہ طاعت ہے۔

جس کی خدمت کرو اس کی کامیابی کی فکر نہ کرو دعا کرتے رہو، ناکامی میں دوہرا اجر ہے

ارشاد: بس یہی مذاق رکھو کہ جو آجائے اس کی خدمت کر دو۔ جو نہ آئے اس کی فکر میں نہ پڑو۔ اور جس کی خدمت کرو اس کی کامیابی کی فکر نہ کرو، ہاں دعا کرتے رہو، باقی اسی کا وظیفہ لے کر نہ بیٹھو اگر شاگرد کو جلالین اچھی آجائے تو آدھ سیر خوشی ہے اور بالکل نہ آئے تو سیر بھر خوشی ہے کیونکہ تم نے ایک خدمت کی تھی جس میں تم کو دنیا میں ناکامی ہوئی تو ان شاء اللہ اس کے حصے کا بھی سارا اجر آخرت میں ملے گا۔

محقق کی شان سالک کے حق میں

تعلیم۔ محققین کی یہ شان ہوتی ہے کہ چپکے چپکے اندر ہی اندر جو چاہتے دیدیتے ہیں سالک اس طرح لے جاتے ہیں کہ بعض اوقات اسے خود بھی خبر نہیں ہوتی کہ میں کہاں تھا اور کہاں پہنچ گیا۔

عارف ہر وقت حق تعالیٰ کو مصلح حقیقی جانتا ہے اپنے اوپر نظر نہیں کرتا

ارشاد: عارف اپنی طرف سے کبھی نفع پہنچانے کا قصد نہیں کرتا نہ اصلاح خلق کا خیال دل میں لاتا ہے کیونکہ اس کو اپنی حقیقت معلوم ہے وہ جانتا ہے کہ بھلا میں اور کسی کو نفع پہنچاؤں یا میں کسی کی اصلاح کروں عظمت حق جب دل پر غالب آتی ہے تو یہ سب خیالات پاش پاش ہو جاتے ہیں

طریق تعلیم و تربیت سالکین فی زمانہ

ارشاد: نقشبندیہ کا مذاق یہ ہے کہ وہ پہلے ہی دن ذکر کی تلقین کر کے تخم ریزی شروع کر دیتے ہیں اور چشتیہ اول ازالہ رذائل کا کام شروع کر کے ناک چنے چبواتے ہیں بلکہ چبواتے تھے کیونکہ اب تو وہ طالب کی ضعف ہمت کی وجہ سے نقشبندیوں کے طریق پر عمل کرنے لگے اور وصل و فصل دونوں کو ساتھ ساتھ لے چلتے ہیں۔ آج کل یہی صورت مناسب ہے کہ سالک کو ذکر و شغل کی تعلیم کے ساتھ اصلاح رذائل کا بھی امر کیا جائے اور ہر رذیلہ کی اصلاح کا علاج بتلایا جائے گو زیادہ ضروری علاج رذائل ہی کا ہے مگر ذکر کے ساتھ رذائل کا علاج بہت سہل ہو جاتا ہے۔

اپنے امراض کو مشائخ سے چھپانا نہ چاہئے

ارشاد: اپنے امراض کو مشائخ سے چھپانا نہ چاہئے۔ اگر یہ خیال ہو کہ وہ بزرگ ہم کو ذلیل سمجھیں گے تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ تم کو ذلیل کیا سمجھتے جب کہ وہ کتے کو بھی اپنے سے افضل سمجھتے ہیں دوسرے وہ امین ہوتے ہیں کسی کا راز دوسروں پر کبھی ظاہر نہیں کرتے اگر اظہار مرض کو اظہار معصیت سمجھ کر طبیعت کہنے سے رکتی ہو تو معصیت تو فعل ہے اس عمل کا اظہار مت کرو بلکہ مواد کو بیان کرو اور مواد کا بیان کرنا معصیت نہیں۔ اگر کسی وقت علاج کے لئے شیخ افعال کے تحقیق کی ضرورت سمجھے تو اس وقت افعال کا بھی ظاہر کرنا شیخ پر جائز ہے اور اس کی بالکل وہی مثال ہے جیسے بدن مستور کا کھولنا ڈاکٹر اور جراح کے سامنے۔

کتابیں دیکھ کر علاج کرنا کافی نہیں

ارشاد: مشائخ اعمال صالحہ کی وجہ سے بابرکت ہوتے ہیں اس لئے ان کی تعلیم میں بھی برکت ہوتی ہے جس کی وجہ سے جلد شفا ہو جاتی ہے خود کتابیں دیکھ کر علاج کرنا کافی نہیں۔

اہل محبت کی صحبت کا طریقہ اور اہل دنیا کی تعریف

ارشاد: اہل محبت کی صحبت سے محبت پیدا ہوتی ہے لیکن ان کی صحبت پرہیز کیساتھ اختیار کی جائے پرہیز یہ ہے کہ اہل دنیا کی صحبت سے بچو اور اہل دنیا وہ ہیں جو غیر اللہ کا تذکرہ زیادہ کریں۔

صحابہ کے کمالات اصلیہ

ارشاد: حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اصلی کمالات یہ ہیں کہ ان کو حق تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی غایت درجہ محبت تھی اخلاص اور توحید میں کامل تھے۔ خدا کے سوا کسی سے ان کو خوف وطمع نہ تھا کسی کام میں نفسانیت نہ تھی۔ عبادت میں کسی وقت غفلت نہ ہوتی تھی نہ زراعت اس سے مانع تھی نہ تجارت، حضرت غوث اعظمؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت معاویہؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ میں اتنا فرق ہے کہ حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو گرد بیٹھ کر جم گئی ہو وہ ہزار عمر بن عبدالعزیزؒ جیسوں سے افضل ہے کیوں؟ اس واسطے کہ عمر بن عبدالعزیز وہ آنکھیں کہاں سے لائیں گے جن سے حضرت معاویہؓ نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے اور زمانہ کہاں سے لائیں گے جس میں وہ حضور ﷺ کے ساتھ رہے اور حضور ﷺ کے پاس اٹھے بیٹھے۔

کبھی روانی کلام الشیخ کی وجہ سے مخاطبین کا فیض ہوتا ہے۔

ارشاد: جس مقدر علوم میں ترقی ہوتی جاتی ہے اسی قدر کلام کی روانی کم ہوتی جاتی ہے۔ اور اگر کبھی روانی زیادہ ہوتی ہے تو وہ مخاطبین کا فیض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخاطب کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں ان کے افادہ کے لئے قلب میں مضامین مفیدہ کثرت سے وارد ہو جاتے ہیں۔ پس شیوخ ناز نہ کریں کہ ہم نے بڑے بڑے علوم واسرار بیان کئے ہیں کیونکہ کبھی سامعین کی برکت سے بھی مضامین کا ورد ہوتا ہے اور اس وقت اس کی مثال قیف جیسے ہوتی ہے کہ وہ محض واسطہ ہے بوتل میں تیل پہنچانے کا، اب اگر قیف ناز کرنے لگے کہ میں نے تیل پہنچایا یہ اس کی حماقت ہے بلکہ اس کو بوتل کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس کی برکت سے اس کو بھی تیل سے کسی قدر تلبیس ہوگیا۔

عمل کی مثال مبتدی اور منتہی کے حق میں

ارشاد: عمل کی مثال ابتداء میں مثل دوا کے اور انتہا میں مثل غذا کے ہے۔ منتہی کو عمل کی زیادہ لذت ہوتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے۔ جعلت قرة عینی فی الصلوٰة.

شیخ کا فرض

ارشاد: شیخ کے ذمہ طالبین کا افادہ فرض ہے اس کے ذمہ ضروری ہے کہ ایک وقت افادہ کے لئے بھی مقرر کرے۔

شیوخ کی توجہ وعنایت کی تفسیر

تعلیم: شیوخ کی توجہ اور عنایت یہی ہے کہ اپنے مریدین کو مضرتوں سے بچنے کی ہدایت کریں منافع حاصل کرنے کی تدبیریں بتائیں ہر وقت ان کو اپنے زیر نظر رکھیں، اگر سامنے آ کر بیٹھیں تو خاص تفقد رکھیں۔

مشائخ کو مریدوں سے فرمائش ہرگز نہ کرنا چاہئے

ارشاد: مشائخ کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ مریدوں کی دنیا پر نظر نہ کریں اور از خود کسی سے کچھ فرمائش نہ کریں ہاں کسی سے بہت ہی بے تکلفی ہو جہاں بار ہونے کا مطلق احتمال نہ ہو اس سے کوئی بہت ہلکی فرمائش کا مضائقہ نہیں۔ مگر ایسے مخلص ہزار میں ایک ہی دو ہوتے ہیں عام حالت میں یہی ہے کہ فرمائش سے گرانی ہوتی ہے۔

خلوص ومحبت کے معنی ہدیہ دینے میں

ارشاد: خلوص ومحبت کے معنی تو یہ ہیں کہ ہدیہ دینے والے کو دنیا کی تو غرض کیا آخرت کی بھی غرض مقصود نہ ہو یعنی ثواب کا بھی قصد نہ ہو کیونکہ ثواب کے لئے کچھ دینا صدقہ ہے ہدیہ نہیں ہے۔ ہدیہ وہ ہے جو محض تطییب قلب مہدی لہ کیلئے دیا جائے گو تطییب قلب مسلم بھی ثواب کا بھی موجب ہے اور اس ثواب کی نیت ہدیہ میں کرنا مذموم نہیں مگر ثواب اعطا کا قصد نہ ہونا چاہئے۔

قبول ہدیہ کا حکم

ارشاد: جب عدم خلوص کا علم نہ ہو تو ہدیہ کو قبول کر لینا اگرچہ حلال ہے مگر جب تھوڑی سی کوشش سے علم ہو سکے تو پھر سستی جائز نہیں۔

ہدیہ میں زیادہ ثواب کی صورت

ارشاد: اگر ہدیہ قلیل ہو اور خلوص زیادہ ہو وہ ثواب زیادہ ملے گا۔

مشائخ کسی کو اپنا خادم خاص نہ بنائیں

ارشاد: مشائخ کو چاہئے کہ کسی کو اپنا خادم خاص نہ بنائیں جس کو ان کے کاموں میں زیادہ دخل ہو کہ کبھی کسی مرید کی تعریف کر کے بڑھا دیں یا شکایت کر کے گھٹا دیں۔

طرق امداد اہل طریق

ارشاد: حضرات مقبولان الٰہی سے جو وابستہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو محروم رکھنا نہیں چاہتے جس کی طرق مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک طریق یہ بھی ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ ان مشائخ کو کشف کے ذریعہ سے اطلاع دیتے ہیں اور ان کو حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کی مدد کرو۔ اور کبھی شیخ کو اطلاع بھی نہیں ہوتی اور کوئی لطیفہ غیبی شیخ کی صورت میں آ کر مدد کر جاتا ہے۔

اس طریق میں قلب کی نگہداشت عمر بھر کا روگ ہے۔

ارشاد: جس طرح عام حالت کے اعتبار سے قرآن بدون دائمی مزاولت کے یاد نہیں رہتا اسی طرح اس طریق میں قلب کی نگہداشت عمر بھر کا روگ ہے کسی وقت غفلت کی اجازت نہیں۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی　　　شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

اہل اللہ کی عظیم الشان فکر سب دینوی فکر سے مستغنی کرنے والی ہے

ارشاد: لوگ سمجھتے ہیں کہ اہل اللہ بڑے چین میں ہیں۔ ان کو کچھ فکر نہیں، بیشک دنیا کی تو ان کو فکر نہیں مگر دنیا کی فکر نہ ہونے کا منشا بے فکری نہیں بلکہ ایسی عظیم الشان فکر ہے جس نے عصائے موسوی کی روح بن کر سب فکروں کو نگل لیا ہے

اے ترا خارے بپا نشکستہ کہ دانی چیست　　　حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

ذکر و شغل میں اصلاح غیر کی نیت رہزن طریق ہے

ارشاد: بعض سالکین اس نیت سے ذکر و شغل کرتے ہیں۔ تاکہ اپنی تکمیل کے بعد مخلوق کی اصلاح کریں گے یاد رکھو یہ خیال طریق میں رہزن ہے اور نیت سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ابھی سے بڑے بننے کا شوق ہے ابھی پوری طرح بیٹے تو بنے نہیں اور باپ بننے کی فکر ہونے لگی۔

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی　　　تا راہ بین نباشی کے راہبر شوی

در مکتب حقائق پیش ادیب عشق　　　ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

نفع متعدی کی اہلیت کی شناخت

ارشاد: تم کو کیسے معلوم ہوا کہ اس وقت ہمارے لئے نفع متعدی میں مشغول ہونا افضل ہے یا مضر اس کے لئے نظر صحیح کی ضرورت ہے۔ یا تو نظر صحیح پیدا کرو۔ ورنہ کسی صاحب نظر کا دامن پکڑو اور اس کے تابع ہو جاؤ اور اس سے ہر موقع پر استفتاء کرو واللہ اس کی سخت ضرورت ہے نظر صحیح بھی یوں پیدا ہوگی ، بدون اس کے بہت کم پیدا ہوتی ہے بلکہ شیخ صاحب نظر صحیح ہو وہ بھی اپنے واسطے کسی کو شیخ تجویز کرے، اپنے احوال خاصہ میں اس کی رائے سے عمل کیا کرے اپنی رائے سے عمل نہ کرے، کیونکہ اپنے حالات وواقعات میں اپنی نظر تو ایک ہی پہلو پر جاتی ہے۔ اور دوسرے کی نظر ہر پہلو پر جاتی ہے، اور جس شیخ کو دوسرا شیخ نہ ملے تو وہ اپنے چھوٹوں ہی سے مشورہ کیا کرے اس طرح بھی غلطی سے محفوظ رہے گا۔

نیت نفع خلق کی شناخت کا طریقہ

ارشاد: بعض مشائخ اپنا مجمع بڑھانے کی فکر میں رہتے ہیں اور اس میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہمارا مجمع زیادہ ہوگا تو مخلوق کو زیادہ نفع ہوگا۔ یہ تاویل بھی فاسد ہے اگر ان کو نفع خلق مطلوب ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص ان سے زیادہ کامل آجائے جس سے نفع خلق کی زیادہ امید ہے تو یہ حضرت شیخ اپنی مسند کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں اور لوگوں سے صاف کہدیں کہ اب میری ضرورت نہیں رہی فلاں بزرگ کے پاس جاؤ مجھ سے زیادہ کامل ہے۔

طریقہ ثانی

ارشاد: اب ہمارے اندر تحزب اور گروہ بندی کا مرض آگیا اگر ہم کو نفع خلق مقصود ہے تو دوسرے نفع رسانوں سے انقباض نہ ہوتا بلکہ خوشی ہوتی کہ اچھا ہوا کہ اس نے میرے اوپر سے بوجھ ہلکا کر دیا اب میں دین کا دوسرا کام کروں گا جس کو کوئی نہ کر رہا ہو، اب ہماری حالت یہ ہے کہ اگر ہمارے بزرگوں سے کسی عالم کو کسی مسئلہ میں بھی اختلاف ہو تو چاہے اس سے دین کا فیض ہمارے بزرگوں سے بھی زیادہ ہو رہا ہو۔ اس سے خوش نہ ہوں گے، اور نہ اس کے مرنے پر حسرت و رنج ہوتا ہے بلکہ کسی درجہ میں خوشی ہوتی ہے۔

بے تکلف اپنے جذبات پر عمل کرنا دلیل سچے ہونے کی ہے

ارشاد: سچے آدمی کی علامت یہی ہے کہ وہ اپنے جذبات فطرت کے موافق بلا تکلف عمل کرتا ہے اس کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ کوئی میرے اس فعل پر اعتراض کرے گا یا کیا سمجھے گا۔ چنانچہ حضور ﷺ

کے سچے نبی ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ میں تصنع اور بناوٹ کا نام ونشان نہیں تھا۔آپ بے تکلف اپنے جذبات پر عمل فرماتے تھے کبھی خطبہ کے درمیان بچوں کو اٹھا لیتے تھے کبھی بچہ کو کندھے پر سوار کر کے نماز پڑھتے تھے۔ کبھی صحابہ کے ساتھ مزاح فرمالیتے تھے کبھی اپنی بی بیوں کے ساتھ مسابقت کرلیا کرتے تھے۔

سادگی منشاء ہے کمال کا

ارشاد: کمال کی مستی خیال ہستی کو کم کردیتی ہے۔ اس لئے واقع جو لوگ اہل کمال ہیں وہ سادگی سے رہتے ہیں۔ اس میں کچھ اہل باطن ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ علوم دنیا میں بھی جو کامل ہیں ان میں کمال کی وجہ سے سادگی آجاتی ہے۔

شرائط سماع

ارشاد: حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سماع کی چار شرطیں ہیں۔ (۱) سامع از اہل ہوئی وشہوت نباشد (۲) سمع مرد تمام باشد زن وکودک نباشد (۳) مسموع ہزل وفحش نباشد (۴) آلہ سماع مثل چنگ ورباب درمیان نباشد

عارف حق تعالیٰ کے شیون وتجلیات کی پوری رعایت کرتا ہے

ارشاد: حق تعالیٰ تو مزاج سے پاک ہیں مگر وہاں تجلیات وشیون بے انتہا ہیں جن کے مقتضیات مختلف ہیں عارف ان شیون اور تجلیات کی مقتضیاب کی پوری رعایت کرتا ہے جس وقت جو شان ظاہر ہوتی ہے اس کے موافق گفتگو کرتا ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے دیکھا کہ تجلی محبوبیت کا غلبہ ہے اور حق تعالیٰ یہی چاہتے ہیں کہ میں ان پر ناز کروں، تو کہنے لگے۔ **اللھم ان تھلک ھذاہ العصابة لم تعبد بعد الیوم.** حضرت ایوب علیہ السلام نے دیکھا کہ حق تعالیٰ میرا صبر دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے پورا صبر کیا حتیٰ کہ دعا بھی نہ کی۔ حالانکہ دعا صبر کے منافی نہ تھی مگر صورتاً اس میں بیماری سے ناگواری اور رزجر کا اظہار ہے اس لئے دعا بھی نہ کی۔ مگر جب منکشف ہوا کہ اب حق تعالیٰ عبدیت کا اظہار چاہتے ہیں تو فوراً دعا کرنے لگے، **رب انی مسنی الشیطان بنصب و عذاب**

اہل اللہ کو اپنی جان سے محبت کا راز

ارشاد: اہل اللہ کو اپنی جان سے اس لئے محبت نہیں ہوتی کہ اپنی جان ہے بلکہ اس لئے محبت ہوتی ہے کہ یہ خدا کی چیز ہے جن کے ذریعہ سے ہمیں طاعات کی توفیق ہوتی ہے۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است | افتم بپائے خود کو بکویت رسیدہ است
ہردم ہزار بوسہ زنم دست خویش را | کہ دامنم گرفتہ بسویت کشیدہ است

فن تسہیل کے استعمال کا طریقہ

ارشاد: مشائخ بنے اسی سے ہیں کہ وہ فن تسہیل سے واقف ہیں۔ وہ اس طریق کو اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں جو تحصیل میں ساعی ہو، اور جو شخص تحصیل اعمال میں کوتاہی کر کے تسہیل کا طالب ہو وہ اس کے ساتھ تسہیل کا معاملہ نہیں کرتے بلکہ تکلیف کا معاملہ کرتے ہیں۔

پیری مریدی کی حقیقت

ارشاد: پیری مریدی نام ہی ہے معاہدۂ اطاعت من جانب المرید و معاہدۂ تعلیم و اصلاح من جانب الشیخ بیعت یعنی ہاتھ میں ہاتھ دینا نہ مقصود ہے نہ کسی مقصود کا موقوف علیہ، صرف رسم مشائخ ہے اور حقیقت بیعت کی یہ ہے کہ مرید کی طرف سے اتباع کا التزام ہو اور شیخ کی طرف سے تعلیم کا۔ اگر ایسا معاہدہ خواہ قولاً ہو یا حالاً (کیونکہ معاہدہ کبھی حالیہ ہوتا ہے) تو بیعت کا تحقق ہو گیا، شیخ کا مرید کو تبلیغ نہ کرنا وعدہ خلافی اور خیانت ہے۔

پیروں کی افراط تعظیم

ارشاد: آج کل پیروں کے ساتھ وہی معاملہ ہو رہا ہے جو یہود و نصاریٰ نے اپنے احبار و رہبانوں کے ساتھ کر رکھا تھا۔ اگر پیر صاحب ڈھنگ کی بات بولیں تو حقائق و معارف ہیں۔ اور بے ڈھنگی بے تکی ہانکیں تو رموز ہیں۔ اور خاموش رہیں تو مراقب اور چپ شاہ ان کی ہر حالت میں جیت ہے۔

اناڑی شیخ کی تعلیم کا نتیجہ

ارشاد: اناڑی شیخ اپنے مرید کو مجموعۃ الوظائف بتا دیتا ہے۔

کفار کو مرید کرنا ان کو اسلام سے دور کرنا ہے

ارشاد: کفار کر مرید کرنا اور ذکر و شغل بتلانا اسلام سے ان کو قریب کرنا نہیں ہے بلکہ بعید کرنا ہے کیونکہ ذکر و شغل میں خاصیت ہے کہ اس سے کیفیات طاری ہوتی ہیں اور کیفیات میں خاص لذت بھی ہوتی ہے۔ جس کو یہ شخص قرب حق کی لذت سمجھتا ہے اور اس کا خیال پختہ ہو جاتا ہے کہ قرب الٰہی میں اسلام کو کچھ دخل نہیں نہ اسلام کی ضرورت ہے بلکہ کافر رہ کر بھی قرب حق حاصل ہو سکتا ہے تو پھر کسی وقت

بھی اس کے اسلام لانے کی امید نہیں رہتی۔

بیعت کے بعد کن امور کی تعلیم مشائخ کو ضروری ہے۔

ارشاد: صاحبو بیعت ہونے کے بعد جن چیزوں پر روک ٹوک زیادہ ضروری ہے وہ اس قسم کی ہیں کبر عجب، اضاعت، حقوق العباد، حسد و بغض، فساد ذات البین وغیرہ مگر آج کل ان امور میں مطلق روک ٹوک نہیں حالانکہ پہلے زمانے میں مشائخ کو اول اسی کام زیادہ اہتمام تھا وظائف تو سالہا سال کے بعد تعلیم کرتے تھے، اور یہی نہیں کہ محض زبان سے ان امور پر روک ٹوک کرتے تھے بلکہ تدبیروں سے ان امراض کو قلب سے نکالتے تھے۔ مثلاً کسی کو زینت پرستی میں مبتلا دیکھا تو اسے سڑکوں پر یا خانقاہ میں جھڑ کاؤ کرنا، جھاڑو دینا بتلا دیا، اور جس میں تکبر دیکھا اس کو نمازیوں کے جوتے سیدھے کرنا تعلیم کر دیا، افعال تواضع میں خاصیت ہے کہ ان سے قلب میں تواضع پیدا ہو جاتی ہے۔

افادہ و استفادہ کی شرط

ارشاد: افادہ اور استفادہ کی شرط یہ ہے کہ مستفیدین کا دل مربی سے کھلا ہوا ہوتا ہے کہ وہ بے تکلف اپنی حالت کو ظاہر کر کے اصلاح کر سکیں۔

اہل اللہ کی ہر فعل میں نیت صالحہ ہوتی ہے

ارشاد: اہل اللہ کی ہر فعل میں نیت صالحہ ہوتی ہے اگر کسی فعل میں کوئی خاص نیت نہ ہو۔ کیونکہ بعض دفعہ ہر فعل میں نیت تراشنا مشکل ہوتا ہے تو اس میں اظہار عبدیت کی حکمت ہوتی ہے۔ ہم ایسے عاجز ہیں کہ ہم سے نیت صالحہ نہیں ہو سکتی اور اظہار عبدیت شرعاً مطلوب ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے محض اظہار عبدیت کے لئے بھی بعض افعال کئے ہیں۔ چنانچہ کھانا کھا کر آپ اول خدا کی حمد فرماتے تھے۔ **الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین**۔ اس کے بعد فرماتے تھے **غیر مودع ولا مکفوراً ولا مستغنی عنه ربنا** کہ اے اللہ اس کھانے کو ہم ہمیشہ کے لئے رخصت نہیں کرتے (بلکہ دوسری وقت پھر اس کی طلب کریں گے، اور نہ اس کی بے قدری کی گئی ہے (بلکہ پیٹ بھرنے کے بعد بھی ہم اس کے ویسے ہی قدرداں ہیں۔ جیسے بھوک کی حالت میں تھے اور نہ ہم کو اس سے استغناء ہوا ہے (بلکہ ہم ہر حال میں اس کے محتاج ہیں مگر اس وقت اس لئے دستر خوان اٹھا دیا کہ اب گنجائش نہیں رہی)۔

سلوک میں ریاضت کی تعیین کیلئے شیخ کی اجازت لازم ہے

ارشاد: بزرگوں سے جو بعض اختیاری مشقتیں منقول ہیں وہ بطور قرب العبد کے نہیں محض بطور

معالجے کے ہیں کسی کی تجویز کے لئے مجتہد کا اجتہاد یا شیخ کی اجازت ضروری ہے۔

شیخ سے مستغنی ہونا مضر ہے

ارشاد: اگر کوئی شخص شیخ سے مستغنی بن جائے تو وہ اس وقت سے چھوٹا ہونا شروع ہو جائے گا۔

مبتدی کو وعظ گوئی سے ممانعت کی وجہ

ارشاد: مشائخ نے مبتدی کو وعظ کہنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ وہ حظ نفس کے لئے وعظ کہے گا۔ اس کا نفس پابندی معمولات اور تنہائی سے بھاگتا ہے۔ مجمع میں باتیں بنانے کو دل چاہتا ہے، اس لئے وعظ کہنے میں اسے مزا آتا ہے، دوسری وجہ ممانعت کی یہ بھی ہے کہ ابتدا میں احوال کا طریان زیادہ ہوتا ہے اس وقت اگر یہ شخص وعظ کہے گا تو اپنے حالات ہی کا بیان کرے گا۔ کیونکہ ایسا ضبط مبتدی میں کہاں کہ دل پر آرہ چلے اور زبان پر نہ آئے یہ ظرف کاملین ہی کو عطا ہوتا ہے

خدمت خلق مذموم

ارشاد: ایسی خدمت خلق جس میں اپنے دین کا ضرر ہو مذموم ہے۔

اصلاح غیر کا طریقہ

ارشاد: جس کی اصلاح اپنے قبضہ میں ہو وہاں تو دعا بھی کرو اور تدبیر بھی کرو۔ جیاں اصلاح قبضہ میں نہ ہو وہاں دعا تو مطلقاً جائز ہے مگر تدبیر اس شرط سے جائز ہے کہ اپنا ضرر نہ ہو۔

ایثار کا ایک قاعدہ

ارشاد: اپنے ذاتی احتیاج پر دوسروں کے نفع کو مقدم کرنا محمود اس وقت ہے جب کہ اپنے دین کا ضرر نہ ہو۔

اپنی ظاہری و باطنی قوت کو دیکھ کر اصلاح غیر کی فکر میں پڑنا مناسب ہے

ارشاد: اپنی ظاہری و باطنی قوت کو دیکھ لو، اس کے بعد ایثار کرو اور دوسرے کاموں میں پڑو مگر اپنا نقصان کر کے اور دین برباد کر کے دوسرے کاموں میں لگنا اور اصلاح غیر کے درپے ہونا یہ حضرات صحابہ سے کہیں بھی ثابت نہیں۔ والذین تبوّؤ الدّار والایمان الخ۔ میں جو صحابہ کے ایثار کی تعریف کی گئی ہے تو تعریف اس پر کی گئی ہے کہ ان کے دل میں ایمان راسخ و ثابت ہو چکا تھا ان کے قلوب حرص سے پاک ہو چکے تھے اور محبت اسلام و مسلمین سے لبریز تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح نفس اصلاح

غیر سے مقدم ہے اور یہ کہ ایثار کی اسی کو اجازت ہے جو اپنی اصلاح سے فراغت کر چکا ہو۔

اہل اللہ کی صحبت کا نفع ایک ظاہری دوسرا باطنی

ارشاد: اہل اللہ کی صحبت کے مؤثر ہونے کا سبب یہ ہے کہ بار بار اچھی باتیں کان میں پڑیں گی تو کہاں تک اثر نہ ہوگا، ایک وقت چوکو گے دو وقت چوکو گے تیسری دفعہ تو اصلاح ہو ہی جائے گی اور ایک سبب باطنی بھی ہے وہ یہ کہ جب تم ان کے پاس ہو گے اور تعلق بڑھاؤ گے تو ان کو تم سے محبت ہو جائے گی تو اس سے دو طرح اصلاح ہوگی، ایک تو یہ کہ وہ دعا کریں گے اور ان کی دعاء مقبول ہوئی تو حق تعالیٰ تم پر فضل فرماویں گے اور اکثر یہ ہے کہ ان کی دعا باذن حق ہوتی ہے تو ان کے منہ سے دعا نکلنا اس بات کی علامت سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ کے فضل ہونے کا وقت آ گیا، دوسری وجہ بڑی خفی ہے وہ یہ کہ تمہارے اعمال میں ان کی محبت سے برکت ہوگی اور جلد جلد ترقی ہوگی، اور جلد اصلاح ہو جائے گی۔

نفس پر جرمانہ کرنے کی اصل اور اس کا راز

ارشاد: نفس پر جرمانہ کرنے کی اصل نصوص سنت میں موجود ہے، حدیث میں ہے، من قال تعالیٰ اقامرک فلیتصدق۔ یعنی جس کی زبان سے یہ کلمہ نکل جاوے کہ آؤ جوا کھیلیں وہ صدقہ کرے، اسی طرح حیض کے زمانہ میں غلطی سے جماع ہو جائے تو وہاں بھی صدقہ کا حکم ہے۔ ابتدائے حیض میں ایک دینار اور آخر میں نصف دینار، اور راز جرمانہ کا یہ ہے کہ صدقہ کرنے سے نفس پر زیادہ مشقت ہوتی ہے اور اس سے بچنے کے لئے سالک تھوڑی مشقت برداشت کر لیتا ہے۔

مجاہدہ کا مقصود

ارشاد: مجاہدہ سے مقصود نفس کو پریشان کرنا نہیں بلکہ نفس کو مشقت کا خوگر بنانا اور راحت و تنعم کی عادت سے نکالنا ہے اور اس کے لئے اتنا مجاہدہ کافی ہے جس سے نفس پر کسی قدر مشقت پڑے۔ بہت زیادہ نفس کو پریشان کرنا اچھا نہیں۔ ورنہ وہ معطل ہو جائے گا۔

اعتدال فی المجاہدہ

ارشاد: محنت ہمیشہ مستحسن نہیں بلکہ جب اعتدال سے ہو اور اس پر اچھا نتیجہ مرتب ہو پس مجاہدہ میں اعتدال کی رعایت ضروری ہے شریعت کی ہر شئی میں اعتدال ضروری ہے۔

تمام دینی و دنیوی تمدنی و سیاسی مصالح کی بنیاد نفس کو مشقت کا عادی بنانا ہے

ارشاد: اعمال صالحہ اور ترک معاصی کو رزق کی وسعت میں بڑا دخل ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ولو ان اھل القریٰ امنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکاتٍ من السماء والارض. اسی طرح معاصی کو تنگی رزق و نزول بلا میں بڑا دخل ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جس قوم میں سود کی کثرت ہوگی اللہ تعالیٰ اس پر قحط مسلط کر دیں گے اور جس قوم میں زنا کی کثرت ہوگی اس پر طاعون وغیرہ ایسے امراض مسلط ہوں گے پس دنیوی و دینی، تمدنی و سیاسی تمام مصالح کی بنیاد اور جڑ یہی ہے کہ انسان اپنے نفس کی مخالفت کا عادی بنے اور نفس کو مشقت کا عادی بنائے

اصلاح دین کی ترکیب

ارشاد: اگر دین کو سنبھالنا چاہتے ہو تو ہر شخص کو اس کی ضرورت ہے کہ کسی عالم متقی کا اتباع کرے۔

وضوح حق کا طریقہ

ارشاد: طالب حق کو حق ضرور واضح ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ اس کو قاعدہ سے طلب کرے جس کے دو طریقے ہیں، ایک تدبیر کہ فکر سے کام لے۔ دوسرے دعاء کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ مجھ پر حق واضح کر دیجئے۔

تصوف میں جو چیز سینہ بسینہ ہے اس کی تعریف

ارشاد: تصوف میں سینہ بسینہ ایک چیز ہے یعنی نسبت اور مناسبت اور مہارت، جو استاد کے پاس رہنے ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ محض کتاب پڑھ لینے یا زبانی طریقہ دریافت کر لینے سے حاصل نہیں ہوتی اور یہ وہ چیز ہے جو ہر علم میں سینہ بسینہ ہی ہے۔ حتیٰ کہ بڑھئی اور باورچی کے پیشہ میں بھی مناسبت اور مہارت ہے۔ جس کا نام سینہ بسینہ ہے مہارت میں ایک اور چیز ہے یعنی برکت جو مشاہدہ سے معلوم ہوگی بدون مشاہدہ کے اس کا علم نہیں ہو سکتا۔

حضرات صوفیہ کا فہم سب سے بڑھا ہوا ہے

ارشاد: حضرات صوفیہ صاحب تقویٰ بھی ہیں اور صاحب وہب بھی۔ اس لئے ان کا فہم دوسروں سے بڑھا ہوا ہے۔

عطائی اور طبیب حاذق کا فرق

ارشاد: طبیب حاذق کے ہاتھ سے اگر کسی کو شفا نہ ہو اور مر جائے تو اس سے قیامت میں باز پرس نہ ہوگی، کیونکہ وہ فن کو جان کر علاج کرتا ہے، بخلاف عطائی کے کہ اس کے ہاتھ سے کسی کو شفا ہوگی، جب بھی مواخذہ ہوگا اور کوئی مر گیا تو اچھی طرح گردن ناپی جائے گی، کیونکہ وہ فن سے واقف نہیں۔

اہل اللہ بے حد شفیق ہوتے ہیں

ارشاد: اہل اللہ کو مسلمانوں پر بے حد شفقت اور مصالح کی بے حد رعایت ہوتی ہے۔

شیخ کے سامنے اس طرح نہ کھڑا ہو کہ اس پر سایہ پڑے

ارشاد: شیخ کے سامنے اس طرح نہ کھڑا ہو کہ اس پر سایہ پڑے، بات یہ ہے کہ اس سے بھی الجھن ہوتی ہے پس اس کا منشاء اذیت ہونے کی وجہ سے منع کیا گیا ہے۔

شیخ کی جائے نماز پر نماز پڑھنا بے ادبی ہے

ارشاد: اجازت کے بعد شیخ کی جگہ یا مصلّٰی پر نماز پڑھنے اور ذکر کرنے کا مضائقہ نہیں۔ بغیر اجازت کے ایسا نہ کرنا چاہئے کیونکہ ظاہراً دعویٰ مساوات کا ظاہر ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو حضور ﷺ کی جگہ نماز پڑھتے تھے اس کا منشاء محض اتباع تھا نہ کہ دعویٰ مساوات، علاوہ اس کے ایک بات اور ہے کہ مبنی ادب کا عرف پر ہے اور تبدل عرفیات سے عرفیات کا حکم بدل جاتا ہے تو صحابہ کے زمانہ میں کسی کی جائے نماز پر نماز پڑھنا خلاف ادب نہ تھا اور اب ہے۔

ادب کی تحصیل کا طریقہ

ارشاد: ادب کا مدار اس پر ہے کہ ایذا نہ ہو اس کلیہ کو تو ملحوظ رکھو یہ مقصود ہے باقی سب اس کے فروع ہیں جو کہ امور انتظامیہ میں سے ہیں اور وہ تبدل زمانہ سے بدلتے رہتے ہیں، جیسے انتظام اوقات کا معیار پہلے گھڑی گھنٹہ پر نہ تھا اور اب گھڑی گھنٹہ پر ہے یا سفر کا مدار پہلے اونٹ، بیل، گھوڑے پر تھا۔ اور اب ریل اور موٹر پر۔ پس مشائخ میں اپنے ذوق سے کام لینا چاہئے کہ ان کو کس بات سے ایذا ہوتی ہے کس بات سے نہیں، یہ نہ کیا جائے کہ کتابوں سے آداب دیکھ کر عمل کرنے لگے کیونکہ ہر جگہ ہر زمانہ میں امور ایذا بدلتے رہتے ہیں، نیز ادب میں غلو بھی نہ کرے کیونکہ غلو سے بھی ایذا ہوتی ہے۔

شیخ طریق کی تقلید کی وجہ

ارشاد: امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی تقلید تو احکام میں کی جاتی ہے اور شیخ طریق کی تقلید معالجات اور امور انتظامیہ میں کی جاتی ہے، اس لئے غیر مقلد شیخ حنفی کی تقلید سے مقلد نہ بن جائے گا۔

نفس پر جرمانہ کی سند

ارشاد: وطی حائض اور ترک جمعہ پر حضور ﷺ نے تصدیق دینار و نصف دینار کا امر فرمایا ہے جس سے جرمانہ مال کا بطور معالجہ کے ثبوت ہوتا ہے۔

توسل کی حقیقت

ارشاد: توسل کی حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ فلاں شخص میرے نزدیک آپ کا مقبول ہے اور مقبولین سے محبت رکھنے پر آپ کا وعدہ رحمت ہے۔ المرا ء مع من احب میں، پس میں آپ سے اس رحمت کو مانگتا ہوں، پس توسل میں یہ شخص اپنی محبت کو اولیاء اللہ کے ساتھ ظاہر کر کے اس محبت پر رحمت و ثواب مانگتا ہے اور اولیاء اللہ کا موجب رحمت و ثواب ہونا نصوص سے ثابت ہے۔ چنانچہ متحابین فی اللہ کے فضائل سے احادیث بھری ہوئی ہیں۔ اب یہ اشکال جاتا رہا کہ بزرگی اور برکت کو رحمت حق میں کیا دخل۔ دخل یہ ہوا کہ اس بزرگ سے محبت رکھنا حب فی اللہ کی فرد ہے اور حب فی اللہ پر ثواب کا وعدہ ہے۔

حقیقت توسل پر ایک شبہ کا جواب

ارشاد: توسل کی حقیقت جو اوپر بیان کی گئی ہے وہ تو کسی کو معلوم نہیں، پھر اس حقیقت کا قصد کر کے کون توسل کرتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جو بات جائز ہے وہ اس وقت تک جائز رہے گی جب تک ناجائز کا قصد نہ کیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ اہل حق جو توسل کرتے ہیں وہ ناجائز معنیٰ کا قصد نہیں کرتے گو جائز معنیٰ کا بھی قصد نہ ہو۔

ہدیہ کو اصل بنانا اور زیارت کو تابع، دلیل قلت محبت کی ہے

ارشاد: آج کل کا مذاق یہ ہے کہ تحفہ کا اہتمام پہلے کرتے ہیں، زیارت کا قصد بعد میں کرتے ہیں گویا زیارت تابع ہے اور تحفہ اصل ہے یہ قلت محبت کی دلیل ہے۔

خالی جائے بھرا آئے کی توجیہہ

ارشاد: خالی جاوے خالی آوے، یعنی جو عقیدت و محبت سے خالی جاوے وہ فیض سے خالی

آوے اس کے مقابلہ میں میں نے یہ تصنیف کیا ہے۔ کہ خالی جائے بھرا آئے۔ یعنی جو شخص دعویٰ، تصنع و ریاء سے خالی جاوے وہ نفع سے بھرا آوے۔

بڑا ادب ہدیہ کا خلوص و محبت ہے

ارشاد: حضور ﷺ نے فرمایا ہے اپنے ہمسایہ کو ہدیہ دیتے رہو چاہے جلی ہوئی کھری ہی ہو۔ ہدیہ میں خلوص محبت کی ضرورت ہے اور قیمتی و نفیس کی ضرورت نہیں۔

نجات اصل مقصود ہے

ارشاد: بڑی بات یہ ہے کہ آخرت میں جوتیوں سے نجات رہے۔ کیسی دوسروں کی تربیت اور کیسی دوسروں کی اصلاح۔

آج کل مجاہدہ کی کمی مضر نہیں

ارشاد: ریاضت و مجاہدہ سے تو بس یہ مقصود ہے کہ نفس کی سرکشی کم ہو جائے اور اطاعت میں آسانی سے لگ سکے۔ چونکہ اب نفوس میں پہلی سی قوت اور سرکشی نہیں رہی۔ نہ اب پہلے سے قوی رہے، اس لئے مجاہدہ کی کمی مضر نہیں۔

حضرت والا کے معمولات مبنی بر عقل و شریعت ہیں

ارشاد: حضرت والا حکیم الامت مدظلہ العالی، نے فرمایا کہ دو شخص میرے پاس رہ کر بدظن نہیں ہو سکتے ایک تو وہ جو پورا عاقل ہو کہ میرے ہر فعل کی حکمت اس کی سمجھ میں آجائے۔ یا وہ جو پورا عاشق ہو کہ میرا جو فعل بھی ہو اس کی نظر محبت میں بالکل مناسب اور بجا ہو۔

تعلیم استغنائے قلب

ارشاد قلب کا تعلق نہ دوستوں سے رکھے نہ دشمنوں سے مگر حقوق سب کے ادا کرے۔

مقامات کی تعریف نیز یہ کہ اصلاح میں اس کی کوئی ترتیب نہیں

ارشاد: مقام کہتے ہیں اخلاق باطنہ حمیدہ مکتبہ کے اندر رسوخ و پختگی کو جیسے توکل، انس، محبت، تفویض اگر کسی کو ان اخلاق باطنہ کے اندر پورے طور پر رسوخ اور پختگی حاصل نہیں تو گویا اس کو مقامات حاصل نہیں تو بس اس کا طریقہ اصلاح یہی ہے کہ طالب کی حالت میں غور کرے اور دیکھے کہ فلاں خصلت اس شخص کے اندر کیسی ہے آیا پختہ ہے یا خام۔ پس اگر کسی خلق کے اندر خامی دیکھے اس کی اصلاح کر دے

اور ظاہر ہے کہ اس میں ہر شخص کی حالت جدا ہے تو پھر ایک ترتیب کیسے ہوسکتی ہے اور اصلی بات تو یہ ہے کہ اس کی فکر ہی میں نہ پڑے کہ کتنا راستہ قطع ہو چکا ہے اب کتنا باقی ہے۔ اس لئے کہ اس طریق کا تو یہ حال ہے۔

نہ ہرگز قطع گردد جادۂ عشق از دویدنہا   کہ می بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا

حضرت تمام عمر کی دوڑ دھوپ کے بعد یہ سمجھ میں آئے گا کہ ہم کچھ نہیں سمجھے۔

نیست کس راز حقیقت آگہی   جملہ می میرند با دست تہی

انکسار وافتقار کا حظ حصول مقامات کے حظ سے بڑھ کر ہے

حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد ہے کہ اگر کسی کو ساری عمر کی محنت وکوشش کے بعد یہ معلوم ہو جائے کہ مجھ کو کچھ حاصل نہیں ہوا تو اس کو سب حاصل ہو گیا۔ اگر مقامات طے بھی ہو گئے تو ان کے طے ہونے میں وہ حظ نہیں جو اس سمجھنے میں ہے کہ ہم نے بھی کچھ بھی راستہ قطع نہیں کیا۔ گویا تیلی کے بیل کی طرح ہیں اور یہ حظ ہے انکسار اور افتقار اور عجز وعبدیت کا۔

بشاشت شیخ شرط تربیت ہے

ارشاد: باطن کا علاج اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب کہ معالج کے قلب میں مریض کی طرف سے بشاشت ہو۔ بلکہ طبیب ظاہری بھی بغیر بشاشت کے علاج نہیں کر سکتا۔

شیخ موافق سنت کا اتباع کرے

ارشاد جس کے اعمال ظاہرہ وباطنہ منہاج شریعت پر ہوں، اس کی صحبت سے استفادہ کرے اصل چیز اعمال ہی ہیں اور حدود وسنت کے اندر رہ کر جو کیفیت پیدا ہوتی ہے تو وہ بعض مرتبہ اتنی لطیف ہوتی ہے کہ خود صاحب کیفیت کو بھی اس کا ادارک نہیں ہوتا۔

سب کاملین کو اپنے نقص نظر آتے ہیں اور یہی مقتضا ہے عبدیت کا

ارشاد: پورا کامل بجز انبیاء کے کوئی نہیں اور وہ کاملین بھی اپنے کو کامل نہیں سمجھتے، سب کو اپنے نقص نظر آتے ہیں خواہ وہ نقص حقیقی ہوں یا اضافی اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ہیں اور مغموم بھی ایسے اگر ہم جیسوں پر وہ غم پڑ جائے تو کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتے۔ کمال کی تو توقع ہی چھوڑنا واجب ہے ہاں سعی کمال کی توقع بلکہ عزم واجب ہے، اس کی مثال وہ مریض ہے جس کی تندرستی سے تو مایوسی ہے مگر فکر صحت اور اس کی تدبیر کا ترک جائز نہیں سمجھا جاتا اور نجات بلکہ قرب بھی کمال پر موقوف نہیں فکر تکمیل پر موعود ہے۔

والله لا یخلف المیعاد۔ بس اسی طرح عمر ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ وھذا ھو معنی ما قال الرومی رحمتہ اللہ علیہ

اندریں رہ می تراش و می خراز | تادم آخر دمے فارغ مباش
تادم آخر دمے آخر بود | کہ عنایت باتو صاحب سر بود

سب سے آخر میں خواہ اس کو اظہار حال کہئے یا آپ کی ہمدردی یا رفع التباس جو چاہے نام رکھئے یہ کہتا ہوں کہ میں بھی اسی کشمکش میں ہوں۔ مگر اس کو مبارک سمجھتا ہوں جس سے یہ اثر ہے کہ یہ سمجھ نہیں سکتا کہ خوف کو غالب کہوں یا رجا کو مگر مضطر ہو کر اس دعا کی پناہ لیتا ہوں جس سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے۔ اللھم کن لی واجعلنی لک

چھوٹوں کو بڑوں کی تعظیم اور بڑوں کو چھوٹوں کے ساتھ شفقت چاہئے

ارشاد: اگر چھوٹے اپنے کو بڑوں کے برابر سمجھنے لگیں تو وہ اسی دن سے گھٹنا شروع ہو جائیں گے اور بڑے اگر شفقت کا برتاؤ نہ کریں بلکہ بڑائی کے غرور میں تکبر کرنے لگیں تو وہ بھی گھٹ جائیں گے ایسے ہی بے اثر بڑوں کے تابعین کے متعلق کسی نے کہا ہے سگ باش برادر خورد مباش اور جو چھوٹے چھوٹے بن کر نہ رہیں، ان کے متبوعین کے متعلق کسی نے کہا ہے خرد باش برادر بزرگ مباش، واقعی اگر چھوٹے بڑوں کا مقابلہ کرنے لگیں تو بڑا آدمی گدھے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے کہ سارا بوجھ اسی پر لادا جاتا ہے۔

عوام پر توجہ کا اثر ہونے کی وجہ

ارشاد: توجہ کا اثر اس پر ہوتا ہے جو اپنے آپ کو محتاج اثر سمجھتا ہو اور اپنے کمال کا مدعی نہ ہو، عوام پر توجہ کا اثر ہوتا ہے اور خواص پر نہیں، کیونکہ ان میں احتیاج وطلب ہی نہیں تو خود اس کے مدعی ہیں کہ دوسرے ہمارے محتاج ہیں۔

منتہی کے اس کہنے کی توجیہ کہ میں کچھ نہیں ہوں

ارشاد: منتہی کا یہ کہنا کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ آئندہ کے مراتب معرفت پر نظر کر کے کہنا صحیح ہے۔ کیونکہ منتہی جو ہے وہ تو کمالات موجودہ کے اعتبار سے ہے جس پر اس کی نظر نہیں اور سر مراتب غیر متناہی ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ کو باوجود اعلم الناس واعرف الخلق ہونے کے حکم ہے کہ آپ ترقی کی برابر درخواست کرتے رہئے۔ بقولہ تعالیٰ قل رب زدنی علما۔

ارشاد: الواصل لا یرد یعنی واصل فی الواقع کبھی مردود نہیں ہوتا۔

مشائخ کا نااہل کو مجاز بنانے کا راز

تعلیم۔ مشائخ بعض دفعہ کسی نااہل میں شرم وحیاء کا مادہ دیکھ کر اس امید پر اسے مجاز کر دیتے ہیں کہ جب وہ دوسروں کو تربیت کرے گا تو اس کی لاج اور شرم سے اپنی بھی اصلاح کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک دن کامل ہو جائے گا۔

سالکین کی لغزش پر جلد تنبیہ ہوتی ہے

ارشاد: سالکین کو حق تعالیٰ ان کی لغزش پر جلدی سزا دے کر متنبہ فرما دیتے ہیں تا کہ غلطی کی اصلاح کرے۔ اور دوسروں کے واسطے یہ قاعدہ ہے املی لھم ان کیدی متین۔ یعنی حق تعالیٰ ڈھیل دیے رہتے ہیں تا کہ دفعتاً پکڑ لیں، چنانچہ حضرت جنیدؒ کے ایک مرید نے ایک حسین نصرانی لڑکے کو دیکھ کر سوال کیا تھا کہ کیا خدا تعالیٰ ایسی ایسی صورتوں کو بھی جہنم میں ڈالیں گے، چنانچہ اس بدنظری کی سزا میں قرآن بھول گئے تھے۔

بعض دفعہ غیر کامل کو مجاز کرنے کا سبب

ارشاد: بعض دفعہ غیر کامل کو مشائخ اجازت دیدیتے ہیں کہ شاید کسی طالب مخلص کی برکت سے اس کی بھی اصلاح ہو جائے کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی پیر نااہل ہے اور اس کا مرید کوئی مخلص ہے تو طالب صادق کو تو حق تعالیٰ اس کے صدق وخلوص کی برکت سے نواز ہی لیتے ہیں جب وہ کامل ہو جاتا ہے تو پھر حق تعالیٰ پیر کو بھی کامل کر دیتے ہیں کیونکہ یہ اس کی تکمیل کا ذریعہ بنا تھا۔

تربیت میں کیا مقصود ہے اور معرفت مقصودہ کیا ہے؟

ارشاد: مقصود تربیت میں محض حالات کی اطلاع اور معالجہ کا استفسار ہے معلم جس طریق سے چاہے معالجہ کرے، اور معرفت مقصودہ وہی ہے جس کا شارع نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کا عقیدہ رکھو اور ان کی تصرفات کا استحضار رکھو۔ یہ تصرفات تمام عالم میں ہیں جن میں انسان کے اندر تصرفات زیادہ عجیب ہیں۔

سوال: بزرگوں سے حاصل کرنے کی کیا چیز ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے۔

مقصود اور طریق کی تشریح

ارشاد: کچھ اعمال مامور بہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی، نیز کچھ اعمال منہی عنہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی ہر دو قسم میں کچھ علمی و عملی غلطیاں ہو جاتی ہیں مشائخ طریق طالب کے حالات سن کر ان عوارض کو سمجھ کر ان کا علاج بتلا دیتے ہیں۔ ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے۔ اور اعانت طریق کے لئے کچھ ذکر بھی تجویز کر دیتے ہیں۔ تقریر سے مقصود اور طریق دونوں معلوم ہو گئے۔

صحبت کے نتائج

ارشاد: امراض باطنیہ میں تعدیہ ضرور ہوتا ہے، صوفیہ نے اس کو مسارقہ سے تعبیر کیا ہے، صحبت صالحہ کا اثر تو یہ ہے کہ مسارقت کے بعد مشارقت ہوتی ہے کہ دونوں کے انوار سے منور ہو جاتے ہیں اور صحبت بد کا یہ اثر ہوتا ہے کہ مسارقت کے بعد مبارقت ہوتی ہے۔ کہ دونوں طرف سے بجلی چمکتی ہے اور سوختن وافروختن کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کہ دونوں کا دین جل کا خاک سیاہ ہو جاتا ہے۔

تعلیم و تعلم کا مقصد اصلی یہی ہے کہ آدمی خدا کا ہو جائے۔

ارشاد: تعلیم و تعلم کا مقصود یہی ہے کہ آدمی خدا کا ہو جائے۔ مگر آج کل اہل علم نے صرف تعلیم و تعلم کو ہی مقصود سمجھ لیا ہے عمل کا اہتمام نہیں کرتے محض الفاظ پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان کو قلب تک نہیں پہنچاتے۔ غرض علماء کو تحصیل علم کے بعد طریق سلوک یا جذب کو حسب تجویز شیخ اختیار کر کے اصلاح نفس کرانا چاہئے۔

ایها القوم الذین فی المدرسه — کل ما حصلتموه وسوسه
علم نبود غیر علم عاشقی — ما بقی تلبیس ابلیس شقی
علم رسمی سر بسر قیل است وقال — نے ازو کیفیتے حاصل نہ حال
علم چوں بود آنکہ رہ بنمایدت — زنگ گمراہی ز دل بزدایدت
ایں ہوس راا ز سرت بیروں کند — خوف و خشیت در دلت افزوں کند
تو ندانی جز یجوز و لا یجوز — خود ندانی کہ تو حوری یا عجوز
علم چوں بر دل زند یارے سے بود — علم چوں بر تن زند مارے بود

شیخ کو اس حالت کی جذب میں بھی نہ چھوڑے

ارشاد: دوش اس مسجد سوئے میخانہ آمد پیر ما

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما
در خرابات مغاں ما نیز ہم منزل شویم
کیں چنیں رفت است در عہد ازل تقدیر ما

اول شعر میں ایک سوال ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے شیخ پر کچھ دنوں سے جذب کا غلبہ ہے تو اب ہم کو کیا کرنا چاہئے، کیونکہ اس حالت میں وہ ہم کو نفع نہیں پہنچا سکتا تو کیا ہم کو دوسرا شیخ تلاش کرنا چاہئے، دوسرے شعر میں جواب ہے کہ نہیں ہم کو اس حالت میں بھی شیخ کا ساتھ دینا چاہئے کیونکہ جس کو ایک دفعہ شیخ بنالیا ہے اور طبیعت کو اس سے کامل مناسبت ہوگئی ہے ازل سے وہی ہمارے واسطے شیخ مقدر ہو چکا ہے تو ہم کو دوسرے سے نفع نہیں ہوسکتا۔ اور اس حالت میں افادہ نہ کرسکنے کا جواب یہ ہے کہ کاملین پر جذب دیرپا نہیں ہوتا۔ بلکہ عارضی ہوتا ہے اس لئے مضر نہیں۔

اصلاح نفس کے لئے علم رسمی سے قطع تعلق ضروری ہے

ارشاد اصلاح نفس کے لئے رسمی علم سے قطع تعلق کرنے کی ضرورت اس لئے ہے کہ سلوک و جذب کے لئے یکسوئی اور خلوت کی ضرورت ہے اشتغال علمی کے ساتھ اس کا جمع ہونا دشوار ہے۔

اصلاح نفس کا بہترین طریقہ

ارشاد: اصلاح نفس کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے کو کسی کے سپرد کردے جو وہ کہے اس پر عمل کرے مگر تجویز ایسے کو کرے جو شریعت وطریقت دونوں کا جامع ہو، بدوں کسی محقق کی اتباع کے اصلاح نفس نہیں ہوسکتی۔

ایصال کا قصد زمانہ طلب میں سد راہ ہے

ارشاد: جب کسی شیخ کی تعلیم وصحبت کی برکت سے تمہاری اصلاح ہو جائے تو اس کے بعد دوسروں کی اصلاح کرنا چاہئے، ربانی بھی بنو اور ربانی گر بھی بنو۔ مگر اس میں ایک بات قابل تنبیہ ہے وہ یہ ہے کہ کام شروع کرنے سے پہلے تو ربانی گر بننے کی نیت کرلو تاکہ نیت افادہ کا ثواب ملتا رہے مگر کام میں لگنے کے بعد اس کی نیت کی طرف التفات نہ کرنا چاہئے، کیونکہ ایک کام کے ساتھ دوسری باتوں کی طرف التفات کرنا موجب تشتت ہے، کام جبھی ہوتا ہے جب اس میں ایسا لگے کہ اس وقت اس کے سوا کسی پر نظر نہ ہو۔ ایسے ہی اصلاح نفس میں مشغول ہوکر یہ خیال کرنا کہ ہم ایک دن مصلح بنیں گے، سد راہ ہے

زمانہ طلب میں وصول کا قصد نہ کرنا چاہئے

ارشاد: طالب کو بندہ بن کر رہنا چاہئے، کاملیت نیایدالغسال ثمرات پر نظر نہ کرنا چاہئے کہ یوں ہوگا، یہی مطلب ہے حضرت استاد علیہ الرحمۃ کے اس قول کا مقصود طلب ہے وصول مطلوب نہیں، یعنی طلب کے وقت مقصود طلب ہے، طلب کے وقت وصول پر نظر نہ کرنا چاہئے، کہ مجھے وصول ہوگا یا نہیں۔ بلکہ اس وقت اس کا یہ مذہب ہونا چاہئے۔

دست از طلب ندارم تا کام من برآید — یا تن رسد بجاناں یا جان زتن برآید

یا بم او را یا نہ یا بم جستجوئے می کنم — حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

بلبلم بس کہ داند ماہ رویم — کہ من نیز از خریداران اویم

ظاہر ہے کہ یہ تھوڑی بات نہیں جب انہیں خبر ہو جائے گی تو وہ اپنے خریدار کو محروم نہ رکھیں گے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد — اے خواجہ درد نیست وگر نہ طبیب ہست

مگر تم تفویض بھی اس نیت سے نہ کرو کہ تفویض کی وجہ سے ہمارا کام ہو جائے گا۔ بلکہ ان کا حق سمجھ کر تفویض کرو۔

شیخ کامل کی تعلیم تدریجی ہوتی ہے

ارشاد: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ربانی کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ الربانی الذی یعلم صغار العلوم قبل کبارھا۔ ربانی یعنی شیخ کامل وہ ہے جو چھوٹے علوم اول تعلیم کرے۔ اور بڑے علوم بعد کو سکھلائے یعنی طالب کو بتدریج ترقی کی طرف لیتا جائے۔

تعلق بالخلق مقصود بالذات نہیں بلکہ بالغیر ہے

ارشاد: تعلق بالخلق مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بالغیر ہے اور کبھی کبھی جو کسی عوض کی وجہ سے مقصود بالذات پر اس کی تقدیم کا امر ہوا ہے اسی سے بعض اہل علم کو مقصودیت ذاتیہ کا شبہ ہوگیا ہے، حالانکہ کسی عارض کی وجہ سے مقصود بالغیر کبھی مقصود بالذات سے مقدم ہو جاتا ہے مگر وہ مقصود بالذات نہیں بن جاتا۔ صرف تقدم زمانی ہو جاتا ہے جیسے وضو کا تقدم صلوٰۃ پر، چنانچہ ارشاد ہے فاذا فرغت فانصب والیٰ ربک فارغب یعنی مخلوق کے کام سے فارغ ہو کر تعلق بالحق میں مشغول ہونے کی کوشش کی جاوے۔ اور اسی طرح مشغول ہو کہ ماسوا سے قطع نظر کی جائے یعنی توجہ الی الحق اصل و مقصود بالذات ہے

اور توجہ الی الخلق تابع یعنی مقصود بالغیر

تعلق مع الخلق کے محمود یا مذموم ہونے کا معیار

ارشاد: تعلق مع الخلق کو مطلوب کون سمجھتا ہے اور کون نہیں سمجھتا یہی تعلق مع الخلق کے محمود مذموم ہونے کا معیار ہے وہ یہ کہ اگر کسی کو دوستوں کے ساتھ باتوں میں مشغول ہونے سے دلچسپی نہ ہو بلکہ اس سے جی گھبراتا ہے اور نماز و ذکر میں مشغول ہونے کو جی چاہتا ہے اور باتوں میں مشغول ہوتے ہوئے یہ تقاضہ ہو کہ جلدی سے بات ختم ہو تو میں اللہ کی یاد میں لگوں تو یہ شخص واقعی تعلق مع الخلق کو مطلوب نہیں سمجھتا اور اس کے لئے اس تعلق کو مذموم نہ کہا جائے اور جس شخص کا نماز میں یہ جی چاہتا ہو کہ جلدی نماز سے فارغ ہو کر دوستوں سے باتیں کریں اور ان کی باتوں کی وجہ سے اپنے معمولات کا ناغہ کر دیتا ہو نہ اشراق ہے نہ تہجد نہ ذکر ہے نہ تلاوت، ان کی وجہ سے محض فرائض پر اکتفا کرتا ہو اور اس سے بھی جلد فارغ ہونے کا تقاضہ ہے تو یہ شخص تعلق مع الخلق کو مطلوب سمجھتا ہے اس کے لئے یہ تعلق مذموم ہے۔

محقق کامل کے لئے تمام عالم مرآۃ جمال حق ہے

ارشاد: محقق کامل کی نظر ہر چیز پر حضرت حق کے بعد ہی پڑتی ہے یعنی ہر چیز سے اول حضرت حق پر نظر پہنچتی ہے پھر اس چیز پر نظر پڑتی ہے۔ تمام عالم اس کے لئے مرآۃ جمال حق بن جاتا ہے۔

کاملین کے اقوال کی اقتدا کا مطلب

ارشاد: کاملین کے اقوال کی اقتداء کرنا چاہئے یعنی وہ تم کو جو امر کریں اس پر عمل کرو یہ مطلب نہیں کہ ان کی طرح اسرار و دقائق بیان کرنے لگو کیونکہ اس کا نام تقلید و اطاعت نہیں بلکہ اس کو نقالی محض کہتے ہیں۔

خلق و مدارات سے معمولات میں ناغہ کرنا مضر باطن ہے

ارشاد: اگر تم خلق و ارتباط بالاحباب کی وجہ سے اپنے معمولات کا ناغہ کرو گے تو ایک دن بالکل کورے رہ جاؤ گے۔ من لا ورد له لا وارد له.

شیخ کو زبان ہونا چاہئے مرید کو کان

ارشاد: ناقص کو بولنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس کو سکوت ہی میں محبوب کی طرف توجہ رہتی ہے۔ اور کامل کو نطق و سکوت دونوں میں محبوب کی طرف توجہ رہتی ہے۔ اسلئے اس کو بولنے کی ضرورت

ہے تاکہ طالبین کو فیض زیادہ ہو۔ غرض یہ کہ شیخ کو تو زبان ہونا چاہئے اور مرید کو کان، میں نے منتہی کے لئے اس مشورہ کا ایک شعر تجویز کیا ہے۔

جائے رخ کہ خلقے والہ شوند وحیراں — بکشائے لب کہ فریاد از مرد وزن برآید

کاملین علاوہ احکام مشترکہ کے ہر وقت کے احکام خاصہ کو بھی پہنچانتے ہیں

ارشاد: محققین کاملین تکلم وسکوت ہر حالت میں محبوب کے شیون کو پہچانتے ہیں کہ اس وقت وہ کسی چیز میں خوش ہیں وہ بلا تشبیہ ایسے ہیں جیسے ایاز تھا، کہ ایاز کے لئے کوئی قاعدہ اور قانون نہ تھا۔ وہ بادشاہ سے ایسے وقت میں بھی باتیں کر سکتا تھا۔ جس میں دوسروں کے لئے بات کرنے کی اجازت نہ تھی کیونکہ وہ مزاج شناس تھا موقع اور وقت کو پہنچانتا تھا۔ اب ہر شخص اگر ایاز کی ریس کرنے لگے تو یہ اس کی حماقت ہے بلکہ اور درباریوں کو تو قواعد وقوانین عامہ ہی کا اتباع لازم ہے۔

کمال کے حصول کا طریقہ

ارشاد: کمال تو اسی طرح حاصل ہوگا کہ کاملین کے سامنے اپنے کو پامال کر دو، یعنی اپنی فکر و رائے کو فنا کر دو۔ اور اس کے لئے تیار ہو کہ شیخ میری ذات میں جو کچھ بھی تصرف کرے گا، میں اس کو خوشی سے برداشت کروں گا اور اس کو اپنی فلاح وصلاح سمجھوں گا۔

فکر خود رائے خود در عالم رندی نیست — کفر است دریں مذہب خود بینی وخود رائی

فہم کے درست ہونے کا طریقہ

ارشاد: اپنے بزرگوں کے ہاتھ سے جو ذلت ہو وہ ذلت نہیں بلکہ بڑی عزت ہے اس لئے اپنے بزرگوں کے سامنے ذلت سے ناگواری نہ ہونا چاہئے یہی کامیابی اور عزت کا پیش خیمہ ہے، فہم کی درستگی چاہتے ہو کاملین کے سامنے ہر ذلت کو گوارہ کر کے کچھ دنوں ان کے پاس رہے۔

خودرو سلیم الفہم میں صلاحیت فیض رسانی کی نہیں ہوتی

ارشاد: جیسے بعض دفعہ مرغی کے انڈے میں سے محض مشین کی گرمی پہنچانے سے بچہ نکل آتا ہے مگر سنا ہے کہ ایسے بچے زندہ نہیں رہتے جلد ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح جو لوگ خودرو (بلا صحبت شیخ) سلیم الفہم ہوتے ہیں ان کو اصلاح خلق کی مناسبت تامہ نہیں ہوتی گو فہم کتنا ہی سلیم ہو مگر ان سے فیض نہیں چلتا۔ فیض رسانی کی شان اسی بچہ میں آئے گی، جس نے کچھ دنوں کسی مرغی کے نیچے رہ کر پر وبال نکالے ہوں۔ باقی حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے ادبنی ربی فاحسن تادیبی و علمنی ربی فاحسن

تعلیمی کے سبب تربیت خلق کی حاجت نہیں ہوتی۔

مطلوب کا حصول بقدر ہمت کام پر ہے

ارشاد: یاد رکھو حصول مطلوب کچھ زیادہ کام کرنے پر موقوف نہیں بلکہ بقدر ہمت طلب ہونا چاہئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مریض وضعیف کی چھ رکعتیں قوی کی چھ سو رکعتیں کے برابر ہے، کیونکہ اس کو چھ ہی رکعت کی ہمت ہے اور ثواب دینے والے اللہ تعالیٰ عز شانہٗ ہیں وہ ہر شخص کی حالت اور ہمت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

دل سے اور توجہ سے تھوڑا کام بھی وصول کے لئے کافی ہے

ارشاد: اگر دل سے اور توجہ سے تھوڑا کام بھی ہو تو وہ بے توجہی کے ساتھ زیادہ کام کرنے سے بڑھ کر ہے پس جو زیادہ کام نہ کر سکے وہ تھوڑا ہی کرے مگر وجہ سے کام کرے یہی وصول کے لئے کافی ہے۔

بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے　　　　به ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے ہوئے

سارے طالبوں کو ایک ہی لکڑی سے مت ہانکو رسمی پیروں کی غلطی

ارشاد: یہ طریقہ غلط ہے کہ سارے طالبوں کو ایک لکڑی سے ہانکا جائے بلکہ اقویا کو ان کے مناسب کام بتلاؤ اور ضعفاء کو تھوڑا بتلاؤ اور اس کی تاکید کرو کہ وہ تھوڑا ہی کام توجہ کے ساتھ کریں انشاء اللہ وہ زیادہ ہی برابر ہو جائے گا۔ چنانچہ بعض بزرگوں نے اپنے بعض مریدوں کو جو دینوی مشاغل میں زیادہ مشغول تھے صرف اتنا کام بتلایا ہے کہ نماز کے بعد تین دفعہ **لا الہ الا اللہ** جہراً کہہ لیا کرو۔ اب رسمی پیروں کے یہاں یہ رسم ہوگئی ہے کہ ہر نماز کے بعد یا فجر وعصر کے بعد سارے نمازی مل کر جہراً **لا الہ الا اللہ** کہتے ہیں اور اس کا سختی کے ساتھ التزام کرتے ہیں۔ حالانکہ سب کے واسطے بزرگوں نے نہیں کہا تھا بلکہ خاص خاص لوگوں کو بتلایا تھا، مگر جاہلوں نے اس کو حکم عام ہی بنالیا اور التزام کرلیا، اسی واسطے علماء نے اس کو بدعت کہا ہے۔

نظام عالم علماء ہی کے اتباع سے قائم رہ سکتا ہے

ارشاد: عوام کو لازم ہے کہ علوم میں صوفیہ کا اتباع نہ کریں۔ بلکہ علماء اور جمہور کا اتباع کریں کیونکہ یہ لوگ منتظم ہیں۔ نظام شریعت بلکہ نظام عالم علماء ہی کے اتباع سے قائم رہ سکتا ہے۔ یہ علماء منتظم پولیس ہیں کہ مخلوق کے ایمان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر یہ اپنا کام چھوڑ دیں تو صوفی صاحب کو حجرہ سے نکل کر یہ کام کرنا پڑتا اور سارا حال وقال رکھا رہ جاتا کیونکہ اصلاح خلق کا کام فرض کفایہ ہے۔

خدمت کرنے اور لینے کے بعض اصول

ارشاد: خدمت وہی اچھی ہے جس سے بزرگوں کو گرانی نہ ہو، بزرگوں کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اپنے خدام کے ساتھ ایسی تواضع نہ کریں جس سے ان کو خجلت وکلفت ہو بلکہ بزرگوں کے لئے تو اس کی ضرورت ہے کہ کبھی کبھی خدام سے کہہ دیا کریں کہ جوتے وہاں سے اٹھا کر یہاں رکھ دو۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ مریدوں کو ذلیل کیا کریں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس سے خدام خوش ہوں گے کہ ہم کو اپنا سمجھتے ہیں اور کبھی یہ خدمت بہ نیت اصلاح وتعلیم تواضع کے لینا چاہئے۔

شیخ کے سامنے اپنے کو مٹانا طریق کی شرط اول ہے

ارشاد: افسوس آج کل مبتدی عوام کے سامنے تو اپنے کو کیا مٹاتے یہ تو اپنے کو شیخ کے سامنے بھی نہیں مٹاتے جس کے سامنے اپنے کو پامال کر دینا طریق کی اول شرط ہے مگر یہ اس کے سامنے بھی اپنی فکر اور رائے کو فنا نہیں کرتے۔ خود رائی سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ کمال اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک اپنے کو کسی کامل کے ہاتھ میں کاملیت فی ید الغسال سپرد نہ کر دو اور حقائق کا انکشاف بھی اسی پر موقوف ہے۔

کامل توجہ الی الخلق میں بھی توجہ الی الحق سے غافل نہیں

ارشاد: کامل توجہ الی الخلق میں بھی توجہ الی اللہ سے غافل نہیں ہوتا، کیونکہ توجہ الی الحق کے دو جز ہیں۔ ایک ذکر دوسرے طاعت۔ اور وہ توجہ الی الخلق میں ان دونوں سے غافل نہیں ہوتے ذکر سے تو اس لئے غافل نہیں ہوتے کہ کوئی کام ان کو یاد محبوب سے نہیں ہٹا سکتا، ہر کام اور ہر حالت میں ان کا دھیان اسی طرح لگا رہتا ہے۔ چنانچہ یہی حالات عارف کی جمعہ کے دن حجامت وغسل وتطییب میں ہوتی ہے۔ وہ یہ سب کام محض محبوب کے لئے کرتا ہے اور عین استغال بھذہ الاعمال کے وقت محبوب کی طرف اس کا دھیان ہوتا ہے، اس کا راز یہ ہے کہ جو چیز اول میں پیوستہ ہو جاتی ہے، اس سے کوئی چیز حاجب و مانع نہیں ہوتی تمہارے دل میں دنیا پیوست ہو گئی ہے اس لئے تم کو ذکر اللہ دنیا کی یاد سے اور اس کے دھیان سے مانع نہیں ہوتا اور اہل اللہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیوستہ ہو گئی ہے۔ ان کو کوئی چیز اور کوئی کام ذکر اللہ سے مانع نہیں ہوتا، یہ تو ذکر کی حالت ہے کہ توجہ الی الخلق میں بھی وہ ذاکر ہوتے ہیں، اور طاعت کی حالت میں یہ ہے کہ وہ ہر کام میں احکام شریعت کی رعایت کرتے ہیں، چنانچہ تبلیغ میں بھی جس میں ظاہراً تعلق مع الخلق ہے اس کی رعایت کرتے ہیں جس سے وہ تعلق مع الحق ہو جاتا ہے، چنانچہ تبلیغ میں وہ

نرمی کرتے ہیں اور درشتی نہیں کرتے ،مگر اسی وقت جب تک محبوب کی شان میں کوئی گستاخی نہ کرے۔

خلوت وجلوت مفیدہ کی شناخت

ارشاد انی لا جھز جیشی و انا فی الصلوٰۃ منافی خشوع وخلوت نہ تھا۔اور اس کا راز کیا ہے۔اگر صورۃً خلوت ہومگر قلب تعلقات میں گرفتار ہوتو اس خلوت کا کچھ فائدہ نہیں۔اور اگر مال زر اور کھیتی وتجارت میں بھی دل خدا تعالیٰ کے ساتھ لگا ہوا ہوتو تم جلوت میں خلوت نشیں ہو۔

گر باہمہ چو بامنی بے ہمہ　　　　ور بے ہمہ چو بے منی باہمہ

پس کم از کم خلوت میں تو ایسی توجہ ہونا چاہئے کہ اس وقت دل خیالات غیر سے پاک ہو ورنہ وہ خلوت خلوت نہ ہوگی بلکہ جلوت ہوگی ،البتہ اگر ایسا خیال ہو جس کی اجازت محبوب کی طرف سے ہو یعنی دین کا خیال ہو اور ضرورت کا ہو تو وہ خلوت کے منافی نہیں اس خیال کی نظیر وہ ہے جس کو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ انی لا جھز جیش و انا فی الصلوٰۃ کہ میں نماز میں لشکر کشی کا انتظام کرتا ہوں۔وجہ اس کی یہ تھی کہ یہ بھی دین کا کام تھا اور ضروری تھا اور ذکر اللہ وما والاہ میں داخل تھا اور کثرت مشاغل کی وجہ سے خارج نماز اوقات بعض دفعہ اس کے لئے کافی نہ ہوتے تھے۔اور نماز میں یکسوئی ہوتی ہے اور تدبیر و انتظام کا کام محتاج یکسوئی تھا اس لئے حضرت عمرؓ نماز میں بضرورت باذن حق یہ کام کر لیتے تھے اور اس لئے منافی خلوت وخشوع نہ تھا۔

نفع متعدی کی شرط استعداد سیاست وتدبیر بھی ہے

ارشاد: نفع متعدی کی اجازت شیخ اس وقت دیتا ہے کہ جب سیاست وتدبیر کا ملکہ بھی مرید میں دیکھ لیتا ہے، کیونکہ امر بالمعروف کے کچھ آداب ہیں جن کے قابل ہر ایک نہیں ہوتا اور جن کے بغیر بالعروف بجائے مفید ہونے کے موجب فتنہ وفساد ہو جاتا ہے

تعلق مع اللہ اصل مقصود ہے اور مرجوعین خلائق کے لئے دستور العمل

ارشاد: تعلق مع اللہ اصل مقصود ہے تو ہم کو زیادہ اہتمام اس کا کرنا چاہئے اور جن کی طرف مخلوق کا رجوع ہو خواہ دین کی غرض سے یا دینوی غرض سے ان کو تعلق مع الخلق کا وقت منضبط کرنا چاہئے اور باقی وقت خدا کی یاد میں صرف کریں خصوصاً وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ نے ملازمت وغیرہ سے مستغنی کیا ہے۔جن گھر میں کھانے پینے کا سامان موجود ہے ان کو اس کا اہتمام زیادہ کرنا چاہئے کیونکہ ان کو دوسروں سے زیادہ ذکر حق کا موقع مل رہا ہے

خوشا روزگارے کہ دارد کسے　　　　کہ بازار حرصش نباشد بسے

بقدر ضرورت یسارے بود　　　　کند کارے از مرد کارے بود

مرید کو شیخ کے خانگی معاملات میں نہ پڑنا چاہئے

ارشاد: مشائخ کی وصیت ہے کہ مرید کو شیخ کے خانگی معاملات میں نہ گھسنا چاہئے کیونکہ جو شخص کسی کے خانگی معاملات سے واقف اور ان میں دخیل ہوتا ہے اس کے قلب سے دوسرے کی عظمت کم ہو جاتی ہے اور مشائخ کو یہی مناسب ہے کہ مریدوں کو اپنے خانگی معاملات پر مطلع یا ان میں دخیل نہ کرے کہ اس سے تمام طبائع کو بجائے نفع کے ضرر ہوتا ہے۔

معالجہ نفس میں تسہیل کا طریقہ بتلانا شیخ کے ذمہ نہیں

ارشاد: طریق تسہیل کا بتلانا مصلح کے ذمہ نہیں اگر بتلا دے تو محض تبرع ہے سو طالب کو اپنے مصلح سے اس کے مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں اور طالبین کثرت سے اس مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں کہ معالجہ اختیاری میں مشقت سے گھبراتے ہیں اور شیخ سے ایسی تدبیر کی درخواست کرتے ہیں جس میں مشقت نہ ہو۔ مثلاً شیخ نے کہا کہ باوجود تقاضا کے اپنی نظر کو روکو مگر اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ایسی تدبیر بتلائی جائے کہ نفس میں تقاضا ہی نہ ہو حالانکہ تقاضائے شدید نہ ہونا یہ خود موقوف ہے عمل مدید پر تو عمل کو اس پر موقوف رکھنا دور کو جائز رکھنا ہے۔

تعلیم اقتصار بر ضروریات واقعیہ

ارشاد: سالک بلکہ ہر مکلف کو چاہئے کہ اپنی نظر کو ہر چیز میں صرف حاجت روائی کے درجہ تک مقتصر رکھے اور تزئین اور لذت کے درپے نہ ہو، کیونکہ لذت کی کوئی حد نہیں سو جو اس کے درپے ہوگا اس کو کبھی تشویش سے نجات نہ ہوگی اور جو شخص حاجت پر کفایت کرے گا جس وقت حاجت پوری ہو جائے گی اس کو سکون ہو جائے گا، چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب تم میں کوئی شخص کسی حسین عورت کو دیکھے گا اور وہ اس کو اچھی طرح معلوم ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنی بی بی کے پاس چلا آوے یعنی اس سے ہمبستری کرے۔ اس لئے کہ شرم گاہ دونوں کی جگہ ایک ہی سی ہے اور بیوی کے پاس بھی ویسی ہی چیز ہے جیسی اس اجنبی عورت کے پاس ہے۔ نیز اس حدیث میں معالجہ نفس کو سہل کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے جو دلیل ہے رسول مقبول ﷺ کے کمال شفقت کی۔ ورنہ اصل علاج تو کف نفس وغض بصر تھا۔

مبتدی کو اغیار سے اخفائے حال چاہئے

ارشاد: مبتدی سالک کو اپنی کوئی حالت یا خواب بجز شیخ کے کسی معتقد یا غیر معتقد سے ہرگز بیان نہ کرنا چاہئے۔

اطاعت شیخ زینہ کامیابی ہے

ارشاد: اگر شیخ سے طریق تربیت میں غلطی بھی ہو جائے جس پر خواہ اس کو محبوبانہ عتاب بھی ہو جائے لیکن پھر بھی مرید کو اس پر عمل کرنے سے نفع ہی ہوگا۔ کیونکہ نفع دینے والے تو حق تعالیٰ ہیں جب وہ طالب کی طلب صادق کو دیکھتے ہیں اور اس کو اپنے ولی کی اطاعت میں پختہ دیکھتے ہیں تو اس کے حال پر کرم فرمادیتے ہیں چاہے شیخ سے غلطی ہی ہو۔ اس راستہ میں اطاعت وانقیاد بڑی چیز ہے، اطاعت شیخ کے ساتھ کسی کو محروم ہوتے ہوئے نہیں دیکھا اور خودرائی کے ساتھ کسی کو کامیاب ہوتے ہوئے نہیں دیکھا

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ　　　　جو شکستہ می نگیرد فضل شاہ

حصول نسبت کو اصطلاح میں تکمیل کہتے ہیں

ارشاد: حصول نسبت جس کو اصطلاح میں تکمیل کہتے ہیں۔ اسکو تکمیل کہنا ایسا ہے جیسے طلبہ کی دستار بندی کو تکمیل کہتے ہیں، کیا دستار بندی کے بعد سیر علمی ختم ہو جاتی ہے ہرگز نہیں بلکہ اب تو پہلے سے زیادہ سیر شروع ہوتی ہے۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ راستہ تو اب کھلا ہے اور صحیح سیر تو اب ہوگی۔

اصطلاح میں جذب کے معنیٰ اور اس کی علامت

ارشاد: اصطلاح میں جذب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اس سے محبت ہو جائے جس کی علامت یہ ہے کہ سالک پر داعیہ اضطرار غالب ہو جائے اور اس سے کوئی واصل خالی نہیں ہوتا۔

شیخ صاحب تمکین کی علامت

ارشاد: شیخ ساحل رسیدہ اور گرداب طے کردہ وگرگ باراں دیدہ یعنی صاحب تمکین کو راہبر بنانا چاہئے اور جو شیخ خود صاحب تلوین ہو اس سے الگ ہونا چاہئے (مراد اس سے وہ تلوین ہے جو قبل از تمکین ہو اور تمکین کے بعد بھی تلوین پیش آتی ہے مگر وہ مشیخیت میں قادح نہیں) اور علامت ایسے شیخ کی یہ ہے کہ اس کی دو ہی باتوں سے سالک کی تسلی ہو جاتی ہے اور صاحب تلوین تو باتیں بہت بناتا ہے مگر سالک کی ان سے تسلی نہیں ہوتی۔

عدم رجعت واصل کی مثال

ارشاد: وصول بدون جذب کے نہیں ہوتا اور وصول کے بعد اندیشہ ارتداد و رجعت کا نہیں رہتا۔ مولانا رومی نے اس کی مثال یوں دی ہے کہ جیسے بالغ نابالغ نہیں ہوسکتا اور پکا ہوا پھل کچا نہیں ہو سکتا۔

بالغ کی شناخت

ارشاد: طبی بالغ وہ ہے جس سے منی نکلے اور حقیقی بالغ وہ ہے جو منی سے نکل جائے یعنی (خودی و کبر سے)

وصول کا طریق

ارشاد: دو چیزیں ہیں، ان ہی میں لگنے سے سالک کا کام بنتا ہے اور جو بھی پہنچا ہے ان ہی سے پہنچا ہے، وہ باتیں یہ ہیں، ذکر اور اطاعت مگر ان کا طریقہ کسی محقق سے دریافت کروا پنی رائے سے تجویز نہ کرو، باقی کیفیات واحوال کے درپے نہ ہو، وہ سب ان ہی دو کی باندیاں ہیں۔

بجائے کتابوں کے مطالعہ کے شیخ کا مطالعہ کرنا چاہئے

ارشاد: جب تک محقق مل سکے اس وقت تک کتاب سے سلوک طے نہ کرو۔ کتابیں بھی مفید ہیں مگر وہ شیخ کے لئے ہیں، مرید کو ان کتابوں کا مطالعہ مفید نہیں، اور ان کو مطالعہ کر کے شیخ سے معارضہ کرنا سم قاتل ہے، تمہاری کتاب تو انسان کامل یعنی شیخ ہے، تم کو جو مشکل حل کرنا ہو اسی کے مطالعہ سے حل کرو، ہاں اگر کسی کو شیخ محقق نہ ملے تو پھر کتابوں کا مطالعہ کرو مگر ان کتابوں کا جن میں علوم معاملہ کا بیان و اصلاح نفس کے طریق مذکور ہوں۔ اور جن کتابوں میں علوم مکاشفہ اور اسرار ہوں۔ ان کو ہرگز نہ دیکھا جائے۔

تحصیل جذب کا طریق

ارشاد: طلب کے ساتھ ساتھ عجز و عبدیت کے اظہار سے جذب ہوتا ہے جیسے ہم کسی بچہ کو دور سے دیکھ کر ہاتھ پھیلا دیں کہ ہماری گود میں آجا اور وہ شوق میں دوڑے اور دو قدم دوڑ کر گر پڑے اس وقت ہم دوڑ کر اس کو اٹھا لیتے ہیں۔ اور اگر وہ چلے بھی نہیں تو ہم بھی نہیں لیتے بس یہاں اس کی ضرورت ہے کہ تم اس طویل راستے کے طے کرنے کا قصد کر کے چلو اور گر پڑو (یعنی عجز و عبدیت کا اظہار کرو) پھر حق تعالیٰ خود تم کو اٹھا کر منزل پر پہنچا دیں گے۔

وصول کی حقیقت اور اس کا طریقہ حصول

ارشاد: اپنے اوپر نظر کانا چھوڑ دو اپنے کو نیست و نابود سمجھو، تکبر کو دماغ سے نکال دو، حق تعالیٰ کے احکام میں منازعت نہ کرو بس واصل ہو گئے۔ اور تجربہ و مشاہدہ ہے کہ خودی و خورد بینی محبت ہی سے نکلی ہے اس کے بغیر بہت کم نکلتی ہے اسی لئے عراقی طریق محبت کی تمنا کرتے ہیں۔

صنمارہ قلندر سردار بمن نمائی ۔۔۔ کہ دراز و دور دیدم رہ ورسم پارسائی

نفس کو آرام کرنے اور سزا دینے کا طریقہ

ارشاد: نفس کے ساتھ بچوں سا معاملہ کرو کہ بچوں سے جب کوئی کام لینا ہوتا ہے تو اول اس کو مٹھائی وغیرہ دے کر بہلاتے ہیں، اگر اس سے بھی نہ مانے تو دھمکی سے کام لیتے ہیں اگر اس سے بھی نہ مانے تو بس دے چپت دے چپت اسی طرح تم بھی نفس کے حظوظ پورا نہ کرو۔ باقی حقوق ادا کرتے رہو، خوب کھلاؤ، پلاؤ، اچھی طرح کام لو، کہ مزدور خوش دل کند کار بیش، ہاں کسی طرح باز نہ آئے تو اب سزا دو مگر خود سزا نہ دو بلکہ کسی کے (یعنی شیخ کے) حوالہ کر دو۔ وہ مناسب سزا تجویز کرے گا۔ ورنہ جولڑ کا اپنے ہاتھ پر اپنے چپت مارے گا وہ تو آہستہ مارے گا اور محقق سزا کافی دے گا مگر حقوق نہ تلف کرے گا۔

ذکر متعلقات آں

ذکر میں ضرب کا حکم

ارشاد: طریق خاص ضرب نہ مقصود ہے نہ موقوف علیہ مقصود۔ جس طرح بے تکلف بن جائے کافی ہے۔

فکر سے انس ہو جانا ذکر ہی کی برکت ہے

حال: دل چاہتا ہے کہ ذکر چھوڑ دوں اور بیٹھ کر سوچتا رہوں اور ذکر میں طبیعت کم لگتی ہے۔

ارشاد: یہ جو لکھا ہے کہ ذکر چھوڑ دوں اور بیٹھ کر سوچتا رہوں سو یہ برکت ذکر ہی کی ہے کہ فکر سے انس ہو گیا ہے، ذکر کرنا ہرگز نہ چھوڑنا ورنہ بنائے کے انعدام سے مبنی کا انعدام ہو جائے گا۔ خواہ دل لگے یا نہ لگے، معمولات پر استقامت رکھیں۔

ضعف خود مقتضی تقلیل قیود ہے

ارشاد: مبتدی کو اجازت ہے کہ خواہ آنکھ کھولے ہوئے نماز پڑھے یا بند کرکے، اکثر صراوی یا سوداوی قیود سے متوحش ہوتے ہیں، خصوص جبکہ اس کے ساتھ ضعف بھی منضم ہو جائے اور ضعف مقتضی تکثیر قیود کو نہیں بلکہ مقتضی تقلیل قیود کو ہے۔ قیود سے جو اصل مقصود ہے تاثر خود وہی کام ضعف دیتا ہے۔

معمول سے زائد ذکر کا حکم

ارشاد: اگر معمول سے زیادہ ذکر کو طبیعت چاہے تو کرے لیکن اس زائد کو لازم نہ سمجھے اور جب بعد چندے امید دوام ہو جائے التزام کرلے۔

ذکر میں بار و مشقت خود نافع ہے

حال: ذکر طبیعت پر بہت بار معلوم ہوتا ہے جب کرنے بیٹھے جی گھبرا اٹھتا ہے۔ ارشاد: بار ایک مشقت ہے مشقت میں اگر جی نہ لگے تو سمجھ لو کہ خود مشقت بھی نفع میں جی لگنے سے کم نہیں جس طرح سے بھی ہو حتی الوسع پورا کرلیا کیجئے شدہ شدہ سب دشواری مبدل بآسانی ہو جائے گی۔

ندامت مافات بھی مانع حرمان ہے

حال ایک مرض جو کہ سب سے بڑھ کر ہے وہ کم ہمتی ہے کہ مجھ سے کوئی کام نہیں ہوتا۔ ارشاد: جتنا بھی ہو جائے وہ بھی بے کئے ہوئے ندامت سے مل کر محروم نہ رہنے دے گا۔

فرحت خود رحمت کی لونڈی ہے

حال: کچھ ذکر و تلاوت تو کرنے لگا ہوں، تہجد بھی بعد عشاء جاری ہے لیکن ہنوز قلب میں فرحت پیدا نہیں ہوئی۔ ارشاد: رحمت تو پیدا ہو گئی ہے جو رہبری کر رہی ہے۔ فرحت خود اس کی لونڈی ہے، اپنی باری میں وہ بھی حاضر ہو جائے گی۔

ذکر میں وضو کا حکم

ارشاد: باوضو ذکر کرنے سے برکت زیادہ ضروری ہوتی ہے لیکن وضو رکھنا ضروری نہیں اس لئے اگر کسی کا وضو نہ ٹھہرتا ہو اور بار بار وضو کرنے سے تکلیف ہو تو تیمم کرلیا کرے مگر اس تیمم سے نماز و مس مصحف جائز نہیں۔

نماز سے جی چرانے کا علاج

حال: نماز پڑھنے میں جی بہت چراتا ہے۔ ارشاد: اس کا تو کچھ حرج نہیں مگر جی چرانے پر عمل نہ کیا جائے، نفس کی مخالفت کر کے نماز کو اہتمام سے پڑھا جائے اور کچھ نوافل بھی معمول کر لیا جائے جتنے میں کسی ضروری کام کا حرج نہ ہو۔

دفع تشتت کا طریقہ ذکر میں

ارشاد: کتابوں میں بوقت ذکر نفی و اثبات ملاحظہ مفہوم **لا معبود الا اللہ یا لا محبوب الا اللہ یا لا موجود الا اللہ** تحریر ہے لیکن میں اس لئے نہیں بتلایا کرتا کہ اس سے اکثر تشتت ہوتا ہے اور جو اس میں مصلحت رکھی گئی تھی وہ اس تشتت کے مقابلے میں ضعیف ہے۔

تصور بوقت ذکر

ارشاد: تسبیح کے وقت اولیٰ تو تصور کا مذکور کا ہے یعنی حق تعالیٰ کا لیکن اگر یہ خیال نہ جمے تو پھر ذکر کا اس طرح سے کہ یہ قلب سے ادا ہو رہا ہے۔

ذکر بروقت اذان

ارشاد: اذان ہوتے ہوئے ذکر سے رک جانا اولیٰ ہے۔

نماز سے بے رغبتی کا علاج

حال: آج کل عبادات خصوصاً نماز سے بے رغبتی ہو جاتی ہے اور سخت آسکت گھیرتی ہے۔ ایک آدھی بار قضا بھی ہو جاتی ہے۔ ارشاد: یہی صورت ہے کہ اولاً تکلف سے اس کام کو کیا جائے بعد چندے سہولت ہو جاتی ہے نیز اس کی اعانت کے لئے اپنے نفس پر کوئی جرمانہ نقد جو نہ بہت سہل ہو نہ گراں مقرر کیا جائے یا کچھ نوافل ایسی تعداد میں کہ نہ بہت سہل ہوں نہ بہت گراں اپنے ذمہ لازم کی جائیں۔

ذکر نزد مصلی کا حکم

ارشاد: کوئی اگر پاس نماز پڑھتا ہو تو اتنا جہر نہ کرے کہ مصلی کو تشویش ہو یا دوسری جگہ چلا جائے۔

طریقہ ترتیل حافظ کے لئے۔

حال ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتا ہوں تو از بر پڑھنا مشکل معلوم ہوتا ہے اور میں حافظ ہوں۔

ارشاد: معمول تو حسب عادت پڑھتے رہئے کیونکہ اس قدر جلد تغیر مشکل ہے اور تغیر تک ناغہ نامناسب ہے البتہ روزانہ ایک پارہ یا کم خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے اگر از بر نہ پڑھا جائے تو قرآن پاس رکھ لیا اور از بر شروع کیا اور جہاں شبہ ہوا دیکھ لیا امید ہے کہ پندرہ روز میں اصلاح ہو جائے گی۔

ذکر میں عدم لذت انفع ہے

ارشاد: ذکر میں لطف و لذت کا حاصل ہونا ایک نعمت ہے اور نہ ہونا دوسری نعمت ہے جس کا نام مجاہدہ ہے یہ اول انفع ہے گو الذ نہ ہو

موقوف علیہ آثار ذکر

ارشاد: ذکر کا اثر موقوف ہے تقلیل کلام تقلیل اختلاط مع الانام وقلت التفات الی التعلقات پر ان چیزوں کے حصول کے لئے مواعظ کا مطالعہ اور مثنوی کا (گو سمجھ میں نہ آئے) کرنا چاہئے۔

طریقہ حصول جمعیت

ارشاد: اعمال کا انضباط اور ان پر مداومت چاہئے خواہ کچھ کیفیت ہو یا نہ ہو اس لئے ضروری ہے کہ بیٹھ کر بھی کچھ معمول زیادہ مقدر میں رکھا جائے یہی طریقہ جمعیت حاصل ہونے کا ہے۔

ذکر و شغل میں تصور الی السماء کا حکم

ارشاد: ذکر و شغل، تلاوت میں تصور حق تعالیٰ کی جانب بلا تکلف آسمان کی جانب بند ہے تو اس کے دفع کرنے کا قصد بالکل نہ کریں، یہ تصور فطری ہے دفع نہیں ہو سکتا اور کوئی اس سے خالی نہیں۔ لیکن بالقصد ایسا نہ کریں۔

ذکر و نماز میں گدگدی قلب کی علامت بسط کی ہے

ارشاد: ذکر و نماز میں اگر قلب میں گدگدی معلوم ہو تو یہ حالت بسط ہے۔ ذکر میں تو اگر ضبط نہ ہو سکے تو ضبط نہ کرے لیکن نماز میں ضبط رکھے۔

نماز کے اندر نہ ذکر لسانی چاہئے نہ قلبی

ارشاد: نماز میں نہ ذکر لسانی کرے نہ قلبی، خود توجہ الی الصلوٰۃ اس میں مطلوب ہے قلب جاری ہونا کوئی اصطلاح فن کی نہیں مطلوب ذکر میں ملکہ یادداشت ہے خواہ اس کا کچھ ہی نام ہو۔

معمولات کی زیادتی رمضان میں خلاف دوام نہیں

ارشاد: اگر کوئی رمضان شریف تک کے لئے اپنے معمولات بڑھالے اور آئندہ دوام کی امید نہ ہو تو یہ خلاف دوام نہیں۔ کیونکہ اول ہی سے دوام کا قصد نہیں، حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال رمضان میں زیادہ ہو جاتے تھے۔

ضعیف کا عمل قلیل بھی وصول مقصود کے لئے کافی ہے

ارشاد: قوی کے عمل کثیر میں جو اثر ہے ضعیف کے عمل قلیل میں وہی اثر ہے۔ ضعیف کو اسی عمل قلیل سے بھی انشاء اللہ مقصود کے لئے کافی ہے۔

جی لگنے کا قصد وانتظار نہ کرنا۔

توجہ مداومت اختیاری میں کوتاہی نہ کرنا حصول مقصود کے لئے کافی ہے۔

ارشاد: کسی خاص وظیفہ میں یہ کوئی خاص اثر نہیں کہ اس سے عبادت میں جی لگنے لگے اس طرح اس کی اور کوئی تدبیر بھی نہیں اس واسطے محققین کی تعلیم ہے کہ اسکا (یعنی جی لگنے کا) نہ قصد کرے نہ انتظار کرے کام میں لگا رہے اور جتنی توجہ اور مداومت اختیار میں ہے اس میں کوتاہی نہ کرے بس اسی پر تمام برکات مرتب ہو جاتے ہیں۔ جو اس وقت سمجھ میں بھی نہیں آسکتے بعد ترتب نظر آجائیں گے۔

اضافہ معمول بقدر تحمل ونشاط چاہئے

ارشاد: اگر ذاکر کا دل کسی روز معمول سے زیادہ ذکر کرنے کو چاہے تو التزام تو اتنا ہی رکھیں جتنا معمول ہے لیکن حسب نشاط بقدر تحمل اضافہ کر لینا مضائقہ نہیں۔

بال بچوں کے ساتھ گھر رہ کر ذکر نہ ہوتا ہو تو اس کا علاج

ارشاد: اگر بال بچوں کے ساتھ گھر رہ کر ذکر نہ ہوتا ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ بالقصد ایسا اہتمام کرے کہ اگر گھر کے علاوہ دوسری جگہ میسر ہو تب بھی گھر ہی میں ذکر کرے، رائضین کا معمول ہے کہ گھوڑا جس چیز سے چمکتا ہو اس سے دور کرنے کا اہتمام نہیں کرتے کہ ہمیشہ کی مصیبت ہے بلکہ اسی چیز کے سامنے آنے اور دیکھنے کا خوگر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ چمک نکل جاتی ہے۔ البتہ جس جگہ امر مانع ایسا ہو کہ اس سے ملابست کی ضرورت نہ ہوگی۔ وہاں اسلم یہی ہے کہ اس مانع سے مباعدت اختیار کی جائے خوب سمجھ لو۔

مفید ترین ذکر

ارشاد: زیادہ قرب لا الہ الا اللہ میں ہے کہ یہ ماثور ہے۔ اور دوسرے اذکار الا اللہ یا اللہ اللہ مصلحت یکسوئی کے لئے تجویز ہوتے ہیں۔ واقعی تجربہ سے ذکر ماثور اوفق بالطبائع ہے اور اس لئے انفع بھی ہے۔

شغل کی حد

ارشاد: اگر ذکر میں دل لگ جائے تو شغل کی غرض حاصل ہوگئی شغل کی حاجت نہیں۔ اسی لئے ذکر توجہ کے ساتھ صاحب نسبت کے لئے شغل سے مغنی ہے۔

مبتدی کو ذکر اور منتہی کو تلاوت

ارشاد: مبتدی کے لئے ذکر سے زیادہ شغف مناسب ہے منتہی کے لئے تلاوت ہے

ثبوت جواز تہجد در اول شب

ارشاد: فی الدر المختار وصلوٰۃ اللیل الی قولہ ولو جعلہ ثلاثاً فالا وسط افضل وَاَوْ نصافاً فالاخر افضل فی رد المختار. وروی الطبرانی مرفوعاً لا بد من صلوٰۃ بلیل ولو حلب شاۃ وما کان بعد صلوٰۃ العشاء فھو من اللیل و ھذا یفیدان ھذہ السنۃ تحصل بالتنفل بعد صلوٰۃ العشاء قبل النوم ج نمبراص ۷۱۵ اوسط و اخیر کے افضل ہونے سے بھی اول شب میں جواز مفہوم ہوا اور طبرانی کی روایت میں اس کی صاف تصریح ہے اگر کسی کو افضل کی ہمت نہ ہو محض ترک سے جائز ہی پر عمل کر لینا احسن ہے اسی طرح بیداری کا اگر تیقن نہ ہو بعد عشاء سب معمولات کو ادا کر لینا احسن ہے

استغفار و ندامت کی ضرورت

ارشاد: اگر بوجہ کثرت کاروبار کے معمولات و اوراد پورا نہ کر سکے تو جتنا ہو سکے کرتا رہے جو کمی رہ جائے استغفارٌ و ندامت سے اس کی تلافی کرے کام بنانے کے لئے کافی ہے

تمکین کی تعریف اور اس کے حصول کا طریقہ

ارشاد: ذاکر کو انقلابات احوال و کیفیات سے بالکل قطع کرنا چاہئے، مقصود دو امر کو رکھنا چاہئے، دوام اطاعت و کثرت ذکر استقامت کے ساتھ اس طرح مشغول رہنے سے حسب استعداد اخیر

میں مناسب حالت محمود پر قرار ہو جاتا ہے۔ جس کو اصطلاح تصوف میں تمکین کہتے ہیں۔

ورد کا اصلی مقصود عبدیت ہے

ارشاد: ورد سے جو اصلی مقصود ہے وہ خود مرض میں بھی حاصل ہے یعنی عبدیت ہے۔

نفع کے لئے قصد کی ضرورت ہے

ارشاد: صرف دل سے ذکر کرنا بھی نافع ہے جب بقصد ہو، ورنہ بلا قصد نفع مقصود حاصل نہیں ہوتا قلب اور زبان دونوں کو جمع کرنا زیادہ نافع ہے۔

پریشانی کے وجوہ اور اس کے دفعیہ کا طریقہ

ارشاد: دل نہ لگنے کی بہت سی صورتیں ہیں کبھی تو کسی کام کے تعلق کی وجہ سے پریشانی ہو جاتی ہے کبھی کسی عضو میں کچھ مرض ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے دل کی بھی پریشانی ہو جاتی ہے کبھی بھوک کبھی گناہ کا ارتکاب۔ ان اسباب میں جس کا دفعیہ اختیار میں ہو۔ اسے تو دفع کر کے ذکر میں مشغول ہو، بھوک ہو کھانا میسر ہو کھالے، تعلق اگر ناجائز ہے تو چھوڑ دے پھر ذکر میں مشغول ہو اگر اس پر بھی دل نہ لگے تو کچھ پرواہ نہ کرے ذکر کو مقصود سمجھ کر پورا کر لے۔ انشاء اللہ ذکر کی برکت سے حالت کی اصلاح ہو جائے گی۔

طبیعت کا گھبرانا بھی عذر ہے تخفیف تلاوت کے لئے

ارشاد: ذکر و تلاوت میں جب طبیعت زیادہ گھبرانے لگے جلدی ختم کر دیا جائے یہ عذر ہے اور عذر میں احکام کی تخفیف ہو جاتی ہے۔

اذان کا جواب مخل ذکر نہیں

ارشاد: ذکر کی حالت میں اگر اذان ہونے لگے تو ذکر کو موقوف کر کے جواب ہی دینا زیادہ مناسب ہے اور اس کو مخل ذکر نہ سمجھا جائے سنن کی برکت سے ذکر کا معدن منور ہوتا ہے اور اس سے ذکر میں زیادہ اعانت ہوتی ہے۔

کثرت ذکر و اصلاح اعمال رکن طریق ہیں۔

ارشاد: اس طریق میں دو چیزیں ہیں کثرت ذکر اور اصلاح اعمال سو کثرت ذکر تو حالت طالب علمی میں مناسب نہیں اور جو مقصود ہے کثرت ذکر سے وہ ان کو مشغولی علم سے حاصل ہو جاتا ہے بشرط تقویٰ باقی رہا اصلاح اعمال وہ ہر حال میں فرض ہے اور طالب علمی کی حالت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں سو اس

کا سلسلہ شروع کر دینا چاہئے اس کی ترتیب یہ ہے کہ اول قصد السبیل کو دو بار بغور مطالعہ کر کے اس سے جو حاصل طریق کا ذہن میں آوے اس سے اطلاع دے، پھر طریقہ اصلاح کا پوچھے۔

تبدیل معمولات میں تعجیل مناسب نہیں

مدت کے بعد معمول میں دوام کی برکت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے تبدیل تعجیل نہ کی جائے۔

درود کا حکم

ارشاد: حضور کا نام سن کر صلی اللہ علیہ وسلم کہنا ایک مجلس میں ایک ہی بار فرض ہے اس کے بعد پچاس دفعہ بھی آپ ﷺ کا نام مبارک زبان پر آئے یا کان میں پڑے تو بار بار درود فرض نہیں۔ ہاں محبت کا مقتضا یہ ہے کہ ہر بار صلی اللہ علیہ وسلم کہے۔

درود اپنے جذبات کے مطابق ہے

ارشاد: حضور محسن ہیں، اور سب سے بڑے محسن ہیں یہ جان کر خود بخود تقاضا ہوگا کہ حضورؐ کے احسان کا بدلہ کریں جس کا اقل درجہ یہ ہے کہ کم از کم آپ کو دعا دیں پس حضور ﷺ پر درود بھیجنے میں ہم حضور ﷺ پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ اپنے جذبہ شکر کو پورا کرتے ہیں مگر اس پر ثواب کا بھی وعدہ ہے۔ تا کہ ثواب کو سن کر اور زیادہ سہولت ہو جائے۔

درود حق اللہ اور حق العبد دونوں ہے

ارشاد: درود جیسا حق اللہ ہے ویسا ہی حق العبد بھی ہے۔ اسی واسطے اس میں کوتاہی کرنے کا گناہ صرف توبہ کرنے سے معاف نہ ہوگا۔ بلکہ اس کی تلافی توبہ کے ساتھ حضور کو خوش کرنے سے ہوگی جس کا طریقہ یہ ہے کہ کوتاہی ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کرے اور آئندہ درود کی خوب کثرت کرے یہاں تک کہ دل گواہی دے کہ حضور ﷺ خوش ہو گئے ہوں گے۔

درود ایسی طاعت ہے جو کبھی رد نہیں ہوتی

ارشاد: درود ایسی طاعت ہے جو کبھی رد نہیں ہوتی کیونکہ یہ حضور ﷺ کے لئے درخواست رحمت ہے۔ اور حضور حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبوب کے لئے جو درخواست کی جاتی ہے وہ رد نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہم بادشاہ سے شاہزادہ کے متعلق ایسی بات کی سفارش کریں جو بادشاہ خود اس کے لئے کرنے والا ہے تو ظاہر ہے کہ ایسی سفارش کیوں رد ہوگی۔

علامت مقبولیت ذکر

ارشاد: ذکر اللہ سے اگر شوق میں ترقی اور حب الٰہی میں زیادتی ہو تو سمجھ لو کہ ذکر مقبول ہے۔

ذکر کا مقصود اصلی

ارشاد: ذکر اس واسطے مقصود نہیں کہ اس پر کیفیات و حالات کا ترتب ہو بلکہ محض اس لئے مقصود ہے کہ بندہ کے ذکر سے حق تعالیٰ اس کو یاد کرتے ہیں، عاشق کے لئے کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ محبوب اس کو یاد کرے۔

ذکر اللہ مقلل غذا ہے

ارشاد: صوفیہ کے واقعات اس پر شاہد عدل ہیں کہ ذکر اللہ ان کی غذا بن جاتا ہے۔ اور غذائے جسمانی کا کام دیتا ہے۔ اور مشاہدہ ہے کہ ذکر اللہ کرنے والے کی غذائے جسمانی کم ہو جاتی ہے یعنی ذکر اللہ میں مشغول ہونے سے پہلے جس قدر اس کی غذا تھی اس سے کم ہو جائے گی۔

ابتدائے میں توجہ الی اللہ کا طریقہ

ارشاد: توجہ الی اللہ کا طریقہ ابتداء یہی ہے کہ توجہ الی الاسم کی جائے۔

زبان کا ذکر سے بند ہو جانا کبھی غایت قرب کی وجہ سے ہوتا ہے

ارشاد: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غایت قرب کی وجہ سے زبان ذکر سے بند ہو جاتی ہے اس لئے نزع کی حالت میں کوئی مسلمان اگر کلمہ نہ پڑھے تو اس سے بدگمان نہ ہونا چاہئے ممکن ہے کہ اس کی وجہ غایت قرب ہو۔

عشاق ہر وقت نماز میں ہیں

ارشاد: عشاق نماز کے بعد دوسری نماز کی فکر و انتظار میں بیتاب رہتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ نماز کے انتظار میں لگا رہنے والا نماز ہی میں ہے اس لئے عشاق ہر وقت نماز میں ہی ہیں۔

عمل شوق باقی رکھ کر کرو

ارشاد: ان اللہ لا یمل حتی تملوا یعنی عمل شوق باقی رکھ کر کرو۔ اتنا عمل نہ کرو کہ سارا شوق ایک دم ہی سے پورا کر لو۔ عبادت تحمل کے موافق کرو، تحمل سے زیادہ نہ کرو۔

نماز سے عبدیت اور ذکر اللہ سے محبت حق پیدا کرنے کا طریقہ

ارشاد: نماز پڑھتے ہوئے یہ ارادہ ہو کہ ہم نماز اس واسطے پڑھتے ہیں تاکہ عبدیت پیدا ہو، ذکر اللہ اس واسطے کرتے ہیں کہ محبت حق پیدا ہو، تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ قصد اثر سے جو عمل کیا جائے گا، وہ ضرور موثر و نافع ہوگا خواہ اس میں یکسوئی حاصل ہو یا نہ ہو۔ دل لگے یا نہ لگے وساوس آئیں یا نہ آئیں۔

مداومت ومواظبت کے معنیٰ

ارشاد: مداومت ومواظبت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہر وقت اس میں لگا رہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو وقت جس وقت عمل کا مقرر ہے اس وقت وہ عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہی بڑی دولت ہے

ارشاد: اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہی بڑی دولت ہے یہ دولت ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی، ایک صورت قہر نازل ہونے کی یہ ہے کہ خدا کا نام لینے کی توفیق سلب ہو جائے۔

دوبارہ توفیق طاعت دلیل قبول طاعت سابق کی ہے

ارشاد: جس طاعت کے ایک دفعہ کرنے کے بعد دوبارہ اس کی توفیق ہو جائے تو سمجھو کہ پہلی طاعت قبول ہو چکی ہے، یہ علامت قبول ہے اور گو یہ استنباط قطعی نہیں۔ مگر ظاہر عادۃ اللہ اور وسعت رحمت اسی کو مقتضی ہے پس تغلیب رجاء میں یہ بہت نافع ہے جو کہ شرعاً مامور بہ ہے لا یموت احدکم الا وھو یحسن الظن بہ۔ ترجمہ: تم میں سے کسی کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ سے حسن ظن رکھتا ہو۔

اللہ کی یاد کو اپنا مقصود اصلی بنالو۔

ارشاد: اللہ ورسول کا مقصود ہے کہ تم اللہ کی یاد کو اپنا اصلی کام بنالو اور سب کاموں کو تابع بناؤ، حدیث میں ہے لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ اگر زبان سے ہر وقت اللہ اللہ یاد کرنا یاد نہ رہے تو تسبیح یاد میں رکھو اور ریا کا خوف نہ کرو۔ کیونکہ ریا وہ ہے جو قصد و ارادہ سے ہو، اور بلا قصد وسوسہ ریا ہے اور وسوسہ ریا نہیں۔

ذکر ریائی ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ ہے جو پل صراط سے پار کردے گا

ارشاد: حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص ریا سے ذکر کرتا ہے، فرمایا وہ تجھ سے اچھا ہے۔ اس کا بھی ذکر ریائی ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ بن کر اسے پل صراط سے پار کردے گا۔ اور تیرے پاس تو ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی نہیں۔

مبتدی کو تکثیر ذکر اولیٰ ہے تکثیر نوافل وکثرت تلاوت سے

ارشاد: آج کل مبتدی کو تکثیر نوافل سے یکسوئی حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ نماز میں متفرق افعال ہیں جن سے مبتدی کو تشتت ہوتا ہے اور ذکر میں ایک ہی چیز ہے اس میں مبتدی کو جلدی یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے۔ پس صوفیہ تکثیر ذکر کی تعلیم کر کے مبتدی کو تکثیر صلوٰۃ کے قابل بناتے ہیں چنانچہ انتہا میں بجائے ذکر و شغل کے تکثیر نوافل اور کثرت تلاوت رہ جاتا ہے۔

ذکر حقیقی کا معیار

ارشاد: ذکر حقیقی اور ہے اور صورت ذکر اور ہے ذکر حقیقی سارے معاصی سے بچنے اور تمام اوامر کے بجالانے کو مستلزم ہے۔

ذکر قلبی کی تحقیق

ارشاد: متاخرین صوفیہ نے محض ذکر قلبی تجویز کیا ہے وہ بہت اچھی چیز ہے مگر زیادہ دیر تک قائم نہیں رہتا۔ بلکہ کچھ دیر کے بعد دل ادھر ادھر چلا جاتا ہے۔ اور ذاکر یہ سمجھتا ہے کہ میں ذکر میں مشغول ہوں اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ذکر لسان سے بھی کرنا چاہئے اور اسی میں توجہ قلبی رکھنا چاہئے اگر کچھ دیر میں ذکر قلبی نہ رہے گا، تو ذکر لسانی تو باقی رہے گا اور وقت ضائع نہ ہوگا۔ خصوصاً میری اس تحقیق کے بعد کہ جو عمل خالص نیت سے شروع ہو اس کی برکت وانوار مستمر رہتے ہیں گو وہ بہت مستحضر نہ رہے اور گو توجہ باقی نہ رہے۔

ذکر کے درجات

ارشاد: ذکر کا ایک درجہ یہ ہے کہ اللہ کے نام کو یاد کرو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ بواسطہ نام کے ذات کو یاد کرو۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ نام کا واسطہ بھی نہ رہے محض ذات کے ذکر پر قادر ہو جائے۔

ذکر کی حقیقت

ارشاد: معاصی سے جو چیز روکے وہ ذکر اللہ ہی ہے چنانچہ جنت اور دوزخ کی یاد اگر معاصی سے روکے وہ بھی ذکر اللہ ہے اسی طرح مراقبہ اگر ذات معاصی سے روکے ذکر اللہ ہے۔

قلب ذاکر مثل تعویذ ملفوف کے ہے اس لئے پاخانہ میں ذکر قلبی جائز ہے۔

ارشاد: پاخانہ میں دل سے خدا تعالیٰ کی یاد کرنا ہی ذکر حقیقی ہے ممنوع نہیں کیونکہ قلب پاخانہ نہیں ہے چنانچہ صوفیہ کا قول ہے کہ لطیفہ قلب جسم سے باہر ہے۔ وہ دوسرے عالم میں ہے اور اگر کوئی اس تحقیق کو نہ مانے تو وہ کیوں کہہ لے کہ قلب ذاکر مثل تعویذ ملفوف کے ہے، اور تعویذ ملفوف کو پاخانہ میں لے جانا جائز ہے اور گو زبان بھی ملفوظ ہے۔ مگر زبان سے ذکر جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ لبوں اور دانتوں کو حرکت ہو اور جب دندان کی حرکت ہوگی تو زبان مستور نہ رہے گی

ذکر نا جائز کب ہو جاتا ہے

ارشاد: اگر ذکر سے کسی کو تکلیف ہونے لگے کہ نہ زبان سے ذکر کر سکے نہ دھیان سے جیسا کہ امراض جسمانیہ میں ایسا ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ضعف دماغ کی وجہ سے دھیان سے تکلیف ہو جاتی ہے تو اس شخص کو اس حالت میں ذکر جائز نہیں تاکہ ذکر سے نفرت نہ ہو جائے۔

ذکر میں قیود وزوائد کا اہتمام عمل سے زیادہ نہ چاہئے

ارشاد: ایک صاحب نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو مجھ سے فرمایا کہ ذکر نفی و اثبات کر کے دکھلاؤ تو میں نے لا الہ الا اللہ میں مد اور رتی عنق الیمین کر کے باقاعدہ ادا کیا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اتنی دیر میں تو تم کئی دفعہ ذکر کر سکتے تھے جس سے ترقی زیادہ ہوتی ہے، ایک بار میں اتنی دیر کر کے کیوں نقصان کیا، اس کے جواب میں حضرت مولانا مدظلہ العالی نے فرمایا کہ یہ بالکل وہی مذاق ہے جس کو میں اکثر ظاہر کیا کرتا ہوں کہ عمل مقصود ہے اور یہ سب قیود وزوائد ہیں جن کا اہتمام عمل سے زیادہ نہ چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کی وجہ

ارشاد: طاعات کے یاد کرنے سے مقصود یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرو، تاکہ شکر سے تعلق منعم قوی ہو، جب یہ مقصود حاصل ہو گیا تو اب قصداً طاعات کو بھی یاد نہ کرے ورنہ عجب وکبر پیدا ہو

جائے گا۔ انبیاء علیہم السلام کا کمال یہ ہی تھا کہ وہ اللہ کی یاد کو مقصود و بالذات بتاتے تھے۔ ذکر طاعات کو مقصود نہ بناتے تھے اور یہی حکمت ہے آپ کے سہو کی کہ حضور ﷺ کو جو سہو ہوا ہے تو حق تعالیٰ کی طرف سے توجہ کامل کرنے سے ہوا کہ اس وقت آپ کی توجہ نماز کی طرف نہ تھی بلکہ نماز سے اعلیٰ کی طرف تھی یعنی حق تعالیٰ کی طرف۔

ذکر میں کسل کی وجہ سے نیند کا علاج

ارشاد: جو شخص رات بھر سوتا رہے پھر بھی اس کو ذکر میں نیند آئے تو اس نیند کا منشاء کسل ہے اس کو چاہئے کہ جب نیند کا غلبہ ہو ایک سیاہ مرچ چبالے یہ مقوی دماغ بھی ہے اس لئے مضر نہ ہوگا۔

تنگ وقت میں نماز کا طریقہ

ارشاد: نماز کا وقت تنگ ہو گیا تو لازم ہے کہ فرائض و واجبات پر اکتفا کیا جائے اور سنن کو حذف کیا جائے، اس وقت اختصار ہی مطلوب ہے بہت لوگ طلوع آفتاب سے پہلے اٹھ جاتے ہیں۔ مگر علم نہ ہونے کی وجہ سے نماز قضا کر دیتے ہیں۔ ان کی تو نیت ہی دیر میں بندھتی ہے کہ جاننے والا اس میں ایک رکعت پڑھ لے۔

دوستوں کی دل جوئی بھی عبادت ہے

ارشاد: عبادت صرف نفلیں ہی پڑھنے کا نام نہیں ہے دوستوں کی دلجوئی اور ان کے ساتھ باتیں کرنا بھی عبادت ہے

جمعہ و عید میں عطر لگانے کی نیت

ارشاد: جمعہ و عید کے دن عطر اس نیت سے لگانا کہ ہم اللہ میاں کو اچھے لگیں، عین عبادت ہے۔ من تطیب للہ فلہ اجرہ۔

مقدار عبادت میں افراط اور تفریط دونوں معیوب ہیں

ارشاد: عبادت اتنی کرنی چاہئے جس میں کچھ مشقت بھی ہو گو اس قدر زیادہ نہ ہو جو تحمل سے زیادہ ہو جس سے دل اکتا جائے بلکہ امامت میں تو مقتدیوں کے لحاظ سے اختصار کریں اور تنہا ذرا کسی قدر تطویل کیا کریں ہاں اتنی تطویل نہ کریں جو نفس پر زیادہ شاق ہو۔ جس کو نباہ نہ سکیں۔ غرض نہ انقد ہو نہ احمد ہو (انقد اختصار ہے الحمد اور قل ہو اللہ کا جس میں الحمد کا تو الف لے لیا گیا اور الضالین کا نون اور قل ہوا

اللہ کا قاف اور احد کی دال اور الحمد میں ان نفی کا کلمہ ہے یعنی بے حد، غرضیکہ افراط وتفریط دونوں معیوب ہیں۔

رسوخ وپختگی کے حصول کا طریقہ

ارشاد: رسوخ وپختگی کے لئے ضرورت ہے کہ ہرگز کسی وقت بے فکر نہ ہو، اوقات اور نفس کی نگرانی رکھیں۔

ذکر وصلوٰۃ کو رضا وقرب میں زیادہ دخل ہے

ارشاد: جو مقصود اصلی ہے یعنی رضا وقرب اس کے حصول میں ذکر وصلوٰۃ کو زیادہ دخل ہے بہ نسبت مطالعہ کتب کے۔ مطالعہ کتب مقصود بالغیر ہے گولذت مطالعہ ہی میں زیادہ ہو۔ اور ذکر صلوٰۃ مقصود ہے، مقصود بالغیر بقدر ضرورت ہونا چاہئے اور مقصود بالذات مستقلاً یہ ساری خرابی شوق اور ذوق کے مقصود کو سمجھنے کی ہے اور یہی غلطی ہے ظاہر ہے کہ چٹنی میں جتنا لطف ہے غذا میں نہیں، مگر جزو بدن وبدل ما یتحلل غذا ہی بنتی ہے۔

فکر اور ذکر استغراق سے افضل ہیں۔

ارشاد: فکر مقصود بالغیر ہے اور ذکر مقصود بالذات ہے، یہ دونوں استغراق سے افضل ہیں، اس لئے استغراق میں ترقی نہیں اور ان میں ترقی ہے۔

ذکر بالجہر کی اجازت تہجد میں کب ہے

ارشاد: جو جاگنا نہ چاہے تہجد کے لئے اس کے پاس ذکر بالجہر نہ کریں اور جو جاگنا چاہتے ہوں ان کے پاس ذکر بالجہر کی اجازت ہے۔

درود نہ پڑھنے پر حضور ﷺ کی خفگی کی وجہ

ارشاد: جو حضور ﷺ کا نام مبارک سن کا درود نہ پڑھے آپ نے اس شخص کو بددعا دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے نام پر درود نہ پڑھنے سے چونکہ اللہ تعالیٰ کا غصہ اس شخص پر ہوتا ہے اس لئے آپ نے امت کو خدا تعالیٰ کے غضب سے بچایا ہے۔ پس وجہ اس بددعا کی شفقت ہے نہ کہ خود غرضی

مقاصد میں تو مشقت موجب اجر ہے اور طریق میں نہیں

ارشاد: مقاصد میں تو مشقت موجب اجر ہے اور طریق میں نہیں۔ مثلاً ذکر مقصود ہے تو نفس

ذکر میں جو مشقت ہو جیسے دو ہزار کی جگہ چار ہزار دفعہ ذکر کیا جائے یہ مشقت موجب اجر ہے اور ایک مشقت یہ ہے کہ خاص آواز اور خاص ہیئت سے ذکر کیا جائے، سو یہ محض طریق ہے اس میں مشقت باعث اجر نہیں۔

ذکر میں جہر کا ثبوت اور مصالح

ارشاد: اگر مقصود نفس ذکر ہو اور جہر اعتدال سے ہو اور یہ مصلحت دفع خواطر و حصول جمعیت و سکون قلب ہو تو وہ بدعت نہیں بلکہ ایسا جہر شریعت سے ماذون فیہ بلکہ حدیث میں وارد ہے چنانچہ حدیث **تعجون الی بالدعاء** سے جہر کا ثبوت ہو رہا ہے۔

اسم ذات کا مقصود مدلول کا رسوخ فی القلب ہے اس لئے بحکم ذکر ہے

ارشاد: محققین صوفیہ نے اس راز کو سمجھا کہ اللہ اللہ کرنا گو ذکر نہیں مگر مقصود کے لئے تیار ہونا ہے اس واسطے بحکم ذکر ضرور ہے اور اصلی مقصود اس ذکر سے اس کے مدلول کا رسوخ فی القلب ہے اور قاعدہ ہے کہ رسوخ کے لئے تکرار موثر ہوتا ہے اور اس کیلئے تجربہ کافی ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ رسوخ کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جائے وہ طریقہ سنت سے ثابت ہو۔

ذکر میں صدق و خلوص کا طریقہ

ارشاد: محققین کا قول ہے کہ حق تعالیٰ کے صفات و کمالات خود ایسے ہیں کہ اس کا کمال اس کو مقتضی ہے کہ ان کی طرف توجہ کی جائے اور ان کی یاد دل میں بسائی جائے کسی وقت ان سے غافل نہ ہو، اگر چہ وہ ہماری طرف توجہ بھی نہ فرمائیں، اگر چہ ہمارے ذکر پر کوئی ثمرہ عاجلہ مرتب نہ ہو چہ جائیکہ ایک دوسرا مقتضی بھی موجود ہے، یعنی ان کا بندہ کی طرف توجہ فرمانا چنانچہ ارشاد ہے **فاذکرونی اذکرکم من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا الخ** بلکہ بغیر تمہاری توجہ کے توجہ فرماتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے **ان لربکم فی دھرکم نفحات (توجہات) الا فتعرضوا لھا**۔ یعنی تمہارے رب وقتاً فوقتاً تمہاری طرف توجہ فرماتے رہتے ہیں، اس لئے تم کو ان کی طرف دائمی توجہ رکھنا چاہئے۔

رسوخ ذکر کا اعلیٰ درجہ اس کے تحصیل کا طریقہ

ارشاد: رسوخ ذکر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ذات بحث کا تصور راسخ ہو جائے اور یہ پیدا ہوتا ہے کثرت ذکر سے مع تصور ذات بحت کے، اور اگر ذکر میں بھی صرف اسم ذات کا اختیار کیا جائے تو اہل طریق کے تجربہ سے اس تصور کا زیادہ معین ہوتا ہے۔

مشاہدہ اور معائنہ کا مطلب

ارشاد: صفات کی طرف توجہ کرنے کو اصطلاح میں مشاہدہ کہتے ہیں اور ذات بحت کے تصور کرنے کو معائنہ کہتے ہیں۔

دعاء و متعلقات دعاء

حال: اب پروردگار عالم ساتھ ایمان کے بلالیں، بلا بصارت زندگی بے کار ہے، تلاوت و مواعظ وغیرہ سے محرومی کا سخت رنج ہے۔

صحت کی دعا سنت اور علامت عبدیت ہے
صبر کا اجر عمل کے اجر سے بڑھ جاتا ہے۔

ارشاد: صحت کی دعاء تو سنت ہے اور علامت عبدیت کی ہے مگر یہ کہنا کہ اب پروردگار عالم کے ساتھ ایمان کے بلالیں بلا بصارت زندگی بے کار ہے، یہ نہایت بے ادبی ہے اور بعید از عبدیت ہے۔ ہم کو رائیں لگانے کا کیا حق ہے۔ حضرت حق سے جو پیش آئے خیر ہے تلاوت و کتب بینی میں ثواب اور رضا منحصر نہیں، اول تو صحت کی حالت میں تطوع پر مداومت کرنے والے کو مرض میں بدون عمل کئے بھی ثواب عمل سابق کا ملتا ہے۔ دوسرے بعض اوقات صبر کا اجر عمل کے اجر سے بڑھ جاتا ہے البتہ بینائی کی دعاء خود رائی نہیں اس کی اجازت ہے، دعاء مانگے اور دل سے مانگے اور ساتھ میں یہ سمجھے کہ اگر اس کے خلاف واقع ہوا وہ بھی خیر ہے، اس پر بھی راضی رہے۔

حال دعاء فرمادیں کہ دنیا کے مطالب پورا کریں، یا نہ کریں، لیکن مقصود حقیقی یعنی۔ رضائے مولیٰ ہمیشہ نصیب رکھیں۔

مقاصد دنیویہ کی دعاء نہ مانگنا بے ادبی ہے

ارشاد: یہ کہنا بے ادبی ہے ہم کو دنیا کے مطالب کی بھی حاجت ہے، دعا یہ کرنا چاہیے کہ دارین کے مطالب پورے ہوں۔

حال: اللھم اتنا فی الدنیا حسنة الخ ایک جامع دعا ہے اس کے علاوہ بہت سی دعائیں ہیں، اب میں خیال کرتا ہوں کہ جب ہم نے ایک باغ مانگ لیا ہے جس میں گلاب، لیمچہ نارنگی وغیرہ کل

اشیاء موجود ہیں پھر علیحدہ علیحدہ لیموں نارنگی مانگنے کیا ضرورت ہے

خاص خاص دعاؤں کے مانگنے میں خشوع وخضوع زیادہ ہوتا ہے

ارشاد: حق تعالیٰ کے دربار میں خشوع وخضوع بڑی چیز ہے، تجربہ یہ ہے کہ خاص خاص چیزوں کے مانگنے میں زیادہ خشوع ہوتا ہے۔ اس واسطے احادیث میں جامع دعاؤں کے علاوہ خاص خاص مقاصد کی بھی دعائیں آئی ہیں۔

دعا وسفارش بدرگاہ حق مال وجان سے بھی بڑھ کر ہے۔

حال: جب اور جس وقت ارشاد عالی ہو یہ غلام خدمت عالی میں جان ومال سے حاضر ہے۔

ارشاد: میں تو ان سب سے بڑھ کر چیز چاہتا ہوں یعنی دعا وسفارش بدرگاہ حق

درود شریف اپنی دعا کی قبولیت کیلئے پڑھنا خودغرضی نہیں ہے

ارشاد: دینی غرض، خود غرضی، مذموم میں داخل نہیں اور دعا دین اور طاعت ہے پس اس کے مقبول ہونے کے لئے درود شریف پڑھنا دینی غرض کے لئے ٹھہرا، جو عین مطلوب ہے، ذرا بھی اس میں ناپسندیدگی نہیں اور خلاف خلوص نہیں۔

حال دنیوی امور میں دعا کرنے سے جی ڈرتا ہے کہ کہیں خدا تعالیٰ کی مصلحت کے خلاف دعا مانگ کر اپنے کو خرابی میں نہ ڈال لوں۔

جہاں اذن شرعی ہو دعا سے نہ رکیں

ارشاد: جہاں ایسا ہوگا خود حق تعالیٰ اس کو واقع نہ فرمائیں گے اور اگر عدم جواز کا شبہ ہو تو سمجھ لیجئے کہ آپ اپنے نزدیک خیر سمجھ کر مانگ رہے ہیں۔ اور اس کے شر ہونے پر کوئی دلیل بالفعل نہیں اس لئے شرعی اذن ہے اور اذن شرعی کے بعد کوئی وجہ شبہ کی نہیں۔

دعا میں دل نہ لگنے اور تقاضائے عجلت کا علاج

ارشاد: دعا میں اگر دل نہ لگے اور تقاضا عجلت کا کرے تو دیر تک باوجود دل نہ لگنے کے دعاء کیا کرے۔ اس سے دل لگنے لگے گا۔

امتنی مسکیناً میں مسکیناً کے معنی

ارشاد: اللھم امتنی مسکیناً۔ اگر یہ دعا نافع عام نہ ہوتی تو حضور اقدس ﷺ اس کا اعلان

نہ فرماتے۔ پس یہ یقیناً یہ کسی حال میں مضر نہیں اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ مسکین سے مراد حالاً نہیں اخلاقاً ہے

امور دنیویہ کے لئے بھی دعا عبادت ہے

ارشاد: چونکہ آسائش دنیا کو جمعیت اور سکون قلب میں بڑا دخل ہے اس لئے اس کو بھی خوب مانگنا چاہئے امور دنیا کے لئے بھی دعا سے نہ رکنا چاہئے۔ امور دنیویہ کے لئے بھی دعا عبادت ہے

طاعات میں طلب ثواب اور دعا میں طلب اجابت افتقاد ہے

ارشاد: طاعات میں طلب ثواب اور دعاء میں طلب اجابت یہ افتقاد ہے کہ ہم کو کوئی درجہ استغناء کا حاصل نہیں حتیٰ کہ جن چیزوں کا آپ نے ہم کو محتاج بنایا ہے، ہم ان کے محتاج ہو کر ان کو طلب کرتے ہیں۔ اور یہ محض عبدیت ہے ومن ثم قال صلی الله علیه وسلم فی حمد الطعام غیر مودع منه و لا مستغنی عنه ربنا. وقال الله تعالیٰ بعد ذکر الجنة وفی ذلک فلیتنا فس المتنافسون اور جو بعض بزرگوں کی حکایت سے استغنا ثابت ہوتا ہے وہ ان کے حال ناقص سے ناشی ہے اور وہ حجت نہیں، گو معذور ہوں، وشتان بین من هو ملام و بین من هو غیر ملام

شرط دعاء برائے کیفیات

ارشاد: کیفیات کے لئے دعا کرنا مضائقہ نہیں بشرطیکہ عدم اجابت سے ذرا قلق نہ ہو، باقی کوئی تدبیر نہ کرے۔

کون سی کیفیت قابل اتباع ہے

حال: جب نماز کے بعد دعا دنیا کے لئے مانگتا ہوں تو عظمت خداوندی ایسی طاری ہوتی ہے کہ باوجود شدت ضرورت دنیوی حاجت کے دعا نہیں مانگی جاتی باوجودیکہ جانتا ہوں کہ تسمہ نعل بھی اسی سے طلب ہونا چاہئے۔

ارشاد: کیفیت وہ قابل اتباع ہے جس کے غلبہ کے وقت اس کے ضد کا خطور نہ ہو اور جب ان کی ضد بھی متحضر ہو، اور وہ اقرب الی السنۃ ہو تو وجدانیات کے اتباع سے سنن کے اتباع کو ترجیح و تقدیم ہے۔

سب مقاصد کے لئے دعا

ارشاد: سب مقاصد کے لئے یہ شعر ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھ لیا کریں۔

فسهل يا الهی کل صعب　　بحرمة سيد الابرار سهل

ظاہراً دعا کے عدم قبولیت کا راز

ارشاد: اگر دعا قبول ہونے میں دیر ہو قبول کے آثار معلوم نہ ہو تو گھبراؤ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر بات کو اچھی طرح جانتے ہیں یعنی وہ ہر چیز کی مصلحت کو تم سے زیادہ جانتے ہیں، بس اس بات کو بھی وہی خوب جانتے ہیں کہ یہ نعمت موہوبہ (جس کی تم درخواست کر رہے ہو) تمہارے لئے مناسب ہے یا نہیں اور مناسب ہے تو کس وقت اور کس حالت میں مناسب ہے۔

عارف کی دعاء کا منشاء

ارشاد: عارف کو دعا سے بجز دعاء کے اور کچھ مقصود نہیں تو اس کی دعا ہر حال میں مستجاب ہے کیونکہ مدعاء ہر حال میں حاصل ہے کبھی حق تعالیٰ عارف کی زبان سے دعاء اس لئے نکلواتے ہیں کہ ان کی باتیں سنیں، ان کا عجز و نیاز دیکھیں۔

ہماری سب دعائیں بالمعنی الاعم قبول ہوتی ہیں

ارشاد: حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ دعائیں سب قبول ہوتی ہیں پھر کبھی تو وہی مل جاتا ہے جو مانگا تھا۔ اور کبھی اس سے افضل چیز عطا ہوتی ہے اور کبھی دنیا میں کچھ عطا نہیں ہوتا بلکہ اس کا اجر آخرت میں جمع کر کے اس کو دیا جائے گا، اس وقت ثواب کو دیکھ کر آپ تمنا کریں گے کاش ہماری سب دعائیں آخرت ہی میں ذخیرہ رہتیں۔ دنیا میں ایک بھی نہ ملتی پس یقین کر لینا چاہئے کہ ہماری سب دعائیں بالمعنی الاعم قبول ہوتی ہیں۔

ثمرات آجلہ و عاجلہ کے لئے دعاء کے شرط جواز

ارشاد: اعمال اختیاریہ کا اہتمام واجب ہے اور ثمرات آجلہ یعنی جزا کے لئے دعا بھی جائز ہے اور اہتمام بھی واجب ہے۔ اور احوال اختیاریہ یعنی ثمرات عاجلہ کے لئے صرف دعا جائز ہے اور اس کے علاوہ کسی قسم کا اہتمام جائز نہیں۔ اور دعا بھی اس شرط سے جائز ہے کہ عدم عطا پر دل سے راضی رہے۔

دعا کا امتیاز دوسرے عبادات سے

ارشاد: دعا میں ایک امتیاز یہ ہے کہ دین و دنیا دونوں منافع کو جامع ہے یعنی تدابیر دنیا میں سے یہ بھی ایک تدبیر ہے اور سب سے بڑی تدبیر ہے۔ اور دوسرا امتیاز یہ ہے کہ دعا ہر حال میں (گو دنیا ہی مانگی جائے بشرطیکہ ناجائز اور حرام شے کی دعاء نہ ہو، ثواب و عبادت ہے، دیگر عبادات میں اگر دنیا کی آمیزش ہو جائے تو وہ عبادت نہیں رہتیں۔ اور اگر مقصود ہی دنیا ہو۔ پھر تو بطلان عبادت ظاہر ہے مگر دعاء سے اگر دنیا ہی مطلوب ہو جب بھی وہ عبادت ہے کیونکہ دعاء میں عبادت کی شان ہر حالت میں باقی رہتی ہے۔

دعا کی فضیلت عقلاً

ارشاد: ہر تدبیر میں انسان اپنے جیسے عاجز کے سامنے احتیاج کو ظاہر کرتا ہے۔ خواہ قالاً یا حالاً اور دعاء میں ایسے سے مانگتا ہے جو سب سے زیادہ کامل القدرۃ ہے اور جس کے سب محتاج ہیں اور عقل سے پوچھو تو وہ یہی کہے گی کہ جو سب سے قادر تر ہے اسی سے مانگنا اکمل وانفع ہے پس یقیناً یہ تدبیر (دعا) ہر تدبیر سے بڑھ کر ہے کیونکہ اور تدابیر بھی حق تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے ہی کامیاب ہو سکتی ہیں تو جو شخص حق تعالیٰ سے مانگے گا وہ ضرور کامیاب ہوگا۔

اجابت کے دو معنی ہیں

ارشاد: اجابت کے دو معنی ہیں۔ ایک درخواست کا لے جانا یہ بھی ایک قسم کی منظوری اور بڑی کامیابی ہے اگر کوئی طبیب سے درخواست کرے کہ میرا علاج مسہل سے کر دیجئے تو اصل منظور تو علاج شروع کر دینا ہے گو مسہل نہ دے اور دوسری منظوری مسہل دینا ہے اس میں یہ شرط ہے کہ طبیب بھی مصلحت سمجھے

دعا میں دل بستگی کا سہل طریقہ

ارشاد: دعاء میں اگر دل نہ لگتا ہو تو اس طرح سمجھا دے کہ دنیا میں نفع موہوم پر بھی ہمت سے کام کر لیتے ہیں گو آخر میں خسارہ ہی ہو جائے اور خسارہ کا خطرہ بھی ہوتا ہے جیسے تجارت وغیرہ میں احتمال ہے اور دعاء میں تو خسارہ کا احتمال ہی نہیں، پھر اس میں کوتاہی کیوں کی جاتی ہے۔

دعاء حق تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کرنے کا سہل طریقہ

ارشاد: دعاء میں ایک خاص بات اور ہے وہ یہ کہ دعا کرنے سے بندہ کو حق تعالیٰ سے خاص

تعلق پیدا ہو جاتا ہے، جس وقت آدمی دعاء کرتا ہے اس وقت غور کر کے ہر شخص دیکھ لے کہ اس کو اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق محسوس ہوگا۔ پس دعاء کے بعد اگر مطلوب بعینہ حاصل نہ ہو تو یہ بات تو اسی وقت حاصل ہو جائے گی کہ دل میں قوت اور اطمینان حاصل ہوگا، اور یہ برکت اس کی ہے کہ دعاء سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندہ کو تعلق ہو جاتا ہے

اور عشاق کو ہر دعاء سے صرف تعلق مع اللہ مطلوب ہے

از دعائے نبود مراد عشاق — جز سخن گفتن باآں شیریں دہاں

اسی لئے عشاق کو دعا قبول ہونے یا نہ ہونے پر کبھی التفات نہیں ہوتا پس حق تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کرنے کا سہل طریقہ دعاء ہے بغیر اس کے خاص تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف ہوائی تعلق ہوتا ہے

دعاء کی کوتاہی کا عملی علاج

ارشاد: دعاء کی کوتاہی کا عملی علاج یہ ہے کہ ہر ہر حاجت میں (خواہ گھر میں نمک ہی نہ ختم ہو گیا ہو یا جوتے کا تسمہ ہی نہ شکست ہو گیا ہو) دعا کریں اور اس کے ساتھ تدبیر بھی کرو، کیونکہ تدبیر شاہد ہے اور شاہد سے تسلی زیادہ ہوتی ہے۔

دعاء کا درجہ

ارشاد: اور دعا کو تدبیر کہنا تو برائے ظاہر ہے۔ ورنہ حقیقت میں اس کا درجہ تدبیر سے آگے ہے، دعاء کو تقدیر سے زیادہ قرب ہے کیونکہ اس میں اس ذات سے درخواست ہے جس کے قبضہ میں تقدیر ہے۔

معمولی چیز بھی خدا ہی سے مانگو

ارشاد: معمولی چیز بھی خدا ہی سے مانگو اور یہ نہ سمجھو کہ چھوٹی چیز مانگنے سے حق تعالیٰ ناخوش ہونگے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے نزدیک ہر بڑی چیز چھوٹی ہی ہے، ان کے نزدیک عرش اور نمک کی ڈلی برابر۔

دعاء کا حسی اثر

ارشاد: دعاء سے یہ اثر ہر شخص کو فوراً محسوس ہوگا کہ پریشانی رفع ہو جائے گی، اور باطنی نفع یہ محسوس ہوگا کہ حق تعالیٰ سے قرب خاص مشاہد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے جی لگے گا، اللہ تعالیٰ کی یاد سے وحشت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے بُعد نہ ہوگا۔

دعا بھی اعلیٰ تدبیر ہے اور اس کی خاصیت

ارشاد: صاحبو دعاء بڑی چیز ہے دعاء میں خاصیت ہے کہ اس سے تدبیر ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے، کم از کم دعاء سے یہ فائدہ تو ضرور ہوتا ہے کہ دل میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اور قلب کو راحت و سکون ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی تو مطلوب ہے، کیونکہ دنیا کی تمام تدابیر سے راحت قلب ہی تو مقصود ہے۔

دعاء کا ایک نفع

ارشاد: دعاء میں ایک نفع یہ ہے کہ یہ حق تعالیٰ کے یہاں معذور سمجھا جائے گا، کیونکہ جب اس سے سوال ہوگا کہ تم نے حق کا اتباع کیوں نہیں کیا یہ کہہ دے گا کہ میں نے طلب حق کے لئے بہت سعی کی اور اللہ تعالیٰ تو ایک ہی تھے۔ میں نے ان سے بھی عرض کر دیا تھا کہ مجھ پر حق واضح کر دیا جائے۔

دعاء بھی ذکر ہی ہے فاجر کے حقوق سے بریت کی دعاء

ارشاد: دعاء بھی ذکر کی ایک فرد ہے۔

ارشاد: **اللھم لا تجعل لفاجر عندی نعمة اکا فیه بھافی الدنیا والآخرہ** اس میں نعمت سے مراد حق ہے، یعنی میرے ذمہ اس کا کوئی حق نہ رہ جائے۔

استجابت کے معنی

سوال: ادعیہ تعوذ میں دعوۃ لا یستجاب بھا وارد ہے، سو تعوذ تو امر مذموم و مضر سے ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ دعاء خواہ مستجاب ہو یا نہ ہو اسکی حکمت تذلل و افتقار جو بہر حال مطلوب و محمود ہے حاصل ہو ہی جاتی ہے۔ پھر تعوذ کیا معنی۔

ارشاد: یہ شبہ پیدا ہوا ہے استجابت کے معنی نہ جاننے سے سو استجابت خاص اسی حاجت کو پورا ہونا نہیں ہے، بلکہ **توجه الیٰ الحق الی العبد برحمته خاصۃ** اس کی حقیقت ہے۔ پس عدم استجابت اس کا عدم ہے اور وہ قابل تعوذ ہے۔

آمین کا حکم

ارشاد: آمین تو دعا ہے اور دعاء کا خاص لب ولہجہ عاجزی و نیازمندی کا ہونا چاہئے۔

-----------☆☆☆-----------

مراقبات

دفع رغبت الی المعاصی کا مراقبہ

ارشاد: اگر رغبت الی المعاصی کی کثرت ہو تو یاد کر کے ایسے وقت میں عقوبت دوزخ کو یا حق تعالیٰ کے بصیر ہونے کو یاد کر لیا کرو، چند بار ایسا کرنے سے یہ مانع ہو جایا کرے گا۔

مراقبہ موت کی تعدیل

ارشاد: مراقبہ موت و مابعد الموت سے جو خوف پیدا ہوتا ہے عین مطلوب ہے کہ معین آخرت ہے، لیکن اگر اس کے قصداً استحضار سے کوئی مرض جسمانی ہونے کا خوف ہو تو روزانہ نہ کریں گاہ گاہ جب غفلت محسوس ہو کر لیں۔

مراقبہ دفع معاصی

ارشاد: گناہ کا علاج بجز ہمت کے کچھ نہیں ہے اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے سوچنا یہ ہمت کو قوی کرے گا۔

مراقبہ میں جی نہ لگنے کی تعدیل

ارشاد: اگر مراقبہ میں جی نہ لگے تو ایک دن مراقبہ کرو۔ ایک ناغہ کرو۔

مراقبہ عذاب آخرت

ارشاد: عذاب آخرت کا سوچنا تمام پریشانیوں سے نجات دینے والا ہے۔ اس سے کلفت اور کدورت نہیں ہوتی بلکہ اس فکر سے قلب میں نورانیت و انشراح ہوتا ہے۔ جس کا راز یہ ہے کہ اس فکر سے قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور تعلق ہو جاتا ہے اور تعلق مع اللہ تمام پریشانیوں سے نجات دینے والا ہے، حدیث میں ہے۔ **من جعل الهمرم هما واحداً هم اخرته كفا الله هم دنياه ومن تشعبت الهموم احوال الدنيا لم يبال الله فى اى اوديتها هلك الخ**

مراقبہ تفویضیہ، توحیدیہ، عشقیہ، عبدیہ، (مراقبہ قدسیہ)

ارشاد: یہ مراقبہ اور استحضار کہ ہم کون ہیں اپنے اندر تصرف کرنے والے یا تجویز کرنے والے

محبوب حقیقی ہی کو حق ہے تصرف اور تجویز کا اور وہ جو تصرف اور تجویز فرماتے ہیں سب خیر محض ہے گو اس وقت ہماری سمجھ میں نہ آئے بعد میں آ بھی جاتا ہے البتہ جن اعمال کا ہم کو امر فرمایا ہے وہ خود ان کا تصرف ہے اس کا اہتمام یہ اپنا تصرف نہیں ان ہی کے تصرف کو تسلیم کرنا ہے اور اس کے ساتھ اس یقین کا تازہ اور قوی کرنا کہ اگر ان کے کسی تصرف سے جس کا بندہ کو تحمل نہ ہو سکے صحت برباد ہو جائے بلکہ جان بھی ختم ہو جائے تو ایسا تصرف سب سے بڑی رحمت ہے۔

عاشقاں جام فرح آنگہ کشند ۔۔۔ کہ بدست خویش خوباں شان کشند

ہمچو اسمٰعیل پیشش سر بنہ ۔۔۔ شاد و خنداں پیش تیغش جان بدہ

تا بماند جانت خنداں تا ابد ۔۔۔ ہمچو جان پاک احمد یا احد

آں کسے را کش چنیں شاہے کشد ۔۔۔ سوئے تخت و بہترین جائے کشد

نیم جاں بستاند و صد جان دہد ۔۔۔ آنچہ در وہمت نیابد آں دہد

گر ندیدے سود او در قہر او ۔۔۔ کے شدے آں لطف مطلق قہر جو

طفل می لرزد زنیش احتجام ۔۔۔ مادر مشفق دراں غم شاد کام

نیز یہ بھی پیش نظر رکھا جائے۔

زاں بلاہا کانبیا برداشتند ۔۔۔ سر بچرخ ہفتمیں افراشتند

نیز اس کو بھی ملاحظہ کیا جائے

تو بیک زخمے گریزانی زعشق ۔۔۔ تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

در بہر زخمے تو پر کینہ شوی ۔۔۔ پس کجا صیقل چو آئینہ شوی

اور اپنے لئے یہ مذہب اختیار کیا جاوے۔

چیست تعظیم خدا افراشتن ۔۔۔ خویشتن را خاک وخارے داشتن

چیست توحید خدا افراشتن ۔۔۔ خویشتن را پیش واحد سوختن

گر ہمی خواہی کہ بفروزی چو روز ۔۔۔ ہستی ہمچوں شب خود را بسوز

اور ان مراقبات تفویضیہ، توحیدیہ، عشقیہ، عبدیہ کی تعدیل کے لئے کہ بعض اوقات ان مراقبات سے دعویٰ و عجب و استغناء کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ عمل دعاء والتجاء و ابتہال کا التزام بھی بلکہ ان مراقبات سے زیادہ رکھا جائے کہ یہ بھی تفویض کا ایک شعبہ ہے۔ (جیسا اوپر اعمال مامور بہا کے اہتمام میں اس کی تقریر گذری ہے) اعمال کی طرح دعاء بھی مامور بہ ہے، یہ امر (دعاء) عبد کو عبد میں ایک تصرف

ہے۔ اس کا اختیار کرنا اس تصرف کو تسلیم کرنا ہے اور یہی تفویض ہے انشاء اللہ یہ نسخہ تمام جسد وروح کی اصلاح کے لئے کافی ہوگا۔ فخذوہ وکلوہ هنیا مرئیا واللہ الشافی الکافی

مراقبہ ارض کا حاصل

ارشاد: ہماری اصل تو خاک ہے لہٰذا ہم کو خاک بن کر رہنا چاہئے۔ مٹی ہو کر تکبر کرنا نہایت ہی نازیبا ہے پھر آخر میں بھی ہم مٹی ہی میں ملنے والے ہیں، یہ جسم سب خاک خوردہ ہو جائے گا اور ایک دن ہم کو زمین کے اوپر سے اس کے اندر پہنچ جائیں گے تو اس کے لئے ہم کو ایسے اعمال کرنا چاہئے جو اس وقت کارآمد ہوں۔ اس مراقبہ کو اصلاح حال میں بہت ہی تاثیر ہے

سفر آخرت کا مراقبہ سفر دینویہ سے

ارشاد: جس طرح اسفار دینویہ میں موانع سفر سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ اتفاقیہ نقصان پر طبیعتوں میں آثار غم پاتے ہیں۔ اور جو امور معین ہوتے ہیں ان کی طرف رغبت کرتے ہیں، اسی طرح ہم کو چاہئے کہ اپنی ہر ہر نقل و حرکت کو تنقیدی نظر سے دیکھیں کہ آیا یہ ہمارے سفر آخرت کے واسطے عائق ہے یا معین، اگر کوئی حالت یا فعل ہمارا مانع سفر ہے تو اس سے احتراز کریں اور جو امور اس سفر میں ہمیں معین ہیں۔ رغبت کے ساتھ بطیب خاطر اختیار کریں، یہ خیال رکھیں کہ کہیں کوئی خار راہ ہمارے اس شاہراہ پر رونما نہ ہو۔

خودداری کا علاج

ارشاد: اپنے عیوب اور اپنا ہیچ ہونا اور فنا ہو جانا سوچا کرے یہ ہے علاج خودداری کا۔

ہر شے کے واسطہ وصول ہو جانے کا مراقبہ

ارشاد: اگر اس طرح مراقبہ کرو کہ یہ سارے حوادث (یعنی موجودات، زمین و آسمان، چاند و سورج، ستارے، پہاڑ وغیرہ) موصل الی المحدث (الخالق) اور یہ سارے مصنوعات مراۃ جمال صانع ہیں تو اس حیثیت سے تمام عالم میں کوئی شے غیر نہیں کیونکہ ہر شے واسطہ وصول ہے قال شیخ الشیرازی

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

مراقبہ رویۃ اللہ کا نفع

ارشاد: جو شخص ہر وقت اس بات کو پیش نظر رکھے گا کہ حق تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں وہ تکبر نہ کر

سکے گا نہ غصہ بیجا، نہ گناہ صغیرہ نہ کبیرہ۔

ایک وقت موت کے مراقبہ کا رکھو

ارشاد: ایک وقت موت کے سوچنے حالات قبر کے سوچنے اور قیامت کے سوچنے کے لئے مقرر کرو۔ اور باقی اوقات میں ذکر اللہ میں مشغول رہو، اسی فکر کا نام مراقبہ ہے۔

مراقبہ سفر آخرت برائے زوال رضا بالدنیا واطمینان بہا

ارشاد: خدا کا راستہ طویل ہے اور ہم اس پر چل رہے ہیں تو ہم ہر وقت سفر میں ہوئے۔ اے صاحب جس کو ہر وقت سفر در پیش ہو۔ وہ کیونکر مطمئن ہو کر بیٹھ سکتا ہے اور جس کے سامنے اتنا لمبا سفر ہو وہ کیونکر دل کھول کر ہنس سکتا ہے اسی لئے حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت اسی باب میں اس طرح بیان کی گئی ہے کان دائم الفکرة متواصلا لاحزان کہ آپ ہمیشہ فکر و سوچ اور رنج و غم میں رہتے تھے اور اسی فکر و غم کا یہ اثر تھا کہ آپ کبھی کھل کر ہنستے نہ تھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ جل ضحکه التبسم کہ آپ کا بڑا ہنسنا یہ ہوتا تھا کہ تبسم فرما لیتے تھے۔ اور وہ بھی ہماری خاطر سے تاکہ لوگوں کا کلیجہ پھٹ نہ جائے اور وہ یوں نہ کہیں کہ جب حضور ہر وقت غمگین رہتے ہیں تو ہمارا کہاں ٹھکانہ ہے لوگ اس سے مایوس ہو جاتے۔ پس انسان کو چاہئے کہ یہ تصور پیش نظر رکھے کہ میں ہر وقت سفر میں ہوں۔ جس کے لوازم میں سے ہے بے چینی اور عدم اطمینان کیونکہ مسافر کو منزل پر پہنچنے سے پہلے اطمینان نہیں ہوا کرتا بلکہ مسافر کیلئے غیر منزل کے ساتھ اطمینان اور رضا موانع سفر سے ہے، جو مسافر غیر منزل سے دل لگالے گا اور اسی میں قیام کر کے بےفکر ہو جائے گا یقیناً منزل پر نہ پہنچ سکے گا۔

مراقبہ عظمت حق وقدرت حق

ارشاد: جس پر عظمت حق وقدرت حق کا انکشاف ہو گیا ہے ان کو باوجود مغفرت ذنوب کے بھی جہنم سے؛ اطمینان نہیں، اسی لئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لو علمتم ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبیکتم کثیرا یعنی اگر تم وہ باتیں جانتے جو مجھے معلوم ہیں تو بہت کم ہنستے اور زیادہ رویا کرتے، اس جگہ کم ہنسنے کے یہ معنی ہیں کہ بالکل نہ ہنستے جیسا اردو میں آپ کہا کرتے ہیں کہ میں ایسا روگ کم پالتا ہوں (یعنی نہیں پالتا)

مراقبہ برائے قطع مسافت آخرت

ارشاد: آپ ہر وقت سفر میں ہیں تو آپ کو سفر کے لئے فکرمند اور بے چین رہنا چاہئے بے فکر نہ ہوں بلکہ برابر عمل میں لگے رہئے اور اپنی طرف سے راستہ قطع کرنے کی برابر ہمت کیجئے۔ پھر اللہ تعالٰی کی عنایات واعانات کا لطف دیکھئے کہ وہ کیونکر طویل مسافت کو قصیر اور دشوار گذار طریق کو پھولوں جیسا ہلکا بنا دیتے ہیں۔ اگر کبھی سستی ہو جائے تو پھر از سر نو تجدید کی فکر کیجئے اگر گناہ ہو جائے فوراً توبہ کر لیجئے اس سے پھر بندہ راستہ ہی پر آجاتا ہے۔

مراقبہ ترغیب مجاہدہ

ارشاد: صاحبو! اپنے وطن کو جا رہے ہو اور اتنی سست رفتار کہ بیٹھ بیٹھ کر چل رہے ہو۔ اصل مکان کی طرف تو جانور بھی تیزی سے چلتے ہیں۔ بیلوں کو دیکھئے کہ وطن کی طرف کس شوق سے قدم اٹھا کر چلتے ہیں۔ حیرت ہے کہ آپ انسان ہو کر بھی اپنے اصلی وطن کی طرف تیزی کے ساتھ قدم نہیں اٹھاتے۔ صاحبو! سستی نہ کرو، تیزی کے ساتھ چلو، تمہارا اصلی وطن اصلی مستقر آگے ہے۔ تم دنیا میں کہاں پھنسے رہ گئے اس کے ساتھ کیوں دل لگایا۔

مراقبات کا مقصود

ارشاد: مراقبات کا یہ نفع نہیں ہے کہ ان سے تصور کامل ہوتا ہے بلکہ یہ نفع ہے کہ ان سے تصور ناقص راسخ ہو جاتا ہے اور اسی رسوخ میں مشائخ عوام سے ممتاز ہیں۔

باب دوم۔ تحقیقات

اس باب میں (سہل و مجرب علاج ان امور غیر اختیاریہ کے ہیں جن میں سالکین اکثر و بیشتر مبتلا ہو کر سخت حیران و پریشان ہوتے ہیں)

وساوس

وساوس کا عجیب وغریب علاج

تحقیق: وساوس کا علاج عدم التفات ہے۔ بس، لیکن عدم التفات کو مقصود بالغیر سمجھ کر کام میں

نہ لاوے بلکہ مقصود بالذات سمجھے خواہ اندفاع وساوس پر مترتب ہو یا نہ ہو، اسی طرح راحت کو مقصود بالذات نہ سمجھا جائے بلکہ اس پر آمادہ رہنا چاہئے کہ اگر تمام عمر اس سے بھی زیادہ کلفت ہو تو وہ محبوب کا عطیہ ہے۔ لانہ لیس بمعصیۃ ولا اختیاری و کل ھو کذالک فھو نعمتہ اور عبدیت یہی ہے۔

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش | کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطافت

اس شعر کو کبھی کبھی پڑھ لیا کریں۔

صاحب ذکاوت مفرط کو یکسوئی حاصل نہیں ہوتی

تحقیق: عاقلوں کو خاص کر صاحب ذکاوت مفرط کو یکسوئی حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ اس کا دماغ ہر وقت حرکت فکریہ میں رہتا ہے۔ اس لئے اسکو کیفیات حاصل نہیں ہوتی۔

ایک عجیب مثال وسوسہ کی

تحقیق: شیطان کی مثال تار بجلی جیسی ہے اس کو ہاتھ ہی نہ لگاؤ نہ جلب کے لئے نہ دفع کے لئے ورنہ تم کو لپٹ جائے گا۔ بلکہ اس کو منہ بھی نہ لگاؤ، اس کی طرف التفات بھی نہ کرو یہی علاج ہے وساوس کا جو منجانب شیطان ہے۔

وسوسہ کے آمد و آورد کے شبہہ کا جواب

حال: بعض دفعہ یہ نہیں سمجھ سکتا کہ وسوسہ خود آتا ہے یا میں لاتا ہوں۔ معیار بتلایا جائے۔

تحقیق: معیار کی حاجت نہیں جب آمد اور آورد میں شک ہے اور ادنیٰ درجہ یقینی ہے تو الیقین لا یزول بالشک اس کو آمد ہی سمجھنا چاہئے۔

وسوسہ پر عمل نہ کرنا باطنی مجاہدہ ہے

تحقیق: خیال آنا مضر نہیں اس پر عمل نہ کیا جائے بلکہ خیال آنے پر عمل نہ کرنا یہ ایک مجاہدہ ہے جو باطن کو بے حد نافع ہے۔

ذکر و تنہائی میں بی بی کا خیال مضر باطن نہیں

حال: تنہائی میں بیٹھے ہی سے بی بی کی باتیں یاد آجاتی ہیں اور ذکر میں بھی بی بی کے درد فراق کی آمیزش پاتا ہوں، کوئی تدبیر ارشاد فرمادیں کہ ذکر محمود کے ساتھ ذکر دنیا کی آمیزش نہ ہو۔

تحقیق: یہ آمیزش غیر اختیاری ہے، اس لئے مضر نہیں۔ بس اس کے اہتمام کی بھی ضرورت نہیں بلکہ اپنے اثر کے اعتبار سے کہ شکستگی ہے معین فی المقصود ہے اس لئے نافع ہے کچھ فکر نہ کیجئے۔

خیالات اضطراریہ توجہ کامل کے منافی نہیں

تحقیق: خیالات اضطراریہ توجہ کامل کے منافی نہیں۔ البتہ وہ وساوس و خیالات جو اختیاری ہوں منافی ہیں۔ اب اگر وہ وساوس اختیاریہ مباحات کے درجہ میں ہیں تو ان سے گناہ تو نہ ہوگا تو البتہ ذکر ناقص ہوگا، اگر تصورات محرمہ ہیں تو ان سے گناہ بھی ہوگا، چنانچہ نص میں وارد ہو۔ **و الله یعلم خائنة الا عین وما تخفی الصدور** اور **ان تبدوا مافی انفسکم اوتخفوه یحاسبکم به الله** مراد اختیاری خیالات ہیں کیونکہ ابداء واخفا افعال اختیاریہ ہیں۔

وساوس کے وقت محققین کا دستور العمل

تحقیق: وساوس آنے کے وقت محققین تو یہ کہتے ہیں۔ **الحمد لله الذی رد کیده الی الوسوسة** کہ خدا کا شکر ہے کہ دشمن کی سب چالیں ختم ہو کر الوسوسہ ہی پر رہ گئی۔ وہ ان وساوس سے نہیں گھبراتے بلکہ شیطان سے کہتے ہیں کہ آج جتنے وسوسے تو ڈال سکے ڈال دے میرا کچھ ضرر نہیں۔

وساوس کا سہل و مجرب علاج

تحقیق۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ وسوسوں سے خوش ہونا چاہئے تاکہ شیطان تمہاری خوشی دیکھ کر بھاگ جائے کیونکہ اس کو مسلمان کی خوشی گوارا نہیں وہ تو رنج دینے کے لئے وسوسہ ڈالتا ہے پھر جب دیکھے گا کہ اس کو الٹی خوشی ہے بھاگ جائے گا، لیکن یہاں پر ایک بات قابل یاد رکھنے کے ہے وساوس پر اس نیت سے خوش نہ ہو کہ اس خوشی سے وساوس دفع ہو جائیں گے کیونکہ شیطان ان نکتوں کو سمجھتا ہے، جب وہ دیکھے گا کہ یہ دفع وساوس کے لئے تدبیر کر رہا ہے تو وہ کبھی نہ بھاگے گا۔ بس اس کا سہل نسخہ یہی ہے کہ ان کی پرواہ ہی نہ کرے، اور دفع کی نیت ہی نہ کرے، دفع وسوسہ کا قصد کرنے سے اس کی طرف اور توجہ بڑھے گی، گھٹے گی نہیں، پھر جب شیطان اس کو وسوسہ کی طرف متوجہ پائے گا تو اور زیادہ وسوسہ ڈالے گا۔ بلکہ جب وسوسہ آئے اس وقت مقصود کی طرف توجہ کی تجدید کرے۔

نفس سے فراغت کا قصد بیکار ہے

تحقیق معاصی کے ارتکاب اور اوامر سے اجتناب کے متعلق جو وسوسات نفس و شیطان ڈالا کرتے ہیں۔ ان کا علاج یہی ہے کہ ان وسوسات کے مقتضیات پر ہرگز عمل نہ کیا جائے اور اپنے نفس کی

ہر وقت دیکھ بھال رکھی جائے اس سے فارغ ہونے کا قصد ہی نہ کیا جائے بلکہ اس کی سرزنش مخالفت یا مالی وبدنی جرمانہ سے کرتا رہے جیسے کہ بخار کے موسم میں ہمیشہ ہوتا ہے۔ مگر علاج اس کا یہی ہے کہ بخار کا نسخہ پیا جائے۔ اس کی سعی بیکار ہے کہ بخار ہی نہ آئے۔

وسوسہ کا رحمت ہونا اور اس کی ایک عجیب حکمت

تحقیق: وساوس کا آنا تو رحمت ہے چنانچہ حدیث میں ہے **ذالک صریح الایمان** اور اس میں بڑی حکمت یہ ہے کہ اس سے عجب کی جڑ کٹ جاتی ہے اور عدم تضرر (نقصان) یقینی اور منصوص ہے

وسوسہ اخلاق مذمومہ کی شناخت

حال: بسا اوقات نفس عاصی بندوں کو نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور اپنے کو اہل علم سمجھ کر دوسرے سے تعظیم چاہتا ہے۔ حالانکہ نہ علم کا اثر ہے نہ عمل کی ہمت، کبھی رئیس زادہ سمجھ کر توقیر کی خواہش ہوتی ہے۔ حالانکہ **العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنین**.

تحقیق: یہ سب وساوس ہیں۔ جب آپ ان کو برا سمجھتے ہیں اور قصد نہیں ہے کہ ایسا خیال ہو کہ بلکہ یہ قصد ہے کہ نہ ہو تو یہ نہ طلب تعظیم ہے نہ تکبر ہے نہ ترفع ہے کیونکہ سب افعال مذمومہ ہیں جو اختیاری ہوتے ہیں، پس جو اختیار سے نہ ہو وہ اخلاق مذمومہ سے خارج ہے صرف وسوسہ ہے اخلاق مذمومہ کا جو مضر نہیں۔

وسوسہ کا علاج کل مع العلت

تحقیق: وسوسات کوئی پریشانی کی چیز نہیں پریشانی سے قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس سے دونا ہجوم ہوتا ہے بجز بے پروائی اور بے التفاتی اور کوئی تدبیر نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس پر خوش ہو، اس سے قلب کو قوت ہوتی ہے اور وساوس کو قبول نہیں کرتا جس سے وہ بہت جلد قطع ہو جاتے ہیں اور حقیقت میں جب اس میں گناہ نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو۔

وساوس غیر اختیاریہ مکمل ایمان ہیں

تحقیق: وساوس غیر اختیاریہ مکمل ایمان ہیں نہ کہ مزیل مکمل ایمان اس لئے ہے کہ وساوس کی مشقتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور اس صبر و تحمل پر اجر مزید ملتا ہے۔

وسوسہ کا فی الذات قبیح ہونا اور اس کا علاج

تحقیق: وسوسہ اور اس کا لازم کہ غفلت ہے جب غیر اختیاری ہو، بایں معنی گناہ نہیں کہ اس پر مواخذہ نہیں، لیکن اپنی ذات میں نقص اور قبیح ضرور ہے اور استغفار جیسا رافع ذنب ہے ایسے ہی جابر نقص بھی ہے اور اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غین کے بعد جو آپ کے مذاق میں کمال سے متنزل تھا۔ استغفار فرماتے تھے۔ (غین سے مراد وہ گرانی ہے جو توجہ الی الخلق میں آپ پر ہوتی تھی، کیونکہ آپ کا طبعی تقاضا توجہ بلاواسطہ کا تھا توجہ بواسطہ طبعاً گراں تھی۔

وسوسہ لا ادریہ کا علاج

حال: ایک شخص کے وساوس اس شان کے تھے جیسا لا ادریہ کی حالت ہے کہ شاک وشاک فی انہ شاک

تحقیق: مجھ کو اس بات میں بحمد اللہ اتنا کافی تجربہ ہے شائد کسی کو ہو، اس تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ یہ سب وسوسے ہیں اور اس کے وسوسے ہونے نہ ہونے میں جو شک پیدا ہوتا ہے وہ بھی وسوسہ ہے اگر میرے صاحب تجربہ ہونے میں شبہ پیدا ہو وہ بھی وسوسہ ہے بالکل پرواہ نہ کی جائے، میری تقلید کی جائے، اس میں طریق تقلید ہی ہے، تحقیق مضر ہے یعنی تکلف دہ ہے۔ مگر گناہ اس میں بھی نہیں۔

وسوسہ عدم محبت الٰہی کی تحقیق

حال: مجھے آپ سے اور بزرگان دین سے محبت ہے لیکن خدا سے نہیں یہ کیا بات ہے۔

تحقیق: اگر اللہ کی محبت نہ ہوتی تو اس کی فکر ہی کیوں ہوتی کہ اللہ کی محبت ہونا چاہئے یہ خود محبت ہی کا ثمرہ ہے، رہا یہ کہ جب محبت ہے تو پھر ہوتی ہوئی کیوں نہیں معلوم ہوتی، بات یہ ہے کہ رنگ محبت کے مختلف ہیں، تم خاص رنگ کو محبت سمجھے ہوئے ہو حالانکہ دوسرے رنگ سے ہے، دوسرے یہ کہ اللہ والوں کی محبت کیوں ہوتی اگر اللہ کی نہ ہوتی۔

وسوسہ زنا مضر نہیں

تحقیق: قلب کی تمنا واشتہا پر بھی مواخذہ ہے مگر وہی جو بقصد ہو، اور بلا قصد ہو تو وسوسہ زنا کیا کفر و شرک کے وساوس بھی مضر نہیں۔

وساوس کا انقطاع کلی مطلوب نہیں

تحقیق: خیالات کا انقطاع کلی مطلوب نہیں ہاں منتہی کو ایسے خیالات آتے ہیں جیسے بہتے دریا میں تنکے اور بلبلے ہوتے ہیں کہ ادھر آیا اور ادھر گیا۔ ادھر اٹھا ادھر بجھا وہ جمنے نہیں پاتے وساوس اور خطرات تو بلا قصد مرتے دم تک بھی آویں تو خوف کی چیز نہیں کیونکہ حدیث میں ہے۔ ان اللہ تجاوز عن امتی ما حدثت بہ انفسھا۔

دفع وسوسات کے اعتدال کا طریقہ

تحقیق: دفعہ وسوسات میں کوشش مبالغہ کے ساتھ نہ کریں اور اعتدال رکھیں۔ لیکن اعتدال ہر شخص کا جدا ہے۔ جس میں تعب زیادہ ہو یا اصل مقصود میں خلل نہ پڑنے لگے وہ اس شخص کا اعتدال نہیں اس سے بھی خفیف اور سرسری کوشش کریں۔

اہتمام دفع وساوس کی ایک عجیب مثال اور اس مضرت کا علاج مع الدلیل

تحقیق: وساوس کا علاج یہ ہی ہے کہ ان کے دفع کا اہتمام اور قصد کرو، کیونکہ یہ بجلی کا تار ہے، دفع کے قصد سے بھی ہاتھ لگاؤ گے تو چمٹ جائے گا، بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنی توجہ کو دوسری طرف مشغول کرو، ذکر اللہ میں لگ جاؤ، دوسرا جزو یہ ہے کہ وسوسہ کی طرف التفات نہ کرے۔ قصداً ادھر توجہ نہ کرے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے فلیستعذ باللہ ثم لینتہ اول جزو کا ارشارہ تعوذ باللہ میں اور دوسرے جزو کا لینتہ میں ہے۔

وساوس مختلفہ کا علاج کلی اور اس کے توضیحات

حال: (۱) یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ راحت دنیا کا مدار اعمال صالح نہیں ہیں آخرت کی راحت بھی فضل پر موقوف ہے۔ (۲) دعا مانگنے کو طبیعت نہیں چاہتی جس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ اتنی مدت ہوگئی کوئی قبول بھی ہوئی پس جو اللہ تعالیٰ چاہیں گے وہی ہوگا (۳) روزگار کی قلت کا اثر جیسا عام دنیا پر ہے ویسا ہی یا اس سے کسی قدر زائد مجھ پر ہے، خیال یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی راحت مال سے ہے۔ مال کی طلب جائز یا ناجائز طریقہ سے جس طرح ہوسکے کرنی چاہئے وظائف میں وقت دینے سے اور اس پر صبر کرنے سے دنیا کی راحت و آسانی ہرگز حاصل نہ ہوگی۔

تحقیق: علاج کلی اور مفید تو یہی ہے کہ ان وساوس کو اعتقاداً برا سمجھا جائے اور ان کے مقتضا پر عمل نہ کیا جائے یہ از خود دفع ہو جائیں گے۔ اور اگر دفع بھی نہ ہوں تو مضر نہیں بلکہ یہ ایک گونا مجاہدہ جس

سے عمل کا اجر بڑھتا ہے، لیکن اگر ان وساوس کی وجہ فساد ہی معلوم کرنے کا شوق ہو تو مجملاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ (۱) مقصود اعمال صالحہ سے راحت دنیا نہیں ہے بلکہ راحت آخرت ہے اور اس کا مدار جو فضل و رحمت ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ اعمال کو دخل نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ ملے گا تو عمل ہی سے لیکن جتنا ملے گا اتنا اثر اعمال میں نہیں وہ فضل و رحمت کا اثر ہے لیکن جو عمل ہی نہ کرے گا وہ قانوناً اس فضل و رحمت سے بھی محروم رہے گا، باقی طبیعت کا لگنا یہ شرط قبول نہیں ہے، اگر دوا پینے میں طبیعت نہ لگے تب بھی اس کی خاصیت یعنی صحت مرتب ہوگی۔ (۲) دعا قبول ضرور ہوتی ہے مگر اس کے قبول ہونے کی وہ حقیقت ہے جو مریض کی اس درخواست کی منظوری کی حقیقت ہے کہ کبھی طبیب سے درخواست کرے کہ میرا علاج مسہل سے کر دیجئے اور فوراً علاج کر دے مگر مسہل اس کی حالت کے مناسب نہ تھا۔ اسلئے دوسرے طریقہ سے علاج شروع کر دیا اس کو کوئی یوں نہیں کہہ سکتا کہ طبیب نے جب مسہل نہیں دیا تو مریض کی درخواست کو منظور نہیں کیا۔ اسی طرح اصل مطلوب دعاء سے حق تعالیٰ کی توجہ خاص ہے اور عبد نے جو طریق معین اختیار کیا ہے یہ بھی مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود کا محض ایک طریق ہے جیسے اس مقصود کے اور بھی طریق ہیں لہٰذا وہ جس طریق سے توجہ خاص فرما دیں وہ اجابت دعاء ہی ہے یہ تو طاعات و حاجات میں کلام ہے، باقی معاصی کا ارتکاب جو موصل الی النار ہو وہ ایسا ہے جیسے مریض کو بد پرہیزی سے لذت ملتی ہے اور اس کے صبر کرنے میں لذت فوت ہو جاتی ہے۔ لیکن جو شخص جانتا ہے کہ لذت مقصود نہیں صحت مطلوب ہے وہ صبر کرے گا اسی طرح جس شخص کو نجات آخرت مقصود ہے وہ راحت دنیا کو مقصود نہ سمجھے گا۔ رہی سزا گناہ کی کسی کو یہاں ملتی ہے کسی کو وہاں تجویز مناسب بلکہ واجب یہی ہے کہ طاعات میں حتی الامکان مشغول ہوں۔ معاصی سے مجتنب رہیں اور مقصود صرف رضائے حق کو سمجھیں خواہ اس کا ظہور ہو یا وہاں اور ایسی حالت میں روزگار کا وظیفہ پڑھنا وساوس میں اضافہ کرنا ہے۔

وساوس مخل صدق و اخلاص نہیں ہیں

تحقیق: وساوس مخل نہیں اخلاص میں اول تو وہ غیر اختیاری، دوسرے نماز سے وہ مقصود نہیں، پس وساوس اخلاص کے خلاف نہیں البتہ اگر قصداً وساوس لائے جائیں تو صدق کے خلاف ہیں مگر جب بلا قصد ہوں تو خلاف صدق بھی نہیں۔

وساوس میں پڑ کر قطع تحریمہ حرام ہے۔

تحقیق: وساوس میں پڑ کر اور مضطر ہو کر قطع تحریمہ حرام ہے۔ یاد رکھو، نیت فعل اختیاری ہے؛

اس وقت دوسری طرف توجہ قصد و اختیار سے نہ ہونا چاہئے اور بلا اختیار (توجہ) منافی نیت نہیں، اس لئے مکرر بہ کرر نیت کرنا اس خیال سے کہ تحریمہ کے وقت نیت نہیں ہوئی اور عزم نہیں ہوا یا تحریمہ کی طرف توجہ نہ تھی یہ سب لغو ہے، تکرار نیت کی ضرورت نہیں۔

وساوس کی عجیب مثال

تحقیق: وساوس کی مثال ہوا کی طرح ہے کہ جو شخص برتن میں سے تنہا ہوا نکالنا چاہے وہ عاجز ہو جاوے گا کیونکہ خلا محال ہے ہاں برتن میں پانی بھر دو جب وہ منہ تک بھر جاوے گا پھر ہوا کا نام نہ رہے گا پس تم اپنے قلب میں لقائے رب اور رجوع الی اللہ کا خیال اچھی طرح بھر لو پھر وساوس کا نام بھی نہ رہے گا۔

وساوس کی آئینہ جمال حق بننے کی صورت

تحقیق: اگر یوں سوچے کہ اللہ اکبر خدا نے میرے دل کو بھی کیسا دریا بنا دیا ہے کہ جس میں وساوس کی بے شمار موجیں اٹھ رہی ہیں، جن کی کوئی انتہا نہیں ہے تو وہ وساوس آئینہ جمال حق بن جائیں گے۔

وسوسہ خلاف تقویٰ نہیں

تحقیق: **ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکرو فا ذاھم مبصرون** اس سے معلوم ہوا کہ وسوسہ کا آنا خلاف تقویٰ نہیں بلکہ متقی کو بھی وسوسہ آ سکتا ہے اور وہ اس کے ساتھ بھی متقی رہتا ہے۔ اس میں بڑی تسلی ہے اہل سلوک کے لئے پس وسوسہ سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔

وسوسہ کا ایک مجرب علاج

تحقیق: وسوسہ کا علاج یہی ہے کہ اس سے پریشان نہ ہو، بلکہ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ان وساوس کو جمال حق کا مراۃ بنا لے، اس طرح کہ یوں مراقبہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی کیسی عجیب قدرت ہے۔ کہ دل میں ایک دریا خیالات کا پیدا کر دیا ہے، جس کی کہیں انتہا ہی نہیں اور جو کہیں رکتا ہی نہیں، اسی طرح وساوس کو قدرت حق کی معرفت کا وسیلہ بنانے سے ان شاء اللہ وہ خود بند ہو جائیں گے، کیونکہ شیطان کا مقصود تو وساوس سے خدا سے بعید کرنا تھا۔ جب اس نے ان کو ہی قرب کا وسیلہ بنا لیا تو اب شیطان وسوسے ڈالنا بند کر دے گا، غالباً شیخ ابو سلیمان دارانیؒ کا ارشاد ہے کہ وساوس سے خوش ہوا

کرو، یعنی خوشی ظاہر کیا کرو، کیونکہ شیطان کو علم نہیں ہے جب تم خوشی ظاہر کرو گے تو وہ یہی سمجھے گا کہ دل سے خوش ہو رہا ہے اور وہ مسلمان کو خوش کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے وسوسہ ڈالنا بند کر دے گا۔ (بس ترکیب یہ ہے کہ تم غلبہ وسوسہ کے وقت اتنا کہہ دیا کرو کہ میں ان وسوسوں سے نہیں گھبراتا اور وسوسے ڈال دے میں نہایت خوش ہوں۔

دفع وسوسہ کا مجرب طریق

تحقیق: وسوسہ کو بلا واسطہ دفع کرنا مفید نہیں ہوتا بلکہ بواسطہ اذکار دفع کرنا چاہئے۔

دفع وساوس کا طریق رسوخ ذکر ہے

تحقیق: تم مجاہدہ کرو مگر ثمرات کے منتظر نہ ہو کام میں لگے رہو۔ اور شیطان کے جلدی بھاگنے کا انتظار نہ کرو، کیونکہ وہ تمہاری جلدی سے جلدی نہیں بھاگے گا بلکہ وہ تو اس وقت بھاگے گا، جب ذکر راسخ ہو جائے گا اور ذکر کا راسخ ہونا ایک دودن کا کام نہیں۔

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامی ۔۔۔ بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

رغبت اضطراریہ الی لاجنبیہ کا علاج

تحقیق: رغبت اضطراریہ الی الاجنبیہ پر مواخذہ نہیں بلکہ مواخذہ قصد پر ہے اگر عمداً کسی مرد یا عورت کی طرف توجہ کرے گا تو گناہ ہوگا اسکا علاج بے التفاتی برتنا اور تجوہ الی اللہ کرنا اگر یہ تدبیر ظاہراً کافی نہ معلوم ہو تب بھی یہ چاہئے کہ غم نہ کرے انشاء اللہ اسی طرح رفتہ رفتہ ایک دن دفع ہو جائے گا۔ اور اگر عمر بھر بھی دفع نہ ہو تو تم اس تدبیر کرنے کے بعد سبکدوش ہو گئے اب تم کو اس خیال سے کچھ ضرر نہیں بلکہ نافع ہوگا کیونکہ تم مجاہدہ میں مشغول ہو، چنانچہ حدیث میں ہے کہ **من عشق فعف و کتم فعاف فھو شھید**. یعنی جو کسی پر عاشق ہو گیا، پھر اس نے عفت اختیار کی اور اپنے عشق کو چھپایا وہ شہید ہے عفت کی قید میں عفت جوارح وعفت قلب سب داخل ہیں، اور عفت قلب سے مراد وہی ہے کہ بالاختیار اور بالقصد خیال نہ لائے۔ اور شہید ہونا بھی عقلاً ظاہر ہے کہ جب تپ دق کا گھلا ہوا شہید ہے تو تپ عشق کا مارا ہوا تو ضرور ہی شہید ہوگا۔ کیونکہ حرارت حمیٰ سے حرارت عشق اشد ہے۔

قبض

قبض سے خودکشی دلیل معرفت ناقص کی ہے

تحقیق: اہل معرفت نے تو ناراضی کے شبہہ پر خودکشی تک کرلی ہے گو یہ غلطی تھی کیونکہ خودکشی میں تو ناراضی متیقن ہے اور قبض میں ناراضی کا احتمال ہی احتمال ہے مگر اس وقت اضطراب اور گھٹن ایسا ہوتا ہے کہ ان مقدمات کی طرف خیال ہی نہیں جاتا، اس لئے ممکن ہے کہ یہ خودکشی کرنے والے معذور ہوں، لیکن ان کی معرفت ناقص ضرور تھی کامل نہ تھی۔ اسی لئے تمام پہلوؤں پر نظر نہ گئی۔ ایسے وقت میں عارف محقق تسلیم و رضاء سے کام لیتا ہے اور اگر اس گھٹن اور بے چینی میں خود بخود اس کی جان نکل جائے تو یہ شہید اکبر ہوگا۔

اے حریفان راہ ماراب ست یاد　　آہوئے تسلیم داد شیرس شکار

غیر تسلیم ورضاء کو چارۂ　　در کف شیر زخونخوارۂ

علاج قبض شدید اور اس کے منافع جن کا خلاصہ فنائے تام ہے

حال: میرے اوپر سخت شدید حالت قبض طاری ہے۔ قلب بالکل خالی معلوم ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں بالکل مردود ہو گیا اس وقت حالاً اپنے کو کافر سے بھی زیادہ بدتر سمجھتا ہوں۔ نہ نماز میں پہلی سی حالت نہ ذکر کی رغبت بار بار خودکشی کو دل چاہتا ہے۔

تحقیق: مبارک مبارک یہ وہ حالت ہے کہ میری تمنا دل سے اپنے متعلقین کے لئے اس کے طاری ہونے کی بشرط البصیرہ والاستقلال ہوا کرتی ہے اور اس کے منافع اس قدر ہیں کہ احصار میں نہیں آسکتے، مثلاً عجب و کبر کی جڑ کٹ جانا ہر وقت استحضار اپنے محل تصرف ہونے کا، وساوس وخطرات غیر اختیاریہ یعنی تصرفات شیطانیہ کی انتہا معلوم ہو کر جھجک نکل جانا جو شرعاً عین مطلوب ہے اگر مرتے وقت کسی کو ایسی حالت پیش آئے وہ طبعاً گھبرا جائے اور خدا جانے گھبراہٹ میں کیا سمجھ جائے حالت حیات و علم میں اس کے پیش آجانے سے اس کا تحقق ہو جاتا ہے اور بوقت مرگ پیش آئے تو وہ موثر نہیں ہوتی۔ وغیر ذالک من فی المنافع والمصالح جن سب کا خلاصہ فنائے تام ہے اور اس کے بعد جو بسط ہوتا ہے وہ بھی بے نظیر ہوتا ہے۔ الحمدللہ اس حالت کے منافی اللہ تعالی نے مجھے بھی مشاہدہ کرائے ہیں، تب ہی سے اس کو حصول مقصود کے لئے مثل جزو اخیر علت تامہ کے سمجھ رہا ہوں۔ اور اسی سے اپنے احباب کے لئے اس کا

متمنی ہوتا ہوں اور مبارکباد دیتا ہوں۔

اشعار برائے دفع قبض وشناخت قبض

تحقیق:

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست	بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست
بدر دو صاف ترا حکم نیست دم درکش	کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطافت
باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش	بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش
چونکہ قبض آید تو دروے بسط بیں	تازہ باش و چین میفگن برجبیں
چونکہ قبضے آیدت اے راہرو	آں صلاح تست آئیس دل مش

مگر شرط یہ ہے کہ اعمال شریعت و معمولات طریقت میں کوتاہی نہ ہو، ورنہ وہ قبض نہیں بطالت اور تعطل ہے جو کہ باطن کو مضر ہے۔

دوسرا علاج قبض کا

تحقیق: غسل تازہ کرکے کپڑے بدل کر عطر لگا کر دو رکعت نفل پڑھ کر استغفار کرنا اور ایک ہزار بار یا باسط پڑھنا قبض کے لئے نافع ہے۔

قبض کا سبب کبھی سوءمزاج بھی ہوتا ہے

حال: دل پر گرمی بہت شدت کی رہتی ہے اور تاریکی سی معلوم ہونے لگتی ہے، گھبراہٹ رہتی ہے، کسی کام کو دل نہیں چاہتا،

تحقیق: یہ کیفیت قبض کہلاتی ہے۔ اس کے اسباب مختلف ہوتے ہیں اکثر سوءمزاج بھی اس کا سبب ہوتا ہے، کسی طبیب کو نبض دکھلا کر قلب و دماغ کا علاج دریافت کیا جائے، اگر وہ مرض کی جانب سے بالکل اطمینان دلا دیں تو پھر مجھ کو اطلاع کی جائے۔

قبض کے آثار اور اس وقت کا دستور العمل

حال: ذکر کرنے کے وقت زبان ایسی ثقیل ہو جاتی ہے۔ جیسے قفل لگا دیا گیا ہو۔ جسم ایسا بھاری ہو جاتا ہے کہ جس کے وزن کا اندازہ نہیں ہوسکتا، ذہن ایسا کند و بے حس ہو جاتا ہے جو اظہار سے باہر ہے۔

تحقیق: یہ حالت قبض کہلاتی ہے اور منافع میں یہ بسط سے بھی زیادہ ہے۔ گو وین قبض کے

وقت وہ منافع نہ ہوں مگر بعد میں معلوم بھی ہو جاتے ہیں اور اگر معلوم نہ بھی ہوں تب بھی حاصل تو ہوتے ہیں۔ اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ حصول کا علم، چنانچہ غایت انکسار اور عبدیت کے آثار مثلاً مشاہدہ عجز و ضعف اور غلبہ انکسار و افتقار و فنائے دعویٰ حالاً کا ترتب ہوتا ہے جیسا کہ اکابر کا الہام ہے انا عند منکسرۃ قلوبھم۔

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ　　　جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

ہرگز پریشان نہ ہوں، ذکر جس قدر ہو سکے کر لیجئے۔ اگر چہ کسی قدر تکلیف بھی کرنا پڑے اور اگر چہ اس میں دلچسپی بھی نہ ہو، اور جس میں زیادہ کلفت ہو اس کو تخفیف کر دیجئے اور استغفار کی کثرت رکھیں اور جب تک یہ حالت رہے ایک بار یا دو بار ہفتہ میں اطلاع دیتے رہیں، انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ حالت رفع ہو جائے گی سب کو یہ حالت پیش آتی ہے میں تو اس سے خوش ہوا کہ علامت ہے راہ قطع ہونے کی۔ یہ سب راستے کی گھاٹیاں ہیں۔

قبض کی حکمتیں اور اس وقت کا دستور العمل

تحقیق: قبض سے عجب کا علاج ہوتا ہے عبدیت کی حقیقت کا اس میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ فنا اور تہدستی رای العین ہو جاتی ہے۔ اختیاری کام کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے قابل اور محل امتحان ہے۔ اگر اس امتحان میں پاس ہو گیا اعلیٰ درجہ کے نمبر کا مستحق ہو گا۔

قبض کے اسباب

تحقیق: کبھی سوء اعمال کی وجہ سے سالک سے لذت فی الطاعات مفقود ہو جاتی ہے۔ اور گاہے بوجہ فتور و کسل و ملال کے طبعاً پیش آتی ہے۔ اور کبھی بمصلحت امتحان کے یہ حق کا طالب ہے یا لذت کا من جانب اللہ وارد کی جاتی ہے۔ یہ سب اقسام قبض کے سالک کو پیش آتے ہیں۔

قبض فی نفسہ مضر نہیں

تحقیق: قبض فی نفسہ تو مضر نہیں۔ مگر جب اس کا سبب کوئی فعل قبیح ہو تو وہ قبض مضر ہے۔ اس کی اصلاح یہی ہے کہ اس فعل کا تدارک کیا جائے۔

قبض سے جو مایوسی ہو اس کا علاج

حال: ایک دن قبض کی حالت میں یہ بات سمجھ میں آئی کہ تمہارے ارادے تو کبھی پورے نہیں

ہوئے۔اب جوتم اہل اللہ کے دروازے پر پڑے ہوتو کیا امید ہو سکتی ہے۔ پھر خیال یہ ہوتا ہے کہ بلا کر محروم کرنا یہ انصاف کے خلاف ہے۔اور بے انصافی سے اللہ تعالیٰ پاک ہیں۔

تحقیق: اس کو بے انصافی نہ سمجھنا چاہئے، محروم رکھنا ہی عین انصاف ہے اول تو وہ مالک پھر ہم میں ہزاروں کوتاہیاں جس سے محروم رہنا تعجب نہیں، بجائے اس کے یہ سمجھے کہ وہ بڑے رحیم ہیں کوتاہیوں کو بھی معاف کرتے ہیں۔ان سے امید ہے۔

قبض کے علاج کی ضرورت نہیں

تحقیق: قبض کے آداب وحقوق کی رعایت ضروری ہے۔خصوصاً رضا وتفویض خلاصۃ الآداب ہے۔ جو امر غیر اختیاری ہو سب محمود ہے قبض خود حالت نافعہ ہے اس کا علاج ضروری نہیں اور جو علاج کے عنوان سے بزرگوں نے کچھ لکھا ہے کہ اس سے مقصود نہیں ہے کہ اس کا ازالہ کیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ قبض کے وقت یہ عمل کیا جائے گویا یہ اعمال آداب وحقوق ہیں قبض کے پھر ان کے بعد خواہ قبض رہے یا جائے، دونوں حالتوں میں رضاو تفویض چاہئے۔اس دستور العمل سے اگر پریشانی ذات بھی رہے تو اس کا وصف نہ رہے گا۔مشاہدہ اس کا شاہد ہے۔

قبض سے مقصود سالک کی اصلاح ہے

تحقیق: قبض کا سبب صرف عدم رضائے حق نہیں بلکہ بعض دفعہ حکمتوں کی وجہ سے قبض طاری کیا جاتا ہے، سالک کے لئے یا سنبھالنے کے لئے بسط کو سلب کرلیا جاتا ہے تاکہ عجب وکبر میں مبتلا نہ ہو۔

قبض کی حکمت

تحقیق: حدیث میں ہے کہ جب بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص مرتبہ مقدر ہوتا ہے جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہ کرسکتا تھا۔اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسد اور اس کے اہل اور اس کے مال کو کسی بلا میں مبتلا کردیتا ہے۔ پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس مرتبہ کو حاصل کرلیتا ہے جو اللہ کی طرف سے مقدر ہوا تھا یہ حدیث قبض کی حالت میں نہایت تسلی بخش ہے۔

تحقیق: حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ قبض حقیقۃً لطف ہے بصورت قہر

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو آں صلاح تست آلیس دل مشو

احوال و کیفیات متفرقہ

سالک کی پریشانی کی وجوہ

حال: حالت احقر یہ ہے کہ کئی بار روز و شب میں طبیعت نہایت پریشان ہوتی ہے اور حسرت و درد اندیشۂ حرمان سے حزیں ہو کر مبتلا بآہ و بکا ہو جاتا ہوں۔

تحقیق: اس کا سبب غالباً مرکب ہے دو جز سے، ایک سوء مزاج طبعی، اس کا علاج طبیب سے ضروری ہے، دوسرا طلب مقصود کے ساتھ مقصود کی تعیین میں غلطی اس کا علاج تربیت السالک کا مطالعہ ہے، اگر یہ دونوں امر نہیں تو قبض طبعی ہے جو حالات رفیعہ ہے اور نفع میں بسط سے زیادہ ہے۔ جب علم الٰہی میں مصلحت ہوتی ہے۔ خود زائل ہو جاتا ہے اس کا ادب صبر و تفویض ہے۔

حافظہ کے کمی کی شکایت

حال: وعظ دیکھتا ہوں، لیکن حافظہ کم ہونے کی وجہ سے یاد کم رہتا ہے۔

تحقیق: مضر نہیں، کیونکہ اثر باقی رہتا ہے۔

دعا سے شرمانا کبھی غلبۂ عبدیت سے ہوتا ہے اور اس کا علاج

حال: ایک ہفتہ سے یہ حالت ہے کہ بعد نماز و اذکار دعاء کرنے میں قبولیت کی درخواست کرتے ہوئے شرم و حجاب معلوم ہوتا ہے کہ میری زندگی و ذکر جو کہ سراسر کوتاہیوں سے بھری ہوئی ہے اس کو پیش کر کے قبولیت کی درخواست کرنا سخت بے حیائی ہے۔

تحقیق: اعلیٰ درجہ کا حال عبدیت کا ہے۔ مبارک ہو۔ اس سے زیادہ ایک مقام عبدیت کا ہے وہ یہ کہ باوجود اس حال کے غلبہ کے امر کو مقدم رکھ کر قبولیت کی ضرور دعا کی جائے اور اسمیں ایک گونہ مجاہدہ بھی ہے مقتضائے طبع پر مقتضائے شرع کی تقدیم کی گئی۔

وجہ زیادتی حظ و قلق از تہجد بہ نسبت فرض

حال: تہجد میں حظ بھی زیادہ آتا ہے فرائض سے اور اس کے فوت سے قلق بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ کید نفس تو نہیں۔

تحقیق: طاعات پر دو اثر مرتب ہوتے ہیں ایک عاجل یعنی حظ اور امر ذوقی طبعی ہے۔ دوسرا آجل یعنی ثواب اور یہ امر اعتقادی عقلی ہے اور حظ میں جدت اور امتیاز کو خاص دخل ہوتا ہے اور تہجد میں

اس کا تحقق ظاہر ہے اور فرائض میں بوجہ عموم وتشارک کے یہ مفقود ہے، اس لئے تہجد میں حظ و فرائض سے زیادہ ہوگا گو اجر وثواب کا اعتقاد فرائض ہی میں زیادہ ہے اور ایک قلق ہوتا ہے فوت حظ سے اور ایک ہوتا ہے فوت اجر سے۔ اول فوت تہجد سے زیادہ ہوگا اور ثانی فوت فرض سے زیادہ ہوگا۔ اور اول کا تحقق غلبۂ طبیعت کا اثر ہے اور ثانی کا تحقق غلبۂ عقل کا اور احد الامرین کا غلبہ غیر اختیاری ہے اس لئے اس پر ملامات نہیں، نہ یہ کید نفس ہے مگر دلیل فساد ذوق کی ضرور ہے سلامت ذوق کی دعاء ضروری ہے

تلف مال سے زیادہ فوت صحت وولد کے غم والم ہونے کا راز

سوال: اہل اللہ کو کیا مال ومتاع کے بھی تلف ہو جانے سے مثل اولاد و صحت وتندرستی کے غم و الم ہوتا ہے۔

جواب: کچھ تو اثر طبعاً ہوتا ہے۔ مگر اولاد کے طبعی اثر کے برابر نہیں اور وجہ اس تفاوت کی کہ وہ بھی طبعی ہے۔ یہ ہے کہ مال آلہ ہے دوسرے حوائج محبوبہ کا، خود اس میں محبوبیت اور مقصودیت نہیں، اور اولاد وصحت میں خود محبوبیت اور مقصودیت ہے پس ایسے تفاوت سے دونوں کے اثر میں بھی تفاوت ہے۔

احوال وکیفیات کی حقیقت

تحقیق: احوال وکیفیات کو دوام نہیں ہوتا ان کو مقصود سمجھنے کا انجام بجز مایوسی اور پریشانی نہیں اصل میں اعمال اختیاریہ اقدم ہیں سلوک کے ان سے چلنا چاہئے۔

تحقیق: اعمال کا فقدان شامت اعمال نہیں، ہاں اعمال میں اگر اختلال ہے وہ بے شک قابل نظر ہے۔ جس کی تلافی اختیاری ہے یعنی عود الی الاعمال سے۔

خیال جہت فوق میں کوئی بات کفر نہیں

حال: بوقت توجہ الی الذکر بے اختیار خیال آسمان کی طرف جاتا ہے۔ شعبۂ کفر تو نہیں۔

تحقیق: حق تعالیٰ جہت سے منزہ ہیں مگر تاہم ان کی خاص تجلیات کو عرش سے خاص خصوصیت ہے اسلئے فطری طور پر جہت فوق کی طرف خیال جاتا ہے جس کا منشاء واقعی ہے اس میں کوئی بات کفر کی نہیں۔

غلبہ نوم سے ثقل حوال نہ مذموم ہے نہ مضر

حال: بعض وقت چارپائی پر لیٹا ہوا ہوتا ہوں۔ اور اذان سنائی دیتی ہے لیکن بوجہ غلبہ نوم چارپائی پر سے اٹھنے کی ہمت نہیں پڑتی اور نہ اس وقت خوف خدا معلوم ہوتا ہے، حتیٰ کہ نماز بھی قضا ہو جاتی ہے

تحقیق: اس کا سبب طبعی ہے، یعنی ثقل حواس غلبہ نوم سے سو نہ یہ مذموم ہے نہ مضر، البتہ اس ثقل سے جو اعمال واجبہ میں اختلال ہوتا ہے وہ واجب العلاج ہے اور علاج اس کا ہمت ہے۔

طریق تصرف

تحقیق: بعض لوگ فطرۃً صالح التصرف ہوتے ہیں گو صاحب نسبت نہ ہوں، طریق تصرف کا صرف ہمت کا صرف کرنا ہے دوسرے کی بھی ہمت اگر قوی ہو تو اس سے روک سکتا ہے۔ طرق تصرفات کی تحصیل صرف مشاقی پر ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے جو ضیاء القلوب میں فرمایا ہے۔ اما ایں تصرفات عجیبہ وغریبہ بدون حصول نسبت فنا و بقاء دست نمی دلقد وایں معاملات از متوسطان سلوک اکثر واقع شوند۔ اس ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ یہ تصرفات عجیبہ وغریبہ بقید نافع فی الدین ہونے کے موقوف ہیں، حصول نسبت فناء بقاء پر یعنی مشاقی یا قوت فطریہ کے ساتھ (نافع فی الدین) بھی شرط ہے، کیونکہ سالک کا اصل موضوع یہی نفع فی الدین ہے مراد بعض تصرفات عجیبہ وغریبہ سے وہی تصرفات ہیں جو سلوک کے متعلق ہیں جیسے توبہ بخشی وغیرہ۔

اصل رونا دل کا ہے

حال: مجھے وعظ سن کر نہ رونا آتا ہے نہ ذکر وغیرہ میں خوف خدا ہوتا ہے، یہ سنگ دلی تو نہیں۔

تحقیق: رونا دل کا مقصود ہے آنکھ کا نہیں وہ حاصل ہے دلیل اس کی یہ تاسف ہے۔

حجاب نورانی اشد ہے حجاب ظلمانی سے

حال: انوار اب رنگ برنگ کے نمایاں ہوتے ہیں۔ اسم ذات کی کثرت سے لطائف میں سوزش ہوتی ہے۔ اور کوئی شی مثل ہوا کے بھر کر پھیل جاتی ہے۔

تحقیق: واقع میں انوار و آثار قابل التفات نہیں۔ ان میں اکثر دخل اسباب طبعیہ کا ہوتا ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تب بھی ملکوت مثل ناسوت کے غیر قابل التفات ہے۔ ناسوت اگر حجاب ظلمانی ہے تو ملکوت حجاب نورانی۔ اور حجاب مطلقاً حاجب ہے اور حاجب کا رفع واجب ہے۔

مصلحت فی الکیفیات یکسوئی ہے

البتہ ان کیفیات مذکورہ بالا میں (اگر یہ ہوں کیونکہ ان کا ہونا لازم نہیں) یہ مصلحت ضرور ہے کہ ان سے شاغل کو یک گونہ یکسوئی ہوتی ہے۔ جس سے اگر ذکر میں کام لے تو مفید ہے یعنی مذکور کی

جانب توجہ خالص کرے ورنہ اگر خود اس میں مشغول ہو گیا تو یہ دوسرے خطرات سے بھی زیادہ مضر ہے کہ غیر مقصود کو مقصود بنا لیا اور سوزش کے بعد جو چیز پھیلتی ہے۔ وہ حرارت ہے حرکت سے اس میں لطافت آ جاتی ہے اور اس میں وہی تقریر ہے جو اوپر عرض کی کہ مورث یکسوئی ہے مگر مقصود نہیں۔

خروش ذکر کا اثر ہے

حال: جانب چپ پستان میں اور بعض وقت دست چپ میں بھی خروش پیدا ہو جاتی ہے۔ خصوصاً نماز میں اور جس وقت کہ قلب کی جانب خیال ہوتا ہے۔ اس وقت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔

تحقیق: اثر ذکر کا ہے، مبارک ہو، مگر مفرحات و مرطبات و مقویات قلب کا استعمال ضروری ہے تاکہ اختلاج نہ ہو جائے، اور اگر ذکر میں ضرب یا حبس ہو چند روز کے لئے ترک کر دیں۔

گمان کمی عقیدت ومحبت شیخ اور اس کا علاج

حال: یہ خبیث مرض ہے کہ آپ کے پیچھے بہت ذوق و شوق بہت انس و محبت مگر جہاں صورت شیخ کی دیکھی اور ذرا پاس بیٹھا وحشت ہوتی ہے اور طبیعت مکدر ہوتی ہے۔

تحقیق: یہ محبت وعقیدت میں کمی نہیں بلکہ بوجہ عدم مناسبت کے وحشت ہے اس وحشت سے شبہ ہو جاتا ہے۔ قلت محبت کا عدم مناسبت اس وجہ سے ہے کہ پاس زیادہ نہیں رہے۔ مزاج نہیں پہچانا، اس کا علاج کچھ ضروری نہیں کیونکہ کچھ مضر نہیں۔ لیکن باوجود غیر ضروری ہونے کے علاج ہی کو دل چاہتا ہے۔ تو زیادہ پاس رہیے۔ ورنہ بار بار آنے جانے کا انتظام کیا جائے۔

دعائے خاص کا یاد نہ رہنا اور اس کا علاج

حال: گو ہمیشہ طلب دعا کرتا ہوں اور حضور فرماتے ہیں کہ دعا کرتا ہوں مگر ہمیشہ بدگمانی رہتی ہے کہ حضور کے خدام میں ایک نام کے بیسیوں ہوں گے کیا یاد ہو گا۔

تحقیق: خط آنے کے وقت تو ضرور دعاء خاص طور سے کر لیتا ہوں، اور دوسرے اوقات میں عام دعاء کرتا ہوں، کیونکہ خاص طور پر یاد رہنا واقعی دشوار ہے مگر حق تعالیٰ کو تو اس عام کے خاص افراد معلوم ہیں، وہ سب کے حق میں اس کو واقع فرما سکتے ہیں۔

غلبہ نوم

تحقیق: نیند اگر بہت غالب ہو تو اس کو دفع نہ کیا جائے، وظیفہ چھوڑ کر سو رہنا چاہئے پھر دوسرے وقت پورا کر لیا جائے اور اگر زیادہ غالب نہ ہو تو ہمت کر کے جاگنا چاہئے۔

حکم خواب

تحقیق: بیداری کا اہتمام کیجئے خواب کی فکر چھوڑ یئے کہ اول متعلق بہ تشریع ہے جس کا انسان مکلف ہے اور ثانی متعلق بہ تکوین ہے جس کا انسان مکلف نہیں۔

حافظ قرآن ہو کر حفظ قرآن میں طبیعت نہ لگنا

حال: جو قرآن شریف کی طرف رجوع کرتا ہوں تو طبیعت نہیں لگتی اور دل گھبراتا ہے۔

تحقیق: بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے تنہا کام نہیں ہوتا۔ کسی ایسے شخص کو تجویز کرلیں جو قرآن بطور استاد کے سنا کرے اور مشورہ دے سکے کہ اتنا یاد کرو اور اتنا سناؤ اور اگر دماغ ضعیف ہو تو طبی علاج بھی کرو۔

وقت مجاہدہ ثانیہ

حال: پہلے توجہ الی اللہ زیادہ تھی تقاضائے معصیت بہت مغلوب تھا اور ایک گونہ جمعیت اور سکون اور یکسوئی حاصل تھی۔ لیکن اب وہ حالت نہیں رہی، تقاضائے معصیت کا بعض وقت غلبہ بہت ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ ہے وقت مجاہدہ ثانیہ کا بعد فراغ مجاہدہ اولیٰ کے اور یہی ہے جس کے نہ جاننے سے ایک سالک واصل کو شبہ رجعت کا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات مایوس ہو کر نوبت تعطل کی آجاتی ہے حالانکہ یہ کمال سلوک کے لوازم عادیہ سے ہے حقیقت اس کی یہ ہے کہ ابتداء میں جوش کی زیادتی سے امور طبعیہ مغلوب ہو جاتے ہیں، توسط یا انتہا میں جوش کم ہو جانے سے وہ امور طبعیہ پھر عود کرتے ہیں، کیونکہ ان کا زوال نہیں ہوتا صرف مغلوب ہو گئے تھے اس عود کے وقت پھر مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اس مجاہدہ میں تعب و کشاکشی کم ہوتی ہے لرسوخ التھذیب فی النفس مگر عزم و توجہ و ہمت و ضبط کی حاجت ہوتی ہے۔

استعمال لذائذ میں گھر کا خیال آنا

خیال: اگر کسی قوت کی چیز کھانے کی نیت کرتا ہوں تو دو خیال پیدا ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ خدا جانے گھر والے کس طرح ہوں، اور دوسرے یہ کہ دل میں ندامت ہوتی ہے کہ اللہ کی نعمتیں تو پیشتر سے کھا رہا ہے اس میں تو نے کیا کر دیا، اور آئندہ کیا کرے گا۔

تقویت بھی تداوی میں داخل ہے

تحقیق: یہ ایک حالت محمودہ کا غلبہ اور مبارک حالت ہے عملدرآمد اس میں یہ چاہئے کہ جس چیز سے محض لذت مقصود ہو، وہاں اس حال کے مقتضاء پر عمل کیجئے اور جہاں تداوی یا تقویت کی ضرورت ہو، وہاں بہ نسبت حال کے امر شرعی مستحب تداوی پر عمل افضل ہے اور تقویت بھی داخل تداوی ہے۔

نماز سے طبیعت کے بھاگنے کا علاج

حال: نماز سے دل بھاگتا ہے یہاں تک کہ چند وقت کی نماز بھی جاتی رہتی ہے۔

تحقیق: علاج اس کا یہ ہے کہ (۱) طبیعت پر زور ڈال کر نفس کی اس بات میں مخالفت کرنا۔ (۲) کسی معین وقت پر بیٹھ کر مراقبہ موت کرنا (۳) احقر کے مواعظ علی التواتر مطالعہ کرنا۔

علاج بلائے دیر درماں

حال: ایک شخص نے لکھا کہ اصلاح کی تین صورتیں ہیں۔ عمل، دعاء، عرض حال، عمل چونکہ تابع ہے عزم کے اور میں عزم کو اختیاری نہیں سمجھتا بلکہ اس کو بھی مخلوق سبحانہٗ جانتا ہوں، اس لئے عمل تو یوں صفر ہے رہی دعاء مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میری دعاء کبھی قبول ہوئی ہو، جو دعائیں سراسر نافع ہیں وہ بھی مقبول نہیں ہوئی، جیسے دعاء توفیق اعمال صالحہ وغیرہ اس لئے دعاء کرتے ہوئے بجائے غلبہ رجا قبول کے جھجک طبیعت میں پیدا ہوتی ہے۔ اب رہی عرض حالت وہاں یہ خیال ہوتا ہے کہ طبیب کا کام نسخہ بتلانا ہے ادھر اپنی طبیعت کو ٹٹولتا ہوں تو نسخہ کو اگلتی ہے، اسلئے مجھے کوئی راستہ رہائی کا نظر نہیں آتا،

تحقیق: (۱) آپ میرے کہنے سے تقلیداً ہی معمولات متعلقہ اذکار و اشغال کو جاری رکھئے خواہ دل لگے یا نہ لگے، اثر ہو یا نہ ہو، خواہ دوام ہو سکے یا نہ ہو سکے جس روز بھی ہو جائے اور جس قدر بھی ہو جائے اور ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں۔ (۲) دعاء کی نسبت جو لکھا ہے اسکی مخالفت اعتقاداً آپ پر واجب ہے وہ ضرور نافع ہوتی ہے۔ اپنے دل کو جبراً یوں سمجھائیے کہ مواد خاصہ میں جن میں دعاء غیر نافع معلوم ہوئی ہے، اگر دعاء نہ ہوتی شائد زیادہ بلا کا سامنا ہوتا دنیویاً اور دیناً نیز حکم شرعی ہی سمجھ کر دعاء کیجئے کہ امتثال امر کا تو اجر ملے گا۔ بلا سے مطلوب خاص نہ ملے، (۳) عرض حال کی نسبت یہ ہے کہ نئی حالت کی اطلاع ضروری ہے، باقی جس حالت کی جو تدبیر بتلائی گئی ہو اور اس میں اہمال ہوا ہو اس کی اطلاع واقعی ضروری نہیں، بلکہ اس کی تدبیر کے استعمال کی ہمت کی کوشش و فکر میں رہنا چاہئے۔ اس اہتمام سے ایک روز انشاء اللہ ہمت بھی نصیب ہو جائے گی۔ من حیث لا یحتسب العامل کر کے دیکھنے کی چیز ہے۔ (۴) پھر ان امور

کے ساتھ گو کسی درجہ میں ہو اگر تفویض و تسلیم الی الحق ہو تو بے حد مقوی تاثیر ہے اور بدون کسی قدر سعی کے محض تفویض صورت تفویض ہے حقیقت تفویض نہیں حدیث میں ہے۔

اعقل ثم توکل

گر توکل می کنی در کار کن　　　　کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

(۵) ناصحین و مخلصین کی تقریرات و مشاورات کے مقدمات میں نظر نہ کیا کیجئے ان کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر تقلیداً قبول کر کے عمل شروع کر دیا کیجئے۔ (۶) ترتب ثمرہ کے لئے کوئی حد اور مدت ذہن میں معین نہ کیجئے، آخرت تک میں ظاہر ہونے کے لئے جو کہ یقین ہے آمادہ رہئے۔ (۷) اس بلائے دیر درماں نہ کہ بے درماں میں صدہا حکمتیں ہیں جو عنقریب معلوم ہونگی کہ کیسے کیسے اخلاق رذیلہ کا اس سے علاج ہو گیا ہو گا۔

(۸) اور شرمانے کی کوئی بات نہیں ہے میں نے حقیر نہیں سمجھا، آپ کی طبیعت ہلکی ہو گئی ہو گی مجھ کو دعاء کی طرف زیادہ توجہ ہو گئی، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اب دونوں طرف کی دعا سے جلدی کام بن جائے گا اب میں خاص توجہ و الحاح سے دعا شروع کروں گا اور کر بھی دی۔

کوئے نومیدی مرو کامید ہاست　　　　سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

طریق نجات قلب پر معاصی

حال: قلب اس قدر گندہ ہے جس کی کچھ انتہا نہیں، ہر وقت خیالات فاسدہ واہیہ جمع ہوتے ہیں، ذکر پر نباہ نہیں ہوتا بدنگاہی کا مرض ستاتا ہے قلب بالکل مکدر رہتا ہے۔

تحقیق: یہ تمام حالات دو امر کی دلیل ہیں جو کہ اعلیٰ مقاصد سے ہیں، ایک اپنی بدحالی کا احساس، دوسرا خوش حالی کی فکر، چار امر کو اپنا معمول کر لو پھر عدم حرمان کا میرا ذمہ (۱) ذکر کے متعلق جو معمول مقرر کرو گو قلیل ہو تو اس کو پورا کر لیا کرو خواہ دل سے یا بے دلی سے (۲) معاصی سے نفس کو ہمت کے ساتھ روکو اور کوتاہی پر فوراً استغفار کرو۔ (۳) ماضی و مستقبل کو مت سوچو نہ نفع کا قصد کرو (۴) حالات سے وقتاً فوقتاً اطلاع دو گو وہ اطلاع کے قابل نہ ہوں۔ (۵) تمہارے اعضائے رئیسہ میں حرارت کا اثر ہے علاج طبی بھی ضرور کرو۔

وظیفہ میں دل لگنے اور تلاوت میں نہ لگنے کی وجہ

حال: قرآن شریف کے پڑھنے میں دل نہیں لگتا اور وظیفہ میں لگتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے۔

تحقیق: وظیفہ میں تو ایک ہی چیز بار بار پڑھی جاتی ہے۔ طبیعت پر زور نہیں پڑتا، آسانی کی وجہ سے دل لگتا ہے اور قرآن میں مختلف کلمات مختلف آیات پڑھی جاتی ہیں، طبیعت پر زور پڑتا ہے۔ دشواری کی وجہ سے گرانی معلوم ہوتی ہے۔ سو یہ طبعی بات ہے کوئی فکر کی بات نہیں مگر جس قدر بھی ہو سکے کرتے رہنا چاہئے بعد عادت کے یہ دشواری جاتی رہے گی، انشاء اللہ تعالیٰ اور دلچسپی بھی پیدا ہو جائے گی۔

ذوق مطلوب نہیں

تحقیق: ذوق مطلوب نہیں کیونکہ وہ ایک حال ہے نہ کہ مقام اور مقام مطلوب ہیں نہ کہ احوال اور فرق دونوں میں اختیاری اور غیر اختیاری ہونے کا ہے اور اہل فن کا قول ہے۔ المقامات مکاسب والا حوال مواھب حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے طالب لذت طالب حق نہیں ہے، کام میں لگنا چاہئے ثمرہ پر نظر نہ چاہئے۔

شوق مطلوب نہیں

تحقیق: شوق مطلوب ہی نہیں عمل مطلوب ہے۔ بلکہ بلا شوق ہیں بوجہ زیادہ تعب کے زیادہ اجر ہے یہ نکتہ عمر بھر پلے میں باندھ لینے کے قابل ہے۔

تہجد میں جی لگنے اور فرائض میں نہ لگنے کی وجہ

سوال: یہ شیطانی دھوکہ تو نہیں کہ فرائض میں جی کم لگے اور تہجد میں زیادہ لگے۔

جواب: اسمیں دھوکہ نہیں، طبعی بات ہے کہ جو کام اپنے ذمہ نہ ہو اس کو کر کے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ ہم کو بڑی دولت نصیب ہوئی کہ جو کام ہمارے ذمہ نہ تھا۔ اس کی توفیق ہوئی اور جو کام ذمہ ہوتا ہے اس میں سمجھتا ہے کہ یہ تو کرنا ضروری ہے کونسا بڑا کمال کیا سو امور طبعیہ میں انسان معذور ہے۔

رقت قلبی کا نہ ہونا قساوت قلبی نہیں

حال: قساوت قلبی کی یہ حالت ہے کہ ہر چند چاہتا ہوں کہ بدرگاہ رب العزت گریہ وزاری کروں مگر آنکھ سے ایک قطرہ نہیں نکلتا۔

تحقیق: یہ قساوت نہیں، منشأ گریہ کا رقت قلبی ہے جو کہ غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری مطلوب نہیں، قساوت یہ ہے کہ معصیت کے بعد افسوس نہ ہو۔

یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہو کبھی نہ ہو

حال: خدا جانے کیا سبب ہے کہ جب کبھی کام پابندی سے کرنا چاہتا ہوں۔ تو دو چار روز کے بعد وحشت ہونے لگتی ہے۔ اور کام چھوڑ بیٹھتا ہوں۔

تحقیق: بعض طبائع کا یہ جبلی خاصہ ہے، پریشانی کی کوئی بات نہیں ایسے شخص کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہو اور کبھی نہ ہو، اسی طرح کرتے رہنے سے دوام حقیقی میسر ہو جاتا ہے، حاصل یہ ہے کہ وہ گو دوام نہیں مگر بحکم دوام ہے اثر اور برکت میں۔

احوال غیر اختیاریہ دائم نہیں ہوتے۔

تحقیق: احوال غیر اختیاریہ دائم نہیں ہوتے اور اگر دائم ہوں تو ان میں لذت نہ رہے اور اکثر اس کے مصالح اس لذت پر مبنی ہیں۔

توجہ الی الکیفیات والانوار

تحقیق: قصداً انوار و کیفیات کی طرف توجہ نہ کرنا چاہئے لیکن اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اس کے دفع کا اہتمام شدید کیا جائے غرض نہ استحضار اس کا کیا جائے نہ استنکار کیا جائے کہ دونوں میں التفات الی غیر المقصود ہے ایک میں اثباتاً ایک میں نفیاً اور یہی التفات الی الغیر حجاب ہے۔

بشارت پر رونا اقرب الی سلامت الفطرت ہے

تحقیق: بشارت کی آیتوں پر رونا آنا زیادہ اقرب الی سلامۃ الفطرت ہے کہ اس سے جوش زیادہ ہوتا ہے اور جوش سے رونا آتا ہے۔

غیر اختیاری کے درپے نہ ہونا چاہئے

تحقیق: غیر اختیاری امور کا کبھی قصد نہ کریں اس کا انجام پریشانی ہے، جو ہو جائے خدا تعالیٰ کا شکر کریں اور اصلی کام میں لگیں۔

ذوقی حالت کے ابقاء کی فکر پریشانی کی بنیاد ہے

تحقیق: ذوقی حالت کے ابقاء یا زیادت کی فکر کرنا ہی پریشانی کی بنیاد ہے کیونکہ وہ غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری کے ساتھ قصد کا تعلق تمنع اور ممتنع کی فکر یقیناً پریشانی۔

قضا نمازوں کی ادائیگی کی سہل ترکیب

حال: قضا نمازوں کی ادائیگی میں مشغول ہوتا ہوں تو دل بے حد تنگ ہوتا ہے۔
تحقیق: تھوڑا تھوڑا قضا کرتے رہیں تو انشاء اللہ از خود تنگی رفع ہو جائے گی اگر یہ نہ ہو سکے تو ایک دن کے ناغہ سے قضا شروع کریں اور بہت سہل ہو جائے گا اور کام چستی سے نہ ہو سکتی ہی سے سہی جس طرح کچھ لیا جائے۔

تلوین مقدمہ تمکین ہے

تحقیق: احوال علی سبیل التعاقب وارد ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک روز تمکین میسر ہو جاتی ہے تلوین مقدمہ تمکین ہے مقدمہ سے نہ گھبرانا چاہئے کہ یہی سفیر مقصود ہے۔

معمولات کے ناغہ ہو جانے کی حکمتیں

حال: تمنا یہ ہے کہ کبھی معمولات میں ناغہ نہ ہو بعض افتاد ایسی پڑ جاتی ہے کہ ناغہ ہی ہو جاتا ہے۔
تحقیق: کچھ مضائقہ نہیں اس میں بھی حکمتیں ہیں، اس میں اظہار ہے اپنی بے چارگی کا اس میں قطع ہے دعویٰ کا، اس میں علاج ہے عجب کا۔ البتہ حتی الامکان تساہل خود نہ ہو اور ناغہ کا عوض بھی کر دیا جائے اگر تام نہ ہو غیر تام سہی۔

شیخ سے استفادہ کی شرط حب عقلی ہے

تحقیق: شیخ سے استفادہ کی شرط حب عقلی ہے نہ کہ محبت طبعی۔

آثار غلبہ وحشت

تحقیق: اگر دنیا کے مٹنے اور خدا کی طرف جانے کا تقاضہ ہو تو یہ وحشت عن الدنیا ہے مگر اس کا ایک لون یہ بھی ہے کہ وحشت فی الدین بھی ہونے لگتی ہے۔ چونکہ تحقق اس دین کا بھی دنیا میں ہے۔ بس اس وحشت کو دین سے اقتران ہو جاتا ہے جیسا کسی کو غم ہوا اور وہ غم نماز میں بھی رہے تو نماز اس غم کا ظرف تو ہے مگر خود وہ غم نماز سے تو نہیں۔

ضعف قلب کوئی مرض باطنی و اخلاقی نہیں

تحقیق: ضعف قلب کوئی مرض باطنی و اخلاقی نہیں بلکہ مرض طبی ہونے کے سبب خود موجب اجر ہے اور بعض آثار کے اعتبار سے نافع باطن ہے جب کہ اس سے پستی اور شکستگی پیدا ہو جو کہ اعظم مقاصد

طریق سے ہے۔

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود　　　ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

معیار اعظم مرضی و نامرضی کا شرع ہے، اور اس پر عمل اختیاری ہے اور اس میں ضعفاء کی باضابطہ اعانت بھی ہے۔

تکدر بعد الجماع

حال: بعض اوقات بعد الفراغ جماع طبیعت مکدر ہو جاتی ہے جیسے کسی معصیت کا ارتکاب ہو جانے پر انفعال ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ ایک حال ہے کہ توجہ الی غیر الحق بالمحبت سے طبعاً انقباض ہوتا ہے امور طبعیہ مذموم نہیں، یہ از خود رفع ہو جائے گا، کبھی اثر ضعف جسمانی کا بھی ہوتا ہے۔

اعمال صالحہ پر خوشی عقلی کافی ہے

تحقیق: اعمال صالحہ پر خوشی عقلی کافی ہے۔ اور وہی مطلوب ہے طبعی خوشی وابستہ ہے اسباب متعددہ کے ساتھ ایک صحت بدنی اعتدال مزاج بھی ہے اس کے نہ ہونے سے خوشی نہیں ہوتی جو قابل التفات نہیں۔

اجازت شیخ دلیل کمال نہیں بلکہ دلیل مناسبت ہے

حال: ز تحریر مجازیت خود شرم می آید خود بخود خیال کما می آید۔

تحقیق ایں اعتقاد کمال نیست کہ مضر باشد وسوسہ است کہ مضر نیست در چنیں اوقات استحضار عیوب کنند و بدل آرند کہ اجازت دلیل کمال نیست بلکہ دلیل مناسبت است چنانچہ دستار فضیلت بعد فراغ کتب می بندند اگرچہ عالم کامل نباشد صرف مناسبت مدار ایں رسم باشد کمال بمراحل دور است۔

بیوی کے مرنے کی تمنا و خیال کا علاج

حال: اپنے گھر کے متعلق بعض وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر مر جائے تو میں مولانا کے پاس جا کر خوب ذکر کیا کروں۔ اس سے میرے ذمہ گناہ تو نہیں ہوا۔

تحقیق: اس سرسری خیال سے گناہ نہیں ہوا، ہاں اگر دھیان باندھ لیا جاتا کہ یہ مر ہی جائے تو اس میں گناہ ہے اگر تجربہ سے یہ شخص صاحب ہمت و تصرف نہیں تو صرف مسلمان کی بدخواہی کا۔ ورنہ ہلاک و قتل کا بھی، اس لئے ایسے خیال کے وقت یوں مناسب ہے کہ فوراً ادھر سے اپنا خیال ہٹا لے اور

زبان سے یا خیال سے دعاء کرے کہ الٰہی سب کی خیر۔

طرف عمل بوقت خیال ترک دنیا

حال: اکثر یہی جی میں آتا ہے کہ سب کام چھوڑ چھاڑ کر ایک گوشۂ تنہائی میں بیٹھ جاؤں۔

تحقیق: حسب الترک بعض اعتبار سے بعض اوقات میں ترک سے بھی افضل ہے کہ ترک میں بعض اوقات خطرہ بھی ہے جب کہ ضعف قلب سے تشویش کا احتمال ہو۔ بخلاف حسب ترک کے کہ محض بے خطر ہے اور بحکم نیت المومن خیر من عملہ اجر واثر میں اس کا متقارب بس فی الحال اس پر اکتفا کیا جائے کہ جب وقت آئے گا خود غیب سے اسکے سامان مہیا ہو جائیں گے۔ مجموعہ حاشیین میں یہ مضمون نقد حال ہونا چاہیے

چونکہ بر میخت بہ بندو بستہ باش   چوں کشا چابک و برجستہ باش

طرز عمل بوقت طیران ہیبت

تحقیق: حالت ہیبت احوال رفیعہ میں سے ہے۔ جب تک اس کی خود بخود تعدیل نہ ہو جائے اسی حال کا اتباع کیا جائے۔

کسی عمل نیک پر اپنی بڑائی کا خیال آنا

حال: کوئی پسندیدہ کام کیا جائے تو طبیعت میں بڑائی محسوس کرتا ہوں۔

تحقیق: جو خیال اور اثر غیر اختیاری ہو اور اعتقاداً اس کو برا سمجھے اور اس کے مقتضاء پر عمل بھی نہ کرے۔ مثلاً زبان سے فخر کرے نہ قصداً اپنے کمال کا استحضار کرے تو کچھ ملامت نہیں اور اگر اسکے ساتھ ہی اپنے عیوب اور نقائص کا استحضار بھی کر لے اور سوچ لے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کمال مقبول نہ ہوا تو ہیچ ہے۔ تو اس عمل سے اجر ملے گا۔ اور اسی استحضار کا تکرار ان خیالات کا علاج ہے۔ جس سے بتدریج مضمحل ہو کر کالعدم ہو جاتا ہے۔

امور اختیار یہ کا علاج کلی

تحقیق: غیر اختیاری امور کے لئے صرف دعا طریق ہے۔

امور غیر اختیار یہ سب محمود ہیں

تحقیق: امور غیر اختیار یہ میں غیر محمود کا تحقق ہی نہیں۔

رغبت ونفرت طبعی کا حکم اور اس کا علاج

حال: طاعت کی طرف نہ رغبت ہوتی ہے۔ اور نہ قصدی استحضار نہ معاصی سے طبعی نفرت ہے۔

تحقیق: رغبت اور نفرت طبعی غیر مطلوب ہے، رغبت اور نفرت اعتقادی کافی ہے یہی مامور بہ ہے اس کے مقتضا پر بار بار عمل کرنے سے اکثر طبعی رغبت اور نفرت بھی ہو جاتی ہے۔ اگر ہو تو بھی مضر نہیں۔

بشاشت طاعت سے عدم علوم خلوص کا شبہ غلط ہے

حال: بعض لوگوں نے حفظ کلام اللہ پر تعریف کی اس سے ایک قسم کی بشاشت نفس میں پائی گئی، اس وجہ سے مجھے اپنے خلوص نیت میں شبہ پڑ گیا ہے۔ ارادہ ہے کہ حفظ کا کام تا خلوص نیت ملتوی کر دوں۔

تحقیق: ہرگز ایسا نہ کیجئے بشاشت سے شبہ نیت میں عدم خلوص کا خود یہی غلط ہے ورنہ شیطان کو ہر عمر صالح کے چھڑا دینے کا ایک اچھا ذریعہ ہاتھ آئے گا۔ کہ لوگوں سے تعریف کرادی اور آپ کو شبہ میں ڈال دیا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس طرح عمل للخلق ریا ہے اسی طرح ترک عمل للخلق ریا ہے۔

امامت سے کبر وعجب کا شبہ

حال: ایک قاری عالم نے ایک جاہل کے بجائے امامت کرنا شروع کر دی تھی۔ اس پر ان کو خیال ہوا کہ اس میں تو اپنے کو اس سے اچھا سمجھنا پایا جاتا ہے۔

تحقیق: اپنے کو اچھا سمجھنا لازم نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو دولت علم وتصحیح قرآن کی عطا فرمائی ہے۔ اس عطیہ کو اس عطیہ سے جو اس نے عطا فرمایا ہے افضل سمجھنا لازم آتا ہے سو اس میں کیا حرج ہے، اور چونکہ وہ اپنی ذات صفت نہیں اس لئے اپنے کو اچھا سمجھنے کا لزوم بھی نہیں۔

بغض فی اللہ کی حدت کا علاج

حال: جب کوئی قضیہ بد دین سے اس کی بد دینی کی وجہ سے ہو جاتا ہے تو سخت غیظ وغضب طیش وحدت سے ہوتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ ظالم بد دین کا قلع قمع کر دیا جائے۔

تحقیق: یہ بغض فی اللہ عین مطلوب ہے اور اثر غیر اختیاری ہے، افعال میں تعدیل کا اہتمام رکھنا چاہئے۔

موت سے خوف کی وجہ

حال: میرے موضع میں طاعون ہے موت سے سخت خوف کھا رہا ہوں اس سے صاف اپنے ضعف ایمان کی علامت معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: ہرگز نہیں، بلکہ یہ ایک امر طبعی ہے، میں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے جن کے کمالات پر اتفاق ہے ایک بار فرماتے تھے کہ مجھ کو بہت ڈر موت سے لگتا ہے اور وہ جو حدیث میں آیا ہے من احب لقاء اللہ وہ عین موت کے قرب کی حالت ہے جو سب مسلمانوں کو نصیب ہوتی ہے اور اولیاء اللہ سے جو اشتیاق موت منقول ہے وہ بھی ایک حالت ہے جو غیر اختیاری ہے جیسے کہ خوف غیر اختیاری ہے اور امور اختیاریہ کی نہ تحصیل مامور بہ ہے نہ ازالہ، بالکل تسلی رکھیں۔

کیفیت مرکب بانس وضعف کا علاج

حال: معمولات کی طرف طبیعت بالکل راغب نہیں ہوتی۔ بجز مسجد کے طبیعت کہیں مانوس نہیں ہوتی۔ دوسروں کا ذکر سن کر بے حد مسرت ہوتی ہے۔

تحقیق: یہ کیفیت مرکب ہے انس وضعف سے، بس دل لگنے کا انتظار نہ کیا جائے خود بھی ذکر کرنا چاہئے۔ گو قلیل سہی اور گو جی نہ لگے اور تربیۃ السالک کا مطالعہ ضروری ہے۔

سالک کی یاس کا قدرتی علاج

حال: دو روز کی نماز فجر و عشاء غفلت کی وجہ سے قضا ہو گئی جس کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں بہت رویا، دوسری رات کو خواب میں جواب ملتا ہے کہ تیرے تزکیۂ باطن اور ترقی مراتب کے لئے ایسا کیا گیا

تحقیق: یہ جو کچھ وارد ہوا انکشاف ہے بعض مصالح وحکم واسرار بعض زلات کا جو بلا اختیار واقع ہو جائیں، جس سے مقصود سالک کی یاس کا علاج ہے بوجہ اس کے کہ یاس سے تعطل اعمال میں اور کفران احوال میں پیدا ہونا محتمل ہے بس اس نعمت کے انکشاف پر شکر کرنا چاہئے۔ اور معنی اس کے رخصت فی التساہل نہ سمجھنا چاہئے۔

ناغہ تہجد کے غم کا علاج

حال: سددوا وقاربوا پر عمل کی غرض سے دوام تہجد وذاکر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن اکثر ہفتہ میں دو روز آنکھ ہی نہیں کھلتی پھر دن میں ہمت قضاء کی ہوتی نہیں۔ اس کا بہت ملال رہتا ہے۔

تحقیق: جس ذات مقدسہ کا ارشاد ہے۔ سددوا وقاربوا اسی کا ارشاد ہے لا تفریط فی

النوم انما التضریط فی الیقظة لہٰذا عقلی غم تو ہونا نہ چاہئے رہا طبعی سو وہ خود مجاہدہ ہے اس کے انسداد کی تدبیر کی کیا ضرورت البتہ قضا امر اختیاری ہے اس کی کوتاہی پر عقلی غم عین مطلوب ہے اس کوتاہی کا انسداد یہ ہے کہ بعد نماز عشاء معمولات ادا کرلیں اور اگر آنکھ کھلے قند مکرر سہی۔

علامت وکسل علالت مبقی اجر و برکت ہے

تحقیق: علالت باکسل جو علالت سے ہو عذر ہے (عدم ادائیگی معمولات کا) جو بروئے نص و حدیث مبقی اجر و برکت ہے۔

حق تعالیٰ کے سعید و شقی بنانے پر عدم ناگواری کا علاج

حال: خدا تعالیٰ شانہٗ کے سعید و شقی بنانے پر بالکل ناگواری نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا علم کسی چیز کی اہلیت کے خلاف متمنع اور محال ہے۔

تحقیق: مگر باوجود اس کے حق تعالیٰ سے سعادت کا سوال کرنا چاہئے کہ مامور بہ ہے اور دعا کر کے امید قبول رکھنا چاہئے۔ اور ان سب کو اس کی علامت سمجھنا چاہئے کہ اس کا علم ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری سعادت کے ساتھ متعلق ہوا ہے۔

کلال فی الذکر

حال: کثرت ذکر و تلاوت سے دماغ اور زبان دونوں میں کلال پیدا ہو جاتا ہے۔

تحقیق: آرام لے لینا مناسب ہے، کیونکہ دوسرا مستقل شغل مثلاً فکر بھی اس کلال کا موجب ہوگا۔ اور یہ آرام گو صورتاً غفلت ہے مگر چونکہ مقصود اس سے تہیہ للذکر ہے۔ اس لئے بحکم ذکر ہے نوم عالم کو عبادت اسی جگہ سے کہا گیا ہے۔

منام میں بدنفس کی حالت کی بشارت

حال: (۱) خواب میں ایک لڑکی نظر آئی میرا نفس بد ہوا اور جماع کی تیاری کے وقت انزال قبل از دخول ہوا اور غسل کرلیا (۲) مہمان خانہ کی تالی کی تلاش میں اس قدر وقت صرف ہوا کہ طلوع شمس ہوگیا اور نماز فجر قضا ہوگئی۔

تحقیق: عرفاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات کوئی معصیت کسی شخص کے لئے مقدر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس معصیت کو بیداری سے منام میں منتقل کر دیتے ہیں سو ایسے خواب سے خوش ہونا چاہئے کہ یقظ میں اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور منام میں مکلّف ہی نہیں ہوتا۔

حلال محبت کا انہماک اگر غیر اختیاری ہو تو مضر نہیں

تحقیق: حلال محبت کا انہماک اگر غیر اختیاری ہو اور اس سے اعمال ضروریہ دینیہ میں خلل نہ آئے ذرا بھی دین میں مضر نہیں نہ اس سے حق تعالیٰ کی محبت میں کمی ہوتی اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ محبت طبعی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت عقلی تو دونوں ایک قلب میں جمع ہو سکتی ہیں ۔ اور اس انہماک سے فکر وغم میں پڑنا دلیل اس کی ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت قلب میں ہے۔

شیخ کی مجلس کی حاضری کا لطف غیب میں نہ پانا

حال: وہ بات جو دربار عالی کی حاضری میں اپنی طبیعت کے اندر پاتا تھا۔ اس میں بہت کمی پاتا ہوں۔

تحقیق: یہ مضر نہیں وہ کمی صرف لطف کی ہے نفع کی نہیں، جیسے غذا کھانے کے وقت جو مزہ منہ میں آتا ہے بعد میں نہیں رہتا۔ مگر نفع غذا کا زائل نہیں ہوتا۔

اپنے کو بدترین خلائق سمجھنا

حال: دل میں یہ خطرہ آتا ہے کہ تو بدترین خلائق ہے تیرا کوئی نیک کام کسی قابل نہیں ہے۔

تحقیق: یہ خطرہ تو بحر معرفت کا ایک قطرہ ہے، خدا تعالیٰ اس کو دریا کر دے۔

گرانی طبعی موجب اجر ہے

حال: چلتے پھرتے چونکہ ذکر میں مشغول رہتا ہوں اس لئے اسے چھوڑ کر نہ کسی کو سلام کرنے کو جی چاہتا ہے نہ جواب سلام دینے کا۔

تحقیق: یہ گرانی طبعی ہے، لیکن جب تک شعور ہو ادائے واجب ضروری ہے اور گرانی سے اجر بڑھتا ہے۔ ماخذہٗ حدیث اسباغ الوضو علی المکارہ

لقطہ بھی نعمت ہے

حال: تنگی رزق کے متعلق گریہ وزاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا مانگی اسکے بعد اپنی چادر کے اوپر دو نوٹ پانچ روپیہ کے پائے واقعہ کی تحقیق کرتا پھرا کہیں پتہ نہیں چلا اب کیا کروں۔

تحقیق: واقع کی حقیقت کے درپے مت ہو کہ بے ضرورت ہے بلکہ مضر ہے۔ احکام شرعیہ پر

عمل کرو، وہ حکم یہ ہے کہ جس مال کا مالک نہ معلوم ہو غریب آدمی کو اس کا صرف کرنا جائز ہے تم صرف کرو اور کسی سے ذکر مت کرو اور چونکہ لقطہ بھی خدا تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اس لئے اس کا شکر کرو اور دعاء ہمیشہ مانگتے رہو۔

فرق مابین طمانیت قلب وسکینہ روحی و بے اطمینانی واضطراب طبعی

حال: رنج وراحت، خوشی وغم کی ہر شئے سے بے حد متاثر ہوتا ہوں دین ودنیا کے ہر کام میں گھبرایا سا رہتا ہوں، ہر بات میں جلد بازی واضطراب رہتا ہے طمانیت قلب وسکینہ جس کو کہا جاتا ہے اس سے بالکل محروم ہوں گو وقت کافی موجود ہو کوئی خاص کام بھی نہ ہو۔ لیکن نماز وذکر وظیفہ وغیرہ اس طرح عجلت کے ساتھ ختم کر دیتا ہوں کہ جیسے کوئی آفت آ رہی ہے توجہ ویکسوئی کا نام نہیں، حدیث نفس دووساوس و خطرات کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے اور اس میں نفس لذت بھی لیتا ہے ایک حصہ تو ضعف قلب وجسمانی کمزوری کا بھی اس مرض میں شریک معلوم ہوتا ہے لیکن بہت کچھ یہ چیزیں سیہ کار راز نہ گذشتہ زندگی کا نتیجہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے بہتری باتوں سے توبہ کی توفیق عطا فرمائی، لیکن قلب کی راحت و طمانیت سے محرومی بدستور ہے، بس ایک علاج یہی سمجھ میں آتا ہے کہ کچھ دنوں کے لئے حضور کے آستانہ پر لا ڈالوں۔

تحقیق: آپ مذہب وفلسفہ کو کیوں مخلوط کرنا چاہتے ہیں، مذہب نے اعمال وعقائد کا مکلف بنایا ہے۔ اصلاحی طمانیت وسکینہ وتوجہ ویکسوئی نہ مقصود ہے نہ اس کے انتظار کی اجازت ہے نہ اضطراب و حدیث نفس وخطرات مضر مقصود ہیں نہ ان کے ازالہ کا امر ہے، یہ سب کیفیات نفسانیہ طبعیہ ہیں جن کے وجدان وفقدان کی تحقیق اور ان کے اسباب کی تدقیق فلسفی بحث ہے البتہ یہی چیزیں (یعنی طمانیت وسکینہ و یکسوئی کبھی روح کی بھی صفات ہوتی ہیں جن میں مادہ کا اشتراک نہیں ہوتا وہ بے شک مطلوب ہیں اور طاعات پر ضرور مرتب ہو جاتی ہیں گو تدریجاً سہی، لیکن ان کا رنگ ان طبعی کیفیات سے جداگانہ ہوتا ہے اور وہ روحی اطمینان اس طبعی بے اطمینانی کے ساتھ اور روحی سکون اس طبعی اضطراب کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ اور ہوتا ہے آپ میں بھی جمع ہیں۔ دلیل اگر خدا کی راہ میں آپ کی جان کا مطالبہ ہونے لگے اور مطالبہ کے بجا ہونے میں کوئی اجتہادی شبہ بھی نہ رہے کیا اس وقت آپ کی رائے میں کچھ تزاحم پیدا ہوگا۔ یا آپ اپنے لئے قطعی فیصلہ کرلیں گے کہ جان حاضر کر دینا چاہئے، گو وسوسہ کے درجہ میں اس صورت میں بعض مصالح کا فوت ہونا بھی سامنے آجائے مگر وہ آپ کے اس عزم کو ضعیف نہیں کر سکتا یہ ہے وہ اطمینان جو روح کی

صفت ہے اور بفضلہ تعالیٰ حاصل ہے۔ البتہ جن کیفیات کو آپ نے مقصود لکھا ہے اور ان کے اضداد کو موجود۔ ان کا تعلق مادی راحت اور مادی سکون اور مادی کلفت سے ضرور ہے تو اس کا معالجہ طبی مسئلہ ہے دینی مسئلہ نہیں۔ اور نہ ان کی کیفیات طبعیہ میں معاصی یا طاعات کو کچھ دخل ہے۔ بہت ممکن ہے اور واقع بھی ہے کہ ایک مطیع کو یہ گوارا کیفیات حاصل نہ ہوں اور ایک عاصی کو یا کہ کافر کو حاصل ہوں۔ جب مقصود اور غیر مقصود میں تمیز حاصل ہو گیا تو غیر مقصود کے لئے کیوں سفر کیا جائے۔

طبعی غم وکسبی غم کی تحقیق اور اس کی حکمت

تحقیق: فرمایا کہ ایک بات میں لاکھوں کی بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ طبعی غم اور ہے اور کسبی غم اور۔ اور طبعی غم کی مدت بہت کم ہے۔ وہ تو خود بخود بہت جلد زائل ہو جاتا ہے، ہاں کسبی غم جو خود سوچ سوچ کر پیدا کیا جاتا ہے اور تذکرہ کر کر کے بڑھایا جاتا ہے وہ البتہ اشد ہے مگر اس کا حدوث بقا اختیاری ہے سوچنا موقوف کرو۔ تذکرہ نہ کرو تو کسبی غم پاس بھی نہ آئے گا، رہا طبعی غم وہ البتہ غیر اختیاری ہے مگر وہ نہ تحمل سے باہر ہے نہ اس کی مدت زیادہ ہے شریعت نے تو ان کی مدت بس تین روز رکھی ہے، چنانچہ تعزیت حاضرین بلد کی تین دن کے بعد ناجائز ہے۔ پھر اس کی حکمت میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حق تعالیٰ نے یہ غم بھی محض رحمت کی وجہ سے دیا ہے، یعنی ایک دولت دینا چاہتے ہیں جس کا آلہ غم کو بتایا ہے، غم کی حکمت یہ ہے کہ انسان متمدن ہے اور تمدن موقوف ہے ہمدردی پر اور ہمدردی موقوف ہے رقت قلب پر پس رقت کو تازہ کرنے کے لئے بعض دفعہ اسباب رقت یعنی غم وغیرہ نازل ہوتے ہیں اگر اس کی تجدید نہ کی جائے تو یہ قوت بالکل معطل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اطباء نے تصریح کی ہے جس قوت سے کام نہ لیا جائے وہ بے کار ہو جاتی ہے۔ بہر حال غم کی حکمت یہ ہے کہ اس سے قلب کی رقت اور صفت رحمت تازہ ہو جاتی ہے اور یہ بڑی دولت ہے جو دین میں بھی کارآمد ہے اور دنیا میں بھی۔

خوف اور حزن کے رفع کا طریقہ

تحقیق: خوف اور حزن رفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا تذکرہ نہ کرے اس کا سبق روزمرہ نہ پڑھا کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنے ذہن کو اس طرح سے ہٹانے کی کوشش کرے اور کسی بات کی طرف لگائے۔

خُلق رذیل کی حد

تحقیق: اگر کسی میں خلق رذیل ہو مگر اس سے معصیت صادر نہ ہو تو خلق رذیل ہی نہیں۔

غم کے مضر ہونے کی وجوہ

تحقیق: غم فی نفسہ مذموم یا مضر ہوتا تو حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے غم تجویز نہ ہوتا پس غم فی نفسہ مضر نہیں، بلکہ افضاء الی اخلال الدین کی وجہ سے مضر ہے، علاوہ اس کے غم سے دنیا کا ضرر بہت ہوتا ہے۔ جیسے ضعف یا مرض۔

غم کی حکمت

تحقیق: بڑی حکمت غم کی یہ ہے کہ غم سے شکستگی کی شان پیدا ہوتی ہے جس سے تکبر وغرور وغیرہ کا علاج ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت حکمتیں ہیں۔

بچہ کے مرنے پر کیا دستور العمل ہونا چاہئے۔

تحقیق: جب کسی کا بچہ مر جائے تو بجائے اس کے یہ سوچیں کہ ہائے وہ بچہ میرے پاس کھیلتا تھا، مجھے لپٹتا تھا، اب میری گود سے الگ ہو گیا نہ معلوم کس حال میں ہو گا؟ نہ معلوم کس نے پکڑا ہو گا۔ بلکہ اسباب تسلی کو سوچا کریں مثلاً یہی کہ حق تعالیٰ کے افعال حکمت سے خالی نہیں ہوتے اس میں ضرور حکمت ہے، اور یہ کہ موت مسلمان کے لئے باعث راحت ہے ہر حال میں وغیرہ وغیرہ لوگوں کو اولاد کے بڑا ہونے کی خوشی محض اس لئے ہوتی ہے کہ ان کا نفس یوں ہی چاہتا ہے، ورنہ ان کو کیا خبر کہ بڑے ہو کر باعث راحت والدین ہو گا یا وبال جان ہو گا، والدین کو آخرت میں کچھ نفع دے گا یا خود ہی سہارے کا محتاج ہو گا، بچپن میں مرنے والے بچے بہت زیادہ کار آمد ہیں۔ ان میں یہ احتمال ہی نہیں کہ دیکھئے آخرت میں یہ خود کس حال میں ہو کیونکہ غیر مکلف تو یقیناً مغفور لہ ہے وہ آخرت میں والدین کے بہت کام آوے گا اپنے والدین کی بخشائش اور دخول جنت کے لئے حق تعالیٰ سے جھگڑے گا، جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے۔ چنانچہ حکم ہو گا۔ یا ایھا الطفل المراغم ربہ ادخل ابویک الجنة پس اولاد اللہ کی امانت ہے اس کو جب وہ لینا چاہیں خوش ہو کر خدا کے حوالہ کر دو۔ ان کو اپنی چیز نہ سمجھو، پریشانی کی بناء؛ یہی ہے کہ تم ان کو اپنی چیز سمجھتے ہو اور سمجھ کر ان کے متعلق تجویزیں کرتے ہو۔

فراق اختیاری کے آثار کا حکم

حال: حضرت والا یہاں آ کر ایک نفع تو محسوس ہوا کہ ظاہری فراق نے دل کو تڑپا دیا۔ اب میں ہوں اور حضرت کی یاد، اور حضرت ہر ہر چیز کی محبت ہر وابستہ کی محبت وعظمت یہ سوچ کر کہ ان کی آنکھیں حضرت کے دیدار سے مشرف ہیں ہر وابستہ درگاہ کو اپنے سے ہزار درجہ اچھا سمجھتا ہوں۔ اور سب

کی محبت دل میں پاتا ہوں۔

تحقیق: یہ تو مجھ کو بھی نصیب نہیں نہ جی چاہتا ہے، کیونکہ اس صورت میں مختار نہ رہوں گا مضطر ہو جاؤں گا۔

علوم مکاشفہ کا درجہ

تحقیق: علوم مکاشفہ سب ایسے ہی ہیں جو قرب میں دخیل نہیں، مثلاً وحدۃ الوجود یا تجدد امثال کہ ان کو قرب کے اندر کچھ دخل ہیں، گو ان کے اثر سے کسی ایسے عمل کی نوبت آ جائے کہ جس کو قرب میں دخل ہو، جیسے وحدۃ الوجود کے غلبہ سے انقطاع عن الخلق میں قوت ہو جائے مگر فی نفسہ خود ان کو قرب میں دخل نہیں۔

کرامت کا رتبہ

تحقیق: کرامت کا مرتبہ ذکر لسانی سے بھی گھٹا ہوا ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ ذکر سے کچھ تو قرب ہوتا ہے اگر توجہ سے بھی نہ ہو، اور کرامت سے کچھ قرب نہیں ہوتا بلکہ خود وہ قرب سے ناشی ہے قرب اس سے ناشی نہیں تو غایت مافی الباب وہ قرب کی علامت ہے بشرطیکہ وہ کرامت بھی ہو۔

مجاہدہ ثانیہ کے آثار

حال: معصیتوں کا تقاضہ بالکل پہلے جیسا ہونے لگا، حیران ہوں کہ عرصہ کا نفس مضمحل شدہ پھر دوبارہ اسی شدت و جوش و ہیجان کے ساتھ تقاضہ کرنے لگا۔

تحقیق: اکثر اہل طریق کو یہی حالت پیش آتی ہے، کچھ گھبرانے کی بات نہیں اس وقت نفس کا جو مقابلہ کیا جاتا ہے وہ مجاہدہ ثانیہ کہلاتا ہے اور اس مجاہدہ کا اثر ان شاء اللہ تعالیٰ راسخ ہوگا، اور شاذ و نادر کسی امر طبعی کا تقاضہ یہ منافی رسوخ کے نہیں اس تغیر و تبدل کی مثال حسیات میں ایسی ہے جیسے شب کے آخر میں تاریکی کے بعد ایک نور ہوتا ہے جس کو صبح کاذب کہتے ہیں، ناواقف خوش ہوتا ہے کہ تاریکی گئی پھر دفعتاً وہ نور زائل ہو جاتا ہے اور تاریکی چھا جاتی ہے مگر تھوڑی دیر میں پھر دوسرا نور آتا ہے جس کو صبح صادق کہتے ہیں وہ فاتح بلکہ ترقی پذیر ہوتا ہے۔

طبعی امور قابل التفات نہیں

تحقیق: طبعی امور کے نہ ابقاء کا اہتمام چاہئے نہ ازالہ کی تدبیر بس التفات ہی نہ کیا جائے۔

امور غیر اختیاری کا حکم

تحقیق: جو امر بندہ کے اختیار میں نہ ہو اس کا ہر پہلو خیر ہے نہ اس کے درپے ہو نہ اس کو علامت مقبولیت یا مردودیت کی سمجھے۔

مسائل میں خواب کا حکم

تحقیق: خواب پر اعتماد کرنا مسائل میں جائز نہیں۔

اعمال صالح کے فوت کا غم سالک کو بہت نہ چاہیے

تحقیق: اعمال صالحہ کے فوت ہونے کا عوام تو جس قدر چاہیں قلق کریں ان کو تو مفید ہے اور سالکین اس کا بھی زیادہ غم نہ کریں بلکہ تھوڑی دیر تک رنج کر لیں۔ پھر جی بھر کے توبہ کر لیں اور اپنے کام میں لگیں ماضی کی فکر میں نہ پڑیں کہ ہائے یہ کام کیوں فوت ہوا یہ خطا کیوں ہوئی، ہر وقت اس کا شغل رکھنا سالک کو مضر ہے کیونکہ یہ فکر تعلق مع اللہ میں حجاب ہو جاتا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ تعلق مع اللہ بڑھتا ہے نشاط قلب سے اور یہ قلق نشاط کو کم کر دیتا ہے۔ لیکن تھوڑی دیر تک قلق کرنا چاہیے اور خوب رونا دھونا چاہیے، تاکہ نفس کو کوتاہی کی سزا تو ملے، پھر اچھی طرح استغفار کر کے اس سے التفات قطع کرے۔ آج کل زیادہ قلق کرنے میں ایک اور بھی نقصان ہے وہ یہ ہے کہ قلوب اس وقت بے حد ضعیف ہیں زیادہ قلق سے ان کا ضعف بڑھ جاتا ہے، جس سے بعض اوقات تعطل کی نوبت آجاتی ہے۔

عدم مطلوبیت ترقی غم

تحقیق: عارف قصداً جلب غم نہیں کرتا، بلا قصد کے اگر غم پہنچ جائے تو وہ اس کو لذائذ سے بڑھ کر قبول کرتا ہے، کیونکہ نصوص و اشارات نصوص سے سمجھتے ہیں کہ غم بڑھانا یا طلب کرنا شرعاً مطلوب نہیں۔

چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر۔ حدیث میں ہے کہ من شاق شاق الله عليه، نیز اللہ تعالیٰ نے الذين اذا اصابتهم مصيبة الخ میں تقلیل غم و تسہیل حزن کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ ان کو یہ مطلوب نہیں کہ غم بڑھایا جائے، بلکہ اس کا کم کرنا مطلوب ہے۔

رنج کی دو قسمیں اور ان کا حکم

تحقیق: رنج کی دو قسمیں ہیں۔ ایک رنج طبعی ایک رنج عقلی، سو رنج طبعی منقص ثواب نہیں

بلکہ مکمل ثواب ہے، چنانچہ اولاد کے مرنے پر جو رنج طبعی ہوتا ہے اس پر ثواب کا وعدہ ہے، ہاں عقلی رنج منقص ثواب ہے، سو عشاق کو عقلی رنج نہیں ہوا کرتا۔ عشق کے آگے عقل بے چاری کیا چل سکتی ہے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت　　　ہر چہ جز معشوق باشد جملہ سوخت

نصف سلوک

تحقیق: غیر اختیاری امور کے در پے نہ ہو اور اختیاری میں کوتاہی نہ کرے، یہ نصف سلوک ہے۔

اعمال اختیاریہ ہی سے کیفیات پیدا ہوتی ہیں

تحقیق: کیفیات اعمال اختیاریہ سے حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ عمل اختیاری کو کیفیات کے قصد سے نہ کرے۔

وعدہ اجر کر مصیبت غیر اختیاریہ پر ہے

تحقیق: وعدہ اجر کا ہر مصیبت پر نہیں صرف مصیبت غیر اختیاریہ پر ہے۔ رد عمل مصیبت اختیاریہ ہے، جیسے خودکشی مصیبت ہے مگر اس پر بجائے اجر کے عقوبت ہوگی، کیونکہ یہ مصیبت مکتبہ ہے اسی طرح کسی عمل کا قبول نہ ہونا کسی اختیاریہ کوتاہی کے سبب ہے۔

اعمال و احوال کی مثال

تحقیق: عاقل وہ ہے جو درختوں کے خدمت کرے ان کی نگہداشت کرے، گھاس کا کیا ہے وہ تو خودرو ہے اپنے آپ ہی پیدا ہو جائے گی، پس سمجھ لو کہ اعمال کی مثال درختوں جیسی ہے اور احوال و اسرار کی مثال گھاس کی سی ہے۔

اہل اللہ کے تمام شہوات و لذات سے الگ رہنے کا راز

تحقیق: آخر کوئی تو بات ہے، جس نے اہل اللہ کو تمام لذات و شہوات سے الگ کر دیا ان چیزوں کے لئے عوام مرتے پھرتے ہیں، وہ ان سے بالکل بیزار اور مستغنی ہیں، نہ ان کو طلب مال کی ہے نہ لباس کی فکر ہے، نہ عزت و جاہ کی خواہش ہے، کوئی تو آگ ان کے سینے میں ہے جو پاس بیٹھنے والوں کو بھی بے قرار کر دیتی ہے، یہ خود اس کی دلیل ہے کہ ان کے پاس یقیناً وہ حقائق ہیں جن کی مخلوق کو خبر نہیں۔

کشف کی تحقیق

تحقیق: علوم کشفیہ کا مطالعہ مضر ہے نہ ان کا کبھی مطالعہ کرے نہ ان کے تحقیق کے درپے ہو، ہاں اجمالاً اہل کشف کی بزرگی کا معتقد رہے اور اجمالاً ان کی تصدیق بھی کرے، کشف صحیح بھی باوجود امن عن التلبیس کے حجت شرعیہ اس کو لازم نہیں، نہ خود صاحب کشف پر حجت نہ دوسروں پر جیسے چاند کو ہم آفتاب سے چھوٹا دیکھتے ہیں، مگر شرعاً یہ ابصار حجت نہیں نہ اس پر اعتقاد رکھنا واجب نہ ان کے خلاف کا اعتقاد حرام علوم کشفیہ کو تصوف سے کوئی تعلق نہیں، نیز قرب حق کا مدار معاملہ پر ہے نہ کہ علوم کشفیہ پر۔

دنیا میں پریشانی کے انقطاع سے تو مایوس ہی رہنا چاہئے

تحقیق: پریشانی کے رفع ہونے سے تو امید ہی منقطع کر لینی چاہئے۔ کیونکہ آپ تو پریشانی کے لئے پیدا ہوئے ہیں، یہ تو جنت میں پہنچ کر ختم ہوگی۔

تحقیق اس کشف کی کہ جنت میں بھی اَرِنیْ اَرِنیْ اہل عشق پکاریں گے

تحقیق: ایک عاشق کا قول کشفی ہے۔ ان فی الجنان جنۃ لیس فیھا حور و لا تصود ولا کن فیھا ارنی ارنی ، گو کشف حجت شرعیہ نہیں مگر ان صاحب کشف نے جو دلیل بیان کی ہے، اس دلیل سے شبہہ صحت کشف کا ہوسکتا ہے وہ دلیل یہ ہے کہ حسن و جمال حق حقیقتاً بے نہایت و غایت ہے تو اس کا عشق بھی لا تقف عند حد ضرور ہوگا، اس لئے بے چینی و پریشانی ایسے عشق کے لئے لازم ہے کیونکہ عاشقان مجازی کو تو وصال محبوب سے اس لئے چین آجاتا ہے کہ ان کے محبوب کا حسن متناہی ہے وصال کے بعد جی بھر کے اس سے متمتع ہو گئے اور سکون ہو گیا اور جس کے محبوب کا حسن بے غایت ہو اس سے تو جتنا متمتع ہوگا اور نیا درجہ حسن کا ظاہر ہوگا، پھر چین و سکون کیسا ہوسکتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ عشق و محبوب حقیقی دنیا میں تو اس لئے لا تقف عند حد ہے کہ یہاں اس کی استعداد کے تمام افراد کا تقاضہ پورا نہیں کیا گیا، اور جنت میں ہر فرد کمیلاً تو استعداد پورا ہو جائے گا، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں، وقالوا الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیھا نصب ولا یمسنا فیھا لغوب. اگر جنت میں بھی پریشانی رہی تو ایسے عشق کو لے کر کیا کریں گے، پس اس تقریر سے حسن حق کا محدود ہونا لازم نہیں آتا بلکہ استعداد طالب کا لا متناہی ہونا لازم آیا جنت میں جس سے بالکل سکون ہو جائے گا۔

جو کیفیت معصیت کے ساتھ ہو مردود ہے

تحقیق: اہل باطل جو بیوی سے علیحدہ رہتے ہیں اس کا منشاء یہ ہے کہ بیوی کے اختلاط سے یکسوئی وغیرہ کی کیفیت میں خلل نہ آجائے حالانکہ جو کیفیت معصیت کے ساتھ بھی مجتمع رہے، ایسی کیفیت خود مردود ہے۔

کیفیت محمودہ و مذمومہ کی تعریف

تحقیق: بعض کیفیات محمودہ و مذمومہ میں تشابہ ہے ان میں امتیاز کا معیار یہ ہے کہ جو کیفیت کسی گناہ کا مقدمہ ہو جائے وہ مذموم ہے ورنہ محمود ہے یعنی محمودہ کیفیت ہے جس سے طاعت میں ترقی اور گناہ میں کمی ہو، اگر یہ معیار سامنے نہ ہو تو پھر کیفیات تو جوگیوں کو بھی نصیب ہو جاتی ہے، کیا ان کو بھی صوفی اور ولی کہو گے۔

کیفیات کے مقصود نہ ہونے کی دلیل

تحقیق: دین میں مقصود وہ ہوتا ہے جو بدون تحصیل کے حاصل نہ ہو، جس کا حصول صرف اختیار پر موقوف ہو، اور قرآن میں منصوص ہے کہ بعضے احوال جیسے کشف مرتے ہی سب کو خود بخود حاصل ہو جائیں گے یہاں تک کہ کفار کو بھی چنانچہ ارشاد ہے۔ وبدا لھم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون. فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید. اسمع بھم وابصر.

صحت وارد کی شرط

تحقیق: کسی حال یا کسی وارد کو صحیح مت سمجھو جب تک وہ شریعت کے موافق نہ ہو۔

نسیان کا منشا کبھی تصرف شیطان ہے اور کبھی ضعف دماغ

تحقیق: توجہ قلب از بس دشوار ہے خصوصاً جب کہ اعضاء ظاہرہ کو سکون ہو تو اس وقت قلب کو حرکت زیادہ ہوتی ہے اور سب کے عوض وہی کام میں لگ جاتا ہے، یہی وجہ ہے نماز میں دنیا بھر کی باتیں یاد آجاتی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے اسی قاعدہ سے ایک شخص کو بھولا ہوا دفینہ یاد کرنے کا طریقہ یہ بتلایا کہ آج رات بھر نماز پڑھنے کا قصد کر لو۔ کیونکہ شیطان کو یہ گوارا نہ ہوگا کہ اس کو رات بھر نماز پڑھنے دے اس لئے جلد یاد دلا دے گا۔ یہ علاج اس وقت ہے جب کہ نسیان کا منشاء تصرف شیطانی نہ ہو کہ ضعف دماغ۔

سالک کے حالاتِ مختلفہ

تحقیق: سالک کے حالات مختلف ہوتے ہیں کسی وقت کلام لفظی کی تجلی کا غلبہ ہوتا ہے۔تو زیادہ تر الفاظ قرآن اور اس کی فصاحت اور بلاغت سے ہوتا ہے اور کسی وقت کلام نفسی کی تجلی کا غلبہ ہوتا ہےتو معانی سے تاثر محسوس ہوتا ہے۔یہ سب محمود وسائط تربیت ہیں۔

ثمرہ کا قصد نہ چاہئے۔

تحقیق:ثمرہ چونکہ غیر اختیاری ہے اس لئے کبھی اس کا قصد ہی نہ کرے، بلکہ کام کئے جائے۔ البتہ ثمرہ کے حصول کے واسطے دعا کرے، دعاء کی ضرورت اس واسطے ہے کہ ثمرہ کی بھی حاجت ہے اور حاجت کے لئے دعاء موضوع ہے۔

خطاونسیان پر دینوی مواخذہ ممکن ہے

تحقیق: خطاء ونسیان فی نفسہ تو قابل مواخذہ ہیں، کیونکہ گو وہ اختیار عبد سے باہر معلوم ہوتے ہیں مگر در حقیقت ان کے مقدمات اختیاری ہیں یعنی کہ اگر یہ شخص توجہ تام کرتا تو پھر اس خطاونسیان کا صدور نہ ہوتا، اسی لئے خطاونسیان پر گو مواخذہ اخروی نہ ہو،لیکن دینوی مواخذہ ممکن ہے۔

اگر سعی پر بھی کامیابی نہ ہوتو قلق نہ کرنا چاہئے

تحقیق:اگر سعی پر بھی کامیابی نہ ہوتو پھر اس قلق میں نہ پڑے کہ ہائے کیا ہوا؟ اور آئندہ کیسے ہوگا؟

ماضی و مستقبلت پردۂ خداست

سالکین کی پریشانی کا راز

تحقیق:سالکین کی زیادہ پریشانی کا راز یہ ہے کہ وہ غیر مقاصد کے لئے درپے ہوتے ہیں۔

نفرت طبعی میں تفاوت کبر نہیں۔

حال: دوسروں کے خلاف شرع امور سے تو نفرت ہوتی ہے۔لیکن اپنے نفس سے باوجود ارتکاب خلاف شرعی امور کے اتنی نفرت نہیں، کیا یہ کبر ہے۔

تحقیق:نفرت میں تفاوت ہونا کبر نہیں،نفرت اعتقادی تو دونوں جگہ یکساں ہے اور عبد اسی کا مامور ہے اور یہ تفاوت نفرت طبعی میں ہے جیسے انسان کو اپنے پائخانہ سے نفرت کم ہوتی ہے اور دوسرے

کے پائخانہ سے زیادہ نفرت ہوتی ہے اور راز اس تفاوت کا فی الحبت ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کو اپنے نفس سے زیادہ محبت ہوتی ہے بہ نسبت غیر کے اور یہی وجہ ہے کہ ماں کو اپنے بچہ کے پائخانہ سے اتنی نفرت نہیں ہوتی جیسا غیر محبوب کے پائخانہ سے تو اس کا کبر سے کوئی تعلق نہیں۔

ہمیشہ رہنے کی چیز عقل اور ایمان ہے

تحقیق: کسی حالت کا طاری ہونا اور چندے جاری رہنا یہ بھی بہت غنیمت ہے ورنہ ہمیشہ رہنے کی چیز تو عقل اور ایمان ہے باقی سب میں آمد و رفت رہتی ہے۔

خواب کو قرب یا بعد میں دخل نہیں

تحقیق: خواب موثر تو ہوتا نہیں (کہ قرب یا بعد میں اس کو دخل ہو) البتہ اگر واقعی خواب ہو تو اثر (یعنی کسی فعل نیک و بد کا) ہو سکتا ہے اور ہم جیسوں کے خواب خواب ہی نہیں ہوتے۔ اس لئے نہ وہ موثر ہیں نہ اثر اس لئے وہ اصلاً قابل التفات نہیں۔

خوابات کا درجہ

تحقیق: خوابات حجت شرعیہ نہیں اور نہ قطعی ہیں جن کی بناء پر کسی سے مناظرہ کیا جائے، مگر رویا صالحہ بنص حدیث مبشرات میں سے ہیں، جن کی خاصیت طبعاً تسلی و فرحت ہے۔ (اور دلائل شرعیہ کے ساتھ موافق ہونے سے ان کے صدق کا پہلو راجح ہو جاتا ہے)۔

کسی کے انتقال پر ایک قطرۂ اشک نہ آنے کی وجہ

حال: بیوی کا انتقال ہوا لیکن مجھے بخدا ایک قطرہ اشک کا نہ آیا۔ حالانکہ سب اہل و عیال روتے تھے۔

تحقیق: اس کی وجہ اختلاف ہے۔ طبائع کا بعض پر عقلیت کا رنگ طبیعت پر غالب ہوتا ہے اس وقت ایسے آثار کم ہوتے ہیں، اور یہ نقص کچھ نہیں، مطلوب بکاء قلب ہے نہ بکاء عین۔ ورنہ یہ ارشاد نہ ہوتا، فان لم تبکوا افتباکوا بلکہ تبکوا پر کوئی ملامت ہوتی۔

تکرار سہو

حال: پنج وقتہ نماز میں بالخصوص فرض و وتر میں بہت سہو ہوتا ہے غرضیکہ ایک ایک نماز مکرر مکرر پڑھتا ہوں۔ سجدۂ سہو کی تلافی سے بھی جی نہیں خوش ہوتا، اور نفس پر گرانی ہوتی ہے۔

تحقیق: معلوم ہوتا ہے سہو سے حزن ہوتا ہے اور حزن سے خوف اور وہم غالب ہو جاتا ہے اور اس غلبہ سے سہو ہونے لگتا ہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ آپ مجزون نہ ہوا کریں، بلکہ اپنے دل کو قوی اور بے فکر رکھیں کہ اگر سہو ہو بھی گیا تو مسائل فقہیہ کے موافق عمل کرنے سے نماز ٹھیک ہو جائے گی پھر کاہے کا غم۔

کیفیات وجدیہ کے لئے دعا و تفویض چاہئے

تحقیق: حضور زائد اور کیفیات وجدیہ اور شوق و ذوق کے لئے دعاء تو کرو مگر دعاء کے بعد ان کے منتظر بن کر نہ بیٹھو بلکہ اپنے کو خدا کے سپرد کر دو کہ ہمارے لئے جو بہتر ہوگا ہو کر رہے گا، خواہ حصول ہو یا عدم حصول۔

حجب نورانیہ حجب ظلمانیہ سے اشد ہیں اور اس کی وجہ

تحقیق: اسرار و ذوقیات کے نعمت ہونے میں شک نہیں۔ اگر بدون طلب کے حاصل ہو جائیں تو شکر کرنا چاہئے، مگر چونکہ یہ خود مقصود و مطلوب نہیں ہیں اس لئے ان کے درپے نہ ہونا چاہئے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ ذوق و شوق و انس وغیرہ حجب نورانی ہیں، اور حجب نورانیہ حجب ظلمانیہ سے اشد ہیں، کیونکہ حجب ظلمانیہ کی طرف سالک متوجہ نہیں ہوتا۔ ان کو خود کو دفع کرنا چاہتا ہے اور حجب نورانیہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور التفات کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے توجہ مقصود اصلی سے ہٹ جاتی ہے۔

کراہت موت طبعی ہے اس لئے مذموم نہیں

حال: مرنے سے قلب گھبراتا ہے۔

تحقیق: حدیث میں حضرت عائشہ کا قول کلنا یکرہ الموت ۔ اور اس پر حضور ﷺ کا نکیر نہ فرمانا مصرح ہے، پس اس میں مذموم ہونے کا احتمال بھی نہیں، یہ کراہت امر طبعی ہے۔

ممانعت تمنی فضائل وہبیہ

تحقیق: لا تتمنوا ما فضل الله به بعضکم علیٰ بعض (ای من الامور الغیر الاختیاریة) للرجال نصیب مما اکتسبوا (من الامور الاختیاریة) وللنساء نصیب مما اکتسبن (مثل ما کرنا فاجتهدوا فی المکسوبات ولا تتمنوا الاموهوبات واسئلوا الله من فضله (ای لا باس بالدعاء للموهوبات فشتان ما بین التمنی والدعاء لکن بشرط ان لا یکون ما لم یجزبه سنت الله) ان الله بکل شیئ علیم (من الاستعداد لما سال عبد

و فیہ اشارۃ الی النھی من التضجر عن اجابۃ الدعاء والی الامر بالرضا بما وقع واعتقاد الحکمۃ فیہ)

وصول اور ایصال دونوں غیر اختیاری ہیں

تحقیق: وصول اور ایصال کا قصد کرنا زمانہ طلب میں غلطی ہے۔ کیونکہ قصد اس شئے کا ہوسکتا ہے، جس میں قصد اور اختیار کو دخل ہو، اور وصول اور صلاحیت ایصال دونوں تمہارے اختیار سے باہر ہیں۔

کار خود کن کار بے گانہ مکن

کام کے وقت مقصود پر نظر نہ کرو بلکہ کام پر نظر رکھو۔

اہل کیفیات اور اہل استقامت میں کون متخلق باخلاق اللہ زیادہ ہیں

تحقیق: سالکین جن احوال اور کیفیات کے فقدان سے پریشان ہوتے ہیں۔ ان کا فقدان کوئی نقص نہیں بلکہ کمال یہی ہے کہ بدون غلبہ احوال کے استقامت حاصل ہو اس کی حقیقت سمجھنے کے لئے دو مقدمے کے سمجھنے کی ضرورت ہے ایک یہ کہ تمام سلوک کا مقصد حضرت حق میں فنا ہے یعنی اپنی صفات کو صفات حق میں فنا کر دینا اور متخلق باخلاق اللہ ہونا ہماری صفات کے دو درجے ہیں، ایک مبداء، ایک منتہا، مبدا انفعال ہوتا ہے مثلاً ہمارے اندر رحمت وشفقت کا مادہ ہے تو اس کا ایک مبداء ہے ایک منتہا ہے، مبداء یہ کہ کسی کی حالت اور مصیبت کو دیکھ کر دل دکھتا ہے یہ انفعال وتاثر ہے اور دل دکھنے کے بعد ہم نے اس شخص کے ساتھ جو ہمدردی کی اسکی اعانت کی یہ منتہا ہے اور فعل ہے اور یہی مقصود ہے صفت رحمت سے، اسی طرح خوف میں مبداء وہی تاثر وانفعال ہے کہ خدا کی عظمت وجلال کے خیال سے دل پر اثر ہوا رقت طاری ہوئی اور یہ منتہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے رُک گئے یہ فعل ہے اور یہی مقصود ہے اسی طرح محبت کا مبداء یہ ہے کہ دل میں عشق کی دھن پیدا ہو، اور محبوب کے خیال میں محو ہو جائے یہ انفعال وتاثر ہے اور منتہا یہ ہے کہ محبوب کی رضا جوئی اور خوشنودی کی طلب میں لگ جائے، اللہ تعالیٰ تاثر وانفعال سے پاک ہے، اس لئے حق تعالیٰ کی صفات میں مبادی نہیں ہوتے بلکہ غایات اور منتہا ہی ہوتے ہیں، پس جس شخص کے اوپر خوف ومحبت کی کیفیت غالب نہ ہو مگر استقامت افعال کی حاصل ہو کہ معاصی سے پوری طرح بچنے والا اور طاعات کا بجالانے والا ہو تو اس میں صفات کے مبادی نہیں پائے گئے بلکہ صرف غایات پائے گئے اور یہ شخص متخلق باخلاق اللہ ہے، اور جس پر ان کیفیات کا غلبہ ہو اس میں اول مبادی پھر غایات پائے گئے تو یہ شخص اس درجہ کا متخلق باخلاق اللہ نہیں ہے پس اول تو کامل ہے اور دوسرا اس درجہ کا کامل نہیں

ہے۔

وارد موافق شرع بشارت ہے

تحقیق: اگر کوئی وارد موافق شرع ہو تو وہ وسوسہ نہیں بلکہ بشارت ہے۔

اعتکاف کی حالت میں دل کا گھر میں رہنا

تحقیق: اعتکاف کی حالت میں دل کے گھر میں رہنے کا تو کچھ ڈر نہیں، کیونکہ غیر اختیاری ہے، ہاں رکھنا نہ چاہئے (کیونکہ یہ اختیاری ہے) اور وہ بھی جب کہ بلاضرورت ہو، اور ضرورت سے تو بعض اوقات رکھنے کا حکم ہے یعنی انتظام حقوق واجبہ یا مستحبات کے لئے، حضور اقدس ﷺ نے تو معراج میں کہ اعلیٰ مقام ہے قرب کا، اپنا دل امت میں رکھا تھا اور ان کے مصالح کا اہتمام فرمایا تھا۔

معاصی کے ساتھ کیفیات نفسانیہ کا بقا دلیل مقبولیت نہیں

تحقیق: بعض اوقات معاصی کے ساتھ بھی بعضے احوال نفسانیہ باقی رہتے ہیں، جیسے وجد و استغراق شوق و شگفتگی اور حیرت اور اس قسم کے اور کیفیت تو ان کے بقاء سے دھوکہ میں نہ آئے کہ میں ایسا مقبول ہوں کہ معصیت سے بھی مقبولیت میں خلل نہ پڑا، کیونکہ یہ سب کیفیات دنیا ہیں دین نہیں، اور دنیا کا عطا ہوتے رہنا علامات مقبولیت سے نہیں ان احوال کا نسبت سے کوئی تعلق نہیں اور نسبت معاصی کے ساتھ باقی نہیں رہتی یہ احوال محض کیفیات نفسانیہ طبعیہ ہیں، جیسے فرح و سرور کیفیات طبعیہ ہیں، حاصل یہ کہ یہ احوال اپنی ذات میں دینی امور نہیں ہیں بلکہ دنیوی امور ہیں البتہ بعض اوقات دین میں معاون ہو جاتے ہیں اور اس معین ہو جانے سے ان کا دین کا جزو ہونا لازم نہیں آتا۔

مطلوب عقلی گریہ ہے، طبعی گریہ نہ ہونا محرومی نہیں

تحقیق: بعض سالکین جو تربیت میں مختلف لوگوں کے حالات غلبۂ خوف و بکاء کو دیکھ کر افسوس کیا کرتے ہیں کہ ہم کو ایسے حالات نہیں ہوتے وہ سن لیں کہ یہ طبعی گریہ ہے جو بعض کو پیش آتا ہے اور یہ مطلوب نہیں، مطلوب عقلی گریہ ہے اور وہ تم کو بھی حاصل ہے کیونکہ نہ رونے پر افسوس ہونا یہ خود گریہ ہے، پس میں افسوس کو تو منع نہیں کرتا بلکہ افسوس سے اپنی محرومی کے اعتقاد کو منع کرتا ہوں کہ تم اپنے کو محروم نہ سمجھو بلکہ شکر کرو کہ عقلی گریہ تم کو حاصل ہے جو مطلوب ہے۔

حالت غیر اختیاری کو غنیمت سمجھنا چاہئے

تحقیق: جو حالت غیر اختیاری اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں، اسی کو اپنے لئے غنیمت جانے اور اپنی خواہش سے کسی پسندیدہ حالت کی تمنا نہ کرے۔

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش ☆ کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطافت

جو چیز اختیار کے تحت میں داخل نہ ہو وہ مذموم نہیں

تحقیق: حدیث میں ہے کہ جب جہاد میں مومن کا قلب کانپنے لگے مگر جہاد کو ترک نہ کرے تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے کھجور کی شاخ خشک ہو کر جھڑ جاتی ہے۔ اس بزدلی پر بھی اجر ملنے سے معلوم ہوا کہ جو چیز اختیار کے تحت میں داخل نہ ہو وہ مذموم نہیں۔

طبعی رنج و غم کے فوائد

تحقیق: رنج و غم کو اخلاق کے درست کرنے میں بہت دخل ہے اس سے نفس کی اصلاح ایک بڑے درجہ میں بخوبی ہوتی ہے نیز آخرت کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے اور دنیا سے دل مکدر ہو جاتا ہے انہیں حکمتوں سے کاملین کو بھی ایسے واقعات سے رنج ہوتا ہے مگر عقلی رنج نہیں ہوتا۔

حزن طبعی کا علاج

تحقیق: حزن طبعی کا حدوث غیر اختیاری مگر تدبیر و علاج سے اس میں تقلیل ہو سکتی ہے، اور وہ علاج یہ ہے کہ طبیعت کو دوسری چیز کی طرف متوجہ کرے، یہ عام قاعدہ ہے کہ دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونے سے پہلی چیز کمزور ہو جاتی ہے اور بعض امور کو تو ازالہ یا تضعیف میں خاص دخل ہوتا ہے۔ مثلاً غم کی حالت میں بشارت کو یاد کرنا ازالۂ غم میں بہت مفید ہے، چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو اول تو عقلی خوف وحزن سے منع فرمایا لاتخافی و لا تحزنی (یعنی اس غم کو لے کر بیٹھ مت جانا سوچ سوچ کر قصداً یاد کر کر کے زبان سے تذکرہ مت کرتی رہنا۔ ہاں طبعی حزن کا مضائقہ نہیں) پھر طبعی حزن وخوف کے ازالہ کی یہ تدبیر فرمائی کہ انار ادوہ الیک وجا علوہ من المرسلین کی بشارت سنائی۔

خوف وحزن کے دو درجے

تحقیق: خوف وحزن کے دو درجے ہیں ایک غیر اختیاری یہ خوف وحزن طبعی ہے، اور ایک اختیاری یہ خوف وحزن عقلی ہے مثلاً طبعی حزن تو یہ ہے کہ ایک واقعہ رنج دہ ہوا، اور دل پر اس سے چوٹ لگی،

بے قراری ہوئی، اور عقلی درجہ یہ ہے کہ اس غم کو لے کر بیٹھ جائے اس میں غور و فکر کرتا رہے اور زبان سے تذکرہ کرتا رہے، اس طرح جو شخص غم لے کر بیٹھے گا تو غم پہلے سے زیادہ ہوگا۔

☆☆----------------☆☆

باب سوم **تہذیبات** حصہ اول

رذیلہ کی اصلاح

(اس باب کا حصہ اول متضمن ہے اخلاق رذیلہ کے ازالہ تعدیل کے طرق کو
اور حصہ دوم اخلاق حمیدہ کی تحصیل و تکمیل کے طرق کو)

رذیلہ کے اصلاح کی حد

تہذیب: سالک کو چاہئے کہ رذائل کی اصلاح شیخ سے ایک ایک کی کرائے۔ جب ایک رذیلہ کی مقاومت پر پوری قدرت ہو جائے اور مادہ کا اضمحلال ہو جائے تو دوسرے رذیلہ کا علاج شروع کرے اور اس رذیلہ کے ازالہ کلی کا کبھی انتظار نہ کرے، کیونکہ یہ ناممکن ہے بلکہ اس مادہ کے وجود میں ہزارہا حکمتیں ہیں،

رذائل کے فطری ہونے کی دلیل تہذیب: رذایل کے فطری ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بچوں کو بھی غصہ آتا ہے، اور محققین کا قول ہے کہ غضب کبر سے پیدا ہوتا ہے، اور پھر غضب سے غیبت پیدا ہوتی ہے، جب بچوں میں غصہ ہے تو معلوم ہوا کہ ان میں کبر بھی ہے تو بچوں کے اندر ان امور کے ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ امور فطری ہیں۔

زوال رذائل سے مقصود اضمحلال ہے

تہذیب: زوال رذائل سے مقصود اضمحلال ہے اور اضمحلال کے معنی ہیں کہ مجاہدہ کے بعد ان اخلاق رذیلہ کی مقاومت میں پہلی جیسی مشقت نہ رہے ورنہ مجاہدہ سے نہ حریص کی حرص زائل ہوتی ہے نہ بخیل کا بخل نہ متکبر کا کبر، ہاں اضمحلال ہو جاتا ہے جس کا ثمرہ یہ ہے کہ ان کا مقتضاء پر عمل نہ ہو، کیونکہ عمل اختیاری ہے پس مقتضائے رذیلہ پر عمل نہ کرنا بھی بڑی کامیابی ہے اور مجاہدہ و ریاضت سے بھی سہل و آسان ہو جاتا ہے۔

ریاضت ومجاہدہ کا فرق

تہذیب: ایک درجہ تو ہے تقاضائے معصیت کا، اس کی مخالفت کرنا تو مجاہدہ ہے اور ایک اس تقاضا کا منشاء ہے، خلق رذیل، اس کے ازالہ بمعنی اضمحلال کو ریاضت کہتے ہیں،

تجدید معالجہ کی ضرورت

تہذیب: مادہ کا استیصال جب تک نہ ہو تجدید معالجہ کی ضرورت رہے گی اور استیصال کی تدبیر نہیں موسمی بخار کا نسخہ پینے کے بعد کیا پھر آئندہ فصل میں بخار نہ ہوگا، وہ کونسی تدبیر ہے کہ صفراء ہی پیدا نہ ہو، اور اگر ایسا کیا جائے گا تو بہت منافع جو خلط، صفراء سے متعلق ہیں وہ فوت ہو جائیں گے، اسی طرح مادہ شہوانی میں بہت منافع ہیں۔

تمام اخلاق رذیلہ کا علاج

تہذیب: تمام اخلاق رذیلہ کا علاج تامل اور تحمل ہے یعنی جو کام کرے سوچ کر کرے شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کیا کرے۔

اصلاح اعمال وباطن کا طریقہ

تہذیب: اعمال کی اصلاح اور باطن کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کے جذبات کی مخالفت کی جائے۔ اور اس کو مشقت کا عادی بنایا جائے،

مقامات سلوک کی تعریف

تہذیب: مقامات سلوک سے مراد اعمال باطنیہ ہیں یعنی خوف ورجاء محبت وانس، توکل و رضاء شکر وصبر وغیرہ جن کی تحصیل کا شریعت نے امر کیا ہے اور ہر مسلمان خصوصاً سالک ہمیشہ ان کے طے کرنے میں مشغول ہے، کسی وقت توقف نہیں ہوتا، یہ دنیا کا سفر نہیں کہ ایک حد پر ختم ہو جائے بلکہ اس سفر کی کہیں انتہا نہیں۔

کمال یہ ہے کہ سب ملکات کامل ہوں

تہذیب: بعض ملکات کے کامل ہونے کا نام کمال نہیں بلکہ کمال یہ ہے کہ سب ملکات کامل ہوں۔

تمکین کا نام توسط و اعتدال ہے۔

تہذیب: تمکین کے بعد تمام اشیاء کے حقوق بخوبی ادا ہوتے رہتے ہیں۔ اسی تمکین کا نام توسط واعتدال ہے اسی توسط کیوجہ سے اس امت کا نام امت وسط ہے۔

حسن اخلاق کی بھی ایک حد ہے

تہذیب: حدیث میں ہے کہ جب تم سائل کو تین بار (عذر سمجھا کر) جواب دیدو اور وہ پھر بھی نہ جائے لپٹ کر جم ہی جائے جس سے ایذا ہونے لگے) تو پھر اس کے جھڑک دینے میں کچھ ڈر نہیں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ حسن اخلاق کی بھی ایک حد ہے اور بندہ اس کا مکلف نہیں کہ اس حد سے آگے ایذا کا تحمل کرے۔

ریاضت سے اصلاح اخلاق کے معنی

تہذیب: حدیث میں ہے کہ جب تم سنو کہ اپنی جگہ سے پہاڑ ٹل گیا تو تصدیق کرلو (جب کوئی دلیل مکذب نہ ہو) اور جب تم کسی شخص کی نسبت سنو کہ اپنے اخلاق سے ہٹ گیا ہے تو تصدیق مت کرو (کیونکہ اس کا مکذب موجود ہے اور وہ مکذب یہ ہے کہ وہ پھر اسی حالت پر آجائے گا جس پر پیدا کیا گیا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ ریاضت سے اخلاق جبلیہ زائل نہیں ہوتے، ہاں مضمحل ہوجاتے ہیں۔

عشق ناجائز و بدنگاہی

تہذیب: تحریر ذیل جواب ہے ایک مدرس کے خط کا جس کو ایک طالب علم سے محبت ہوگئی تھی اور اس کو دیکھنے کا سخت تقاضہ رہتا تھا، اور اس کے اسباق کو اپنے پاس سے الگ کرنا چاہتے تھے اور مہتمم مدرسہ سے درخواست کرنا چاہتے ہیں کہ ضرورت بالا کی وجہ سے مدرسہ سے میرا ایک گھنٹہ کم کردیا جائے۔

عشق ناجائز کا علاج

جواب: پیشہ تو ٹھہرا تعلیم کا اور اس میں سابقہ ٹھہرا ہمیشہ اطفال سے اور اطفال غیر متناہی بمعنی لا تقف عند حد سوا گر ایک کی تدبیر کرلی تو قطع نظر دوسرے مفاسد کے جو اس تدبیر میں ہیں مثلاً اپنا اظہار حال غیر مربی پر جس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے کہ معاصی کے اظہار سے منع کیا گیا ہے اور مقدمات معاصی بھی ایسے احکام میں ملحق بالمعاصی ہیں کیونکہ دوسرے شخص کو مقدمات کے اعتراف سے فوراً ہی سوءظن پیدا ہوجائے گا اور یہ بھی ایک حکمت ہے۔ نهى عن اظهار المعصية میں البتہ مربی و مصلح اس سے مستثنیٰ

ہے جیسا کہ کشف عورت غیر طبیب کے سامنے حرام ہے اور طبیب کے سامنے جائز و **قل من تنبه بهذا التفصيل في معنى الحديث** اور ایقاع دوسرے کا اسی فتنہ میں۔ کیونکہ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ ایک شخص کسی کی محبت سے خالی الذہن ہے پھر کسی نے جب اپنی محبت کی اس کو اطلاع دی تو اس کو بھی التفات ہو گیا اس کے محاسن کی طرف اور اس التفات سے وہ بھی اس فتنہ میں مبتلا ہو گیا تو یہ اظہار ہی سبب بنا دوسرے کے واقع فی الفتنہ کرنے کا و **التسبب للمعصية بدون الضرورة معصية** اور مثلاً محبوب کو رسوا کرنا خود اس کی بھی ممانعت ہے، **من عشق فعف و كتم فمات فهو شهيد** گو یہ حدیث متکلم فیہ بھی ہے لیکن دوسرے قواعد شرعیہ اس ممانعت کے لئے کافی ہیں کہ کسی کو رسوا کرنا ظاہر ہے کہ جائز نہیں، بہر حال اس میں اس قسم کے مفاسد ہیں مگر ان مفاسد سے قطع نظر بھی کر لی جائے تو ایک کے لئے تو یہ تدبیر کر لی اور اگر بلا اختیار بقیہ میں سے کسی دوسرے کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہو گیا، کیونکہ قلب پر تو اختیار نہیں تو اس کے لئے بھی کیا یہی تدبیر کرو گے، اور اگر تیسرے کے ساتھ یہی قصہ ہوا تو کیا ہوگا تو کیا سارے متعلمین کو حذف کر دو گے پھر تعلیم کس کو دو گے، ہاں ایسے شخص کو خود پیشہ معلمی ہی کا ترک کرنا اگر ممکن ہو (بشرطیکہ اس میں کوئی مصلحت ضروریہ فوت نہ ہو جس کا فیصلہ اپنے مصلح کے مشورے سے ہوسکتا ہے) تو یہ سب سے اسلم ہے لیکن اسی سے ملابست رکھتے ہوئے تو یہ تدبیر عام نہیں ہوسکتی ہے، اس لئے قاعدہ رائضین سے کام لینا چاہئے۔ کہ گھوڑا جس چیز سے چمکتا ہو اس سے دور کرنے کا اہتمام نہیں کرتے کہ ہمیشہ کی مصیبت ہے بلکہ اس چیز کے سامنے آنے اور دیکھنے کا خوگر کرتے ہیں یہاں تک کہ چمک نکل جاتی ہے، اسی طرح تم بھی پڑھاؤ اور معصیت سے بچو، مثلاً اپنی طرف سے مقصد التذاذ کلام کرنا۔ ہاں عام خطاب سبق میں مضر نہیں اسی طرح اس کے سوال کا جواب بقدر ضرورت وہ بھی مضر نہیں اور مثلاً اس کی طرف نظر کرنا، باقی میلان و رجحان بلا اختیار اس طرف ہو تو وہ معصیت نہیں بلکہ اس کے مقتضاء پر عمل کرنے سے نفس کو روکنا مجاہدہ ہے اور اصلاح نفس میں معین اور نفس کی تمرین

شہوت دنیا مثال گلخن است ☆ کہ ازو حمام تقویٰ روشن است

سو یہ امر اختیاری مضر نہیں لیکن بعض اوقات مبتلا کی کم ہمتی ہے یہ بھی مفضی الی المعصیت ہو جاتا ہے اور بعض اوقات گو مفضی الی المعصیت نہیں ہوتا مگر مفضی الی المرض الجسمانی ہو جاتا ہے اس لئے اس کا بھی تدارک کرنا اصلح ہے وہ تدارک یہ ہے کہ جب اس کی طرف کیفیت رجحان کا غلبہ ہو فوراً یہ امر مستحضر کر لیا جائے کہ جب یہ شخص مرے گا، آب و تاب تو فوراً ہی سلب ہو جائے گی تو اس وقت کی آب و تاب محض عارضی و رعائی و ناپائدار ہے اس قابل نہیں کہ اس کی طرف التفات کیا جائے، پھر جب قبر میں

رکھیں گے دو چار روز ہی میں تمام لاش پھٹ کر اس میں پیپ اور کیڑے پڑ جائیں گے اور جب ایک حالت ہونے والی ہے اس کا اعتبار اور اس سے اثر لینا بھی ضروری ہے، جیسے عاقل آدمی جب کسی جرم کا ارادہ کرتا ہے تو یہ سوچ کر کہ انجام اس کا جیل خانہ ہے اور اگر وہ اس وقت نہیں مگر ابھی سے اس کو کالواقع والحاضر سمجھ لیتا ہے اور اس جرم سے باز آتا ہے اس بناء پر اس حالت کائنہ آجلہ کو بھی پیش نظر کر لے گویا اس کی لاش ابھی سڑ گئی گل گئی، اس میں ابھی کیڑے پڑ گئے اس نقشہ کو اس کے لئے ابھی سے تصور کر لیا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ چند ہی روز میں کشش و بے تابی دور ہو جائے گی۔ دوسری طرف ذکر میں تصور کرے کہ یہ سب غیر اللہ دل سے نکل گئے، اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی محبت دل کے اندر جا گزیں رہے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ اس امر غیر اختیاری سے بھی نجات ہو جائے گی، اور بی بی سے تعلق بڑھانا اس کا معین ہوگا، فعلیک بہ واللہ الموفق اور یہ امر بھی قابل تنبیہ ہے کہ اگر بالفرض اس امر غیر اختیاری سے نجات میں توقف ہو تو گھبرائیں نہیں کیونکہ یہ مقصود نہیں تبرعاً لکھ دیا۔ اصل مقصود ہی معاصی سے بتفصیل بالا بچنا ہے جو کہ اختیار میں ہے گو توقف ثمرہ مذکورہ سے جسم یا نفس کو تکلیف ہو تو اس تکلیف کو برداشت کرنا چاہئے۔

کیں بلائے دوست تطہیر شماست

علاج مبتلائے معصیت زنا ولواطت

تہذیب: معالجہ ہر مرض کا اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے استعمال میں ہمت کی ضرورت ہے، اس کے اجزاء یہ ہیں (۱) پورے چالیس روز تک خلوت میں رہو (۲) سب سے مطلقاً کلام ترک کر دو، ہاں حوائج ضروریہ کے متعلق جو کلام ہو مثلاً کھانے کے متعلق یا بازار کے سودا سلف کے متعلق اور وہ بھی بقدر ضرورت مستثنیٰ ہے (۳) کسی کے پاس نہ بیٹھو نہ ملو بجز مجلس شیخ کے (۴) تین روزے متواتر رکھو اور اس میں اوراد سے جو وقت بچے استغفار اور نوافل میں مشغول رہو (۵) معاصی جملہ اعضاء سے سخت پرہیز کرو پھر شیخ کو اطلاع دو۔

ترک مجلس امرد کا بہانہ

تہذیب: اگر کوئی امرد پاس آکر بیٹھے اور دل خراب ہونے لگے تو وہاں سے اٹھ جانا چاہئے۔ گو کسی بہانہ ہی سے، اور بہانہ کیا مشکل ہے ناک صاف کرنے کا بہانہ کافی ہے۔

نفس کی بدنظری میں ایک نکتہ مخترعہ کا جواب

تہذیب: اگر کوئی عورت نظر آوے اور نفس کہے کہ ایک دفعہ نظر کر لے کیا حرج ہے، کیونکہ تو

بد فعلی نہ کرے گا، اگر بالفرض بڑی خواہش ہی ہوتو اس سے باز رہنے میں مجاہدہ ہے، تو یہ سمجھ لینا چاہئے، کہ یہ نفس کا کید ہے اور طریقہ نجات کا یہی ہے کہ عمل نہ کیا جائے جو اس میں نفس نے نکتہ گھڑا ہے اول تو حسب فتویٰ اہل طریق کا کل حقیقة رو تها الشریعة فهی فندقة یہ نکتہ ہی مردود ہے کیونکہ شریعت نے خود اس نظر کو زنا بتلایا ہے، پھر یہ نکتہ اصول فن کے بھی خلاف ہے کیونکہ جو حکمت اس میں مجاہدہ کی نکالی ہے سو باوجود تقاضا کے نظر نہ کرنا کیا یہ مجاہدہ نہیں ہے بلکہ نفس کے مجوزہ مجاہدہ میں تو حکمت کچھ حظ بھی ہے، اور کچھ مجاہدہ بھی، اور نہ دیکھنا خالص مجاہدہ ہے تو پھر کون اکمل ہوا، سو یہ حکمت مجاہدہ کی تو غض بصر میں بھی حاصل ہے، اور اگر مجاہدہ مطلوبہ ایسا عام ہے تو نصف احلیل داخل کر کے سکون سے بیٹھا رہنا اور پورا ایلاج نہ کرنا اس سے بڑھ کر مجاہدہ ہے۔

بدنگاہی کا ایک درجہ غیر اختیاری اور ایک اختیاری

تہذیب: بدنگاہی میں ایک درجہ میلان کا ہے جو کہ غیر اختیاری ہے اس پر مواخذہ بھی نہیں اور ایک درجہ ہے اس کے مقتضاء پر عمل کرنے کا یہ اختیاری ہے اس پر مواخذہ بھی ہے اور اس عمل میں قصداً دیکھنا اور یہ سوچنا سب داخل ہے، اس کا علاج کف نفس اور غض بصر ہے، کہ یہ بھی اختیاری ہے ہمت کر کے اس کو اختیار کرے گو نفس کو تکلیف ہو مگر یہ تکلیف نار جہنم کی تکلیف سے کم ہے۔ اور جب چند روز ہمت سے ایسا کیا جائے گا تو میلان میں بھی کمی ہو جائے گی، بس یہی علاج ہے اس کے سوا کچھ علاج نہیں اگر چہ ساری عمر سرگرداں رہے۔

جرمانہ کی نفلیں دائمی معمول کے علاوہ ہونا چاہئے

تہذیب: جرمانہ کی نفلیں دائمی معمول کے علاوہ ہونا چاہئے۔ دائم سے زجر نہیں ہوتا۔ کیونکہ نفس کہتا ہے کہ یہ تو ہر حال میں پڑھنا ہی ہوگا خواہ نگاہ بد ہو یا نہ ہو پھر نگاہ بد کو کیوں چھوڑوں اور یہ بھی نفس کہے گا کہ اس کا کفارہ تو ہو ہی جائے گا، پھر کیوں پرہیز کروں اور مستقل طور پڑھنے سے چونکہ پڑھنا گراں ہوگا اس گرانی کے سبب وہ نگاہِ بد سے بچے گا۔

مراقبہ دفع نظر بد

تہذیب: نظر بد کا جس وقت وسوسہ ہو تو تصور کیا جائے کہ اگر اس وقت میرا پیر یا استاد دیکھتا ہوتا تو میں یہ حرکت کبھی نہ کرتا اب اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں تو ایسا کام کیوں کر رہا ہوں؟

فرطِ محبت کی حد

تہذیب: عشق للہ عشق اللہ ہی ہے مگر اسی قید کے ساتھ جو حدیث میں ہے، من غیر ضراء مضرة ولا فتنة مضلة جس کا حاصل یہ ہے کہ شدت عشق میں نہ جسم کو ضرر پہنچے نہ دین کو۔

بدنگاہی کا علاج ضبط نفس ہے

تہذیب: بدنگاہی کے مرض میں مبتلا ہوں ہر چند استغفار بھی ارتکاب کے وقت کرتا ہوں لیکن دل صاف نہیں ہوتا۔

تہذیب: استغفار سے اتنی جلدی صاف نہیں ہوا کرتا بلکہ آئندہ جب ایسے موقع پر چند بار ضبط نفس ہو اس کے نور سے دل میں پوری صفائی ہوتی ہے اُس میں ہمت قوی ہونی چاہئے۔

دوسرا علاج استحضار عذاب اور مراقبہ علم الٰہی

تہذیب: بدون ہمت کے کوئی کام نہیں ہوتا اصل علاج نظر بد کا یہی ہے جس وقت ایسا موقع ہوا کرے یہ خیال کر لیا کیجئے کہ حق تعالیٰ اس وقت بھی دیکھ رہے ہیں، اگر ہمارا پیر اس حرکت کو دیکھتا ہو تو ہماری کبھی جرأت نہ ہو تو خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہوئے جرأت غضب ہے اور قیامت میں بھی باز پرس کریں گے، اگر سزا کا حکم کر دیا تو کیسی بنے گی۔ بار بار اس خیال کے حاضر کرنے سے ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔

بدنظری اور اس کا علاج استعمال ہمت ہے مزیل انوار طاعات ہے

حال: شہوانی خیالات کا ہر وقت دل پر استیلا رہتا ہے۔ نامحرموں کو بری نظر سے دیکھنے میں ذرا بھی باک نہیں۔

تہذیب: یہ شر (بدنظری) ایسا ہے کہ اپنے اثر سے تمام طاعات کے انوار کو تاریک کر دیتا ہے۔ اس لئے اس کا علاج اہتمام سے کرنا چاہئے اور ظاہر ہے کہ یہ مادہ خلقی ہے پس وہ شر نہیں، بلکہ اس میں بہت سی مصالح ہیں۔ البتہ اس مادہ کے اقتضا پر عمل کرنا شر ہے۔ اور وہ اختیاری ہے اور اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے پس فعل سے رکنا اختیاری ٹھہرا۔ اس میں کوئی معذوری نہیں پس ہمت کیجئے یہی اس کا جواب ہے چندے تکلف ہوگا پھر عادت ہو جائے گی پھر لذت اور فرحت ہوگی۔

بدنظری میں انہماک وسوسہ کے درجہ میں مضر نہیں

حال: میلان خواہش نفسانی کا غلبہ کے وقت ہو جاتا ہے۔ وسوسہ کے درجہ میں سخت انہماک ہو جاتا ہے گو عمل کے درجہ میں نہیں۔ اگر نکاح کا خیال ہوتا ہے تو اپنے ضعف اور عدم تندرستی پر نظر کر کے ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔

تہذیب: بوجہ غیر اختیاری ہونے کے ذرا مضر نہیں مگر کسی متعین شخص کے متعلق حدیث النفس نہ لایا جائے اور جو خود کو آجائے تو جمایا نہ جائے نکاح کے متعلق مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے ضعف نہ بڑھ جائے جس سے اشد درجہ کے مضرات نہ پیدا ہو جائیں۔

ہمت میں قوت پیدا ہونے کا علاج

حال: حضور کی تنبیہ سے معلوم ہوا کہ بدنظری فعل اختیاری ہے اور علاج استعمال اختیار یہ ہے مگر باوجود اس کے پھر بھی اختیار کے استعمال کی ہمت نہیں ہوتی اور گناہ ہو جاتا ہے ہمت میں قوت نہیں۔

تہذیب: قوت بھی استعمال ہی سے پیدا ہوگی، اور استعمال میں قوت کی ضرورت نہیں ہمت کی ضرورت ہے گو اس میں تکلف ہی ہو، تکلیف بھی ہو، علمی استعداد طالب علم کو کاہے سے پیدا ہوتی ہے علم کے استعیصال سے مطالعۃً و درعاً و مباحثۃً (اب ان میں بھی اگر اس وقت کا انتظار ہو جوان کے بعد حاصل ہوتی ہے تو نتیجہ بجز حرمان کیا ہوگا، اس لئے اس کو تکلف سے اختیار کرنا چاہئے ایسے امر بین میں شبہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل کا قصد ہی نہیں، ایسی حالت میں چونکہ میں ایسے رنج کا متحمل نہیں اس لئے مکاتبت سے معافی چاہتا ہوں جس نے غضن بصر کا حکم دیا ہے وہ قیامت میں جواب دے گا۔ قولی یا عملی۔

تجدید معالجہ کی ضرورت کی حد

تہذیب: جب تک مادۂ شہوانی کا استیصال نہ ہو تجدید معالجہ کی ضرورت رہے گی، اور استیصال کی کوئی تدبیر نہیں۔ موسمی بخار کا نسخہ پینے کے بعد کیا پھر آئندہ فصل میں بخار نہیں آتا۔

حسن کی پسندی کا علاج

حال: مجھ میں اس قدر حسن پسندی ہے کہ معمولی اشیاء کو بھی نہایت قرینہ اور خوش ترتیبی سے رکھتا ہوں اور حسن صورت کی طرف بھی بے حد کشش ہے۔

تہذیب: بعضہ خیر فاشکروا اعلیہا وبعضہٗ شر فاصبروا عنہا اے غض

البصر حيث امراء الشارع بالغض ولو بتكلف شديد يتحمل زهوق الروح فان الله غيور ويشتد غيرته على النظر الىٰ ما نهى الله اف ينظر اليه فالحذر االحذر ان يغيظ المحبوب الاكبر۔

وسوسۂ حرام کاری کا علاج

حال: شیطان یہ سمجھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ان مرغوب صورتوں پر جائز شرعی قبضہ دیدے تو اس وقت کیا کرو گے سو جائز قبضہ سمجھ کر حظ کا خیال کرو اور حظ حاصل کرو، حرام کاری کا خیال مت کرو۔

تہذیب: خیال کا علاج خیال ہے، اس وقت یہ خیال کرو کہ اگر اس عورت کے شوہر کو اس خیال کی اطلاع کردوں تو کتنی رسوائی ہو، تو حق تعالیٰ تو بے کہے ہی مطلع ہیں، کتنی شرم کی بات ہے کہ وہ اس ارادے کو دیکھ رہے ہیں اور اسی سلسلہ میں عقوبت جہنم کو بھی مستحضر کر کے اس میں لگ جائے (یا) نفس سے یہ کہے کہ جس طرح تو مجھے دوسری عورتوں سے حظ حاصل کرنے کو کہتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص میری بیوی سے حظ حاصل کرے اور مجھ کو اس کا علم ہو جائے تو میں کیا کروں گا، ظاہر ہے کہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاؤں گا، اسی طرح کیا دوسروں کو غیرت نہ ہوگی کہ اگر ان کو خبر ہو جائے تو وہ بھی مجھے مار ڈالیں، ہر طرح کے ضرر پہنچانے پر آمادہ ہو جائیں پھر جہنم کا نقشہ پیش نظر کر لے، علاوہ اس کے وہ تاویل شیطان کی ایسی ہے کہ کوئی شخص سچ مچ کسی عورت سے زنا کرنے لگے، اور یہ سوچ لے کہ اگر اس پر جائز قدرت ہو تو اس طرح مقاربت کروں اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں، یہی حکم ہے زنا بالقلب کا۔

زوجہ متوفیہ سے تلذذ کا تصور حلال ہے لیکن زوجہ مطلقہ سے حرام

حال: موت سے چونکہ علاقہ زوجیت کا منقطع ہو جاتا ہے تو وقائع سابقہ یا صورت زوجہ سے متلذذ ہونا کیسا ہے،

تہذیب: وہ تلذذ تو استحضار ہے واقعہ ماضیہ کا جو حلال تھا اس کا تصور بھی نہیں ہوتا کہ میں اب متلذذ ہوں، بخلاف اس کے کہ وہ زندہ ہو اور مطلقہ ہو جائے تو فی الحال تلذذ کا تصور ہوگا اور یہ حرام ہے۔

صورت مخترعہ سے بھی حرام ہے

حال: بعض دفعہ نفس بلا تعین یوں ہی کوئی صورت اپنی طرف سے تراش کر کے کھڑا کر دیتا ہے اور متلذذ ہوتا ہے دیہ دیوانگی تو یقیناً ہے مگر حد معصیت میں بھی داخل ہے یا نہیں۔

تہذیب: عادۃً ممکن ہی نہیں بدون تعین کے لذت ہو ہی نہیں سکتی لیکن اگر کسی کو تلذذ ہو تو آیت

فمن ابتغیٰ وراء ذالک فاولئک هم العادون کے عموم میں داخل ہوکر حرمت کا حکم کیا جائے گا کیونکہ صورت مختر عہ نہ زوجہ ہے نہ مملوکہ بس وراء ذالک میں داخل ہوگی۔

بعض صورت میں مبتدی کو غیر اختیاری کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہئے جو اختیاری کے ساتھ کرتا

حال: کسی نامحرم کی محبت کا جوش دل میں پیدا ہونا اختیاری امر ہے یا غیر اختیاری۔

تہذیب: مبتدی کے لئے یہ تحقیق مضر ہے شیطان کو اس میں آڑمل جائے گی کہ وہ تاویل سے اختیاری درجہ کو غیر اختیاری بتلا کر معصیت میں مبتلا کر دے گا۔ ایسے مبتدی کا علاج یہی ہے کہ جو معاملہ اختیاری کے ساتھ کرتا وہی غیر اختیاری کے ساتھ بھی کرے یعنی سب کو اختیاری سمجھے اور علاج کرے۔

خطرۂ ہلاکت نظر عمد میں ہے نظر فجاۃ میں نہیں

تہذیب: خطرہ ہلاکت نظر عمد میں ہے اور وہی حرام بھی ہے نظر فجاۃ میں یہ اثر نہیں ہے کیونکہ نظر فجاۃ میں بوجہ التفات کے دقائق حسن کا ادراک نہیں ہوتا یوں ہی سرسری طور پر صورت سامنے آجاتی ہے اب اس کو حکم ہے صرف نظر کا۔ اگر فوراً نگاہ ہٹالے تو کچھ خطرہ نہیں۔ اگر اس کے بعد عمداً دیکھنے لگا تو اب اس کے ساتھ تعلق پیدا ہونے کا احتمال ہے اور تعلق کے بعد اگر وصال نہ ہو تو موت کا خطرہ ہے۔ ایک دوبار اگر وصال بھی ہوگیا تو اس سے پیاس بجھے گی نہیں بلکہ زیادہ بھڑکے گی۔

کنار و بوس سے دونا ہوا عشق ☆ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

محبوب کے تصور کو بلاواسطہ دفع کرنا یہ بھی جلب تصور ہے

تہذیب: نظر بد سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی بد صورت بد شکل کا مراقبہ کرو چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو اگر کوئی بد شکل قابل تصرف مراقبہ کے لئے نہ ملے تو پھر اس محبوب ہی کو بد شکل تصور کرو، یعنی یوں خیال کرو کہ یہ ایک دن مرے گا اور اس کا چہرہ خاک میں مل جائے گا اس میں خون پیپ ناک اور آنکھ کے راستہ سے بہے گا، اس کے بدن میں کیڑے پڑجائیں گے تھوڑی دیر اس کی اس حالت کا مراقبہ کرو اس سے بھی نفع ہوگا اور خیال ہٹانے کی یہ صورت نافع نہیں کہ تم براہ راست اس کے حسن کے تصور کو دفع کرنے کا قصد کرو کیونکہ اس میں تو پھر استحضار ہوگا، حسن کا سلب بھی جلب ہوجائے گا۔ خلاصہ یہ کہ محبوب کے تصور کو بلاواسطہ دفع کرنا یہ بھی جلب تصور ہے۔

عشق کا منشاء بطالت و بے کاری بے فکری ہے

تہذیب: عشق بطالت سے ہوتا ہے۔ اطباء نے اس کی تصریح کی ہے اسی لئے طلباء کو عشق زیادہ ہوتا ہے کیونکہ یہ بہت بے فکر ہیں پس عشق کا علاج بطالت و بے کاری و بے فکر کا دور کرنا ہے۔

تضعیف شہوت کا سالم و مسنون علاج کثرت صوم ہے

تہذیب: بعض دفعہ قلت شہوت کا منشا کثافت اختلاط ہوتا ہے (چنانچہ جس پر شہوت کا زیادہ غلبہ ہو وہ اس وقت خوب پیٹ تن کر کھانا کھالیوے، تو شہوت افسردہ ہو جائے گی، ایسی حالت میں چونکہ روزہ سے اخلاط میں لطافت پیدا ہوگی تو اول اول شہوت بڑھے گی، مگر برابر روزہ رکھتا جائے جیسا کہ فعلیہ الصوم سے دلالت ہوتی ہے، تو کثرت صوم کا انجام ضعف شہوت ہی ہوگا۔ چنانچہ اخیر حصہ رمضان میں ہر شخص کو ضعف معلوم ہوتا ہے۔ گو افطار و سحر میں اس نے کتنا ہی پیٹ بھر کر کھایا ہو، کیونکہ میرے نزدیک سبب ضعف تبدیل وقت ہے تقلیل غذا سے ضعف نہیں ہوتا۔

اضطرار مخمصہ و نظر الی الاجنبیہ کا فرق

تہذیب: اضطرار مخمصہ میں موت کا اندیشہ ہے اور حیات کا بقاء مطلوب ہے کیونکہ وہ معراج (زینہ) ترقی ہے اور حیات ناسوتیہ ہی سے روح کی ترقی ہوتی ہے، کیونکہ مدار ترقی اعمال ہیں اور روح مجرد سے صدور بعض اعمال کا نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر یہ وجہ نہ ہوتی تو پھر جنت سے دنیا میں ہمارے بھیجے جانے کی کیا ضرورت تھی برعکس اس کے نظر الی الاجنبیہ سے بچنے میں موت کا خوف نہیں، بلکہ غض بصر میں زیادہ حیات ہے حدیث میں وعدہ ہے کہ جو شخص تقاضائے نظر کے وقت نگاہ نیچی کر لے اس کو حلاوت ایمان نصیب ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ایک طبعی حلاوت بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ غیض بصر کے بعد اس کا دل یہ کہتا ہے کہ شاباش آج شیطان کو خوب زیر کیا۔ اور یہ فخر اہل اللہ نے بھی کیا ہے مگر اشر و بطر کے ساتھ نہیں بلکہ تحدث بالنعمۃ کے طور پر اور اس قسم کا فرح محمود ہے۔ چنانچہ قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا غرض غض بصر میں باطنی حیات بھی ہے اور حیات ظاہرہ کا ابقا بھی ہے، کیونکہ بعض دفعہ یہ نگاہ بد جان و ایمان تک لے لیتی ہے پس نگاہ ڈال کر ہٹاتے ہیں (اس کو نفس کے ساتھ گو سخت کشاکشی ہوتی ہے جس کو وہ اضطرار سمجھنے لگتا ہے حالانکہ حقیقۃً وہ اضطرار نہیں ہے کیونکہ وہ اس حالت میں غض بصر پر قادر رہتا ہے۔

ترک معصیت کے لئے اختیار معصیت جائز نہیں

تہذیب: ترک معصیت کے لئے معصیت کا اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ ابتداء ہی سے اس معصیت کے تقاضے کا مقابلہ کرنا چاہئے، مثلاً نظر بد کا یہ علاج نہیں ہے کہ ایک مرتبہ پیٹ بھر کے دیکھ لیا جائے۔ بلکہ علاج غض بصر (نظر کا روکنا) ہے گو سخت مشقت ہو۔

قلب کی تمنا پر بھی جو بقصد ہو مواخذہ ہے

تہذیب: قلب کی تمنا اور اشتہاء پر بھی مواخذہ ہے مگر وہی جو بقصد ہو اور بلا قصد تو وسوسہ زنا کیا کفر و شرک کے وساوس بھی مضر نہیں۔

غیبت

غیبت کا ایک عملی علاج اگر منع پر قدرت نہ ہو

تہذیب: سالک کے سامنے کوئی غیبت یا لایعنی کلام کرے اور اس کو منع پر قدرت نہ ہو تو خود اٹھ جانا چاہئے اور اس کی دل شکنی کا خیال نہ کرے کیونکہ دوسرے کی دل شکنی سے اپنی دین شکنی زیادہ قابل احتراز ہے یوں اگر نہ اٹھ سکے کسی بہانہ سے اٹھ جائے یا قصداً فی الفور کوئی مباح تذکرہ شروع کر دیا جائے۔ تاکہ وہ قطع ہو جائے۔

طریق حصول یادداشت فکر

تہذیب: بے سوچے ہرگز کوئی کلام نہ کیا جائے اگرچہ بعض اوقات یہ بھی نہ یاد رہے گا کہ سوچ کر بولوں مگر خیال رکھنے سے اکثر اوقات یاد رہے گا کہ سوچ کر بولوں پھر ان شاء اللہ ذہول نہ ہوگا۔ بس جب سوچ کر بولا جائے تو ہر کلام سے پہلے یہ سوچ لینا چاہئے کہ اس کلام سے گناہ تو نہ ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بہت کچھ اصلاح ہو جائے گی،

بے احتیاطی سے غیبت ہو جانے کا علاج

تہذیب: اول تو حتی الامکان بولنے کی احتیاط رکھیں اور کبھی بے احتیاطی سے غیبت ہو جائے تو فوراً خوب توبہ کریں اور دعائے توفیق۔

غیبت کی شرط ناگواری مغتاب ہے

تہذیب: اگر کسی کو بنا بر بے تکلیف ایسی بات کہی جائے جو بنظر الفاظ تو ناگواری کی بات ہے مگر بنظر بے تکلفی یا تعلق یا بطور مزاح ہونے کے ناگواری کا خیال نہیں۔

تہذیب: جب وہ ناگواری ہے خواہ کسی حیثیت سے ہو وہ مانعیت کے لئے کافی ہے اور اگر خود ناگواری ہی میں تردد ہو تب بھی واجب الکف ہے البتہ اگر عدم ناگواری یقینی ہو تو غیبت کی حد سے خارج ہو گیا۔ ممکن ہے کسی دوسرے گناہ میں داخل ہو جائے کیونکہ آفات لسان بزرگوں نے بیس تک شمار کئے۔

اپنے مغتابین سے جو اجر ملے گا اپنی غیبتوں کے تدارک کے لئے کافی ہونے کی دلیل نہیں

حال: نفس یہ تاویل سکھلاتا ہے کہ تیری بھی تو لوگ غیبت کرتے ہیں۔ قیامت میں جب پکڑ ہوگی تو اپنے مغتاب سے جو اجر ملے گا وہ اجر جن کی تو نے غیبت کی ان کو دیدیا جائے گا۔

تہذیب: اول تو یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں کہ وہ اجر جو دوسروں سے ملا ہوا ہے اس کے تدارک کے لئے کافی ہے ممکن ہے کہ یہ دوسروں سے ملا اجر تمہارے ہی پاس رہے اور خاص تمہارے اعمال کا اجر اہل حقوق کو ملے اور نجات کے لئے دوسروں کا اجر کافی نہ ہو دوسرے اس سے قطع نظر کر کے مساوات کی کوئی دلیل نہیں ممکن ہے کہ تم کو کم ملے اور تم سے زیادہ لے لیا جائے تو تدارک کے لئے کیسے کافی ہو جائے گا۔

غیبت کا علاج ہمت اور استحضار ہے

تہذیب: غیبت اختیاری ہے اس کا طریق علاج ہمت و استحضار ہے اور معین طریق یہ ہے کہ جب ایک بار ایسا ہو جائے ایک وقت فاقہ کرے۔

غیبت اختیاری فعل ہے اور اس کے تدارک کا طریقہ

تہذیب: غیبت تو اختیاری ہے اور امور اختیاریہ کی تدبیر بجز استعمال اختیار کے کچھ نہیں اور اگر پھر بھی غلطی ہو جائے صاحب حق سے فوراً معاف کروا لے اس التزام سے غیبت متروک ہو جائے گی۔

دوسروں کے عیوب و گناہ کبیرہ ظاہر کرنے کا حکم۔

حال: بعض لوگ جو گناہ کبیرہ میں مبتلا ہیں ان کے عیوب اور گناہ کو ظاہر کرنا غیبت ہے یا

نہیں۔ نفس اس تاویل پر ہمیشہ آمادہ رہتا ہے کہ ایسوں کے عیوب اگر لوگوں پر نہ ظاہر کئے جائیں تو لوگوں کو دھوکہ ہوگا اور مسلمانوں کو خداع سے بچانا ضروری ہے۔

تہذیب: یہ سوال منتہی کے قابل ہے۔ مبتدی کو جائز غیبت بھی نہ کرنا چاہئے۔

کیفیات انفعالیہ کے مقتضیات فعلیہ پر عمل جائز نہیں

حال: اگر کوئی شخص میری بے جا غیبت کرتا ہے تو بشرط اطلاع اس شخص سے دل میں کدورت بلکہ حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔

تہذیب: یہ دونوں کیفیتیں انفعال ہیں اور انفعالات غیر اختیاری ہوتے ہیں اور غیر اختیاری پر ذم واثم نہیں البتہ ان کے مقتضیات کہ اس کی غیبت کرنے لگے۔ اس کو ایذا پہنچانے لگے و مثل ذالک یہ افعال ہیں اور افعال اختیاری ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض پر ذم واثم بھی ہوتا ہے پس جب کیفیات انفعالیہ حادث ہوں ان کے مقتضیات فعلیہ پر عمل نہ کیا جائے اور ان کے ازالہ کی دعا کی جائے تا کہ مفضی الی الافعال نہ ہو جائیں اور اپنے عیوب و ذنوب کا استحضار کیا جائے تا کہ اس کا جزم ہو جائے کہ میں اس شخص کی کی بدگوئی سے بھی زیادہ کا مستحق ہوں اور افعال پر عقوبت کا بھی استحضار کیا جائے تا کہ داعیہ افعال کا مضمحل ہو جائے اور ایک ہفتہ کے بعد پھر اطلاع دی جائے۔

غیبت کی معافی کا طریقہ

تہذیب: اگر کسی کی غیبت ہوگئی تو استغفار کے ساتھ مغتاب سے بھی معافی مانگنے کی ضرورت ہے لیکن تفصیل غیبت کی اس کو بتلانا اس کو ایذا دینا ہے، اس لئے اجمالاً یوں کہنا کہ میرا کہا سنا معاف کرو کافی ہے اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کے سامنے غیبت کی تھی ان کے سامنے ان کی مدح و ثنا بھی کرو اور پہلی بات کا غلط ہونا ثابت کر دو اور اگر وہ بات غلط نہ ہو چکی ہو تو یوں کہہ دو کہ بھائی اس بات پر اعتماد کر کے تم فلاں شخص سے بدگمان نہ ہونا کیونکہ مجھے خود اس پر اعتماد نہیں رہا یہ تو رہ یہ ہوگا۔ کیونکہ سچی بات پر بھی اعتماد قطعی بدون وحی کے ہو نہیں سکتا۔ اور اگر وہ شخص مر گیا ہو جس کی غیبت کی تھی تو اب معاف کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے لئے دعا و استغفار کرتے رہو یہاں تک کہ دل گواہی دیدے کہ اب وہ تم سے راضی ہو گیا ہوگا۔

غیبت مباح کی صورت

تہذیب: اگر دینی ضرورت ہو تو پھر غیبت بھی مباح ہے جیسے محدثین نے رواۃ حدیث پر جرح

کی ہے اگر دینی ضرورت نہیں بلکہ محض نفسانیت ہی نفسانیت ہے تو اس صورت میں امر محقق کا بیان کرنا بھی غیبت محرمہ ہے اور بلا تحقیق کوئی بات کہی جائے تو بہتان ہے کذب کا مدار تحقیق کذب پر نہیں بلکہ عدم تحقیق صدق پر ہے۔

غیبت سے حسی تکلیف ہوتی ہے

تہذیب: غیبت میں نہ معلوم لوگوں کو کیا مزا آتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے اپنا جی خوش کر لیتے ہیں پھر اگر اس کو خبر ہوگئی اور اس سے دشمنی پڑ گئی تو عمر بھر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور اگر ذرا دل میں حس ہو تو غیبت کرنے کے ساتھ ہی قلب میں ایسی ظلمت پیدا ہوتی ہے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے جیسے کسی نے گلا گھونٹ دیا ہو۔

غیبت کا مفسدہ

تہذیب: غیبت کا ضرر اور مفسدہ یہ ہے کہ اس سے افتراق پیدا ہوتا ہے اور افتراق سے مقدمہ بازی، لڑائی جھگڑا سب کچھ ہوتے ہیں اور اتفاق کے اندر جو مصالح و منافع ہوتے ہیں افتراق کی صورت میں ان سے بھی محرومی ہو جاتی ہے۔

غیبت کا اصل علاج تواضع ہے لیکن فوری علاج فکر و تامل ہے

تہذیب: غیبت کا علاج بھی تواضع ہی ہے مگر تواضع ایک دن میں پیدا نہیں ہوتی اس لئے جب تک تواضع حاصل نہ ہو غیبت سے بچنے کے لئے فوری علاج یہ کرو کہ بدون سوچے کوئی بات نہ کیا کرو، جو بات کرو، سوچ کر کرو اس سے غیبت کم ہو جائے گی اور کچھ دنوں کے بعد بالکل نہ ہوئے گی، اور اگر کسی وقت بے سوچے کوئی بات نکل جائے تو اسی وقت دو رکعت نفع صلوٰۃ التوبہ کی نیت سے پڑھ لیا کرو۔

بیان مواقع جواز غیبت اور عوام کو متنبہ

تہذیب: جہاں کسی شخص کی حالت چھپانے سے دین کا یا دوسرے مسلمانوں کا یقیناً یا ظناً (جس سے ظن غالب مراد ہے) ضرر ہوتا ہے وہاں اس کی حالت ظاہر کر دینا چاہئے محدثین کا رواۃ حدیث پر جرح کرنا، مبتدع گمراہ کن کی بدعت کا ظاہر کرنا، مستشار کو مستشار فیہ کی حالت کا مستیشیر سے بیان کرنا اور مظلوم کا ظالم کی شکایت کرنا سب اس میں داخل ہے مگر میں عوام کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس کلیہ کو وہ خود استعمال نہ کریں بلکہ جس کی وہ غیبت کرنا چاہیں اسمیں پہلے مجتہد اور متدین علماء سے فتویٰ لیں، اجتہاد سے میری مراد یہ ہے کہ وہ فقہاء کے اقوال کو واقعات پر صحیح طور پر منطبق کر سکتا ہو اور یہ اجتہاد ابھی ختم نہیں

ہوا بلکہ قیامت تک باقی رہے گا اور تدین سے مراد یہ ہے کہ اغراض کا تابع نہ ہو کہ کھینچ کرنا جائز کو حد جواز میں لائے۔ چنانچہ ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ مولوی جس کی غیبت کرنا چاہتے ہیں اسے حد جواز میں لے آتے ہیں کہ ہماری نیت اس غیبت سے دوسرے کی تحقیر نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی اصلاح مقصود ہے تاکہ اس کے شر سے محفوظ رہیں یا معتقد نہ ہو وغیرہ ذلک مگر حق تعالیٰ کے سامنے ان تاویلوں کا چلنا دشوار ہے۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ تمہارا مقصود شفاء غیض اور دوسرے کی تحقیر تھی یا مسلمانوں کی اصلاح کا قصد تھا۔

کار ہا با خلق آری جملہ راست ☆ با خدا تزویر و حیلہ کے رواست

کار با او راست باید داشتن ☆ رایت اخلاص و صدق افراشتن

غیبت کا ایک عجیب عملی علاج

تہذیب: غیبت کا ایک عجیب وغریب عملی علاج یہ ہے کہ جس کی غیبت کرے اس کو اپنی اس حرکت کی اطلاع کر دیا کرے تھوڑے دن اس پر مداومت سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مرض بالکل دفع ہو جائے گا۔

بدگمانی اور تجسس

بدگمانی جو خود لائی جائے مذموم ہے اور اس کا علاج

تہذیب: بدگمانی تکبر سے پیدا ہوتی ہے مذموم بدگمانی وہ ہے جو خود لائی جائے باقی جو وسوسہ خود آئے وہ مذموم بدگمانی نہیں جب تک اس پر عمل نہ ہو (اور عمل کی صورت یہ ہے کہ یا دل سے اس پر اعتقاد جازم کرلے یا زبان سے کسی کے سامنے اس کا تذکرہ کردے) جب تک وسوسہ پر عمل نہ ہو اس وقت تک نہ اس پر مواخذہ ہے نہ وہ مضر ہے۔

بدگمانی، تجسس وغیبت ان سب کا منشا کبر ہے

تہذیب: جب کسی سے بدگمانی پیدا ہو (جس کا منشا کبر ہے۔) تو اپنے عیوب کو پیش نظر کر لیا کرو۔

تہذیب: بدگمانی، تجسس، غیبت ان سب کا منشا کبر ہے بلکہ متکبر کی غرض پوری طرح غیبت ہی

سے حاصل ہوتی ہے، بدگمانی، اور تجسس سب اسی کے مقدمات ہیں، اگر کوئی شخص تجسس اور بدگمانی کرے مگر غیبت نہ کرے تو اس کا مقصود حاصل نہ ہوگا اس لئے وہ بدگمانی اور تجسس کو بھی ترک کر دے گا، پس غیبت سب سے اشد ہے۔

بدگمانی میں گناہ کا درجہ

تہذیب: بدگمانی میں گناہ کا درجہ تو وہ ہے جس کا ذہن میں اعتقاد راسخ ہو، اگر راسخ نہ ہو تو مضر نہیں مگر علاج اس کا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اپنے عیوب کو پیش نظر رکھے پھر اگر علاج کے بعد کچھ اثر رہے تو وہ مذموم نہیں۔

بدگمانی، تجسس اور غیبت کا مکمل علاج

تہذیب: بدگمانی، تجسس و غیبت کا علاج یہ ہے کہ تواضع اختیار کرو، تکبر کو دل سے نکالو، اور جب تک اصلی مرض زائل ہو اس وقت تک غیبت کا فوری علاج یہ کرو کہ فکر و تامل سے کام لو اور کوتاہی پر جرمانہ مقرر کرو اور وسوسۂ بدگمانی کے وقت توجہ کو ذکر اللہ وغیرہ کی طرف منعطف کرو۔

تجسس کی صورتیں اور ان کا علاج

تہذیب: آڑ میں بیٹھ کر کسی کی باتیں سننا بھی تجسس میں داخل ہے جس کو آڑ میں بیٹھنا ہے تو زبان سے کہہ دینا چاہئے کہ میں بیٹھا ہوں یا اس کے سامنے بیٹھنا چاہئے غرض کسی طرح اپنے بیٹھنے کی اطلاع کر دے اسی طرح اگر ایک آدمی سونے کو لیٹ گیا اور دوسروں کو یہ خیال ہو کہ یہ سو گیا ہے اور وہ آپس میں باتیں کرنے لگیں مگر یہ جاگ رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ ان کو اطلاع کر دے کہ میں جاگ رہا ہوں، البتہ اگر وہ لوگ اسی کے متعلق باتیں کر رہے ہوں اور اس کو ضرر پہنچانا چاہتے ہوں تو تجسس کے ساتھ ان کی گفتگو سننا جائز ہے، نیز اگر دو شخص آپس میں انگریزی یا عربی میں گفتگو کر رہے ہوں اور تیسرا شخص بھی ان زبانوں کو سمجھتا ہو مگر ان دونوں کو خبر نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ ان دونوں کو مطلع کر دے کہ میں انگریزی یا عربی سمجھتا ہوں۔

----------☆☆☆----------

کبر اور خود رائی

عالم کا اپنے کو جاہل سے اچھا سمجھنے کا علاج

حال: اکثر بلا قصد یہ خیال آتا ہے کہ فلاں جاہل ہے اور میں عالم ہوں میں اس سے اچھا ہوں۔

تہذیب: نفس سے کہے کہ کیا معلوم خدا تعالیٰ کے یہاں کون اچھا ہے ممکن ہے اس کا باطن اچھا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا ذلیل وخوار ہوں اور خدا تعالیٰ نے تجھکو دو چار حرف ظاہری سکھلا دیئے ہیں۔ اس لئے تو بڑائی کرتا ہے اگر وہ چاہے تو آج چھین لے تو کیا کرے گا، اسی کا استحضار بہ تکرار کیا جائے، اور دعا بھی کرے۔

کبر کے اقسام بکثرت ہیں

تہذیب: وقار کی کمی بیشی پر نظر کرنا اکثر کبر کے سبب سے ہے۔

تہذیب: اقسام کبر کے اس کثرت سے ہیں کہ لاتعد ولا تحصی اور اکثر ان میں اوق و اغمض اس قدر کہ بجز محقق کے کسی کو بھی نظر زباں تک نہیں پہنچتی۔ اور اس میں علماء ظاہر کو بھی اس محقق کی تقلید بلا تفحص حقیقت کرنا پڑتی ہے۔

کبر کا ایک علاج استحضار عظمت حق سبحانہ اور اختیار ذلت عرفی ہے

تہذیب: کبر کا ایک علاج یہ ہے کہ عظمت حق سبحانہ کو پیش نظر رکھے جس موقع پر کبر کا اندیشہ ہو تو اس وقت تو ضرور ورنہ اور بھی بہتر یہ ہے کہ روزانہ ایک وقت اس کے لئے نکال لے اور اس کے ساتھ علاج ہی کا ایک جزو یہ ہے کہ قصداً ایسے افعال اختیار کرے جو عرفاً موجب ذلت سمجھتے ہیں اور بدون اس کے دوسرے علاج ناکافی ہیں۔

کبر و شکر کا فرق

تہذیب: نعمت پر فخر کرنا کبر ہے اور اس کو عطائے حق سمجھنا اور نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔

برے کام کرنے والے کو اپنے سے کم نہ سمجھو البتہ غصہ کی اجازت ہے

تہذیب: یہ جائز ہے کہ برا کام کرنے والے پر غصہ نہ کرو اس سے بغض کرو مگر اپنے سے کم نہ سمجھو اور کبھی تم کو کسی کی سزا و تادیب کے واسطے مقرر کیا جائے تو خبردار اپنے کو اس سے اچھا ہرگز نہ سمجھنا ممکن ہے کہ وہ خطاوار شہزادے کے مثل ہو اور تم نوکر جلاد کے درجہ میں ہو ظاہر ہے کہ خطاوار شہزادے کو بادشاہ جلاد کے ہاتھوں سزا دلوادے تو جلاد اس سے افضل نہیں ہوسکتا۔

سالکین کے کبر و تواضع مفرط کا علاج

تہذیب: کام کرنے والوں کو دین کا کام کرنے سے دو مرض پیدا ہو جاتے ہیں ایک کبر اور دوسرا تواضع مفرط کبر تو یہ ہے کہ وظیفہ پڑھ کر اپنے اوپر نگاہ کرنے لگے، نماز پڑھ کر بے نمازیوں کو حقیر سمجھنے لگے اس کا علاج یہ سمجھنا ہے کہ تکبر کہ وجہ سے بڑے بڑے عابدوں کے قدم توڑ دیئے گئے ہیں کہ منزل مقصد پر نہ پہنچ سکے، شیطان اور بلعم باعور کی حکایت اسکی نظیر ہے۔ تواضع مفرط یہ ہے کہ اس حد تک تواضع کرے کہ اپنے اعمال صالحہ کی بے قدری کرنے لگے مثلاً اس طرح کہ اگرچہ ہم نماز پڑھتے ہیں مگر اس میں خشوع تو ہے نہیں ذکر کرتے ہیں مگر انوار تو بالکل نہیں، گویا در پردہ خدا کی شکایت کر رہے ہیں، علاج اس کا یہ ہے کہ اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہم کو ذکر و نماز کی توفیق دی ورنہ ہماری کیا مجال تھی جو آپ کی بندگی کر لیتے۔

والله لو لا الله ما هتدينا   ولا تصدقنا ولا صلينا

کبر و استغنا کا فرق

تہذیب: کبر اور استغناء میں فرق یہ ہے کہ کبر کی تعریف اگر صادق آئے تو کبر ہے ورنہ استغنا اور کبر یہ ہے کہ اپنے کو کسی کمال میں دوسرے سے بڑا سمجھے اور اس کے ساتھ اس کو حقیر سمجھے۔

خود رائی کا علاج کامل

تہذیب: ابتداء میں خود رائی کا علاج اسی میں منحصر ہے کہ (۱) ہر وقت اہتمام اور مراقبہ رہے کہ اس ذمیمہ کا قرب وقوع تو نہیں ہوا، (۲) جب محسوس ہو اس کے مقتضی کی عملاً مخالفت کی جائے (۳) اگر پھر بھی وقوع ہو جائے نفس کو کچھ مناسب سزا دی جائے خواہ بدنی ہو یا مالی مثلاً یہ خیال رکھنا کہ کسی امر میں اپنی رائے پر عمل کرنے کا عزم تو نہیں ہوا جب معلوم ہو تو کہ اس رائے پر عمل نہ کیا اگر غلطی سے پھر بھی ہو گیا دس رکعت نفل جرمانے کی ادا کرے یا دو آنہ پیسے خیرت کرے مثلاً۔

تکبر اختیاری ہے اور غیر اختیاری کا ترک بھی اختیاری ہے

تہذیب: اپنے آپ کو کسی سے بڑا سمجھنا باطناً یا ظاہراً اس طرح کہ اس کو حقارت کی نظر سے دیکھے یہ تکبر ہے، بس تکبر اختیاری ہے اور اختیاری کا ترک بھی اختیاری ہوتا ہے، اور یہی علاج ہے یہ تفاوت ضرور ہے کہ اول اول ترک اور مقاومت میں تکلف ہوتا ہے پھر تکرار اور مزاولت سے مقاومت اور مدافعت سہل ہو جاتی ہے اس لئے اصطلاح میں اسی اخیر درجہ کا نام علاج ہے یعنی جس سے عمل میں تکلف نہ ہو۔

بلا اختیار اپنے کو بڑا سمجھنا مذموم نہیں لیکن بقصد ایسا سمجھنا کبر ہے

تہذیب: کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے، یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے تو اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے مقتضا پر عمل نہ ہو یعنی زبان سے اپنی تفضیل دوسرے کی تنقیص نہ کرے دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھتا تو بلا قصد ہے مگر اس کے مقتضائے مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملامت اور عقوبت ہے اور اگر زبان سے اس کی مدح وثنا کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم کرے۔ تو اعون فی العلاج ہے۔

تکبر مع اللہ کی صورت

تہذیب: تکبر میں جب غلو ہو جاتا ہے اس کی جڑ پختہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی تکبر کرنے لگتا ہے۔ مثلاً دعا میں عاجزی اور خشوع میں تھا رونے کی صورت بنا کر گڑگڑا رہا تھا کہ سامنے سے کوئی دوسرا شخص آ گیا تو اب گڑگڑانا چھوڑ دیا کہ دیکھنے والے کی نظر میں نیکی نہ ہو یہ تکبر مع اللہ ہے کہ اس کو اللہ کے سامنے عاجزی اور ذلت کی صورت بنانے سے بھی دوسروں کی نظر میں ذلت و عار آتی ہے بس مخلوق کے لئے کسی عمل عبادت کو ترک کرنا تکبر ہے۔

دوسرے کو حقیر سمجھنے کا علاج

تہذیب: اگر کسی بات میں دوسرے کو گھٹا ہوا دیکھو اس وقت یہ سوچے کہ ہم بھی کسی بات میں اس سے گھٹے ہوئے ہیں یا نہیں ہر شخص میں خوبیاں ہوتی ہیں اور برائیاں بھی اگر اس شخص میں ایک برائی ہے تو ممکن ہے ہم میں بہت سی برائیاں ہوں یا ایک ہی برائی ہو لیکن اس برائی سے بدتر ہو پھر کس طرح ہم اس کو گھٹا ہوا سمجھتے ہیں اور دوسرے کو اپنے آپ سے کم درجہ سمجھتے ہیں اور کیوں سلام میں ابتداء کرنے سے عار آتی ہے۔

وضعداری میں غلو بھی کبر ہے

تہذیب: وضع داری میں غلو بھی کبر ہے وضع کیا چیز ہے قطع کیا چیز ہے اور آن کیا چیز ہے یہ سب شیطانی دھندے ہیں اپنے آپ کو اتنا بڑا ہی کیوں سمجھے کہ اس کے لئے خاص وضع مقرر رہو، بندہ کا حق تو یہ ہے کہ جس وردی اور جس وضع میں سرکار رکھیں اس میں رہے اپنی رائے اور ارادے کو فنا کردے۔

کبر کا علمی اور عملی علاج

تہذیب: تکبر کا علمی علاج تو یہ ہے کہ اپنے عیوب کو سوچا کرے اور یوں سمجھے کہ مجھے اپنے عیوب کا یقین کے ساتھ علم ہے اور دوسرے کے عیوب کا ظن کے ساتھ علم ہے اور جو شخص معیوب یقینی ہو وہ معیوب ظنی سے بدتر ہے اس لئے مجھے اپنے کو سب سے کمتر سمجھنا چاہئے اور عملی علاج یہ ہے کہ جس کو تم اپنے سے چھوٹا سمجھتے ہو اس کے ساتھ تعظیم وتکریم سے پیش آؤ اور یہ عملی علاج جزو اعظم ہے بدون اسکے علمی علاج تنہا کافی نہیں۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ جب تک عملی علاج نہ کیا جائے گا تکبر دور نہ ہوگا۔

علاج ازالہ تکبر

تہذیب: مسافروں کے پیر دبایا کرو اس سے تکبر زائل ہو جائے گا۔

ذکر و شغل سے جو کبر پیدا ہو جائے اس کا علاج

تہذیب: جس ذکر و شغل کی بدولت کوئی اپنے کو بڑا بزرگ سمجھنے لگا اس کا علاج ترک ذکر و شغل ہے لیکن ادباً للشریعۃ چونکہ یہ صورت منع عن ذکر اللہ ہے اسلئے ہیئت خاصہ کے ساتھ ذکر نہ کرے (کیونکہ اس طرح ذکر کرنے کو لوگ تصوف اور بزرگی نہیں سمجھتے) اور اس کے ساتھ ایک علاج یہ کرے کہ نمازیوں کی جوتیاں جھاڑ کر سیدھی کر دیا کرے۔

کبر کی نفی کے لئے یہ اعتقاد کافی ہے کہ شائد یہ مجھ سے اچھا ہو

تہذیب: کبر کی نفی کے لئے یہ احتمال رکھنا ہی کافی ہے کہ ممکن ہے یہ شخص اللہ تعالیٰ کے علم میں مجھ سے اچھا ہو آج کل کے مشائخ تو یہ کہتے ہیں کہ اپنے سے سب کو یقیناً اچھا سمجھو، میرے نزدیک تو یہ ہر ایک کی وسع میں نہیں میں تو اتنی آسان بات بتلاتا ہوں کہ صرف یہ کافی ہے کہ شائد یہ مجھ سے اچھا ہو اور یہ کچھ دشوار نہیں۔

اگر کسی ملازم، شاگرد چھوٹے پر زیادتی ہو جائے تو اس کی معافی کا طریقہ

تہذیب: بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم صریح الفاظ میں معافی مانگیں گے تو یہ گستاخ ہو کر زیادہ نافرمانی کرے گا۔ بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم معافی مانگیں گے تو یہ شرمندہ ہوگا۔ مگر یہ عذر اس وقت ہیں جب اس سے تعلق رکھنا چاہیں ان صورتوں میں تو صرف اس کا خوش کر دینا امید ہے کہ قائم مقام معافی کے ہو جائے گا اور بعض اوقات اس سے تعلق رکھنا نہیں جیسے ملازم کو موقوف کر دیا جیسے وہ خود چھوڑ کر جانے لگا اس وقت ضروری ہے کہ زیادتی ہو جانے کی صورت میں اس سے صریح معافی مانگی جائے کیونکہ یہاں وہ دونوں عذر نہیں اس میں اگر رکاوٹ ہو تو میرے نزدیک اس کا سبب ضرور کبر ہے گو اپنے کو بڑا نہ سمجھے مگر کبر کے مقتضا پر عمل تو ہوا غایت سے غایت کبر اعتقادی نہ ہوگا مگر کبر عملی تو ضرور ہے اگر کوئی کبر کی تقسیم کو تسلیم نہ کرے تب بھی ظلم تو ہوا جس سے معافی مانگنا واجب ہے تو معافی نہ مانگنے میں اگر کبر کا گناہ نہ ہوا تو ظلم کا تو ہوا۔

ذکر سے نفع نہ ہونے کا سبب کبھی کبر ہوتا ہے

تہذیب: حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے شکایت کی "مجھے ذکر سے نفع نہیں ہوتا" شیخ نے توجہ کی تو اس کا سبب تکبر معلوم ہوا آپ نے فرمایا ایک ٹوکرا اخروٹوں کا فلاں محلہ میں (جہاں اس کے معتقدین بہت تھے) لے جا اور عام طور سے اعلان کر دے کہ جو کوئی میرے ایک دھول مارے گا، اسے ایک اخروٹ ملے گا، یہ سن کر مرید نے کہا اللہ اکبر میں ایسا کروں، شیخ نے فرمایا کمبخت یہ اللہ کا نام وہ ہے کہ اگر کافر صد سالہ اس کو کہے تو مسلمان ہو کر جنت میں جائے گا مگر تو نے جس موقع پر یہ نام لیا ہے اس سے کافر ہو گیا اس وقت تو نے اللہ اکبر خدا کی عظمت ظاہر کرنے کو نہیں کہا بلکہ اپنی عظمت ظاہر کرنے کو کہا ہے۔

انانیت کا علاج ذلت نفس ہے

تہذیب: یہ انانیت بڑا حجاب ہے اس کا علاج بدون ذلت نفس نہیں ہو سکتا۔

تکبر کا علاج تکبر سے ہونے کا معنی

تہذیب: تکبر کا علاج تکبر سے ہو تو وہ اپنا تکبر نہیں بلکہ حضرت حق کی شان کبریا کا استحضار ہونا چاہئے۔

کبر کی وجہ عظمت حق کا دل میں نہ ہونا ہے

تہذیب: ہمارے اندر تکبر اس وقت تک ہے جب تک حق تعالیٰ کی عظمت دل میں نہیں آئی اور اگر عظمت حق دل میں آجائے تو پھر یہ حال ہوگا۔

چو سلطان عزت علم برکشد ☆ جہاں سر بجیب عدم درکشد

تکبر سے اندیشہ سلب نعمت کا ہے

تہذیب: اپنے تقویٰ طہارت پر ناز کر کے گنہگاروں کو حقیر مت سمجھو اور ان کی خطائیں معاف کر دیا کرو۔ تکبر کرنے سے اندیشہ سلب نعمت کا ہوتا ہے۔

اصلاح نفس ہو جانے کی شناخت

تہذیب: جو شخص مجاہدہ سے نفس کو پامال کر چکا ہے اس کے لئے ایک بھنگی سے بھی معافی چاہنا دشوار نہیں۔

اتفاق کا طریقہ بھی ترک تکبر ہے

تہذیب: متکبرین میں کبھی اتفاق نہیں ہو سکتا اگر ہوگا تو اسی طرح کہ ایک شخص اپنے تکبر کو چھوڑ کر تواضع اختیار کرے، یہ مقولہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

عجیب وغریب علاج عبارت آرائی کا

تہذیب: عبارت آرائی میں مشغول ہونا اچھا نہیں اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے خط کو کسی ایسے شخص سے لکھواؤ جس کی بہت ہی کم استعداد ہو اس کے بعد اسی مضمون کو نقل خود بعینہ کر کے اس اصل کے ہمراہ اپنے مصلح کے پاس بھیجے۔

عبارت آرائی اپنے بڑے سے نہ کرنا چاہئے

تہذیب: جس کو اپنے سے بڑا سمجھے اس کے ساتھ عبارت آرائی کرنا ادب کے خلاف ہے۔

عبارت میں تکلف مناسب نہیں

تہذیب: عبارت میں قافیہ وغیرہ بالقصد نہیں لانا چاہئے اس سے معنی تابع الفاظ کے ہو جاتے ہیں حالانکہ الفاظ کو معانی کا تابع رکھنا چاہئے اگر بلا قصد کوئی قافیہ آجائے دوسری بات ہے تکلف نہ کرے۔

سلام میں تقدیم سے عار آنا تکبر سے ہے

تہذیب: مجھے علماء سے شکایت ہے کہ ہم لوگ اپنے کو بہت بڑا سمجھتے ہیں کہ عوام کو پہلے سلام کرنے سے ہم کو عار آتی ہے بلکہ اس کے منتظر رہتے ہیں کہ پہلے دوسرے ہم کو سلام کریں۔

صرف تحصیل علم سے تکبر نہیں نکل سکتا

تہذیب: تکبر بڑا ہی خناس ہے جب تک یہ ہمارے اندر ہے اس وقت تک حقوق علم ادا نہیں ہو سکتے۔ اور یہ صرف علم حاصل کرنے سے نہیں نکل سکتا، جیسے کہ کسی کو خارش کا نسخہ یاد ہو تو محض نسخہ یاد ہونے سے خارش دفع نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ نسخہ کے اجزا جمع کرو اور اس کا استعمال شروع کرو مضرات سے پرہیز کرو اور جب تک طبیب مشورہ دے اس وقت تک نسخہ کا استعمال کرو اور پرہیز جاری رکھو جب تک طبیب نبض دیکھ کر نہ کہہ دے کہ اب خارش کا مادہ زائل ہو گیا ہے اس وقت تک تدبیر کو نہ چھوڑو۔

اقرار نقص دلیل کمال ہے

تہذیب: ہائے وہ لوگ کہاں گئے جن کو باوجود کمال کے اپنے نقص کے اقرار میں ذرا پس و پیش نہ تھا اور اب وہ زمانہ آ گیا کہ ناقصوں کو بھی اپنے نقص کے اقرار سے عار ہے بلکہ وہ زمانہ سے اپنے لئے کمال کے مدعی ہیں۔

از قید ہستی رستن کے معنٰی

تہذیب:

قرب از پستی ببالا رفتن است ☆ قرب حق از قید ہستی رستن است

از قید ہستی رستن کے معنٰی یہ نہیں کہ سنکھیا کھا کر مر جاؤ بلکہ اس کے معنٰی یہ ہیں کہ اپنے اوپر نظر نہ کرو اپنی ذات کے مطالعہ میں مشغول نہ ہو اپنے ارادہ و اختیار کو فنا کر دو، دعویٰ اور پندار کو مٹا دو اپنے علوم پر نظر کرنا یہ بھی اشتغال بنفسہ ہے۔

تکلف کی عبارت ایک قسم کا کفر ہے

تہذیب: تکلف کی عبارت جس کے حل میں مطالعہ کی ضرورت ہو طالب کے حال سے نہایت بعید ہے اور ایک قسم کا کبر ہے۔

حق گوئی سے عار آنے کا علاج

حال: طلباء اگر کوئی بات پوچھتے ہیں اور میری سمجھ میں نہیں آتی تو ذلت معلوم ہوتی ہے اور اس کے کہنے میں تکلیف ہوتی ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتی، لیکن کہہ دیتا ہوں۔

تہذیب: اسی التزام سے "اگر چہ بہ تکلف ہو" بلا تکلف اس پر قدرت ہو جاتی ہے۔

فانی میں کبر نہیں ہوتا

تہذیب: جس کا مذاق یہ ہو کہ اخفائے طاعت خلق سے ریا ہے وہ بھلا بڑا بننے کی تو کیوں کوشش کرے گا، کیونکہ بڑا بننے میں تو اپنے اوپر بھی نظر ہوتی ہے اور مخلوق پر بھی اور فانی کی نظر کسی پر نہیں ہوتی۔

سائل سے تنگدل نہ ہونا چاہئے نہ حقیر سمجھنا چاہئے

تہذیب: سائل سے کبھی تنگدل نہ ہونا چاہئے کیونکہ محسن ہیں، ہمارے لئے حمال اثقال ہیں کہ ہمارا بوجھ اٹھا کر آخرت میں پہنچاتے ہیں اگر یہ لوگ نہ ہوں تو ہمارے صدقات آخرت میں کس طرح پہنچ سکیں، پس اغنیاء کو چاہئے کہ سائلوں کو حقیر نہ سمجھیں نہ تنگدل ہوں،

تکبر کی حد

تہذیب: تکبر یہ ہے کہ اپنی صفات حمیدہ کو اپنا کمال سمجھے عطا و فضل حق پر نظر نہ کرے اور دوسروں کو حقیر سمجھے، باقی اپنی صفات کی نفی کرنا تواضع نہیں ہے مثلاً حافظ کو اپنے حفظ کا اعتقاد جائز ہے ہاں اس کو عطیۂ الٰہی سمجھے۔

عجب

ہر عمل میں دو حیثیت ہیں

تہذیب: عمل میں دو حیثیت ہیں ایک اپنا کمال اس اعتبار سے (یعنی اپنا کمال سمجھ کر) اس پر نظر نہ کرنا چاہئے، دوسرا یہ کہ یہ خدا کی رحمت ہے اس اعتبار سے اس پر مسرت مامور بہ ہے قل بفضل

الله و برحمته فبذالک فلیفرحوا.

اہلیت وقابلیت کی شرف عطیۂ خداوندی ہے

حال: بعض حضرات میرے سامنے استخلاف وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو مجھے بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا مذاق کر رہے ہیں قلب میں بجائے خوشی کے ایک رنج پیدا ہوتا ہے۔

تہذیب: الحمدللہ یہ علامت ہے عدم عجب کی، حق تعالیٰ اس میں ترقی عطا فرماویں کہ اپنے کو کبھی اہل نہ سمجھیں۔ لیکن اس حالت میں یہ مزید شکر کا سبب ہونا چاہئے کہ باوجود نااہلی کے حق تعالیٰ نے یہ نعمت دی اور اس کو فال نیک سمجھنا چاہئے عطائے اہلیت کی ولنعم ما قیل ؎

داد اور اقابلیت شرط نیست ☆ بلکہ شرط قابلیت داد اوست

توفیق الٰہی پر شکر چاہئے

تہذیب: کام کرنے والوں کو چاہئے کہ اپنے اعمال کو اپنا کمال نہ سمجھیں بلکہ خدا تعالیٰ کا احسان سمجھ کر شکر کریں کہ انہوں نے ہم سے کام لے لیا ورنہ ہماری کیا طاقت تھی۔ ؎

منت منہ کی خدمت سلطاں ہمکنی ☆ منّت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

اظہار عمل کب نقص ہے اور کب کمال

تہذیب: اظہار عمل مطلقاً نقص نہیں اور نہ اخفائے عمل مطلقاً کمال ہے بلکہ نقص جب ہے کہ اپنے اوپر نظر ہو اور کمال جب ہے کہ اپنے اوپر نظر نہ ہو بلکہ صرف خالق جل وعلیٰ پر نظر ہو۔

شکر و کبر کا فرق

تہذیب: ذکر کر کے جو نفس خوش ہو تو اگر اس کو اپنی فضیلت سمجھو تو کبر ہے اور اگر عطائے حق سمجھو، اور اپنے کو اس کا مستحق نہ سمجھو تو شکر ہے۔

استحقاق اجر کے دعویٰ کا منشاء عظمت خداوندی پر نظر نہ ہونا چاہئے

تہذیب: ہم اپنے اعمال کو اسی وقت تک کچھ سمجھتے ہیں جب تک اپنے اوپر نظر ہو اور جب حق تعالیٰ کی عظمت پر نظر ہوگی تو ہر شخص اقرار کرے گا کہ میں نے خدا تعالیٰ کا کچھ بھی حق ادا نہیں کیا پھر استحقاق اجر کے دعویٰ کا کیا منہ ؎

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش ☆ عذر بدر گاہِ خدا آورد
ورنہ سزا وار خدا وندیش ☆ کس نتوا ند کہ بجا آورد

اعمال صالحہ خود سراپا انعامات ہیں

تہذیب: حضرت! جتنے کام حق تعالیٰ ہم سے لے رہے ہیں یہ خود انعام ہے پھر انعام پر طلب انعام کیسا انعام تو عمل پر ہوا کرتا ہے۔ اور یہاں خود یہ اعمال ہی سراپا انعامات ہیں ورنہ ہم کس قابل تھے کہ حق تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمکینی ☆ منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

کمال پر ناز کرنا دلیل ہے کمال سے عاری ہونے کی

تہذیب: کمال پر ناز کرنا خود اس کی دلیل ہے کہ یہ شخص کمال سے عاری ہے ورنہ اہل کمال ناز نہیں کیا کرتے، کیونکہ ان کو کمال کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے جس سے اپنے کو عاجز پا کر وہ کبھی ناز نہیں کر سکتے۔

عمل صالح کی توفیق محض حق تعالیٰ کے فضل سے ہے

تہذیب: عمل صالح کی توفیق محض حق تعالیٰ کے فضل سے ہے یہ جو آپ کو نماز کا شوق ہے اور رات کو تہجد میں اٹھتے ہیں یہ آپ کا کام نہیں بلکہ کوئی اور ہی اٹھا رہا ہے۔

عجب کا علاج

تہذیب: اگر حق تعالیٰ ہم سے کچھ کام لے لیں اس کو ان کی عنایت سمجھو، کام لینا اس لئے کہتا ہوں کہ سب باگیں ان کے ہی قبضے میں ہیں بس اپنا کچھ کمال نہ سمجھو نہ کسی گنہگار کو حقیر جانو۔

عمل نسبت مع اللہ کے منافی ہے

تہذیب: صاحب نسبت عمل کرے تو نسبت سلب ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عامل کو خدا پر توکل نہیں رہتا اور عجب پیدا ہو جاتا ہے اور یہ منافی ہے نسبت مع اللہ کے

فرح ومدح

مدح کا علاج

تہذیب: اگر مدح سے نفس خوش ہوتو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ مادحین جس امر کی مدح کررہے ہیں نہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہیں نہ میرے دوسرے عیوب سے حسن ظن رکھتے ہیں جو ان کی تو خوبی ہے مگر میرے لئے حجت نہیں۔

فرح شکر وفرح بطر کا فرق

تہذیب: معیار ما بہ الفرق فرح شکر وفرح بطر میں یہ ہے کہ اول میں نعمت کو محض فضل الٰہی کا نتیجہ سمجھتا ہے اور اپنی نا قابلیت کا استحضار رہتا ہے اور ثانی میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔

عمل کے وقت وسوسات ریا کا علاج

تہذیب: اگر ابتداً ریا کا خیال نہ ہو اور عمل کے وقت اس قسم کے وساوس پیدا ہو جائیں تو اپنے معمول کو ترک نہ کریں بلکہ ثبات اولیٰ ہے ریا کو دل سے برا سمجھ کر حتی الامکان ان کو دفع کرنا کافی ہے۔

وسوسہ تو کفر کا بھی آنا مضر نہیں

تہذیب: ریا تو قصد سے پیدا ہوتا ہے اور جو بلا قصد ہو وہ ریا نہیں صرف وسوسہ ریا ہے اور وسوسہ تو کفر کا مضر نہیں چہ جائیکہ ریا کا وسوسہ۔

کمالات کے اظہار کا اہتمام ریا ہے

تہذیب: (بجز مربی کے) اپنے عیوب کسی دوسرے پر ظاہر ہونے کو پسند نہ کرنا یہ ریا نہیں ہے بلکہ یہ تو مطابق سنت کے ہے استتار عیوب کا خود حکم ہے۔ ہاں کمالات کے اظہار کا اہتمام یہ ریا ہے اگر وہ کمالات غیر واقع ہوں تو خداع اور تلبیس ہے۔

محض دکھلانے کا خیال بلا اختیار آ جانا ریا نہیں جب تک کہ عامل اس کا قصد نہ کرے

حال: ہر کار خیر میں خصوصاً نماز میں یہ خیال ہوتا ہے کہ تجھے فلاں فلاں دیکھ رہا ہے اس لئے یہ فعل تیرا ریا اور سمعہ میں داخل ہے۔ جو اکثر فرض نماز کے سوا باقی افعال حسنہ کے ترک پر مجبور کرتا ہے۔

تہذیب: محض کسی کے دیکھنے سے تو ریا ہوتی نہیں جب تک کہ عامل دکھلانے کا قصد نہ کرے اور یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قصد فعل اختیاری ہے محض دکھلانے کا خیال بلا اختیار آ جانا یہ قصد نہیں اس علم کی تصحیح بھی اس خیال کا علاج ہے اور اس خیال کے مقتضا پر عمل نہ کرنا یعنی طاعت کو ترک نہ کرنا اس کا مکمل علاج ہے۔

عمل اور خلق کی اصلاح کا طریقہ

تہذیب: عبادات میں جو ریا ہو عقلاً اس کو دبانا اور روکنا یہ عمل کی اصلاح ہے۔ اور اس عادت سے اس خلق (ریا) کا تقاضا نہ ہونا یہ خلق کی اصلاح ہے۔

ریا کی حقیقت

تہذیب: (۱) ریا کی حقیقت ہے **ارادة الخلق للغرض الدنیاوی ارضاء خلق للحق** ریا نہیں۔

تہذیب: (۲) ریا کی حقیقت یہ ہے کہ عبادت کا اظہار کسی دنیاوی غرض سے کیا جائے یا کسی فعل مباح کا اظہار کسی معصیت کی غرض سے کیا جائے۔

ریا میں صرف تصحیح نیت کافی نہیں بلکہ عمل میں تغیر بھی نہ کرے

حال: بعض مرتبہ کسی اچھے کام میں مصروف ہوتا ہوں اچانک کسی شخص پر نظر پڑ جاتی ہے تو اکثر و بیشتر یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کام کو اور اچھی طرح پر کرو مجھے اتنا تو یہ یقیناً معلوم ہے کہ یہ ریا ہے اور ایسے وقت میں یہ سمجھ کر کہ انسان کیا چیز ہے جو اس کو دکھلا کر کام کریں اس کام کو کئے جاتا ہوں اور نیت حق تعالیٰ کی طرف پھیر لیتا ہوں، نیت پھیر لینے سے ریا جاتی رہے گی یا نہیں۔

تہذیب: میرا مذاق اس میں یہ ہے کہ صرف تصحیح نیت اس میں کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ خطرہ کے بعد عمل میں تغیر بھی نہ کرے، کیونکہ تصحیح نیت اس کا مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بالذات (اس

کا) تحسین عمل للحق اور تصحیح نیت اس کا تحسین کا آلہ تا کہ غائلہ ریا سے بھی بچار ہے اور مقصود نفس بھی حاصل ہو جائے تو جس اخلاق سے تحصیل ریا مقصود ہو وہ مقدمہ ریا ہونے کے سبب ریا ہی ہے اگر دوسرے اطباء کی تحقیق اس کے خلاف بھی ہو تب بھی میں اپنی رائے پر قائم ہوں، ذوقیات میں ایک کا اجتہاد دوسرے پر حجت نہیں۔

عبادت کو کسی کے دیکھنے پر طبیعت میں فرحت کا ہونا علامت وجود مادہ ریا کی ہے

حال: اثناء عبادت یا عبادت سے فراغ کے بعد اگر کوئی شخص اس عبادت پر مطلع ہو جائے تو اس عابد کے دل میں ایک قسم کی فرحت و خوشی پیدا ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ دل کے اندر ریا اس طرح چھپا ہوا ہے جس طرح راکھ کے اندر آگ کہ دوسروں کے مطلع ہونے پر اسی لئے تو سرور ہوتا ہے۔

تہذیب: اس عبارت میں اس فرحت کو ریا نہیں کہا اس کو علامت ریا کہا اور علامت بھی مادہ ریا کی کہا جس پر مواخذہ نہیں۔

ریا مع اللہ کی صورت

تہذیب: خلوت میں نماز اس خیال و نیت سے پڑھنا کہ مخلوق کے سامنے بھی طویل نماز پڑھ سکے، اور حق تعالیٰ کا یہ اعتراض لازم نہ آئے کہ مخلوق کے سامنے تو لمبی نماز پڑھتا ہے اور میرے سامنے مختصر پڑھتا ہے، تو یہ لمبی نماز خلوت کی خدا کے لئے نہیں ہے بلکہ مخلوق کے سامنے ریا باقی رکھنے کے لئے ہے، یہ ریا مع اللہ ہے۔

ترک عبادت میں تکبر اور ریا کی صورت

تہذیب: مخلوق کے لئے کسی عمل عبادت کو ترک کرنا جس طرح تکبر ہے اسی طرح ریا بھی ہے۔

ریا کی مختلف صورتیں

تہذیب: اگر عمل میں دنیائے فاسد یعنی معصیت کی نیت ہو تو وہ یقیناً ریا ہے۔ اور دنیائے مباح کی نیت ہو تو اگر عمل دنیوی میں ہے تو وہ ریا نہیں اور اگر عمل دینی میں ہے تو وہ بھی ریا ہے اگر کسی شخص

کو اس لئے راضی کیا جائے تا کہ اس کے شر سے محفوظ رہیں تو یہ ریا نہیں اور اگر مخلوق کو اس لئے راضی کیا جائے تا کہ وہ ہمارے معتقد رہیں ہمارے مرید زیادہ ہوں تو یہ ریا ہے کیونکہ یہ نیت معصیت ہے اس واسطے کہ عین عبادت کے وقت اس کی نظر مخلوق پر رہی اور ان کی نظر میں معظم رہنا چاہا۔

عبادت کے اخفاء کا اہتمام بھی ریا ہے

تہذیب: محققین کے نزدیک عبادات کے اخفا کا اہتمام کرنا بھی ریا ہے کیونکہ اخفاء عن الخلق کا اہتمام وہی کرے گا جس کی نظر مخلوق پر ہو اور جن کی نظر مخلوق سے اٹھ جائے اور اپنے سے بھی اٹھ جائے کہ عبادت کو اپنا عمل نہ سمجھے بلکہ محض توفیق حق سمجھ کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کام لے رہے ہیں میں خود کچھ نہیں کر سکتا تھا وہ اخفاء کا اہتمام نہ کرے گا، کیونکہ جب وہ مخلوق کو لاشے محض سمجھے گا تو اس سے اخفاء کیوں کرے گا اور جب اپنے عمل کو اپنا عمل ہی نہیں سمجھتا بلکہ فضل حق سمجھتا ہے تو کسی کے دیکھنے سے عجب کا اثر کیوں ہوگا۔

ریا سے حفاظت کا علاج فنائے کامل ہے

تہذیب: ریا اور رضاء خلق سے بچنا چاہتے ہو تو فنا کا طریق اختیار کرو بدون فنائے کامل کے ریا سے حفاظت نہیں ہوسکتی۔

معلم کو اپنے عمل کی اطلاع کرنا ریا نہیں

تہذیب: ریا وہ ہے جو دنیا کی غرض سے کسی کو عمل دکھلایا جائے، سالک جو اپنے عمل کی اطلاع اپنے معلم کو کرتا ہے وہ ریا نہیں ہے کیونکہ عمل تو اللہ ہی کی رضا کے لئے ہوتا ہے، پھر بعد صدور عمل کے اپنے معلم کو اپنے آئندہ کی مصلحت دینیہ کے لئے اس عمل کی اطلاع کرتا ہے، ریا میں تو خود عمل سے غرض نمائش ہوتی ہے اور یہاں عمل سے غرض رضائے حق اور اطلاع کا قصد مستقل ہے وہ بھی دین کے لئے جیسے قرآن کا حفظ کرنے والا قرآن تو ثواب ہی کی نیت سے یاد کرتا ہے لیکن سبق یاد کر کے استاد کو یاد کی اطلاع اس طرح کرتا ہے کہ اس کو سنتا ہے تا کہ یہ آئندہ خوش ہو کر تعلیم کرے۔

ریا کے خیال سے عمل کو ترک نہ کرنا چاہئے

سوال: خلاصہ عریضہ یکے از منتہیاں (۱) بیمار تھا تہجد آخر شب میں ناغہ تھی، اسی زمانے میں دو مہمان آئے اور وہ آخر شب میں اٹھے تو خیال ہوا کہ لاؤ میں بھی پڑھ لوں تہجد (۲) پھر خیال ہوا کہ کہ نہ پڑھوں یہ ریا ہے چنانچہ نہ پڑھی (۳) پھر خیال ہوا کہ صبح کو ان سے ظاہر کر دیا جائے کہ فلاں وجہ سے تہجد سے قاصر رہا اور اس وقت تہجد نہ پڑھوں۔

تہذیب: (خلاصہ) (۱) یہ اَحکم تھا (۲) یہ اَسلم تھا (۳) یہ خالص ریا تھا باقی ناقص کو یہی حکم کیا جاتا ہے کہ پڑھ اور نیت کو درست کرو ورنہ پھر اس کو ہر موقع پر ریا کا شبہہ و بہانہ ہونے لگے گا۔

رضائے حق کے پیدا کرنے کا طریقہ

تہذیب: اپنے اختیار سے ہر کام میں رضائے حق کا قصد کریں اور اپنے اختیار سے رضائے خلق کا قصد نہ کریں اور بلا قصد کے اگر رضائے خلق کا وسوسہ یا خیال آئے تو اس کی مطلق پروانہ کریں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ یوں ہی اپنے اختیار و قصد سے رضائے حق کا قصد کرتا رہے تجربہ ہے کہ چند روز میں رذائل کے خلاف کرنے سے اس عمل کی عادت اور مشق ہو جاتی ہے پھر رذیلہ کے خلاف کرنے میں کچھ دشواری نہیں ہوتی بلکہ رذیلہ کمزور ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ رذائل کا ازالہ ضروری نہیں اس قدر اضمحلال کافی نہیں کہ جس سے مقاومت رذیلہ کی آسان ہو جائے۔

ارضائے خلق بہ نیت ارضائے حق ارضائے حق ہے

تہذیب: ارضائے خلق بھی اگر بہ نیت ارضائے حق ہو تو وہ ارضائے حق میں داخل ہے نظر اس کی شیخ کا ہدیہ ہے۔

صوفیوں کی وضع ریاء بنانا بھی قابل قدر ہے

تہذیب: جو شخص ریا سے بھی صوفیوں کی وضع بناتا ہے، اس کی بھی قدر کرو کیونکہ اس کے اس فعل سے یہ تو معلوم ہوا کہ اس کے دل میں صوفیہ کی قدر ہے جب ہی تو وہ ان کی وضع داری وصورت سے باقدر ہونا چاہتا ہے پس تم اس کے عیب (ریا) پر نظر نہ کرو بلکہ اس خوبی پر نظر کر کے اس کی قدر کرو۔

افراطِ عظمت شیخ بھی ارضائے خلق ہے

تہذیب: حکم شیخ کی اتنی عظمت کہ شیخ کا بتلایا ہوا وظیفہ تو کبھی نہ چھوٹے گو نماز و جماعت چھوٹ جائے ارضائے خلق میں داخل ہے۔

توحید مطلوب کے دو درجے مامور بہ ہیں جن کا حصول مزیل ریا ہے اور توحید وجودی کا درجہ مامور بہ نہیں گو معین توحید مطلوب ہے

تہذیب: شرعاً جو توحید مطلوب اور مامور بہ ہے اس کے دو ہی درجہ ہیں ایک توحید اعتقادی (یعنی حق تعالیٰ کو ذات و صفات میں واحد و یکتا سمجھنا) دوسرا توحید قصدی (یعنی حق تعالیٰ کو قصد میں بھی

واحد و یکتا سمجھنا، غیر حق کو مطلوب و مقصد نہ بنانا) اور توحید وجودی (یعنی حق تعالیٰ کو وجود میں واحد و یکتا سمجھنا جس کا اثر یہ ہو کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کے وجود کا اثر اس کی طبیعت پر نہ ہو جس سے خوفاً یا رجاءً متاثر ہو جائے بلکہ یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں جس سے خوف و رجاء کو متعلق کیا جائے) یہ توحید مامور بہ نہیں۔ ہاں توحید مطلوب کی معین ضرور ہے کہ اس سے توحید اعتقادی اور توحید قصدی کا حصول و کمال سہل ہو جاتا ہے، مگر یہ نہیں کہ اس کے بغیر توحید کامل ہی نہ ہو سکے۔

ریا کے لئے قصد شرط ہے

تہذیب: ریا کوئی خود نہیں لپٹتی پھرتی، جب قصد ہی کرو گے تب ہی ریا ہوگی ورنہ محض وسوسہ ریا ہوگا جو مضر نہیں۔

معیار شناخت وسوسہ ریا از حقیقت ریا

تہذیب: صورت ریاء ریا نہیں ہے، جیسا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کا رسول اکرم ﷺ کو قرآن سنانے میں تطییب قلب رسول اور تطییب قلب رسول سے ارضائے حق کا قصد رکھنا گو صورتاً ریا ہے لیکن حقیقتاً ریا نہیں۔ اسی طرح وسوسہ ریا ریا نہیں۔ بس ریا وہ ہے کہ عمل دینی سے مقصود ہی غیر حق ہوا اور غیر حق کو ارضاء حق کا واسطہ نہ بنایا گیا ہو، اور اگر عمل سے مقصود غیر حق نہ ہو تو غیر کا واسطہ آنا مضر نہیں رہا یہ کہ اس کا معیار کیا ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ وسوسہ ریا تھا یا حقیقت ریا، سو معیار یہ ہے کہ ریا یہ ہے کہ اس کے دیکھنے والے چلے جائیں تو یہ ذکر وغیرہ کو قطع کر دے اور اگر ان کے جانے کے بعد ذکر کو قطع نہ کرے تو دیکھنے والوں کے ہوتے ہوئے جو ان کی طرف خیال گیا تھا یہ وسوسہ ریا تھا، ریا نہ تھا۔

اخفائے عبادت خلق سے ریا ہے

تہذیب عام صوفیوں کا مشہور قول یہ ہے کہ اظہار عبادت خلق سے ریا ہے اور محققین حضرات کا ارشاد ہے کہ اخفائے عبادت خلق سے ریا ہے کیونکہ مخلوق پر نظر ہی کیوں گئی جو اس سے اخفاء کا اہتمام کیا گیا اگر مخلوق کو کالعدم اور لاشے اور ایسا سمجھتے کہ جیسے مسجد کی صفیں تو ان سے اخفا نہ کرتے۔

☆☆☆

جوش اور غضب

اشتعال کم کرنے کا طریقہ

(۱) تہذیب: بہ تکلف ضبط کر کے اپنے عیوب سوچنے لگا کیجئے، ان شاء اللہ تعالیٰ اشتعال کم ہو جائے گا،

(۲) تہذیب: جس پر غصہ آئے اس کے پاس سے فوراً خود ہی ہٹ جائے یا اس کو اپنے پاس سے ہٹا دے جیسا موقع ہو، استحضار عذاب الٰہی کا کرے اپنے گناہوں کو یاد کر کے استغفار کی کثرت کرنے لگے۔

غصہ کے مقتضا پر عمل مت کرو

حال: اگر آپ کو کوئی کچھ کہتا ہے اور اعتراض کرتا ہے تو تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔

تہذیب: مگر غصہ سے آگے انتقام تک مت بڑھنا "ولو باللسان"

غصہ کا ایک درجہ غیر اختیاری ہے اور ایک اختیاری اور اس کا علاج

تہذیب: سرعت غضب امر طبعی ہے اختیار سے خارج ہے اس پر ملامت نہیں البتہ اس کے مقتضا پر عمل جب کہ حدود سے تجاوز ہو جائے مذموم ہے اور اس کا علاج بجز ہمت کے کچھ نہیں اس ہمت میں مغضوب علیہ سے فوراً دور چلا جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا، اپنی خطاؤں اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے احتمال کو یاد کرنا یہ بھی بہت معین ہے" اور نرمی وغیرہ مدت تک تکلف سے سوچ سوچ کر اختیار کرنا چاہئے، مدت کے بعد ملکہ ہوگا ہمت نہ ہارے۔

غصہ کا اعتدال اختیاری ہے

تہذیب: ناحق والے پر غصہ آنا تو مذموم نہیں ہاں اعتدال ضروری ہے سو وہ اختیاری ہے۔

غصہ کے اعتدال کا اہتمام اور کوتاہی پر تدارک شرعی واجب ہے

تہذیب: غصہ اور جوش میں حتی الامکان حد پر رہنے کا اہتمام کیا جائے اور جو پھر کوتاہی ہو جائے موافق شرع کے تدارک اور استغفار کیا جائے۔

غصہ کا عملی و علمی علاج

تہذیب: جس وقت غصہ آوے امور ذیل کی پابندی کریں۔(۱) یہ خیال کریں کہ میں بھی حق تعالیٰ کا خطاوار ہوں اگر وہ بھی اسی طرح غصہ کریں تو میرا کہاں ٹھکانہ ہو، (۲) اگر میں اس کو معاف کر دوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف فرمادیں گے۔(۳) اس وقت بے کار نہ رہیں فوراً کسی کام میں لگ جائیں خصوصاً مطالعہ کتب میں۔(۴) اس جگہ سے ہٹ جائیں۔(۵) اعوذ باللہ پڑھنے کی کثرت کریں۔(۶) پانی پی لی۔(۷) وضو کرلیں۔

مادہ غضب کے اضمحلال کا طریقہ

تہذیب: غصہ میں جوش کا دفعتاً آنا تو غیر اختیاری ہے اس پر ملامت نہیں لیکن بعد میں کو اس پر قائم رہ کر اس کے مقتضا پر عمل کرنا اختیاری ہے اور اختیاری فعل کا ترک بھی اختیاری ہے پس اس کے مقتضی پر عمل نہ کرنا اختیاری ہے اور بار بار اس کے مقتضا پر عمل نہ کرنے سے تقاضا جوش کا بھی مضمحل ہو جائے گا۔

غضب مفرط کا بہترین علاج

تہذیب: اگر طبعی طور سے غصہ زیادہ آجاتا ہو اور ذرا سی بات پر حد سے زیادہ غصہ آجاتا ہو کہ اس وقت عقل نہ رہتی ہو تو بہترین علاج یہ ہے کہ جس پر غصہ کیا جائے بعد غصہ فرو ہو جانے کے مجمع میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑے، پاؤں پکڑے بلکہ اس کے جوتے اپنے سر پر رکھ لے اور ایک دو بار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آجائے گی۔

ایک مدت معتدۃ تک تقاضے کی مخالفت اور کوتاہی پر تدارک اصلاح غضب کا

تہذیب: بہ تکلف اس تقاضے کی مخالفت کریں جب کوتاہی ہو جائے استغفار کریں اور اگر کسی شخص کے حق میں کوئی زیادتی و تجاوز حدود شرعی سے ہو گیا ہے تو اس سے معاف کرائیں چند روز ایسا کرنے سے اصلاح ہو جائے گی۔

غصہ کا عملی علاج اور اس کے تسہیل کی تدبیرات

تہذیب: غصہ فی نفسہ غیر اختیاری ہے لیکن اس کے مقتضا پر عمل اختیاری ہے اس لئے اس کا

ترک بھی اختیاری ہے اور اختیاری کا علاج بجز استعمال اختیار کے اور کچھ نہیں گو اس میں کچھ مشقت و تکلف بھی ہو اسی استعمال کے تکرار و مداومت سے وہ اقتضاء ضعیف و مضمحل ہو جاتا ہے، اور اس پر ترک میں زیادہ تکلف نہیں ہوتا البتہ اس اختیار کے استعمال میں کبھی قدرے تکلف بھی ہوتا ہے اس تکلف کے مبدل بسہولت ہونے کے لئے بعض تدبیرات کی ضرورت ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔(۱) غصہ کے وقت فوراً وہاں سے جُدا ہو جائیں (۲) اعوذ باللہ پڑھ لیں (۳) پانی پی لیں (۴) فوراً کسی کام میں لگ جائیں، (۵) حق تعالیٰ کے قادر اور اپنے عاصی اور خوف انتقام وحب عفو کو یاد کر کے مغضوب کو عفو کر دیں۔

مبتدی کو دوسروں کی کوتاہی پر صبر کرنا چاہئے اور صبر کرنے کا آسان طریقہ

حال: طبیعتم بسیار تیز است کہ ہر چیز یکہ ناگوار باشد از قول و فعل دیگراں و بر غلطی دیگراں در مکالمت و مکاتبت وغیرہ بجز دسماع احیاناً از زبان ناداں بہ نیت درستگی کلمات اصلاحیہ بیروں می شود کہ گاہے مد مقابل را ناگوارمی باشد، نیز مکثاری و ہرزہ درائی از عادت سیئہ من است صورت احترازش چہ بندد۔

تہذیب: مبتدی را ازاں مر مضر است کہ او قادر نیست بر حفظ حدود و نیز منصبش تعلیم نیست پس خالی از شائبہ انتقام نفسانی نباشد لہٰذا صبر لازم است و اگر صبر شاق باشد باستحضار خطائے خویش وجدا شدن از موقعہ غضب امداد جوید و مشغول بدعا و ابتہال شود آں ان شاء اللہ تعالیٰ ازیں تدبیر نجات حاصل شود۔

غصہ کے متعلق ایک مفید تجربہ

تہذیب: تجربہ کر کے دیکھا گیا ہے کہ غصہ روکنا ہمیشہ اچھا ہوا ہے اور جب اس کو جاری کیا گیا ہے تو اس کا انجام ہمیشہ بُرا ہوا اور دل کو قلق بھی ہمیشہ ہوا۔

غصہ کا گُر

تہذب: غصہ جب آئے تو یہ گُر یاد رکھے کہ قول یا فعل میں ہرگز تعجیل نہ کرے تھوڑے دنوں میں اس طرح کرنے میں تعدیل ہو جائے گی۔

غصہ کے قبائح کے پیش نظر رہنے کا آسان طریقہ

حال: غصہ کے وقت طبیعت بھڑک اٹھتی ہے اور اس کے قبائح پیش نظر نہیں رہ جاتے۔

العلاج بالضد، ذہول کا علاج استحضار ہے ایک پرچہ پر یہ قبائح لکھ کر اپنے پاس رکھو خواہ جیب

میں یا بطور تعویذ کے بازو پر، غصہ کے وقت اس کا مضمون یاد آجانا یا یاد کر لینا آسان ہوگا۔

غصہ میں بچوں پر زیادتی سے بچنے کا علمی وعملی علاج

تہذیب: غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جائے بلکہ غصہ فرو ہونے کے بعد سوچ سمجھ کر سزا دی جائے اور بہتر سزا یہ ہے کہ بچوں کی چھٹی بند کر دی جائے اس کا ان پر کافی اثر ہوتا ہے، ملا جی مارنے میں اس واسطے آزاد ہیں کہ ان سے باز پرس کرنے والا کوئی نہیں، بچے تو باز پرس کے اہل نہیں اور والدین کا مقولہ ہے کہ ہڈی تو ہماری اور چمڑا میاں جی کا، مگر یاد رکھو جس حق کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہو اس کا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا، یہاں تک کہ اگر کافر ذمی پر کوئی حاکم ظلم کرے تو حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اس کی طرف سے مطالبہ کریں گے۔

حسد کے تین درجہ اور ہر ایک درجہ کا حکم

تہذیب: ایک تو کیفیت انسانیہ ہے جس میں انسان معذور ہے ایک عمل ہے مقتضیٰ پر اس میں انسان معذور (گنہگار) ہے ایک مخالفت ہے اُس مقتضا کی اس میں انسان ماجور ہے یعنی حسد کے غلبہ سے کسی کی مذمت کا تقاضا ہو اس کی مدح کرو اس سے اعراض کو دل چاہے اس سے ملو، اس کی تعظیم کرو اس کو ابتداء بالسلام کرو اس کے ساتھ احسان کرو۔

حسد کے مقتضیات کے اضداد کو اختیار سے استعمال کرنا اس کا علاج ہے

تہذیب: العلاج بالضد اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے پس جو امور حسد سے ناشی ہیں ان کی ضد کو اپنے اختیار سے عمل میں لاؤ اس طرح کہ بجائے غیبت کے محسود کی مدح زبان سے کیا کرو گو نفس کو ناگوار ہو مگر زبان پر اختیار ہے اور اس سے نیاز مندی کے ساتھ ملاقات وکلام کرو اور اس کے ضرر پر زبان سے رنج ظاہر کیا کرو اس کے سامنے بھی اور دوسروں کے سامنے بھی اور وہ اگر سامنے آجائے تو اس کی تعظیم کیا کرو کبھی کبھی اس کو ہدیہ دیا کرو۔ ایک مدت تک ایسا کرنے سے حسد زائل ہو جائے گا کم از کم بیس بار اس معاملہ کو واضح کیا جائے۔

حسد اور حقد کی شناخت اور اس کے مادہ کے اضمحلال کا طریقہ

تہذیب: اگر کسی کے نقصان کی خبر سننے سے دل خوش ہو تو یہ حسد کا مادہ ہے اور اگر اس شخص سے کوئی رنج پہنچا ہو تو حقد کا مادہ ہے مگر مادہ پر مواخذہ نہیں اگر اس کے مقتضا پر عمل کیا جائے تو مواخذہ ہے اور عمل اختیاری ہے اس سے بچنا اختیاری ہے لیکن مادہ کو مضمحل کرنا ضروری ہے تا کہ بڑھ نہ جائے اس کی تدبیر یہی ہے کہ شرمندہ ہوں اور حق تعالیٰ سے توبہ کریں۔ خواہ مال سے یا بدن سے خواہ دعا سے اس سے وہ مادہ کالعدم ہو جائے گا۔

حسد و غبطہ کا فرق

تہذیب: حسد وہ ہے جس میں محسود سے زوال نعمت کی تمنا ہو اور غبطہ وہ ہے کہ اس کے پاس رہتے ہوئے اپنے لئے حصول کی تمنا ہو۔

حسد کا ایک سہل علاج

تہذیب: حسد کا علاج یہ ہے کہ جس سے حسد ہو اس کے لئے ترقی خیر کی خوب دعا کیا کرے اور اس کے ساتھ احسان بھی کرتا رہے خواہ مال سے یا بدن سے یا دعا سے چند دنوں میں حسد دور ہو جائے گا۔

حقد اور کینہ

حقد کا علاج بہ تکلف اختلاط و احسان ہے

تہذیب: جس سے کینہ ہو اس کے ساتھ بتکلف اختلاط اور احسان کیجئے۔

کینہ اور انقباض طبعی کا فرق

تہذیب: کینہ وہ ہے جو اختیار و قصد سے کسی کی برائی اور بدخواہی دل میں رکھی جائے اور اس کو ایذا پہنچانے کی تدبیر بھی کرے اگر کسی سے رنج کی کوئی بات پیش آئے اور طبیعت اس سے ملنے کو نہ چاہے تو یہ کینہ نہیں بلکہ انقباض طبعی ہے جو گناہ نہیں۔

مادہ حقد کے اضمحلال کا طریقہ

حال: اپنے مخالف کو کوئی نقصان کسی سے پہنچ جاتا ہے۔ تو قلب میں ایک فرحت محسوس ہوتی ہے۔

تہذیب: عقلاً اور اعتقاداً اس کا استحضار کیا جائے کہ یہ فرحت قابل دفع ہے اور دعا کیجئے کہ اس فرحت کو اللہ تعالیٰ دفع فرمادیں۔

رسوخ ہونے کا طریقہ تکرار استحضار ہے

حال: آرزو ہے کہ مخالف کی مخالفت کو اپنے حرکات ناشائستہ واعمال سیۂ کا نتیجہ سمجھوں۔

تہذیب: اس کا استحضار اختیاری ہے تکرار استحضار سے اس میں رسوخ ہو جائے گا۔

کسی سے رنج نہ رکھنے کے لئے بار بار دعا کی جائے

حال: دل سے تمنا ہے کہ کسی سے کوئی رنج نہ رکھوں۔

تہذیب: اس کے لئے بار بار دعا کی جائے۔

کینہ رکھنا مناسب نہیں

تہذیب: جتنا میرے اختیار میں ہے میں پہلے ہی معاف کر دیتا ہوں میں دل میں کسی کی بات نہیں رکھتا اور دل میں وہ رکھے جو زبان سے نہ کہے میں تو زبان سے بہت کچھ کہہ لیتا ہوں دل میں کچھ نہیں رکھتا۔

کفر است درطریقت ما کینہ داشتن ☆ آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

دنیائے مذموم

بیوی کیساتھ محبت کا ہونا محمود و مطلوب ہے

تہذیب: بی بی کی محبت دنیا تو ہے مگر مباح بلکہ محمود مگر اس شرط سے کہ غافل عند الدین نہ کرے بیوی کے ساتھ محبت کا زیادہ ہونا عین مطلوب ہے جب تقویٰ بڑھتا ہے تو بیوی سے محبت بڑھ جاتی ہے۔

دنیائے مذموم کی شناخت

تہذیب: مطلق خواہش مال کی بوجہ حاجات کے حب دنیا نہیں، حب دنیا کی علامت عدم تحرز عن الحرام ہے یا انہماک یعنی جمع زائد از حاجت لمحض الحرص ولو من بحلال ہے۔

مال کی کمی پر نظر کرنا حب دنیا ہے

تہذیب: مال کی کمی پر نظر کرنا اکثر حب دنیا کی وجہ سے ہے۔

غفلت مذموم کی حد

تہذیب: غفلت مذموم سے مراد یہ ہے کہ بے شغلی کی حالت میں حق تعالی سے بے توجہ رہے اور ایسا شغل جو مانع ہو توجہ الی اللہ سے بلاضرورت اختیار کرے۔

کسب دنیا ممنوع نہیں حب دنیا ممنوع ہے

تہذیب: کسب دنیا ممنوع نہیں البتہ اس کی محبت اور دل میں اس کی وقعت کرنا ممنوع ہے خواہ پیرایہ مذمت ہی میں ہو کیونکہ جس چیز کی دل میں کچھ وقعت نہ ہو اس کا ذکر مذمت سے بھی نہیں کیا جاتا۔

دنیا کے اندر فکر مذموم اور فکر محمود کی حد

تہذیب: دنیا کے اندر جو فکر مذموم ہے وہ وہ ہے جو تحصیل دنیا کے لئے ہو اس کو مقصود بالذات سمجھ کر اور اگر مقصود بالذات نہ سمجھے تو وہ فکر بھی جائز ہے کیونکہ حدیث میں ہے طلب الحلال فریضۃ الخ نیز جو دنیا میں فکر ترک دنیا کے لئے ہو وہ مطلوب ہے، یعنی دنیا اور آخرت میں موازنہ کے لئے تفکر کرنا ان میں کونسا قابل اختیار کرنے کے ہے اور کون قابل ترک ہے یہ فکر مطلوب ہے۔

آخرت کے مقابلے میں طلب دنیا محض حماقت اور جہالت ہے

تہذیب: امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ آخرت کا وجود نہ ہوتا یا تحصیل دنیا آخرت سے مانع نہ ہوتی تب بھی دنیا کی حقیقت ایسی ہے کہ اس کو معلوم کر کے عاقل ہرگز اس کی طرف رغبت نہ کرتا۔ اور آخرت کے مقابلے میں تو اس کا طلب کرنا محض حماقت ہے اور جہالت ہے۔

مال کا جمع کرنا مطلقاً خلاف زہد نہیں

تہذیب: مال کا جمع کرنا مطلقاً خلاف زہد نہیں البتہ اس کو ذریعہ معاصی بنانا خلاف زہد ہے۔ بعضوں کے لئے مالدار رہنا ہی مفید ہے۔ اللہ تعالی جانتے ہیں کہ کس کو مال سے قرب ہوگا اور کس کو افلاس

ہے اس لئے کسی کو مال دیتے ہیں اور کسی کو مفلس رکھتے ہیں۔

مداراۃ اور مداہنت کا فرق

تہذیب: جوزری کسی مصلحت یا ضرورت سے ہو وہ مداراۃ ہے اور جو غیر ضروری مال یا جاہ کے تحصیل یا بقاء کے لئے ہو وہ مداہنت ہے۔

آخرت کے مقابلے میں دنیا کا ہیچ ولاشے ہونا مع مثال

تہذیب: دنیا آخرت کے مقابلے میں ہیچ ہے لاشے ہے جیسے ستارے آفتاب کے سامنے کچھ نہیں اور کنسٹبل وائسرائے کے سامنے کچھ نہیں۔

حصول دنیا پر فخر کرنے کی مثال

تہذیب: آج کل فخراً کوئی کہتا ہے مجھکو اتنا نفع ہوا، دوسرا کہتا ہے میرے پاس اتنا جمع ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے دو بھنگی آپس میں فخر کریں ایک کہے میں نے اتنے ٹوکرے گو کے کمائے دوسرا کہے میں نے تجھ سے زیادہ کمائے۔

مال کو مقصود بالذات بنالینا پوری حماقت ہے اور اولاد تو اس سے بھی گھٹیا ہے

تہذیب: مال سے مقصود رفع ضرورت اور رفع ضرورت سے مطلوب بقاء النفس ہے تو اصل مقصود کے لئے یہ واسطہ در واسطہ ہے پھر ایسے واسطے کو مقصود بنالینا حماقت ہی نہیں کہ دن رات اس میں مشغول ہو اور بقاء النفس جو مطلوب ہے وہ بھی بے حقیقت ہے کیونکہ اس کا بقاء چندروزہ ہے جو قابل اعتبار نہیں غرض مال خود مطلوب بنانے کے ہرگز قابل نہیں اور اولاد تو اس سے بھی گھٹیا ہیں کہ وہ تو بقائے نفس کے لئے بھی نہیں صرف بقاءِ نوع کے لئے مطلوب ہیں۔

حب دنیائے مذموم کی تفصیل

تہذیب: میں کسب دنیا سے منع نہیں کرتا بلکہ حب دنیا سے منع کرتا ہوں، کسب الحلال فریضة بعد الفریضة بلکہ قل ان کان آباء کم و ابناء کم الخ میں تو اللہ کی کمال رحمیت کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ کہ وہ دنیا کی محبت سے بھی منع نہیں کرتے بلکہ احبیت سے منع کرتے ہیں کہ دنیا کی محبت اللہ و رسول کی محبت سے زیادہ ہو جس کی علامت یہ ہے کہ اطاعت احکام میں اختلال ہو جائے بلکہ طبعی احبیت سے منع نہیں فرماتے صرف عقلی احبیت سے منع فرماتے ہیں اور احبیت عقلیہ کا معیار یہ ہے کہ

اطاعت احکام اور جہاد فی سبیلہ میں کمی نہ ہو، اگر یہ معیار محفوظ ہے تو پھر طبعی محبت اگر دنیا سے یا بیوی سے یا اولاد سے زیادہ بھی ہو تو کچھ ڈر نہیں۔ اگر ایک شخص اپنے بیٹے کے مرنے پر زیادہ روئے اور حضور علیہ ﷺ کی وفات کے واقعہ کو سن کر زیادہ نہ روئے تو مواخذہ نہ ہوئے گا، مواخذہ اس پر ہوگا کہ تزاحم دین و دنیا کے موقع پر دنیا کو دین پر ترجیح دے اور اگر یہ نہ ہو بلکہ دنیا کی محبت اور حرص کو دبا کر دین پر فدا کر دے گو ترک دنیا سے حزن بھی ہو اور دل بھی دکھے تو اس پر مواخذہ تو کیا ہوتا اس سے ثواب بڑھے گا، کمالِ تقویٰ یہی ہے کہ دنیا کی حرص و محبت ہوتے ہوئے بھی اس کا مقابلہ کیا جائے

شہوتِ دنیا مثل گلخن است ☆ کہ از و حمال تقویٰ روشن است

خلاصہ یہ کہ محض حرص دنیا مذموم نہیں بلکہ اس کے مقتضی پر عمل کرنا مذموم ہے۔

مسلمان کو چاہئے کہ مباحات میں زیادہ منہمک نہ ہو

تہذیب: مسلمان کو چاہئے کہ زیادہ تر طاعات میں مشغول رہیں۔ مباحات میں بھی زیادہ انہماک نہ کرے کیونکہ اس کی سرحد گناہ سے ملی ہوئی ہے۔

دنیا کی حقیقت مع مثال

تہذیب: دنیا کی حقیقت نہ معلوم ہونے سے لوگ اس پر فریفتہ ہو رہے ہیں۔ اگر اس کی حقیقت معلوم ہو جائے تو سخت نفرت ہو جائے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے پاخانہ پر چاند کے ورق لگے ہوئے ہیں اور کوئی اس کو حلوہ سمجھ کر تاک میں بیٹھا ہو، یا کسی چڑیل بڑھیا کو لال ریشمی لباس پہنچا دیا گیا ہو اور نقاب سے منہ ڈھانک دیا گیا ہو۔ اور کوئی اس کو حسین و خوبصورت سمجھ کر محبت کا دم بھرنے لگے۔

بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد ☆ چوں باز کنی مادر مادر باشد

عارفے خواب رفت در فکرے ☆ دید دنیا بصورت بکرے

کرد ازوے سوال کاف دلبر ☆ بکر چونی بایں ہمہ شوہر

گفت یک حرف باتو گویم راست ☆ کہ مرا ہر کہ بود مرد نخواست

وانکہ نا مرد بود خواست مرا ☆ زان بکارت بجاست مرا

دنیا و آخرت کے ظاہر و باطن کا موازنہ

تہذیب: صاحبو! دنیا ظاہر میں محاسن سے مزین ہے مگر اندر گو موت اور سانپ بچھو بھرے ہوئے ہیں اور آخرت ظاہر میں مکارہ و مصائب سے گھری ہوئی ہے مگر اندر نہایت حسین و دلفریب محبوبہ

ہے جس کی ایک نگاہ کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت بھی کوئی چیز نہیں۔

کامل توجہ دنیا کی طرف معین آخرت ہے

تہذیب: دنیا کی حالت پر ضرور توجہ کرو مگر کامل توجہ کرو جس سے حقیقت منکشف ہونا تمام توجہ نہ کرو کہ ظاہر ہی تک رہ جاؤ اور حقیقت اس کی مستور رہ جائے۔

ترقی مروجہ اور ترقی حقیقی کا فرق

تہذیب: فاستبقوا الخیرات میں خود ترقی کا حکم ہے لیکن اس قید کے ساتھ کہ ترقی میں خیر ہونی چاہئے۔ آپ ترقی ورم کے حامی ہیں خواہ دین پر سلامت رہے یا نہ رہے اور ہم بدون سلامت دین کے ترقی درم کو ترقی ورم سمجھتے ہیں جس شخص کے بدن پر ورم ہو جائے ظاہر میں وہ بھی ترقی یافتہ ہے مگر حقیقت میں وہ تنزل کی طرف جارہا ہے۔

دنیا بذاتہ بھی قابل نفرت ہے کیونکہ اس کا کوئی طالب راحت میں نہیں

تہذیب: امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلے میں تو بالکل قابل نفرت ہے ہی لیکن اس سے قطع نظر وہ بھی خود اپنی حالت ذاتیہ پر نظر کر کے قابل نفرت ہے کیونکہ طالب دنیا کوئی راحت میں نہیں ہے چنانچہ اگر ان کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو چھوڑ کر ان کی اندرونی حالت کو ان کے پاس رکھو تو معلوم ہوگا کہ کوئی پریشانی سے خالی نہیں بخلاف طالب آخرت کے سب کے سب راحت میں ہیں۔

دنیا کی مطلوبیت کی دو حیثیتیں ہیں اور دونوں قابلِ نفرت ہیں

تہذیب: اگر دنیا کی حقیقت پر نظر کرو تو دنیا میں اس کی مطلوبیت کی دو حیثیتیں ہیں ایک مطلوبیت اس کے صفات کے اعتبار سے دوسری مطلوبیت اس کے غایت کے اعتبار سے صفت کے اعتبار سے دنیا کی حالت یہ ہے کہ وہ فانی ہے اور آخرت باقی ہے اور باقی کے مقابلے میں فانی قابل رغبت نہیں ہوا کرتا اور غایت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو دنیا کو عیش و آرام کے لئے طلب کیا جاتا ہے۔ عام طور سے لوگ عمدہ لباس عمدہ مکان اور عمدہ غذا کو راحت قلب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ محض اسباب عیش و آرام ہیں لیکن حقیقت عیش و آرام کی راحت قلب اور ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ راحت قلب دین ہی سے حاصل ہوتی ہے طلب دنیا سے حاصل نہیں ہوتی۔

فقر وفاقہ کی ترغیب

تہذیب: حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے جب کوئی فقر وفاقہ کی شکایت کرتا تو فرماتے کہ تم اس دولت کی قدر کیا جانو تم کو یہ دولت مفت مل گئی۔ اس کی قدر مجھ سے پوچھو کہ سلطنت کو چھوڑ کر فقر وفاقہ کو خریدا ہے۔

منافع اخرویہ کے سامنے منافع دینویہ لاشے ہیں

تہذیب: لعب کہتے ہیں لغو اور عبث فعل کو اور لہو کہتے ہیں غفلت میں ڈالنے والی بات کو جن منافع اخرویہ کے لئے یہ اشیائے دنیا وضع کی گئی ہیں ان کے اعتبار سے یہ عبث و باطل نہیں اور جو منافع اہل ہوا نے خود تراشے ہیں۔ جو واقع میں مضار ہیں ان کے اعتبار سے اس کو لہو و لعب فرمایا ہے پس دنیا کی ہر چیز فی نفسہ حکم و مصالح و منافع سے لبریز ہے، عبث و فضول کوئی نہیں مگر جب وہ مقصود اصلی یعنی منافع اخرویہ سے مانع ہو جائے تو اس وقت یہی منافع جن کو ہم نے منافع دنیا کا اصل اصول سمجھ رکھا ہے اور وقعت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں انہیں کو لہو و لعب سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ منافع دنیوی دراصل فانی اور مردہ ہیں اور منافی اخروی زندہ پس کارآمد چیز کو چھوڑ کر بیکار شے کے پیچھے پڑنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

حفاظت مآل کے لئے وسعت مال مذموم نہیں

تہذیب: اگر کوئی شخص مآل سے محفوظ ہونے کا انتظام کرے تو اس کے لئے مال کی وسعت مذموم نہیں۔

ترقی فی الدنیا ترقی فی غیر المقصود ہے اور ترقی فی الدین ترقی فی المقصود

تہذیب: مقاصد دو قسم کے ہیں ایک مقاصد دینیہ دوسرے مقاصد دنیویہ اور دنیا مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بغیرہ ہے جیسا کہ اہل اسلام کا سب عقیدہ اور دین مقصود بالذات ہے۔ پس معلوم ہو گیا۔ کہ ترقی فی الدنیا ترقی فی غیر المقصود ہے اور ترقی فی الدین ترقی فی المقصود ہے اس کا مقتضا یہ تھا کہ ترقی فی الدین کے لئے کوئی حد نہ ہوتی کیونکہ ظاہراً مقصود میں جس قدر بھی ترقی ہو بہتر ہی ہے مگر ترقی فی الدین کے لئے بھی حدود ہیں بلکہ حدود کے ساتھ قیود بھی ہیں، حد وہ ہے جو کسی شی کا منتہیٰ ہو اور قید وہ ہے جو اس حد کے اندر اس شے میں تخصیص کر دے۔ مثلاً نماز کی ایک تو حد ہے کہ عصر کی نماز میں چار رکعت میں اس سے زیادہ منع ہیں اور قیود یہ ہیں کہ جیسے نماز کے لئے باوضو ہونا، مستقبل قبلہ ہونا طہارت مکان و لباس وغیرہ، غور کر کے دیکھا جائے تو تمام مقاصد دینیہ میں حدود و قیود دونوں موجود ہیں۔

طول امل غیر ممنوع وہ ہے جو خدمت دین کے لئے ہو

تہذیب: جس طول امل سے ممانعت ہے وہ وہ ہے جو دنیا کی ہوس کے لئے ہو اور جس طول امل کی اجازت علماء کے لئے ہو وہ وہ ہے جو خدمت دین کے لئے اور حقیقت میں طول امل نہیں صرف صورت طول امل ہے۔

زیور اور لباس کی محبت کم کرنے کا علاج

تہذیب: زیور و لباس کی محبت کم کرنے کا علاج یہ ہے کہ اپنے گھر میں سب لباس و زیور پہنا کریں اور دوسرے گھر میں معمولی لباس و زیور پہن کر جایا کریں۔

تعلق غالب مذموم وہ ہے جس کے بعد یا فوت سے طاعات میں قلت وضعف آ جائے

تہذیب: تعلق غالب مذموم یہ ہے کہ محل تعلق کے بعد یا فوت سے قلب پر ایسا اثر ہو کہ قلب کو ایسا بے چین کر دے کہ اسی کے تصور و حسرت میں اشتغال ہو جائے اور اسی اشتغال سے طاعات میں قلت اور ضعف آ جائے اور اگر یہ نوبت نہ پہنچے تو محض حزن کا اثر مانع نہیں ہے۔ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے حزن شدید کا کوئی انکار کر سکتا ہے اور کیا ان کی حالت کو کوئی مانع عن الحق کہہ سکتا ہے۔

حرص شرعی کی شناخت

تہذیب: شرعاً وہ حرص حرص ہی نہیں جس کے مقتضاء پر عمل نہ ہو، حرص شرعی وہی ہے جس سے دنیا کو دین پر ترجیح ہونے لگے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم کو مال کی احتیاج بھی ہے اور اس کے ملنے پر طبعاً خوشی بھی ہوتی ہے۔ لیکن اے اللہ اس کی محبت کو اپنی رضا کا وسیلہ بنا دیجئے بلکہ ایک درجہ اس کا مطلوب بھی ہے مثلاً اتنی محبت جس سے مال کی حفاظت کا اہتمام ہو سکے وہ مطلوب ہے کیونکہ مال کا ضائع کرنا حرام ہے۔

فقر و زہد کا فرق اور حالت فقر کا دستور العمل اور حالت غنا میں تحصیل زہد کا طریقہ

تہذیب: فقر از نواء دنیا ہے عبد سے اور زہد از نواء عبد سے دنیا سے یا بعنوان دیگر فقر قلت ہے مال کی اور زہد قلت ہے رغبت مال کی فقر غیر اختیاری ہے، مگر اس میں یہ اختیاری ہے کہ قناعت کا مرتکب

رہے اور حرص وطمع وانہماک فی طلب الدنیا سے مجتنب رہے اور اس پر رضا اختیار کرے اور تحصیل زہد میں استحضار فناء دنیا وذکر موت وانفاق فی الخیر علاوہ فرض خاص طور پر معین ہے۔

طریقہ تحصیل زہد

تہذیب: تحصیل زہد کا طریقہ یہ ہے کہ مخلوق کے ہاتھ میں جو کچھ متاع دنیا ہے سب سے امید قطع کردے جو شخص ایسا کرے گا اس کا قلب راحت میں رہے گا کیونکہ زہد قلب اور بدن دونوں کو راحت دیتا ہے۔

جاہ

جاہِ کبر کا داعیہ معصیت نہیں

تہذیب: جاہِ وکبر کا داعیہ تو معصیت نہیں باقی ان کے مقتضاء پر عمل کرنا نہ کرنا یہ اختیاری ہے مکلف تو صرف اسی قدر کا ہے کہ مقتضاء پر عمل نہ کرے لیکن اگر خلاف مقتضاء پر عمل کرے تو اور زیادہ قوی اور انفع ہے۔

جاہ مضر وہ ہے جو طلب سے حاصل ہو

تہذیب: جس جاہ سے ضرر ہوتا ہے یہ وہ جاہ ہے جو طلب سے حاصل ہو اور جو بدون طلب حاصل ہو وہ مضر نہیں ہوتی اس میں خدا تعالیٰ کی امداد ہوتی ہے اگر لوگ اس پر حسد کریں اور اس کو بُرا بھلا کہنے لگیں تو حق تعالیٰ اس کو قوی کر دیتے ہیں جس سے کوئی اذیت اس کے نزدیک اذیت نہیں رہتی۔

نیز ان مصائب سے جو باطنی ترقی ہوتی ہے حق تعالیٰ اسے قلب پر منکشف فرما دیتے ہیں اور ہر واقعہ کی حکمت پر مطلع فرما دیتے ہیں اب اسے کچھ تکلیف نہیں ہوتی۔

حب جاہ کا علمی و عملی علاج

تہذیب: ہر علاج میں مجاہدہ کی ضرورت ہے یعنی داعیہ نفس کے ذم کا استحضار اور اس داعیہ کی عملی مخالفت اس مرض (جاہ) کا علاج بھی مرکب ہے ان ہی دو اجزاء سے اول اس رذیلے سے جو مذمتیں اور

وعیدیں وارد ہیں ان کا ذہن میں حاضر کرنا، بلکہ زبان سے بھی ان کا تکرار کرنا بلکہ ان مضامین سے اپنے نفس کو زبان سے خطاب کرنا کہ تجھ کو ان سے عقاب ہونے کا اندیشہ ہے اسی کے ساتھ اپنے عیوب کا استحضار اور نفس کو خطاب کہ اگر لوگوں کو ان رذائل کی اطلاع ہو جائے تو کتنا ذلیل اور حقیر سمجھیں تو یہی غنیمت سمجھ کر لوگ نفرت وتحقیر نہیں کرتے نہ کہ ان سے توقع تعظیم ومدح کی رکھی جائے۔ اور عملی جزو یہ ہے کہ مداح کو زبان سے منع کر دیا جائے اور اس میں ذرا اہتمام سے کام لیا جائے سرسری لہجہ سے کہنا کافی نہیں اور اس کے ساتھ ہی جو لوگ ذلیل شمار کئے جاتے ہیں ان کی تعظیم کی جائے گو نفس کو گراں ہو۔

مبتدی کے لئے وعظ گوئی کا طریقہ جس سے جاہ سے محفوظ رہے

تہذیب: مبتدی کو ایک خاص طریقہ سے وعظ گوئی کی اجازت ہے کوئی چھپا ہوا وعظ لے لے اور اس کے مضامین سمجھا کر سنا دے اس طرح مقصود بھی حاصل ہو جائے گا اور لوگوں کا عقیدہ بھی نہیں بڑھے گا کہ بڑے عالم ہیں اپنی یاد سے علمی مضامین بیان کر رہے ہیں بلکہ ہر شخص سمجھے گا کہ بیچارہ کتاب میں دیکھ دیکھ کر نقل کر رہا ہے۔

خواہش عہدہ وترقی مراتب کے ازالہ کی ترکیب

تہذیب: ترقی مراتب وخواہش عہدہ کے ازالہ کی تدبیر اس کا سوچنا ہے کہ اس میں بجز اس کے کہ لوگوں کی نظر میں عزت زیادہ ہو اور کیا نفع ہے اور یہ (جاہ) محض ایک خیالی چیز ہے واقعی نفع کچھ نہیں۔

اصل مقصود جاہ سے دفع مضرت ہے

حال: کمترین کا مذاق یہی ہے کہ گمنام رہوں اور حدیث میں جو دعا ہے **واجعلنی فی عینی صغیراً و فی اعین الناس کبیراً** اس میں لوگوں کی نظر میں بڑا معلوم ہونے کی دعا کا امر ہے جس سے اندیشہ ترقی لذت جاہ کا ہے۔ جو خلاف مذاق ہے۔

تہذیب: نہایت مبارک مذاق ہے اور اس دعاء کی حقیقت اس مذاق کے خلاف نہیں اور اس حقیقت کا سمجھنا موقوف ہے حکمت جاہ کے سمجھنے پر اور وہ یہ ہے کہ جاہ خود مقصود نہیں بلکہ ذریعہ ہے دفع مفسدہ کا اور وہ مفسدہ اذیت خلق ہے اس کا دافع جاہ ہے کہ وہ مانع ہوتا ہے ظالموں کی دست درازی سے پس اصل مقصود یہ ہے کہ اذیت عوام وحکام سے محفوظ رہے تا کہ بلا تشویش مشغول طاعت رہ سکے پس اس معنی کے تصور سے دعا کرنا نہ خلاف مذاق ہوگا نہ نفس کو اس میں بڑے بننے کی لذت ہوگی۔

جاہی وسوسہ کا علاج

حال: جب کوئی اپنے کسی مقصد کے لئے دعاء کرنے کی ہمت کرتا ہے اور قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقصود برآیا تو عقیدت بڑھ جائے گی تو دعاء کرنے میں جی نہیں لگتا۔

تہذیب: یہ بھی اثرِ محمود ہے مگر بہ تکلف دعاء میں اس نیت سے جی لگانا چاہئے کہ بندگان خدا کی خدمت ہے اور یہ خدمت طاعت ہے۔

صاحب جاہ کو دین اور دنیا دونوں کی راحت نہیں

تہذیب: صاحب جاہ کو نہ دین کی راحت نہ دنیا کی اس کا دین بھی خطرہ میں رہتا ہے اور دنیا کے خطرہ کا بھی اندیشہ رہتا ہے، ہاں جب حق تعالیٰ کی طرف سے بدون تمہاری طلب کے جاہ عطا ہو وہ نعمت ہے اس میں دین کا خطرہ نہیں کیونکہ ادھر سے تمہاری حفاظت کی جاتی ہے۔

لباس معیارِ لیاقت نہیں

تہذیب: تعظیم تو کمال کی ہوتی ہے لباس کی تعظیم نہیں ہوا کرتی اور اہل دنیا کی تعظیم جو لباس کی وجہ سے کی جاتی ہے اس کا منشا عظمت نہیں بلکہ خوف ہے جیسے سانپ کو دیکھ کر لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لباس کو تو معیار لیاقت کوئی احمق ہی کہہ سکتا ہے۔

حرصِ طعام

پیٹ بھر کر کھانا گناہ نہیں

تہذیب: خوراک کم کرنے کی فکر میں نہ پڑیں ضعف ہو جائے گا جب خدا تعالیٰ نے کھانے کو دیا ہے اور اجازت بھی دی ہے پھر تنگی کیوں کریں پیٹ بھر کر کھانا گناہ تھوڑا ہی ہے۔

سیری سے بھی زیادہ کھانے کی اصلاح کا طریقہ

تہذیب: شبع کوئی مرض نہیں سیری تک کھانا مباح ہے، اگر سیری سے بھی زیادہ کھالیا جائے تو اس کا علاج سوچنا ہے کہ زیادہ کھانے سے ضرر ہوگا پس اس سوچنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح ہو جائے گی۔

آدابِ طعام

تہذیب: آدابِ طعام یہ ہیں۔ (۱) جس کے یہاں مہمان ہو اس کو اپنے معمولات کی پہلے ہی اطلاع کر دو دسترخوان پر بیٹھ کر اپنے معمولات بیان کرنا تہذیب کے خلاف ہے (۲) میزبان مہمان کے اوپر مسلط ہو کر نہ بیٹھے بلکہ اس کو آزاد چھوڑ دے۔ (۳) میزبان کے ہاتھ شروع میں پہلے دھلائے جائیں اور کھانا بھی اول میزبان کے سامنے رکھا جائے۔ (۴) میزبان پہلے خود کھانا شروع کر دے اس سے مہمان بے تکلف ہو جاتا ہے۔ (۵) میزبان کو چاہئے کہ مہمانوں کو کھاتے ہوئے ہرگز نہ گھورے بس سرسری نگاہ سے اتنا معلوم کرتا رہے کہ کہاں کس چیز کی ضرورت ہے باقی نہ اس سے کہے کہ آپ کم کھا رہے ہیں نہ یہ کہے کہ آپ تکلف کر رہے ہیں کیونکہ جب مہمان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میزبان میرے لقمے دیکھ رہا ہے تو اس سے بالکل نہیں کھایا جاتا۔

غذائے جسمانی کی کثرت مضر ہے اور غذا میں ہر ایک کا اوسط جدا ہے اور کھانے سے اصل مقصود جمعیت قلب ہے، اور اس کی دلیل

تہذیب: غذائے جسمانی کی کثرت سے روحانی یعنی ذکر اللہ کم ہو جاتا ہے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں

تہی از حکمتی بعلت آن ☆ کہ پری از طعام تا بینی

اس لئے سالک کو غذائے جسمانی میں کثرت نہ چاہئے بلکہ توسط کا لحاظ رکھنا چاہئے مگر یہ ضرور ہے کہ سب کا اوسط ایک نہیں ہے بلکہ ہر شخص کا اوسط مختلف ہے اور اوسط سے تجاوز کرنا اور زیادہ کھانا بُرا ہے۔ اسی طرح اوسط سے کم کھانا بھی مضر ہے۔ ایک ضرر تو جسمانی ہے کہ غذا بہت کم کرنے سے ضعف لاحق ہو جاتا ہے اور کام نہیں ہو سکتا اور ایک ضرر مقصودِ سلوک کا ہے وہ یہ کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ تشبہ بالملائکہ حاصل کرے اور تشبہ بالملائکہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو نہ شبع سے بدمست ہو نہ جوع سے پریشان ہو بلکہ معتدل حالات میں رہ کر طمانیت و جمعیت قلب سے متصف ہو بس کھانے سے اصل مقصود جمعیت قلب ہے نہ بہت کھانا مطلوب ہے نہ کم کھانا دلیل اس کی یہ ہے۔ اذا حضر العشاء والعشاء فابدؤا بالعشاء فقہاء نے کھانے کی یہاں تک رعایت کی ہے کہ اگر ٹھنڈا ہونے سے اس کی لذت زائل ہو جانے کا اندیشہ ہو جب بھی نماز کو موخر کر دینا جائز ہے منشاء اس کا وہی تحصیل جمعیت قلب ہے کہ بار بار یہ خیال نہ آئے کہ نماز جلدی پڑھو تا کہ کھانا ٹھنڈا نہ ہو جائے۔

آج کل تقلیل غذا مضر ہے

تہذیب: عبادت میں نشاط و سرور صحت و قوت ہی سے ہوتا ہے اور تجربہ ہے کہ آج کل تقلیل غذا سے صحت برباد ہو جاتی ہے، فاقہ کرکے نماز پڑھنے سے انتڑیاں قل ھو اللہ پڑھیں گی زبان و قلب سے کچھ نہ نکلے گا۔

وجہ عدم اتباع صوفیہ سابقین در تقلیل غذا

تہذیب: پہلے صوفیہ سے جو تقلیل غذا کے واقعات منقول ہیں آج کل ان پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ ان حضرات میں قوت زیادہ تھی ان کو غذا کم کرنے سے بھی جمعیت قلب فوت نہ ہوتی تھی کیونکہ ان کی قوت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان سے بعض اشغال ایسے منقول ہیں جو آج کل کوئی کرے تو مر ہی جائے چنانچہ ایک شغل صلوٰۃ معکوس کا ہے اور اس کو اصطلاحاً صلوٰۃ کہہ دیا گیا ہے ورنہ وہ نماز نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ الٹا لٹک کر شغل کرتے ہیں۔

کثرت کلام

ترک لایعنی کی تعلیم

تہذیب: شریعت کی بہت بڑی تعلیم ہے کہ بے ضرورت باتوں میں نہ پڑنا چاہئے حدیث "من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه"

قول و فعل کے فضول یا مضر ہونے کی شناخت

تہذیب: ہر قول اور ہر فعل اختیاری کسی نہ کسی غایت کے لئے مطلوب ہوتا ہے پس ہر کام اور ہر بات میں یہ سوچنا چاہئے کہ اس کی غایت کیا ہے جس کام اور جس بات کی کچھ غایت نہ ہو وہ فضول ہے اور غایت معلوم ہو مگر مفید نہ ہو وہ بھی فضول ہے اور اگر وہ غایت کوئی ضرر ہو لازم یا متعدی تو وہ کلام یا بات مضر ہے۔

مناظرہ کی ممانعت کہ سراسر مضر قلب اور مضر دین ہے

تہذیب: آج کل مناظرہ بھی بہت مضر ہے کیونکہ اس کی بھی کچھ غایت محمودہ نہیں بس زیادہ

مقصود یہ ہوتا ہے کہ خصم کو ذلیل کیا جائے اور اپنی بات کو اونچا کیا جائے تحقیق حق مقصود نہیں چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے حماد کو نصیحت کی کہ دیکھو مناظرہ کبھی نہ کرنا ہم تو مناظرہ اس نیت سے کرتے تھے کہ شائد خصم کے ساتھ منھ سے حق بات نکل جائے تو ہم اس کی بات مان لیں اور تم لوگ مناظرہ اس لئے کرتے ہو کہ خدا کرے خصم کے منھ سے حق بات نہ نکلے بلکہ جو بات نکلے باطل ہی نکلے تا کہ تم کو اس کے رد کا موقع ملے بلکہ اب تو اس سے بھی بدتر حالت ہے کیونکہ اس وقت جو تمنا ہوتی تھی کہ خصم کے منھ سے باطل ہی نکلے حق نہ نکلے اس کا منشاء یہ تھا کہ وہ حضرات حق بات کو رد نہ کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ حق بات کے رد سے شرماتے تھے اس لئے یہ تمنا تھی کہ خصم کے منھ سے حق نہ نکلے تا کہ رد کر سکیں۔ اور اب تو مناظرہ میں اول ہی سے یہ نیت ہوتی ہے کہ خصم کی ہر بات کو رد کریں گے خواہ حق ہو یا باطل۔

ترک لایعنی میں دین اور دنیا دونوں کی راحت ہے

تہذیب: صاحبو! سوال وہ کرو جس کی ضرورت ہو بات وہ کرو جس کی کچھ غایت ہو کلام وہ کرو جس کا کچھ مفید نتیجہ ہو اور جس کام کی غایت معلوم نہ ہو اسکو چھوڑ و جس بات کا کچھ نتیجہ نہ ہو اس کے درپے نہ ہو اس میں دین کی راحت تو ہے ہی واللہ دنیا کی بھی اسی میں راحت ہے۔

زبان کی بے احتیاطی سے نورِ قلب زائل ہو جاتا ہے۔

تہذیب: اعمال و احوال سے جو نور قلب میں پیدا ہوتا ہے وہ اس زبان کی بے احتیاطی سے اکثر زائل ہو جاتا ہے بس اسباب کو جمع کرنے کے ساتھ موانع کو بھی رفع کرنا چاہئے تب ثمرہ مرتب ہو گا۔

اختیاری امور کا علاج ہمت و بس ہے

تہذیب: کلام و ترک کلام دونوں اختیاری ہیں مت بولا کرو اس میں بھی ہمت کی ضرورت ہے بدون اس کے کچھ نہیں ہوتا۔

دوسروں کی سمع خراشی سے بچنے کا طریقہ

تہذیب: اگر بعض ملنے والے بیکار زیادہ دیر تک سمع خراشی اور صرح کریں ان کو نہ اٹھاوے خود کوئی خلوت کی جگہ اپنے لئے تجویز کر کے ان سے اجازت لے کر اٹھ کھڑا ہو۔

بدزبانی کا علاج

تہذیب: بدزبانی کا علاج بجز ہمت اور قبل تکلم کے تامل اور استحضار عذاب کے اور کچھ نہیں۔

زیادہ گوئی اور فضول گوئی کے ترک کا طریقہ

تہذیب: زیادہ گوئی قابل ترک ہے اور طریق تحصل تکلف واہتمام الی ان تحصل الدوام۔

اضیاف کی غیر ضروری باتوں سے بچنے کا طریقہ

تہذیب: اضیاف بھی اگر غیر ضروری باتیں کرنے لگیں جس سے وقت اپنے کام کا ضائع ہونے لگے یا طبیعت تنگ ہونے لگے بدون حیلہ کے یا کسی حیلہ کے اٹھ جانا چاہئے، مروت میں اپنا دینی ضرر ہرگز گوارا نہ کرنا چاہئے بس شدہ شدہ اس طرح عادت ہو جائے گی اپنے نفس کو بھی اضیاف کو بھی۔

بے تحقیق بات کا نقل کرنا گناہ ہے

تہذیب: بے تحقیق کسی بات کا نقل کرنا اور سنی سنائی باتوں کو بدون تحقیق کے فوراً زبان سے نکال دینا بھی گناہ ہے۔ کفی بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع۔

ناجائز باتوں سے بچنے کا طریقہ

تہذیب: ناجائز باتوں سے اسی وقت بچ سکتے ہو۔ جب اس کی عادت ہو جائے کہ مباح اور جائز باتیں بھی بے ضرورت نہ کرو، بس زیادہ تر سکوت اختیار کرنا چاہئے، حدیث میں ہے من سکت سلم و من سلم نجا۔

خموشی معنے دارد کہ در گفتن نمی آید

معصیت لسانی سے بچنے کا طریقہ

تہذیب: زبان کے گناہوں سے بچنے کا علاج ایک یہ ہے کہ اکثر اوقات اس کو (زبان کو) ذکر اللہ میں اور تلاوت میں مشغول رکھو، جس کو جو آسان ہو اور دوسروں کو امر بالمعروف کرتے رہو۔

زبان کے گناہوں سے بچنے کا ایک طریقہ سوچنا اور پوچھنا ہے

تہذیب: زبان کے گناہوں سے بچنے کا طریقہ سوچنا اور پوچھنا ہے کہ جو بات کرو سوچ کر کرو اور اگر جواز و عدم جواز میں شبہ ہو تو اس کو کسی عالم سے پوچھ لو پھر جو وہ کہے اس کے موافق عمل کرو۔

لایعنی کلام سخت مضر قلب ہے

تہذیب: حضرات عارفین کا مشاہدہ ہے کہ ضرورت گفتگو دن بھر ہوتی رہے تو اس سے قلب پر ظلمت کا اثر نہیں ہوتا، چنانچہ ایک کنجڑا دن بھر ''لے لو امرود'' پکارتا پھرتے تو ذرہ برابر قلب میں اس سے

ظلمت نہ آئے گی، کیونکہ بضرورت ہے اور بے ضرورت ایک جملہ بھی زبان سے نکل جائے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

بلیغ کے معنی

تہذیب: ان اللہ یبغض البلیغ من الرجال یعنی اللہ تعالیٰ بلیغ کو پسند نہیں کرتے، بلیغ سے مراد وہ شخص ہے جو بے تکلف بلا تامل بولتا چلا جائے۔

احتیاط الکلام کا سبق

تہذیب: محقق دھتکارتا بھی ہے تو کچھ دے کر اور غیر محقق عمر بھر چمکارتا ہے مگر محروم کا محروم رکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ دو شخص آپ کے یہاں مرید ہونے کو آئے، وہ آپس میں مسجد کا حوض دیکھ کر کہنے لگے کہ ہماری مسجد کا حوض اس سے بہت بڑا ہے، سلطان جی نے یہ گفتگو سن لی، بلایا اور پوچھا کہ تمہارا حوض اس سے کتنا بڑا ہے؟ کہا حضرت پیمائش تو معلوم نہیں، فرمایا اچھا جاؤ اور اس حوض کی پیمائش کر کے لے جاؤ اور اس کو پیمائش کر کے آؤ چنانچہ آ کر کہا کہ ہمارا حوض ایک بالشت بڑا ہے، فرمایا تم تو کہتے تھے بہت بڑا ہے، ایک بالشت زیادہ کو بہت بڑا نہیں کہہ سکتے، جاؤ ہم تم کو بیعت نہ کریں گے، اس میں سلطان جی نے محروم نہیں واپس فرمایا بلکہ احتیاط فی الکلام کا سبق ایسا پڑھایا کہ عمر بھر نہ بولیں گے۔

مناظرہ کے وقت سالک کا طرز عمل

تہذیب: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ سے نفرت تھی اور مجھے بچپن میں جتنا شوق تھا حضرتؒ کی برکت سے اب اتنی ہی نفرت ہے اسی لئے جب مجھے اندازہ سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مخاطب حق کو نہ مانے گا تو میں سلسلۂ کلام بند کر دیتا ہوں، اسی لئے مناظرہ میں مجھ پر غالب آ جانا آسان ہے۔ کیونکہ گفتگو دو حال سے خالی نہیں، یا تو مخاطب حق کہے گا تو میں فوراً تسلیم کرلوں گا تو دوسرا غالب آ گیا یا وہ باطل کہے گا اور مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ سمجھنا نہیں چاہتا جھگڑنا ہی چاہتا ہے جب بھی گفتگو بند کر دیتا ہوں۔ اس وقت بھی وہ غالب آ جائے گا۔

کذب کا ایک عجیب عملی علاج

تہذیب: جس کو جھوٹ بولنے کی عادت بہت ہو اس کا عجیب و غریب عملی علاج یہ ہے کہ جس سے کلام کرے اس سے پہلے کہہ دیا کرے کہ میری عادت کثرت سے جھوٹ بولنے کی ہے۔ تھوڑے دنوں

اس پر مداومت سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ عادت چھوٹ جائے گی۔

طریق کف اللسان

تہذیب: ایسا کلام مت کرو جس سے تم کو معذرت کرنا پڑے، خواہ دنیا میں یا آخرت میں۔

بُخل

بخل مذموم کی حد

حال: پیسہ اٹھاتے ہوئے قلب بہت تنگ ہو جاتا ہے۔

تہذیب: اگر کوئی حق واجب فوت نہ ہو تو کچھ غم نہیں۔

خرچ میں حب اعتدال کی علامت

حال: خرچ کرنے میں فی الجملہ گرانی معلوم ہوتی ہے۔ ناداری اور قرض سے خوف رہتا ہے، گو حق واجب میں کوتاہی نہیں کرتا۔

تہذیب: یہ حب مال نہیں حب اعتدال ہے۔

اخلاق سب فطری ہیں جو مواقع استعمال سے ممدوح و مذموم ہو جاتے ہیں

تہذیب: من اعطیٰ للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان اس میں اعطاء ومنع دونوں کے ساتھ للہ کی قید ہے جس سے معلوم ہوا کہ سخاوت مطلقاً محمود نہیں، نہ بخل مطلقاً مذموم، بلکہ اگر خدا کے لئے ہو تو دونوں محمود ورنہ مذموم، غرض اخلاق سب فطری وجبلی ہیں اور درجہ فطرت میں کوئی خلق نہ مذموم ہے نہ محمود بلکہ مواقع استعمال سے ان میں مدح وذم آجاتی ہے۔

اذن بخیل مشکوک ہے

تہذیب: اگر دل گواہی دے کہ میرا بدون اذن کے کھانا اس شخص کو ناگوار نہ ہو گا بلکہ خوش ہو گا وہاں بدون اذن کے بھی کھانا جائز ہے۔ بلکہ چھین کر بھی کھا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ دوست سخی ہو بخیل نہ ہو، کیونکہ بخیل کو کسی سے محبت نہیں ہوتی، اور اگر ہوتی بھی ہے تو مال کے برابر نہیں اس لئے بخیلوں کی اجازت

بھی مشکوک ہے۔ہاں بے تکلف دوستوں سے اگر پوری بے تکلفی ہوتو چھین کر بھی کھانا جائز ہے۔

سود لینے سے بخل بڑھتا ہے

تہذیب: سود لینے سے بخل بڑھتا ہے کیونکہ سود لینے کا سبب ہی بخل ہے جتنا سود لیتا ہے بخل اتنا ہی بڑھتا ہے۔یہاں تک کہ اپنے تن پر بھی خرچ نہیں کرسکتا۔

اسراف

اسراف سے بچنے کا طریقہ تامل ومشورہ ہے

تہذیب: خرچ کرنے کے قبل دو امر کا التزام کرلیں، ایک یہ کہ پہلے سوچا کریں کہ اگر اس جگہ خرچ نہ کروں تو آیا کچھ ضرر ہے یا نہیں، اگر ضرر نہ ہو اس کو ترک کردیں۔اور اگر ضرر معلوم ہوتا ہوتو پھر کسی منتظم سے مشورہ کریں کہ یہ خرچ خلاف مصلحت ہے اور نامناسب تو نہیں، وہ جو بتلائے اس پر عمل کریں، ضرر سے مراد ضرر واقعی اور حقیقی ہے جس کا معیار شریعت ہے۔وہمی وخیالی ضرر مراد نہیں۔

ضرورت واقعہ کے معلوم کرنے کا طریقہ اور بقدر وسعت تطییب قلب زوجہ بھی ضرورت میں داخل ہے

تہذیب: اسراف کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ جب کوئی چیز خریدنا چاہو تو سوچ لو کہ ضرورت ہے یا نہیں اور اگر ذہن میں ضرورت فوراً آجائے تو خریدلو اور اگر فوراً ضرورت ذہن میں نہ آئے تو نہ خریدو کیونکہ جس ضرورت کو آدھ گھنٹہ تک سوچ سوچ کر پیدا کیا جائے وہ ضرورت نہیں اور اگر دل میں بہت تقاضہ ہو اور ضرورت معتد بہا سمجھ میں نہ آئے تو ایسی صورت میں چیز خریدلو اور اطمینان سے بیٹھ کر سوچتے رہو اور اگر اسراف نہ ہونا محقق ہوجائے کھالو ورنہ خیرات کردو اور بیوی کو کھلادینا بھی خیرات ہی ہے اور اگر بیوی کا جی خوش کرنے کو بلاضرورت بھی کوئی چیز خریدلو تو وہ بھی اسراف نہیں کیونکہ تطییب قلب زوجہ بھی مطلوب ہے بشرطیکہ اس میں طاقت سے زیادہ قرض نہ کرے۔

اسراف سے بچنے کی ترکیب

تہذیب: (۱) اہل اللہ کا مذہب رکھو، وضعدار لوگوں کا مت رکھو، رسم ورواج کے ذرا بھی مقید

نہ بنو(۲) بلاضرورت ہرگز مقروض مت بنو گورسم ورواج کے خلاف کرنا پڑے مقروض ہونے سے بڑی پریشانی ہوتی ہے، جس کا انجام بہت بُرا ہے، ہر مسلمان کو وہی مذہب رکھنا چاہئے جو اہل اللہ کا ہے (۳) سب سے پہلے انتخاب گھر کا کرو، جتنی چیزیں کام میں آتی ہوں رہنے دو اور جتنی چیزیں کام میں نہ آئیں خارج کردو، یا بیچ دو یا مساکین کو دیدو نفلی صدقہ دینے کی ہمت نہ ہو تو زکوٰۃ ہی میں دیدو۔ (۴) گھر کا معائنہ کیا کرو، گھر میں بہت سی چیزیں ایسی دیکھو گے جو سڑ رہی ہیں، کسی کو دیمک لگ رہی ہے، پس ایسی چیزوں کو اپنی مِلک سے الگ کردو تا کہ گھر میں رونق ہو۔ (۵) روزمرہ معاشرت میں یہ مقرر کرلو جو کام کرو سوچ کر کرو، بے تامل مت کر ڈالو (۶) کسی کے کہنے سے کوئی کام مت کرو، بس اپنی رائے پر عمل کرو ۔

سن لاکھ کوئی تجھے سنا دے ☆ کیجیو وہی جو سمجھ میں آئے

حیا و خجلت

کبر و خجلت کا فرق اور اس کے شناخت کا معیار

تہذیب: مجمع کے سامنے جو پانی کا گھڑا یا آم کی ٹوکری وغیرہ اٹھا کر لے چلنے میں عار آتی ہے متوسط کے لئے اس کا منشاء کبر ہوتا ہے۔ اس کو بتکلف اٹھانا علاجاً ضروری ہے۔ خلافِ عادت فعل کرنے میں جو طبیعت شرماتی ہے اس کو خجلت کہتے ہیں، لیکن تکبر و خجلت کا فرق یوں ظاہر ہوسکتا ہے کہ اگر مثلاً کسی شخص کو اس بات سے گرانی ہو کہ وہ سر پر ٹوکرا رکھ کر سرِ بازار نکلے اور اس سے شبہ کبر کا ہو تو دیکھنا یہ چاہئے کہ مثلاً اگر خلافِ عادت اس کو ہاتھی پر بٹھا کر جلوس کے ساتھ بڑی شان وشوکت سے بازار میں نکالا جائے تو اس کو آیا اس سے بھی انقباض ہوگا اور شرم آئے گی یا نہیں، اگر اس سے بھی انقباض ہو تو ایسے شخص کو ٹوکرا اٹھانے سے انقباض ہے اس کو تکبر نہ کہیں گے بلکہ خجلت کہیں گے۔

امامت بھی اسباب صلاحیت سے ہے بشرطیکہ تعین دوسروں کی طرف سے ہو

حال: امامت کرتے ہوئے شرم آتی ہے خصوص ایسے مقدس و بابرکت مجمع میں۔

تہذیب: طبعاً ایسا ہی کرنا چاہئے مگر عقلاً یہ سمجھا جائے کہ آپ نے از خود ایسا کام نہیں کیا بلکہ دوسروں کی طرف سے سپرد کیا گیا ہے اور بروئے حدیث اس میں آپ کی منجانب اللہ کی اعانت ہوگی بلکہ اعانت خداوندی سے اہلیت کو تخلف نہیں ہوسکتا۔ پس یہ بھی اسباب صلاحیت سے ہے۔

حیائے مفرط

تہذیب: حیا وغیرہ اسی وقت تک مطلوب ہیں جب تک موجب قرب ہوں اور اگر موجب بعد ہونے لگیں تو اب ان کی ضد مطلوب ہوگی بعض لوگ غلبۂ حیاء کی وجہ سے عورت پر قادر نہیں ہوتے ان کو چاہئے کہ بہ تکلف حیاء کو کم کریں اور دل لگی، مذاق اور بے تکلفی اختیار کریں، اسی طرح طریق باطن میں جس شخص کو غلبۂ حیاء استغفار سے مانع ہو اس کا علاج یہی ہے کہ وہ بے حیاء بن کر **اللھم اغفرلی اللھم اغفرلی** کہے اور بار بار کہے۔

☆☆-----------------------☆☆

تہذیبات حصہ دوم

توبہ

فکر و سعی زینہ کامیابی کا ہے

حال: ہر ہفتہ توبہ کرتا ہوں لیکن بعد ایک روز کے تمام تہیہ وغیرہ غارت ہو جاتا ہے۔

تہذیب:

صوفی نہ شود صافی تادر نکشد جامی ☆ بسیار سفر باید تاپختہ شود خامی
اندریں رہ می تراش و می خراش ☆ تادمِ آخر دمے فارغ مباش
تادمِ آخر ے آخر بود ☆ کہ عنایت باتو صاحب سر بود

حاصل یہ کہ فکر و کوشش جاری رکھنا چاہئے، ان شاء اللہ تعالیٰ اسی طرح کامیابی ہو جائے گی۔

ذہول استغفار کا علاج

حال: استغفار جس میں کچھ بھی وقت صرف نہیں ہوتا اور نہایت آسان ہے، بہت بھولتا ہوں۔

تہذیب: اس حالت میں استغفار بعد وخاص کسی وقت مقرر کر لیجئے تا کہ اگر ہر وقت یاد نہ رہ سکے تو قلق نہ ہو۔

عیال وشاگردو مریدین پر افراطِ غضب کا علاج

تہذیب: شاگردوں کو ان کی کوتاہی پر بے وقوف پاگل وغیرہ کہہ دینا چنداں مذموم نہیں، اس لئے اس سے استغفار کی ضرورت نہیں کہ تمام طلبہ جماعت کے سامنے معافی چاہی جائے بلکہ بعض اوقات خلافِ مصلحت ہے کہ سبب ہے ان کی جسارت وجرأت وفساد اخلاق کا البتہ زجر میں اعتدال سے تجاوز نہ ہو اور علیٰ ہذا مریدین وعیال وخدم ونحوہم من التابعین۔

علامتِ قبول توبہ میں دو متضاد قول اور ان کی تطبیق

تہذیب: شیخ اکبر فرماتے ہیں، قبولِ توبہ کی علامت یہ ہے کہ اس گناہ کا نقش بالکلیہ ذہن سے محو ہو جائے کہ پھر وہ یاد نہ آئے اور عام کتب طریقت میں جمہور لکھتے ہیں کہ سالک کو لازم ہے کہ ہمیشہ ہر وقت اپنے گناہوں کو پیش نظر رکھے، وجہ تطبیق یہ ہے کہ محو ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ اس کا اثر خاص یعنی قلق طبعی نہ رہے گو یاد بھی رہے اور قلق اعتقادی بھی رہے نیز شیخ کا فرمانا کلیا نہیں ہے بلکہ بعض طبائع کے اعتبار سے ہے جن کے لئے قلق طبعی حاجت ہو جاتا ہے" الشراح فی الطاعۃ سے"

اخلاق مذمومہ کے حقوق العباد ہونے کی حد

حال: اگر کسی کو دل سے حقیر سمجھا یا کسی پر حسد کیا اور کوئی اخلاقِ مذمومہ جس کا تعلق دوسرے سے ہو اس کا ارتکاب دل سے کیا لیکن ہاتھ اور زبان سے کوئی قصور نہیں کیا تو یہ بھی حقوق العباد میں داخل ہے یا نہیں اور اس کو بھی معاف کرانا چاہئے یا نہیں؟

تہذیب: چونکہ اس سے کسی کو ضرر نہیں پہنچا اس لئے یہ حقوق العباد نہیں ہوئے صرف توبہ الی اللہ اور اصلاح آئندہ کافی ہے۔

عزم ادا یا ابراءِ حقوق کی صورت میں مرشد کے پاس توقف مضر نہیں

حال: مراقبہ کے وقت جی چاہتا ہے کہ ابھی تھانہ بھون سے چلا جاؤں اور حقوق العباد سے چھٹکارا کر کے آؤں۔

تہذیب: چونکہ عزم ہے اداء یا ابراء حقوق کا، اس لئے یہاں رہنے کے سبب جو اس میں توقف ہوگا مضر نہیں اور جن حقوق کی صفائی بذریعہ خط یا وکیل کے ہو سکے اس میں توقف کی بھی ضرورت نہیں۔

اگر توبہ کے بعد ادائے حقوق کا موقع نہ ملے تو اس کے لئے توبہ ہی سے حقوق العباد معاف ہو جائیں گے

تہذیب: جو شخص توبہ کر کے مر جائے اور اس کو توبہ کے بعد ادائے حقوق کا موقع نہ ملے تو توبہ سے اس کے لئے حقوق العباد بھی معاف ہو جائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ مظلوم کو خوش کر کے ظالم کی مغفرت فرمائیں گے توبہ نہ کرنے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے خواہ اس کو سزا دیں یا بدون سزا ہی بخش دیں اور مظلوم کو جنت کی نعمتوں سے خوش کر دیں۔

عزم عدم عود توبہ کے لئے کافی ہے البتہ مشیت پر بھی نظر رکھے

تہذیب: محققین کا مشہور قول یہ ہے کہ توبہ کے لئے ضروری ہے کہ عدم عود (پھر گناہ نہ کرنے) کا عزم ہو۔ لیکن بعض محققین کہتے ہیں کہ ضروری نہیں بلکہ عزم کا نہ ہونا ضروری ہے کیونکہ اس عزم میں ایک قسم کا دعویٰ اور مشیت سے غفلت بلکہ مشیت سے معارضہ ہے لیکن ذوق اور ظاہر نصوص اس کے خلاف ہے کیونکہ یہ عزم مقدمہ ہے کف کا اور کف واجب ہے اور مقدمہ واجب کا واجب ہوا کرتا ہے اس لئے عزم عدم عود توبہ کے لئے لازم ہے۔ میرے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ عزم کے ساتھ قدرت و مشیت الٰہی پر نظر رکھنا چاہئے یعنی عزم کے وقت مشیت پر نظر کر کے ابتداء کا بھی اندیشہ رکھے، غیر عارفین کی توبہ کی طرح نہ ہو کہ عزم کرتے ہوئے قضا و قدر سے بالکل غافل رہتے ہیں۔

دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر توبہ کرنے میں متعدد مصلحتیں ہیں

تہذیب: اگر گناہ صادر ہو جائے تو فوراً دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھو، پھر توبہ کرو اس طرح توبہ کرنے میں ظاہر میں متعدد مصلحتیں ہیں۔ (۱) ان الحسنات یذھبن السیئات نیکیاں گناہوں کو زائل کرتی ہیں۔ (۲) نماز کے بعد توبہ کرنے میں دل حاضر ہوگا اور قبول توبہ کے لئے حضور قلب ضروری ہے (۳) چونکہ نفس کو نماز سے شاق ہے اس لئے نفس گناہوں سے گھبرائے گا کہ کہاں کی علت سر لگی، بلکہ شیطان بھی گناہ کرانا چھوڑ دے گا۔ کیونکہ وہ دیکھے گا کہ میں اس سے دس گناہ کراؤں تو یہ بیس رکعتیں پڑھے گا، گناہ تو توبہ سے معاف ہو جائے گا اور یہ بیس رکعتیں اس کے پاس نفع میں رہیں گی۔

اعمال صالحہ و توبہ و استغفار سے ظاہری و باطنی دونوں بارشیں ہونگی

تہذیب: امساک باراں کا اصل علاج توبہ و استغفار و انابت الی اللہ ہے۔ استغفار و توبہ کی

بدولت حق تعالیٰ کی رحمت ومودت تمہارے ساتھ ہوگی واللہ یہ وہ چیز ہے کہ اگر بارش بھی نہ ہوتو جس چیز کے لئے بارش کی ضرورت ہے اس کی بارش شروع ہو جائے گی کیونکہ بارش کی روح جمعیت قلب ہے اور استغفار کے بعد یہ دولت معاً حاصل ہو جاتی ہے گو بارش بھی نہ ہو، اور یہ وہ دولت ہے جس کے سامنے بارش بھی کوئی چیز نہیں، مصیبت وقحط کی تلخی مبدل بہ لذت ہو جاتی ہے۔

ناخوش تو خوش بود برجانِ من ☆ دل فدائے یار دل رنجانِ من

غرض یہ کہ اعمالِ صالحہ وتوبہ واستغفار سے ظاہری بارش بھی ہوگی اور باطنی بارش بھی ہوگی۔

لاعلاج کوئی مرض نہیں، توبہ سب کا علاج ہے

تہذیب: حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے اگر زمین وآسمان کے برابر بھی گناہ کریں گے میرے پاس آئیں اور مجھ سے مغفرت چاہیں تو میں سب کو بخش دوں گا، اور گناہوں کی کثرت کی پرواہ نہ کروں گا، پس عمر گذشتہ کے ضائع ہونے کا بھی علاج موجود ہے۔ لا علاج کوئی مرض نہیں، وہ علاج یہ ہے کہ توبہ کرو اور توبہ کا طریقہ بھی کسی شیخ سے پوچھو اور جو کچھ وہ بتلائے پھر اس میں اپنی رائے نہ لگاؤ، آج کل خودرائی کا مرض بہت پھیل رہا ہے اسی لئے لوگوں کو راستہ نہیں ملتا۔

توبہ کی قبولیت کی علامت اور گناہ یاد آنے پر تجدید استغفار ودعا ضروری ہے

تہذیب: توبہ کے لئے تو گناہ یاد کرے مگر توبہ کے بعد پھر اس کو یاد نہ کرے بلکہ دل سے نکال دے شیخ ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ گناہ معاف ہو جانے کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ گناہ دل سے مٹ جائے اور جب تک وہ مٹے گا نہیں قلب پر وحشت سوار رہے گی جو اس گناہ کی سزا ہے اس کی شرح میں مشائخ طریق کا ارشاد ہے کہ گناہ کے بعد جی بھر کے توبہ کر لے پر اس کو جان جان کر یاد نہ کرے کہ اس سے بندہ اور خدا کے درمیان ایک حجاب سا معلوم ہونے لگتا ہے جو محبت اور ترقی سے مانع ہے جس کا اثر یہ ہوگا کہ وہاں سے بھی عطا میں کمی ہوگی کیونکہ جزا اور ثمرات کو ترتب عمل پر ہوتا ہے خواہ عمل جوارح ہو یا عمل قلب، لیکن اگر وہ گناہ خود یاد آجائے تو پھر تجدید استغفار ودعا ضروری ہے۔

حقیقت توبہ میں ایک اصلاح

تہذیب: اگر توبہ کے وقت عزم ترک فی المستقبل نہ ہو تو عزم عمل فی المستقبل نہ ہو، بلکہ عزم عمل سے ذہن خالی ہو اگر اس طرح خالی الذہن ہو کر بھی توبہ ندامت کے ساتھ ہوگئی تو توبہ صحیح ہوگئی۔

توبہ نصوح کے بعد گناہ یاد آ جانے پر کیا عمل چاہئے

تہذیب: توبہ نصوح کے بعد اگر از خود پرانا گناہ یاد آ جائے تو تجدید توبہ کر کے پھر کام میں لگ جائے اس سے زیادہ کاوش کرنا غلو ہے اور یہ قصد کرنا کہ ذرا بھی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ یہ ایک قسم کا دعویٰ اور غلو ہے اور گو عقلاً محال نہیں لیکن عادتاً محال ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے سددوا وقاربوا واستقیموا ولن تحصوا.

امور طبعیہ کے احکام

تہذیب: امور طبعیہ پر مواخذہ نہیں بلکہ اُن کے مقتضاء پر عمل کرنے سے مواخذہ ہوتا ہے وہ بھی اس وقت جب کہ عمداً اس پر عمل کیا جائے۔ اور اگر طبعی ناگواری سے مغلوب ہو کر کسی وقت کوئی کلمہ بیجا زبان سے نکل جائے اور بعد میں اس سے معذرت کر لی جائے تو حق تعالیٰ اس کو معاف فرمائیں گے۔

دل سے توبہ کرنے کی حقیقت

تہذیب: حقیقت توبہ کی یہ ہے کہ گذشتہ گناہوں پر ندامت و معذرت ظاہر کریں اور جو حقوق واجب الاداء ہیں فی الحال ان کے ادا کا عزم کریں اور فی المآل ان کے ادا کا اہتمام کریں اور آئندہ کے لئے گناہوں سے بچنے کا پختہ ارادہ کریں۔

نفس کے شائبہ کے اندیشہ سے تدارک بالاستغفار کرتے رہنا چاہئے

تہذیب: جب تک صاحب عمل کو اس سے اندیشہ ہوتا رہے، کہ مبادا کہیں نفس کا شائبہ نہ ہو گیا ہو۔ حفاظت خداوندی اس کی رفیق رہتی ہے لیکن تدارک بالاستغفار کرتے رہنا چاہئے۔

توبہ یا اعمال صالحہ کا دخل حقوق العباد میں

تہذیب: اعمال صالحہ یا توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر حقوق معاف نہیں ہوتے۔ پس جس قدر ہو سکے ادا کرے اور سب کے ادا کا عزم رکھے اگر کچھ باقی رہ گئے اور مر گیا تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کو بری الذمہ کر دیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ مظلوم کو خوش کر کے ظالم کی مغفرت فرما دیں گے۔

توبہ کے ساتھ بقائے توبہ کی بھی دعاء کرنا چاہئے

تہذیب: انسان کو چاہئے کہ توبہ کے ساتھ توبہ پر قائم رہنے کی بھی دعاء کیا کرے، کیونکہ انسان کی قدرت سے باہر ہے کہ خود وہ کسی وعدہ کو پورا کر دے یا کسی دعوے کو نباہ دے، بدون خدا کی

عنایت واعانت کے۔

گناہ کے وقت کا دستور العمل

تہذیب: شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ گناہ پر ایک دفعہ خوب رودھو کر توبہ کر لے۔ پھر قصداً اس کو یاد نہ کرے، کیونکہ مقصود بالذات خدا کی یاد ہے نہ کہ گناہوں کی یاد، گناہوں کی یاد سے تو یہی (خدا کی یاد) مقصود ہے۔ جب وہ حاصل ہے تو اب قصداً گناہ کو یاد کر کے اس کی یاد کو مقصود بالذات نہ بناؤ اور اگر خود بخود بلا قصد یاد آ جائے تو پھر توبہ استغفار کر لے جیسے حدیث میں ہے کہ مصیبت خود بخود یاد آ جائے تو انا للہ پڑھے کہ اس وقت انا للہ پڑھنے کا بھی وہی ثواب ہوگا جو عین مصیبت کے وقت پڑھنے کا ثواب تھا۔

عشق و تعلق مع اللہ

خدا کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ اور اس میں ایک غلطی پر تنبیہ

تہذیب: خدا کی محبت اگر چہ امر غیر اختیاری ہے لیکن اس کے اسباب بندے کے اختیار میں ہیں وہ یہ ہیں (۱) کثرت ذکر اللہ (۲) اللہ تعالیٰ کے انعامات کو اور اپنے برتاؤ کو سوچنا (۳) کسی اہل اللہ سے تعلق رکھنا (۴) طاعت پر مواظبت کرنا حق تعالیٰ سے دعا کرنا اس تدبیر میں تو کوئی غلطی نہیں، صرف ایک غلطی علمی محتمل ہے۔ وہ قابل تنبیہ ہے وہ یہ کہ اپنے ذہن سے کوئی درجہ محبت کا تراش کر اس کا منتظر رہے یہ غلطی ہوگی، بلکہ اس تدبیر کی مداومت سے جو درجہ محبت کا حاصل ہوتا ہے وہی اس درجہ میں مطلوب ہے پھر خواہ اس میں مزعوم ترقی ہو خواہ ایک حالت پر رہ جائے۔ البتہ رسوخ میں ترقی لازم ہے صرف لون محبت میں تفاوت ہوتا رہتا ہے۔

اللہ پاک کی محبت میں بے چینی کی طلب

حال: مجھے اس کا بڑا شوق ہے کہ کسی طرح ہو اللہ پاک کی محبت میں بے چین رہوں۔

تہذیب: مگر اس کے ساتھ یہ بھی دعا کرو کہ اس بے چینی میں چین رہے (اس جواب میں شریعت وطریقت دونوں کے اصول کی رعایت ہے اس لئے کہ اگر یہ جواب دیا جاتا کہ بے چینی مطلوب نہیں تو ان کا یہ خیال رخصت ہو جاتا کیونکہ طریقت میں حال مہمان عزیز ہے اگر اس کی قدر نہ کی جائے تو

یہ روٹھ جاتا ہے تو اس جواب میں طریقت کے اصول کی مخالفت ہوتی اور اگر یہ جواب دیا جاتا کہ بے چینی محمود ہے تو شریعت کے خلاف ہوتا، اس واسطے کہ شریعت میں اطمینان اور چین مطلوب ہے، الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اس جواب پر بے ساختہ یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

ہزار نکتۂ باریک تر زمو ایں جاست ☆ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند
بر کفے جام شریعت بر کفے سندانِ عشق ☆ ہر ہوسنا کے ندا ند جام و سنداں باختن

(از جامع منہ)

شوق وولولہ نہ بالذاتِ مطلوب ہے نہ شرائط قبول سے ہے

تہذیب: شوق بمعنی ولولہ نہ بالذات مطلوب ہے نہ شرائط قبول سے ہے اخلاص کے ساتھ عمل ہونا کافی ہے گو ولولہ نہ ہو بلکہ طبعاً گرانی ہو۔ حدیث اسباغ الوضوء علی المکارہ اس کی نقلی دلیل ہے جس سے دعاء مذکور سے زائد یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مکارہ سے اجر وفضل بڑھ جاتا ہے اور عقلی حقیقت اس کی یہ ہے کہ طاعات بعض کے لئے مثل غذا کے ہیں اور بعض کے لئے مثل دوا کے اور ظاہر ہے کہ دعا کا نافع ہونا اس کی رغبت پر موقوف نہیں ہے نیز ایسی حالت میں اس کا استعمال اور زیادہ ہمت اور مجاہدہ ہے اور اس میں حکمتیں بھی ہوتی ہیں۔ جیسے عجب سے حفاظت اور اپنے نقص کا مشاہدہ وغیرہما پس عبد کامل کا مذہب یہ ہونا چاہئے۔

بدرد وصاف ترا حکم نیست دم درکش ☆ کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطاف ست

محبت عقلی کی شناخت

تہذیب: محبت عقلی یہ ہے کہ انسان اپنی طبیعت کو شریعت پر عمل کرنے کی طرف متوجہ کرے۔

دردو محبت پیدا کرنے کا طریقہ

تہذیب: محبت و درو دو دلجمعی پیدا ہونے کے لئے مثنوی معنوی و دیوان حافظ کے دو دو صفحے کا روزانہ مطالعہ کیا جائے تو زیادہ نافع ہوگا۔

محبت کی قسمیں اور ان کا حکم

تہذیب: محبت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عقلی، ایک طبعی اور مطلوب محبت عقلیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ محبوب کے احکام کی اطاعت کرے اور اپنی خواہش وارادہ کو اس کے احکام کے سامنے فنا کردے اور اس کے حکم پر کسی چیز کو ترجیح نہ دے، اور محبت طبعیہ میلان وانجذاب ووابستگی کا نام ہے اور قاعدہ ہے کہ محبت

طبعیہ خاص درجہ میں ایک ہی سے ہو سکتی ہے۔ دو سے ایک درجہ کی نہیں ہو سکتی۔ اور یہ امر غیر اختیاری ہے کیونکہ اس کا مدار مناسبت طبع پر ہے جو بندہ کے اختیار میں نہیں بلکہ مامور بہا محبت عقلیہ ہے۔ چنانچہ ہر مومن کو محبت عقلیہ اللہ و رسول ﷺ کے ساتھ زیادہ ہے، گو طبعاً اپنی جان سے زیادہ محبت ہو۔

محبت طبعی بھی ہر مسلمان میں ہے اور اس کی شناخت کا طریقہ

تہذیب: خدانخواستہ خدا اور رسول ﷺ کی شان میں کوئی کافر گستاخی کرے تو اس وقت ہر مسلمان کو جوش آتا ہے اور جان لینے اور دینے کو آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبت طبعی بھی ہر مسلمان میں ہے، پس اتنا فرق ہے کہ بعض میں ہر وقت اس کا ظہور ہوتا ہے اور بعض کو کسی محرک قوی سے ظہور ہو جاتا ہے۔

محبت عقلیہ کی کمی کی شناخت

تہذیب: محبت عقلیہ کی کمی یہ ہے۔ کہ مخلوق کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضا پر ترجیح دی جائے۔

ایمان کے لئے حب عقلی رسولؐ سے ضروری ہے نہ کہ حُب طبعی

تہذیب: لا یؤمن احدکم حتی یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما۔

یہاں بھی مراد احبیت عقلیہ ہے یعنی حضور ﷺ کے ساتھ حب عقلی سب سے زیادہ ہونا چاہئے جس کا معیار یہ ہے کہ احکام میں حضورؐ کی اطاعت ہو اور تعارض کے وقت حضورؐ کے حکم کو دوسرے کے احکام پر ترجیح دی جائے گو حب طبعی میں کمی ہو اگرچہ طبعی محبت بھی ہر مسلمان کو حضور ﷺ ہی سے زیادہ ہے مگر تحقیق یہی ہے کہ طبعی محبت اگر کم بھی ہو تو مضائقہ نہیں نری عقلی تو کافی ہے مگر نری طبعی محبت کافی نہیں۔

بہ نیت از یاد محبت منعم حقیقی حظوظ کا درجہ بھی مطلوب ہے

تہذیب: ایک درجہ حظوظ کا بھی مطلوب ہے وہ یہ کہ حظوظ کا استعمال کیا جائے تاکہ منعم کی محبت بڑھے۔ پانی جب پیو خوب ٹھنڈا پیو۔ بال بال سے الحمد للہ نکلے گا۔

عشق کی حقیقت تفویض ہے

تہذیب: عاشقی کا نام بندگی کا ہے کہ ہر وقت حکم کا تابع رہے، جہاں جان دینے کا حکم ہوا وہاں جان دے اور جہاں جان بچانے کا حکم ہو وہاں بچائے۔ خلاصہ یہ عشق کی حقیقت تفویض ہے کہ اپنے کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے، وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں، تشریعاً بھی اور تکویناً بھی اور یہ ہر

حال میں راضی رہے یہ حقیقت ہے تفویض کی جس کی ابتداء شیخ کے ہاتھ میں اپنے کو تفویض کرنے سے ہوتی ہے۔

تبتل کی تعلیم

تہذیب: بس جی چاہتا ہے کہ سب سے الگ ہو کر حق تعالیٰ کے ساتھ لَو لگائی جائے اور سب جھگڑوں کو حذف کیا جائے۔

سالک کو اپنے اعضاء سے محبت کا راز

تہذیب: سالک جس وقت دیکھتا ہے کہ ہمارے اعضاء نے قرب حق میں ہماری اعانت کی ہے وہ اس حیثیت سے ان سے محبت کرتا ہے اور اپنی آنکھ کی رعایت کرتا ہے اور دماغ کی بھی حفاظت کرتا ہے نہ اس واسطے کہ وہ اپنی چیزیں ہیں۔ بلکہ اس واسطے کہ یہ خدا تعالیٰ کی چیزیں ہیں۔

لقب ابویحیٰ کی پسندیدگی کا عجیب وغریب راز

تہذیب: ابویحیٰ ملک الموت کا لقب ہے اور واقع یہ لقب عمدہ ہے ابویموت لقب نہیں رکھا اس کی وجہ ہم سے پوچھو تو ہم یہی کہیں گے کہ جس کو تم موت کہتے ہو حقیقت میں حیات وہی ہے کیونکہ وہ بقائے حق کا وسیلہ ہے۔

محبت عقلیہ ہی افضل ہے محبت طبعیہ سے اور اس کا راز

تہذیب: محبت عقلیہ ہی افضل ہے کیونکہ اس کا مدار اعتقاد پر ہے اور اعتقاد بہت کم بدلتا ہے۔ الا نادراً والنادر کالمعدوم اور محبت طبعیہ کا منشاء ہیجانِ نفس ہے اور جوش وخروش میں ہمیشہ تبدل ہوتا رہتا ہے تو اس میں خطرہ زیادہ رہتا ہے۔

غیر خدا سے محبت ہو ہی نہیں سکتی

تہذیب: محققین کا دعویٰ ہے کہ غیر خدا سے محبت ہو ہی نہیں سکتی اور جس کو غیر سے بظاہر محبت ہے وہ بھی حقیقت میں خدا ہی سے محبت ہے۔ (باقی اس پر جو مواخذہ ہے بوجہ نیت کے ہے کیونکہ یہ نیت تو غیر ہی کی کر رہا ہے) تقریر اس کی یہ ہے کہ محبت کے جتنے اسباب ہیں یعنی حسن و جمال، عطا و نوال، فضل و کمال، یہ سب صفات حقیقت میں حق تعالیٰ کے ہیں، جیسے دیوار پر دھوپ پڑ رہی ہو اور کوئی دیوار کی روشنی پر عاشق ہو جائے تو ظاہر میں یہ تو نور جدار کا عشق ہے مگر حقیقت میں آفتاب کا عشق ہے۔

عشق الٰہی کو چھپاؤ نہیں

تہذیب: اپنی طرف سے تو اخفا کا اہتمام کرو ہاں اگر ڈھول خود ہی گلے میں پڑ جائے اور خود بخود بجنے بھی لگے تو اس کو بند نہ کرو، اگر رونا آئے رولو، چیخیں نکلیں تو نکلنے دو اور عشق الٰہی جس طرح ظاہر ہونا چاہئے ظاہر ہونے دو،

عشق معشوقاں نہاں است و ستیر ☆ عشق عاشق باد وصد طبل و نفیر

محبت و عشق رافع شبہ وسوسہ ہے

تہذیب: حضرت محبت وعشق وہ چیز ہے کہ جب یہ دل میں گھس جاتی ہے تو پھر محبوب کے، کسی قول وفعل میں شبہ اور وسوسہ پیدا نہیں ہوتا۔

جہنم میں مومن کو مشاہدہ راحت کا ہوگا بوجہ محبت الٰہی کے

تہذیب: جہنم میں اول تو کفار کے برابر تکلیف نہ ہوگی، پھر مسلمانوں کو خدا تعالیٰ سے محبت زیادہ ہو جائے گی اس لئے مومن کو عذاب میں بھی مشاہدہ راحت کا ہوگا۔

محبت کا مقتضاء رضا وتفویض ہے

تہذیب: محبت کا مقتضاء یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سارے تصرفات پر راضی رہے اپنی ساری تجویزوں کو فنا کر دے۔ دل لگنے نہ لگنے کا طالب نہ ہو، لذت و ذوق کی ہوس نہ کرے بلکہ کام میں لگا رہے۔

موت سے وحشت دور ہونے کی تدبیر

تہذیب: اگر یہ چاہو کہ موت آسان ہو جائے اور اس سے وحشت نہ رہے اس کا اشتیاق ہو جائے تو خدا کی محبت اور اطاعت حاصل کیجئے۔ اکثر طبائع پر موت کا خوف ہی غالب ہے اور اس سے طبعاً وحشت ہوتی ہے۔ اور اس طبعی وحشت میں کوئی گناہ بھی نہیں مگر اس کی ضرور کوشش کرنا چاہئے کہ طبعی وحشت موت کے وقت نہ رہے۔ اس وقت اشتیاق کی حالت غالب ہو جائے اس وقت اگر شوق غالب رہا تو موت کی ذرا بھی تکلیف نہ ہوگی اور اشتیاق موت ولقاء اللہ کی تمنا پیدا ہونے کی تدبیر کثرت ذکر وکثرت طاعت اور اجتناب معصیت ہے۔

محبت عقلیہ مامور بہا ہے کیونکہ اس کا منشاء محبوب کا کمال ہوتا ہے

تہذیب: اولاد اور بیوی کے ساتھ طبعی محبت ہے عقلی محبت نہیں اور طبعی محبت تو جانوروں کو بھی اپنی اولاد وغیرہ سے ہوتی ہے یہ کچھ کمال نہیں اور نہ خدا اور رسول کے ساتھ یہ محبت مامور بہا ہے بلکہ محبت عقلیہ مامور بہا ہے۔ جس کا منشاء محبوب کو کمال ہوتا ہے سو یہ محبت اللہ ورسول کے ساتھ زیادہ ہے اور کسی کے ساتھ ان کے برابر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے برابر کوئی صاحب کمال نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ کے برابر کوئی صاحب کمال نہیں۔

ترغیب شدت تعلق مع اللہ

تہذیب: محبوب کے راستہ میں ایک سر کیا ہزار سر بھی پھوٹ جائیں تو تھوڑے ہیں، اور اگر جان بھی جاتی رہے تو عین سعادت ہے۔

مقصود حب عقلی ہے

تہذیب: جیسے غلبۂ خشیت سے کثرت بکاء حالت محمود ہے گو مقصود نہیں اسی طرح غلبۂ محبت طبعی گو محمود ہے مگر مقصود نہیں مقصود حب عقلی ہے۔

جوش کی کمی علامت محرومی نہیں

تہذیب: جوش کا اکثر قاعدہ ہے کہ جب تک مطلوب حاصل نہیں ہوتا اس وقت تک رہا کرتا ہے۔ حصول مطلب کے بعد جوش نہیں رہا کرتا، ہاں اگر مطلوب سے تعلق رہے تو بجائے شوق کے انس پیدا ہو جاتا ہے بس اس کا کم ہونا محرومی کی علامت نہیں بلکہ وصول علامت ہے۔

محبت طبعی پر محبت عقلی کی وجوہ کی ترجیح

تہذیب: محبت عقلی راجح ہے محبت طبعی پر کیونکہ محبت طبعی اختیاری نہیں اس کا حدوث و بقاء بالکل غیر اختیاری ہے اور امر غیر اختیاری پر بعض اوقات دوام نہیں ہوتا۔ بخلاف محبت عقلی کے کہ اس کا حدوث و بقاء اختیاری ہے تو اس پر دوام بھی ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے محبت طبعی سے محبت عقلی انفع بھی ہے۔ کیونکہ محبت طبعی منشاء جوش طبیعت ہے اور جوش ہمیشہ نہیں رہتا۔ اور محبت عقلی بناء علی الکمالات ہوتی ہے۔ تو جب تک کمالات باقی ہیں اس وقت تک محبت بھی رہے گی اور محبوب حقیقی کے کمالات ختم نہیں ہو سکتے تو ان کی محبت بھی ختم نہ ہوگی۔

نماز وروزہ میں اہل اللہ کی لذت کی مثال

تہذیب: اہل اللہ کو نماز روزہ میں ایسی لذت آتی ہے جیسے عاشق کو محبوب کے پیر دبانے اور پنکھا جھلنے میں۔

محبت مجازی سے محبت حقیقی کے تحصیل کا طریقہ

تہذیب: جس چیز سے کسی کو محبت ہو اس میں یہ غور کر کے یہ کمال اس کے اندر کہاں سے آیا۔ مسلمان کا دل فوراً جواب دے گا کہ حق تعالیٰ نے پیدا کیا تو اب دل کو سمجھانا چاہئے۔

چہ باشد آں نگار خود کہ بند و آں نگار ہا

کہ جس نے ایسی ایسی چیزیں پیدا کی ہیں وہ خود کیا کچھ ہوگا اور اسکے ساتھ ہی محبوب مجازی کے فنا و نیست ہونے کو بھی ذہن میں حاضر کیا جائے، کہ یہ چند روز میں فنا ہو کر خاک ہو جائے گا، اس کا کمال و حسن عارضی ہے اور حق تعالیٰ کا کمال ذاتی اور باقی،

عشق بامردہ نبا شد پائدار ☆ عشق را باحی و باقیوم دار

خدا تعالیٰ سے لو لگانے کا طریقہ

تہذیب: خدا تعالیٰ سے لو لگانے کے طریقے مختلف ہیں، کہیں محبت قائد ہوتی ہے کہیں خوف سائق ہوتا ہے۔ اول کا طریقہ نعمائے الٰہیہ پر غور کرنا اور ثانی کا طریقہ عذابت وعقوبت کا استحضار ہے۔

مسلمان کو طبعی محبت بھی اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی زیادہ ہے مع دلیل

تہذیب: ہر مسلمان کی یہ حالت ہے کہ وہ اپنی ذلت اور ماں باپ کی ذلت کو گوارا کر سکتا ہے، مگر اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ذراسی گستاخی کا تحمل نہیں کر سکتا تو اس سے معلوم ہوا کہ بحمد اللہ مسلمان کو طبعی محبت بھی اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے زیادہ ہے۔

درحقیقت حق تعالیٰ ہی کو ہم سے محبت ہے

تہذیب: محبت معرفت سے ہوتی ہے، سو حق تعالیٰ کو تو ہماری معرفت ہے مگر ہم کو ان کی معرفت کہاں۔ پس ہماری محبت جو کہ بامعرفت ہے محض برائے نام محبت ہے ورنہ حقیقت میں حق تعالیٰ ہی کو ہم سے محبت ہے۔

آثارِ محبت

تہذیب: محبت محبوب کے عیوب کو بھی محاسن کر دیتی ہے۔

اہل اللہ کی راحت کا راز

تہذیب: اہل اللہ کی راحت کا راز یہ ہے کہ مخلوق سے اُن کی امیدیں منقطع ہو چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہر فعل کو حکمت اور مصلحت پر مبنی سمجھتے ہیں۔ نیز ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت بھی ہے اس لئے اگر حکمت و مصلحت معلوم بھی نہ ہو تو محبت کی وجہ سے وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔

نا خوش تو خوش بود برجانِ من ☆ دل فدائے یار دل رنجانِ من
زندہ کنی عطائے تو در بکشی فدائے تو ☆ دل شدہ جتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

بخلاف دنیا والوں کے کہ ان کو کچھ راحت نہیں وہ کھانا کھاتے ہیں اور کھانا ان کو کھاتا ہے۔

اہل اللہ کا خدا کی محبت میں حال

تہذیب: اہل اللہ کا خدا کی محبت میں یہ حال ہوتا ہے کہ تمام مصائب ان کو آسان ہو جاتے ہیں نہ قید خانہ سے ان کو تکلیف ہوتی ہے نہ فاقہ سے کلفت۔ ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے مگر خوش ہیں۔ کیونکہ ایک چیز ان کے پاس ایسی ہے کہ اسکے پاس ہوتے ہوئے ان کو کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی وہ کیا ہے وہ آغوشِ محبوب ہے رضائے محبوب ہے لذت طاعات ہے۔ لذت مناجات ہے لذت قرب ہے۔

خدا تعالیٰ سے واسطہ کسی وقت قطع نہ کرو

تہذیب: خدا تعالیٰ سے کسی وقت واسطہ کو قطع مت کرو۔ کیونکہ ان سے ہر دم واسطہ ہے۔ بس توبہ واستغفار سے کوئی مصیبت ہٹ جائے تب بھی اس سبق کو نہ چھوڑو۔

خدا تعالیٰ کو جن سے محبت ہوتی ہے انہیں کو اپنا عشق دیتے ہیں

تہذیب: عشق اول در دل معشوق پیدا می شود: یعنی خدا تعالیٰ اپنا عشق اسی کو دیتے ہیں جس سے پہلے ان کو محبت ہوتی ہے۔

ولایت کا مدار اطاعات پر ہے

تہذیب: لوگوں نے محبوبانِ خدا کو محبوبانِ دنیا پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح دنیا والوں کے

محبوب تکالیف اور احکام سے مستثنیٰ ہو جاتے ہیں اسی طرح محبوبانِ خدا بھی مستثنیٰ ہو جاتے ہونگے اور یہ خبر نہیں کہ محبوب ہی وہ بنتا ہے جو آئندہ بھی دوسروں سے زیادہ احکام کا بجالانے والا ہو، حق تعالیٰ کی محبت اضطراری نہیں کہ بلا وجہ کسی سے خواہ مخواہ محبت ہو جائے۔ ان کی محبت اختیاری ہے اور وہ محبت اسی سے کرتے ہیں جو ان کا زیادہ مطیع ہے پس جو چیز محبت کا سبب ہے وہی اگر جاتی رہی تو محبوب کہاں رہے گا؟

عاشق کے نامراد ہونے کی وجہ

تہذیب: عاشق ہر وقت نامراد ہے کیونکہ اس کی طلب کم نہیں ہوتی وہ حد درجہ پر پہنچ کر اس سے آگے کا طالب ہے اس لئے وہ ہمیشہ نامراد رہتا ہے۔

عزم تعلق مع الغیر بھی مضر ہے

تہذیب: عزم تعلق مع الغیر بھی اس طریق میں مضر ہے،

تعلق مع اللہ ہی دوائے ہموم ومصائب ہے

تہذیب: توبہ واستغفار کرو اور ہر روز پانچ سو مرتبہ کم از کم **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** کا وظیفہ مقرر کرلو۔ ایک ہفتہ میں سب مصیبت دور ہو جائے گی کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ کنز من کنوز الجنۃ وھو دواء تسعین داءً ایسرھا الھم۔** غرضیکہ حق تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو۔ اس کے سوا سب سے قطع نظر کرو۔ کیونکہ راحت وکلفت سب اس کے ہاتھ میں ہے، اس کو راضی کرو، انشاء اللہ تعالیٰ وہ تمام مصائب کا انتظام فرمادیں گے۔ **امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض الٰہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون۔**

محبت کے مختلف لون ہیں

تہذیب: محبت کا ایک رنگ یہ ہے کہ اپنی طرف سے تو محبوب کے سوا سب کو چھوڑ کر اسی کے مشاہدہ میں لگا رہے لیکن اگر خود محبوب ہمارے سپرد کسی جماعت کا ہم کو حاکم بنادے تو حکومت کے انتظام میں مشغول ہونا یہ بھی عین مشاہدہ ہے۔

حکومت محض حکم محبوب کی وجہ سے کرنے کا معیار

تہذیب: یہ کیسے معلوم ہو کہ ہم اپنے نفس کو خوش کرنے کے واسطے انتظام کر رہے ہیں۔ یا محض حکم محبوب کی وجہ سے تو اس کا معیار یہ ہے کہ اگر یہ شخص ان محکومین کو اپنے سے کم نہ سمجھے گا گو کام تو کرے بڑا

ہو کر مگر اعتقاد میں سب کو اپنے سے بڑا سمجھے تو یہ اس کی علامت ہوگی۔ کہ یہ محض محبوب کے حکم کی وجہ سے سیاست خلق میں مشغول ہے۔ نفس کے لئے کام نہیں کر رہا ہے۔

خدا کے نزدیک زیادہ محبوب کون ہیں

تہذیب: خدا کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال سے اچھا برتاؤ کرے یعنی مخلوق سے احبکم الی اللہ احسنکو الیٰ عیالہٖ .

آثارِ عشق

تہذیب:

مال وا دن خود سخائے صادق ست ☆ جان وا دن خود سخائے عاشق ست

حیاتِ طیبہ کے علامات

تہذیب: خدا تعالٰی سے تعلق بڑھاؤ اور غیر خدا سے حالاً و قالاً تعلق کم کرو۔ پھر دنیا و آخرت دونوں کی راحت تمہارے ہی لئے ہے اگر فقر و فاقہ بھی ہوا جب بھی تم کو راحت وچین ہی ہوگا اور بدون سرمایہ اور سامان کے تم سلاطین سے بڑھ کر سلطان ہوگے۔

اے دل آں بہکہ خراب ازمے گلگوں باشی ☆ بے زر و گنج بصد حشمتِ قاروں باشی

خدا تعالٰی سے محبت بڑھانے کا نتیجہ یہ ہوگا۔

(۱) مرتے ہوئے فرشتے بشارت دیں گے۔ خوش خبری سنائیں گے، جس سے ہر نیک بندہ کو اصل گھر کا اشتیاق اور انتظار ہوگا۔ اور اسی لئے تعجیل جنازہ کا امر ہے۔

(۲) قبر میں یہ ہوگا کہ جنت کی طرف کھڑکیاں کھل جائیں گی۔ وہاں بھی فرشتے بشارتیں سنائیں گے۔

(۳) میدان حشر میں یہ حال ہوگا۔ لا یحزنھم الفزع الاکبر وتتلقاھم الملئکۃ.
میں نے مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ہے

عاشقاں را با قیامت روز محشر کار نیست ☆ عاشقاں راجز تماشائے جالِ یار نیست

حدیث میں بھی آیا ہے کہ قیامت کا دن کافر کے لئے پچاس ہزار سال کا ہوگا اور مومن کو ایسا معلوم ہوگا جیسے فرض نماز کا وقت۔

(۴) پل صراط سے گذرتے وقت دوزخ یوں کہے گی۔ جز یا مومن فان نورک اطفأ

نـــــوری کہ اے مومن جلدی پار ہو جا کہ تیرے نور کی برودت نے تو میرے نار کی حرارت ہی کو بجھا دیا، بتلائیے یہ پاکیزہ زندگی ہے یا یہ کتا خسی جس میں ہم پھنسے ہیں۔

خوف و رجا

یاس عقلی مذموم ہے

تہذیب: ناامیدی عقلی مذموم ہے یعنی اگر یہ اعتقاد ہو جائے کہ مجھ پر ہرگز رحمت نہ ہو گی اور میری موجودہ حالت ایسی نہیں کہ اس پر رحمت ہو۔

مخلوق کا ڈر خالق سے طبعاً زیادہ ہونے کا راز

تہذیب: مخلوق کا ڈر خالق سے طبعاً زیادہ ہونا مذموم نہیں کہ غیر اختیاری ہے اور عقلاً و اعتقاداً زیادہ ہونا البتہ مذموم ہے۔ لانتم اشد رهبة فی صدورهم من الله کا بھی محمل ہے اور طبعاً زیادہ ہونے کی لم تین امر ہیں ایک یہ کہ مخلوق محسوس ہے اور حق تعالیٰ محسوس نہیں اور طبعاً حاضر کا اثر زیادہ ہوتا ہے غائب سے دوسرے یہ کہ مخلوق سے تسامح کی توقع کم ہے اور خالق سے زیادہ ہے تیسرے یہ کہ مخلوق کی نظر میں ذلت ناگوار ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں ذلیل ہونا ناگوارا۔

خوف و رجا میں اعمال کو بڑا دخل ہے اور اعمال کی تفصیل

تہذیب: رجا کہتے ہیں احتمال نفع کو، اور خوف کہتے ہیں احتمال ضرر کو، وحی سے معلوم ہو گیا ہے کہ مبنیٰ رجا کا طاعات ہیں اور مبنیٰ خوف کا معاصی ہیں اور یہ طاعات اور معاصی سب اعمال ہیں پس اعمال کا رجاء اور خوف میں دخل ہونا منصوص ہوا تو اس دخل کا اعتقاد شرعاً مامور بہ ہوا، اس دخل میں ایک تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ اعمال شامل ہے اصل ایمان اور کفر کو بھی اور باقی فروع طاعات و معاصی کو بھی ایمان تو علت ہے نجات کی اور کفر علت ہے عقوبت کی پس ایمان پر نجات کا ترتب اور کفر پر عقوبت کا ترتب یقینی ہے مگر بشرط بقاء و علت اس لئے خوف و رجاء کا تحقق یہاں بھی ہو سکتا ہے، اسی طرح فروع طاعات گو دائم ہوں لیکن نافع اسی وقت ہوں گے جب کہ قبول بھی ہوں، کیونکہ احتمال ہے کہ کسی غائلہ کے سبب قبول نہ ہوں اور اسی طرح معاصی گو دائم ہوں لیکن مضر اسی وقت ہوں گے جب کہ عفو نہ ہو جائیں (کیونکہ ممکن ہے کہ کسی حسنہ کے سبب یا محض سے عفو ہو جائیں)۔

اعمال کا نفع نقد و نسیہ

تہذیب: اعمالِ صالحہ میں نفع نقد بھی ہے صرف ادھار ہی نہیں۔ ہاں ایک ادھار بھی ہے یعنی ثواب اور اس کے ساتھ ایک چیز نقد بھی ہے اور وہ رجا اور اُمید ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا وابستہ ہو جانا جو بدون اعمالِ صالحہ کے حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح اعمالِ سیئہ کا بھی ایک ثمرہ ادھار ہے اور ایک نقد، ادھار تو عذاب جہنم ہے اور نقد وہ وحشت اور ظلمت اور بے چینی ہے جو گناہوں کو لازم ہے۔

اُمید رجاء اور تمنا و غرور کا فرق

تہذیب: امید و رجاء وہی ہے جو عمل کر کے کی جائے۔ اور جو بدون عمل کے ہو وہ رجا نہیں۔ بلکہ محض تمنا و غرور ہے۔

غلبۂ رجا کب انفع ہے اور غلبۂ خوف کب

تہذیب: جن لوگوں میں اعمال صالحہ کا غلبہ ہو کہ وہ زیادہ تر اعمالِ صالحہ میں مشغول ہیں اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں گو کبھی کبھی ابتلا ہو جاتا ہے ان پر غلبۂ رجا انفع ہے اور جن میں اعمال سیئہ کا غلبہ ہے کہ وہ زیادہ تر اعمال سیئہ میں مبتلا ہیں۔ اور اعمال صالحہ قلیل ہیں ان کے لئے غلبۂ خوف انفع ہے جب تک کہ اعمال صالحہ کا غلبہ ہو پس جب تک اعمالِ صالحہ کا غلبہ نہ ہو اس وقت تک غلبۂ خوف ہی میں ان کو رکھا جائے گا۔

خوف و رجا کی حقیقت اور اس کا درجۂ مامور بہ

تہذیب: خوف کی حقیقت ہے احتمالِ عذاب کہ انسان کو اپنے متعلق احتمال ہو کہ شائد مجھے عذاب ہو اور یہ احتمال مسلمانوں میں ہر شخص کو ہے اور یہی مامور بہ ہے اور اسی کا بندہ مکلف کیا گیا ہے اس کا نام خوف عقلی ہے، وعید کو سن کر دل تھرانا، آنسو کا نکلنا، خوف مامور بہ میں داخل نہیں کیونکہ یہ غیر اختیاری ہے۔ اسی طرح رجا کی حقیقت ہے۔ احتمال نجات اور ایسا بھی کوئی مسلمان نہیں جس کو اپنے متعلق نجات کا احتمال نہ ہو پس ایسا کوئی مسلمان نہیں جو خوف و رجاء کے درجہ مامور بہ سے خالی ہو، ہاں درجاتِ احتمال متفاوت ہیں۔

غلبۂ رجا کے ساتھ بھی خوف عقلی یقینی ہوتا ہے

تہذیب: یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ غلبۂ رجا کی حالت میں خوف بھی ضرور رہتا ہے مگر

خلبہ خوف کو نہیں ہوتا، یعنی وہ درجہ نہیں ہوتا جس کو عام لوگ خوف سمجھتے ہیں یعنی خوف ِطبعی، بلکہ خوف ِعقلی
خ ... ہوتا ہے۔

درجات خوف ورجا

تہذیب: ایک خوف تو بمعنی احتمال عقلی عذاب ہے یہ تو شرط ایمان ہے اور ایک درجہ خوف کا یہ
ہے کہ تقاضائے معصیت کے وقت آیات وعید اور عذاب خداوندی کو یاد کر کے سوچ سوچ کے گناہوں
سے بچایا جائے یہ درجہ فرض ہے اس کے فقدان سے کفر نہ ہوگا ہاں گناہ ہوگا اور ایک درجہ خوف کا یہ ہے کہ
... ت ، اشتغال سے آیات وعید اور عظمت وجلال حق کو ہر دم مستحضر اور پیش نظر رکھا جائے، یہ درجہ مستحب
ہے ... سب درجات مکتسب ہیں جو کسب سے حاصل ہو جاتے ہیں اور ان سے آگے ایک درجہ اور ہے جو
اختیار سے باہر ہے وہ یہ کہ آثار خوف اس قدر غالب ہو جائیں کہ اگر ان کو کم کرنا یا بھلانا بھی چاہے تو
اختیار وقدرت سے باہر ہو یہ محض وہبی ہے جو درجات سابقہ مکتسبہ کے حاصل کرنے کے بعد محض عطائے
حق سے بعض کو حاصل ہو جاتا ہے ایسا ہی اس کے مقابلے میں رجاء کے بھی درجات ہیں ایک درجہ شرط
ایمان بمعنی احتمال نجات اور ایک درجہ فرض ہے ایک مستحب ہے اور ایک درجہ محض وہبی ہے۔

(۱) توکل کی حقیقت، (۲) خوفِ طبعی توکل کے منافی نہیں، (۳) معیت الٰہی کی حقیقت مع اقسام

تہذیب: سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں چند جگہ مثلاً مصر سے مدائن کی طرف
بوجہ خوف اہل مصر تشریف لے جانا، عصا کا اژدھا بن جانے سے خائف ہونا مذکور ہے۔ اور صفت توکل بھی
حضرات انبیاء علیہم السلام میں کامل ہوتی ہے تو یہ خوف کس وجہ سے تھا، اور باوصف حضور معیت حق تعالیٰ
کے اس خوف کا کیا سبب ہوا اور امور طبعی بشری کا ظہور باوجود حصول حضور معیت حق تعالیٰ ہوتا ہے یا نہیں،
براہِ کرم توکل کی حقیقت اور معیت حق تعالیٰ کا مفہوم بھی زیب قلم فرمایا جائے۔

جواب: خوف ایک امر طبعی مثل جوع وعطش وفرح وغضب وحزن وغیرہ کے ہے پس جیسے یہ
کیفیت منافی کمال نبوت نہیں، ایسے ہی خوف بھی منافی نبوت کے نہیں نہ منافی توکل، کیونکہ توکل کی
حقیقت یہ ہے کہ غیر حق کی طرف باعتبار اعتقاد نفع وضرر کے قصداً التفات نہ ہو اور بلا قصد التفات ہو جانا
جو کہ امر طبعی ہے منافی توکل کے نہیں اور اس التفات بلا قصد میں ایسا خوف نہیں ہوتا کہ کسی واجب کے
ترک کا سبب ہو جائے جیسا عوام کو ایسا بھی ہو جاتا ہے اور اسی تفصیل کی بنا پر سورۂ احزاب میں حضور اقدس

ﷺ کی نسبت تخشی الناس فرمایا ہے اور حضرات رسل علیہم السلام کی نسبت جس میں حضور اقدس ﷺ بھی داخل ہے۔ یبلغون رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ فرمایا ہے۔ یبلغون رسالات اللہ قرینہ واضحہ ہے کہ مامور بہ یعنی واجب یا مندوب میں یہ خوف حائل نہیں ہوتا۔ یہ تو توکل کے منافی نہ ہونے کی تقریر تھی، باقی رہی معیت کی بحث تو معیت کے انواع مختلف ہیں ایک معیت علمیہ یعنی حق تعالیٰ کے علم کا ہر ایک کو محیط ہونا، یہ معیت عام ہے ہر شے کو مومن کو بھی کافر کو بھی، مکلفین کو بھی غیر مکلفین کو بھی قال اللہ تعالیٰ ان اللہ قد احاط بکل شیٍٔ علما اور یہی معیت ہے اس آیت میں وھو معکم اینما کنتم اور اس عموم کا اعتقاد منجملہ عقائد لازم کے ہے اور یہ معیت سب کے لئے ثابت ہے خواہ وہ اس کا معتقد بھی نہ ہو تو اس معیت کے ساتھ خوف کا منافی نہ ہونا تو ظاہر ہے اور یہ معیت عام کہلاتی ہے۔ دوسری نوع معیت خاص ہے یعنی معیت بالرحمۃ، معیت بالنصرۃ، پھر رحمت کی صورتیں بھی مختلف میں اسی طرح نصرت کی بھی یہ بجمیع اقسامہا عام نہیں ہے (بلکہ اسکے ایسے عموم کا اعتقاد واجب ہے جس کے ساتھ وعدہ ہے حسب وعدہ اس کا اعتقاد اس پر واجب ہے اور اسی اعتقاد کے موافق عمل لازم ہے) کاملین خصوص انبیاء علیہم السلام میں نہ اعتقاد کی کمی کا احتمال ہے اور نہ اس اعتقاد کے مقتضاء پر عمل میں کوتاہی کا احتمال ہے۔ پس جب تک حق تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ نہ ہو کہ یہ اژدھا تم کو ضرر نہ پہنچا سکے گا اس وقت تک نہ اس کا اعتقاد موسیٰ علیہ السلام پر واجب ہے اور نہ عدم فرار واجب۔ کیونکہ جس معیت کا وعدہ نہیں اس کا اعتقاد یا اس پر عمل بھی واجب نہیں اور بوجہ احتمال ضرر کے اس سے فرار بھی جائز، اور یہی خوف ضرر ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھی فرعون کے پاس جانے میں مگر جب وعدہ ہو گیا اننی معکما اسمع واری تو پھر کیسی بے دھڑک گفتگو فرمائی اور اس تقریر سے معیت کی حقیقت مع اقسام بھی معلوم ہو گئی۔

خشیت عقلی اور محبت عقلی کی تعریف

تہذیب: خشیت عقلی یہ ہے کہ انسان اپنی طبیعت کو متوجہ کرے اور منکرہ سے رکنے کی طرف، اس طرح محبتِ عقلی یہ ہے کہ انسان اپنی طبیعت کو شریعت پر عمل کرنے کی طرف متوجہ کرے۔

خشیت وفکر کی کمی کی علامت

تہذیب: آج کل عملی خرابی عام طور پر پھیلی ہوئی ہے کہ جو شخص عمل کے اعتبار سے جس حالت میں وہ اس پر قناعت کئے ہوئے ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میرے اندر کوئی نقص نہیں، تغیر اور تبدل کی حاجت

نہیں، یہ خشیت وفکر اور ذہن کی کمی ہے۔

تقویٰ شرعی کی حد

تہذیب: تقویٰ شرعی حد وہ ہے کہ خوف خدا کے ساتھ عمل بھی ہو، اگر عمل نہ ہو محض خوف ہی ہو تو وہ تقویٰ شرعی نہ ہوگا۔

خوف ورجاء عقلی کی حد

تہذیب: خوف ورجاء عقلی مامور بہ ہے، خوف عقلی کا حاصل یہ ہے کہ احتمال کے درجہ میں یہ خیال ہو کہ شائد مجھے سزاء ہو اور رجاء عقلی یہ ہے کہ درجۂ احتمال میں یہ خیال ہو کہ شائد بدونِ سزا ہی کے مغفرت ہو جائے۔

حب عقلی اور خوف کاملین کو خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ہوتا

تہذیب: خوف عقلی انبیاء کو خدا کے سوا کسی سے نہیں ہوتا، کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے:۔ وما هم بضارين به من احد الا باذن الله کو بدون خدا کے کوئی چیز ضرر نہیں دے سکتی وہ ضار و نافع حق تعالیٰ کو سمجھتے ہیں۔ اسی طرح کاملین کو حب عقلی خدا کے سوا کسی سے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کا مبنیٰ کمالات پر ہے اور خدا تعالیٰ کے سوا کسی میں بھی بالذات کمالات نہیں، ہاں حب طبعی وخوف غیر خدا سے بھی ہو سکتا ہے۔

خوف ومحبت کا درجہ مقصود اور اس کے تحصیل کا طریقہ

تہذیب: غلبۂ خوف اور محبت دونوں میں مقصود وہ درجہ ہے جس کے ساتھ دوسرے مصالح بھی فوت نہ ہوں اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ ہر حال میں یکساں غلبہ نہ ہو بلکہ ایک وقت میں محض خوف اور محبت ہی کا غلبہ ہو اور کسی کام کی طرف التفات نہ ہو اور ایک وقت میں دوسرے کاموں کی طرف بھی التفات ہو مگر دل میں خوف ومحبت کی وجہ سے آرہ بھی چل رہا ہو، جیسے طاعون کے زمانہ میں موت کا غلبہ ہر وقت رہتا ہے مگر ایسا نہیں ہوتا کہ کھانا پینا بھی چھوٹ جائے۔ اس حالت کی تحصیل کا طریقہ یہ ہے کہ موت کی یاد کثرت سے کرو، یعنی اس کو غالب رکھو، اور نماز ایسی پڑھو جیسے دنیا کو رخصت کرنے والا نماز پڑھتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔ صل صلوٰة مودع۔

---☆☆☆---
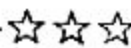
صبر

صبر حقیقی کے تسہیل کا طریقہ

تہذیب: آنسو بہنا، آہ آہ منہ سے نکلنا خلاف صبر نہیں، بلکہ رو لینے سے صبر حقیقی زیادہ آسان ہو جاتا ہے کیونکہ دل کا غبار نکل جاتا ہے۔

بیماری میں آہ آہ کرنا خلاف صبر نہیں

تہذیب: بعض لوگوں کو تقوی کا ہیضہ ہو جاتا ہے وہ بیماری میں آہ آہ کرنے کو خلاف صبر سمجھتے ہیں، اس لئے اللہ اللہ کرتے ہیں تاکہ قوتِ قلب ظاہر ہو، مگر یہ معرفت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ اللہ مظہر الوہیت ہے اور آہ آہ مظہر عبدیت ہے۔

بے صبری کی متعدد صورتیں اور ان کا علاج

تہذیب: سوال: صبر پر جو وعدہ ثواب کا ہے وہ کس صورت میں ہے یعنی کوئی شخص کسی انتقام یا تکلیف کے دور کرنے پر قادر ہے اور نہ کرے اور صبر کرے تب اجر ملے گا، یا قادر نہ ہو پھر صبر کرے اس پر اجر ملے گا۔

جواب: بے صبری کی متعدد صورتیں ہیں (۱) انتقام بالمثل لینا، اس کا ترک کرنا صبر ہے یہ مشروط ہے قدرت کے ساتھ (۲) دوسری صورت زبان سے بُرا بھلا کہنا، سامنے یا پسِ پشت بد دعا دینا غیر قادر علی الانتقام بھی اس پر قادر ہے اس کے لئے ترک کرنا صبر ہے اسی طرح اہلِ میت گو مدافعت پر قادر نہیں، لیکن نوحہ و شکایت پر تو قادر ہیں، ان کی یہ بے صبری ہے اور اس کا ترک کرنا صبر ہے اور جو کسی فعل پر بھی قادر نہ ہو جیسے اندھا کہ دیکھنے پر تو بالکل قادر نہیں مگر تصور یا عزم بصورت ابصار یا تمنائے ابصار للا بصار پر تو قادر ہے اس کی بے صبری یہ ہے اور اس کا ترک صبر ہے۔ ہر شخص کو اس کے مناسب صبر پر اجر ملتا ہے یہ تفصیل تو اجر صبر میں ہے اور ایک اجر خود تکلیف پر بھی ہوتا ہے اس میں صبر کی قید نہیں اگر صبر کیا تو دو اجر ملیں گے ایک صبر کا دوسرے تکلیف کا اور اگر صبر نہ کیا تو تکلیف کا اجر ملے گا اور بے صبری کا گناہ ہوگا، جیسے ایک شخص نماز پڑھے اور روزہ نہ رکھے تو نماز کا ثواب ملے گا اور روزہ نہ رکھنے کا گناہ ہوگا۔

غیر مبتلائے مصیبت کے لئے اجر مصائب حاصل کرنے کا طریقہ

تہذیب: جب کہ مصیبت اور بلا نہ ہو تو اجر حاصل کرنے کے لئے صرف یہ کافی ہے کہ یہ ارادہ رکھے کہ بلا و مصیبت کے وقت صبر کریں گے۔

مصیبت معصیت کی علامت

تہذیب: جو مصیبت کسی گناہ کی سزا میں پہنچتی ہے اس میں پریشانی محسوس ہوا کرتی ہے اور جو رفع درجات کے لئے ہوتی ہے اس میں پریشانی نہیں ہوتی۔

مسلمان کسی مصیبت میں بھی خسارہ میں نہیں

تہذیب: مسلمان کو کسی کھیتی کے پالا پڑنے سے کامل طور پر نقصان نہیں ہوتا، گو کھیتی ساری برباد ہو جائے مگر اسی مصیبت سے اجرِ صبر بڑھ جائے گا، اور آخرت میں جو ثواب اس کے بدلہ میں ملے گا، وہ اس کھیتی سے لاکھ درجہ افضل ہوگا، کیونکہ اجر آخرت کی شان یہ ہے

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد ☆ آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
خود کہ یابد ایں چنیں بازار را ☆ کہ بیک گل می خری گلزار را

کلماتِ تعزیت

تہذیب: حضور ﷺ کے وصال میں حضرت خضر علیہ السلام نے صحابہؓ کو اس طرح تسلی فرمائی تھی۔ ان فی اللہ جزاء من کل مصیبة و خلفاً من کل فائت فباللہ ثقوا و ایاہ فارجوا فانما المحروم من حرم الثواب. یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہر مصیبت سے تسلی ہے اور ہر فوت ہونے والے کا عوض ہے پس اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی سے امید رکھو، کیونکہ پورا محروم تو وہی ہے، جو ثواب سے محروم رہے اور مسلمان تو کسی مصیبت میں ثواب سے محروم نہیں رہتا۔

تحصیل صبر کا طریقہ مصائب کی فضائل اور حکمتوں پر غور کرنا ہے

تہذیب: تکوینیات ناگوار کا منشاء بھی حق تعالیٰ کی محبت ہی ہے مگر اس میں ماں کی محبت کا رنگ نہیں ہے بلکہ باپ کی محبت کا رنگ ہے باپ کی محبت یہی ہے کہ جب لڑکا شرارت کرے تو چار ادھر لگائے اور چار اُدھر۔ حضرات ان مصائب سے حق تعالیٰ ہم کو مہذب بنانا چاہتے ہیں، تا کہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے، ہم لوگ اپنے اعمال بد سے اپنے آپ کو تباہ کرنے میں کسر نہیں کرتے، حق تعالیٰ ان سزاؤں سے

ہم کو راستہ پر لگا دیتے ہیں اور دماغ درست کر دیتے ہیں، پھر حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کی مصائب سے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے نیز ایک روایت میں ہے بعض دفعہ حق تعالیٰ اپنے بندہ کو خاص درجہ اور مرتبہ عطا فرمانا چاہتا ہے جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی مصیبت یا مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں جس سے وہ اس درجۂ عالیہ کو پا لیتا ہے، حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں اہلِ مصائب کو ثواب کثیر ملتا ہے تو دیکھ کر اہلِ نعم کہیں گے یا لیت جلو دنا قرضت بالمقاریض فنعطی مثل ما اوتوا یعنی کاش ہماری کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں۔ تا کہ آج ہم کو بھی یہ درجات ملتے، اب بتلایئے یہ مصائب متاعب تکوینیہ محبت حق سے ناشی ہیں یا نہیں، حق تعالیٰ کے امتحانات و ابتلاآت کو لوگ مصیبت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت میں غایت عروج اور راحت کا سبب ہیں اور یہ حکمتیں آخرت میں جا کر سب کو منکشف ہونگی، لیکن عارفین کو ان کی حکمتیں دنیا ہی میں منکشف ہو جاتی ہیں جن سے مصائب بھی نہیں رہتے بلکہ نعم ہو جاتے ہیں۔

مصیبت اپنے محل کے اعتبار سے مصیبت ہے

تہذیب: کوئی مصیبت اپنی ذات میں مصیبت نہیں بلکہ محل کے اعتبار سے مصیبت ہے ممکن ہے کہ جو چیز ایک محل میں مصیبت ہو، دوسرے محل میں مصیبت نہ ہو چنانچہ قطع جلد تندرست کے لئے مصیبت ہے مگر مریض محتاج آپریشن کے لئے صحت ہے، فاقہ تندرست کے لئے مصیبت اور مریض بدہضمی کے لئے راحت وصحت ہے وعلیٰ ہذا۔ اسی طرح یہ حوادث انفس واموال واولاد غیر عارف کے لئے مصائب ہیں مگر عارف کے لئے جو حکم تکوینیہ کو سمجھتا ہے مصائب نہیں۔

تعلق مع اللہ سے مصیبت میں بھی کلفت نہ ہوگی

تہذیب: اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو اس کا اثر یہ ہوگا کہ فقدان اسباب میں بھی ایک سبب راحت کو موجود رہے گا۔ کیونکہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب وحکیم سمجھے گا اور جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو پھر کسی حالت میں اس کو کلفت نہ ہوگی۔

حوادث تعلق مع اللہ کے ساتھ ضرر رساں نہیں

تہذیب: افلاطون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر حوادث تیر ہوں اور آسمان کمان ہو تیر انداز حق تعالیٰ ہوں تو بچنے کی کیا صورت ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تیرانداز کے پہلو میں جا کھڑا ہو پھر تیر سے بچا رہے گا۔ کیونکہ تیر اسی کو ہلاک کرتا ہے جو اس کے زد پر ہو اور جو تیر سے

انداز کے پہلو میں کھڑا ہوا اس پر تیر نہیں پہنچتا۔ یعنی تعلق مع اللہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے حوادث ضرر نہیں پہنچا سکتے۔

مصیبت میں دو اجر ہیں

تہذیب: احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس مصیبت سے جو نفس کو تکلیف ہوتی ہے اُس پر بھی ثواب ملتا ہے اور صبر کا اجر الگ ہے۔

صبر و مصابرت اور مرابطت کے معنیٰ

تہذیب: صبر کے معنی ہیں نفس کو ناگوار امور پر جمانا اور مصابرت کے معنی یہ ہیں کہ دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے ناگوار امور پر نفس کو ثابت قدم رکھنا۔ اور مرابطت کے معنی یہ ہیں کہ صبر و مصابرت پر مواظبت کی جائے۔

انبیاء علیہم السلام کی مراتب رفیعہ کی وجہ صبر ہی ہے

تہذیب: حضرات انبیاء علیہم السلام کے جو مراتب بلند ہیں اس کی یہی تو وجہ ہے کہ انہوں نے سب سے زیادہ قیود و حدود کا حق ادا کیا ہے۔ اُن پر وہ بلائیں گذری ہیں جن کو دوسرا برداشت نہیں کر سکتا

زاں بلا ہا کانبیاء برداشتند ☆ سر بچرخ ہفتمیں برداشتند

تمام اعمال شرعیہ صبر ہی کے عنوان ہیں

تہذیب: اعمال شرعیہ کو اللہ تعالیٰ نے صبر کے عنوان سے بیان فرمایا ہے۔ اصبروا وصابروا ورابطوا تاکہ سنتے ہی مخاطب کو معلوم ہو جائے کہ اس میں ہمت کی ضرورت ہوگی، پس اب سالکین کو جی نہ لگنے کی شکایت کرنا فضول ہے کیونکہ تم کو تو صبر ہی کا امر ہے اور ہر عمل کی حقیقت صبر ہی ہے اور صبر میں نہ لگنا کیسا بلکہ جی نہ لگنے کی صورت میں زیادہ جوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ثواب زیادہ دینا چاہتے ہیں۔

مصائب غیر اختیاری اہلِ محبت کیلئے موجب ازدیادِ محبت ہیں

تہذیب: مصائب دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو منجانب اللہ نازل ہوتے ہیں، جس میں بندے کے کسب کو بالکل دخل نہیں، بلکہ اس کا منشاء محض مشیت ایزدی ہوتا ہے اس قسم کے مصائب تو واقعی اہلِ محبت کے لئے ہمیشہ موجب ازدیاد محبت ہوتے ہیں اور ایک وہ مصائب ہوتے ہیں جو بندہ پر اس کے کسب و اختیار سے ہوتے ہیں، اس قسم کے مصائب موجب ازدیاد محبت نہیں ہوتے۔

مصائب کے فوائد

تہذیب: اللہ تعالیٰ دنیا میں مسلمان کو مصائب و تکالیف دے کر اس کا میل صاف کرتے ہیں، یعنی وساوس و معاصی سے جو غفلت قلب میں پیدا ہو جاتی ہے اس کو دور کرتے ہیں یہ تو آخرت کی بھلائی ہوئی اور دنیا کی بھلائی یہ ہوتی ہے کہ مصائب و تکالیف سے انسان کے اخلاق درست ہو جاتے ہیں اور اخلاق کی درستی سے بہت راحت ملتی ہے کیونکہ بدخلق سے سب کو وحشت ہوتی ہے لوگ اس کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ نیز اس کے یعنی (اہل مصیبت کے) دل پر دنیا کی حقیقت بھی منکشف ہو جاتی ہے کہ دنیا دل لگانے کی چیز نہیں ہے۔

مصائب کے وقت کا دستور العمل

تہذیب: مصائب کو گناہوں کی سزا سمجھو، یا ایمان کی آزمائش سمجھو، مگر یہ مت سمجھو کہ خدا تعالیٰ ہم سے ناراض ہو گئے ہیں کیونکہ یہ خیال خطرناک ہے اس سے تعلق ضعیف ہو جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ تعلق زائل ہو جاتا ہے۔

مصائب کو ہلکا کرنے کی تدبیر

تہذیب: مصیبت کو ہلکا کرنے کی ایک تدبیر یہ ہے کہ اپنے گناہ کو یاد کرے، دوسری تدبیر یہ ہے کہ مصیبت کے ثواب کو یاد کرے۔ تیسرے یہ سمجھے کہ مصیبت سے ایمان کی آزمائش ہے کہ آیا اس میں ایمان ہے یا نہیں چوتھے یہ کہ عبدیت غالب ہو جاتی ہے اور دعویٰ وغرور و تکبر کا میل کچیل معلوم ہو جاتا ہے اور اپنی حقیقت منکشف ہو کر سمجھ میں آ جاتا ہے کہ آدمی کو کبھی دعویٰ نہ کرنا چاہئے۔ پانچویں یہ کہ مصائب میں استحضار عظمت الٰہی کا ہوتا ہے اور اس کے مقابلے میں اپنا عجز زیادہ منکشف ہوتا ہے پس مصائب سے انسان پر عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے اور عبدیت اعلیٰ کا مقام ہے

اہلکاراں بوقت معزولی ☆ شبلی وقت و بایزید شوند
باز چوں می رسند بر سرکار ☆ شمر ذی الجوشن و یزید شوند

مصیبت فی نفسہ نعمت ہے گو صبر نہ ہو

تہذیب: بعض صوفیہ نے لکھا ہے کہ مصیبت پر بغیر صبر کے بھی ثواب ملتا ہے۔ صبر کا اجر اس کے علاوہ ہے تو اب مصیبت فی نفسہ نعمت ہے۔

مصیبت کے وقت صبر مطلوب ہے

تہذیب: مصیبت کے وقت صبر مطلوب ہے کہ اس کو خدا کا تصرف سمجھ کر راضی رہے اور دل میں خدا سے شکایت نہ لائے نہ ظاہر میں جزع فزع کرے۔

پریشانیوں کے اسباب اختیاریہ کو خود مول لینا یا مدافعت نہ کرنا سخت مضر ہے

تہذیب: جس پریشانی کا جلب وسلب اختیاری ہو اس کے اسباب کو خود پیدا کرنا سخت مضر ہے اور جس کے اسباب جلب اختیاری نہیں لیکن دفع اختیاری ہے اس کے اسباب مدافعت کو اختیار نہ کرنا اور پریشانی میں مبتلا رہنا بھی مضر ہے اور ایک پریشانی وہ ہے جس کا نہ جلب اختیار میں ہے نہ سلب یہ واقع خیر ہے۔

پریشانی غیر اختیاری واقعی مجاہدہ اور خیر ہی خیر ہے اور پریشانی اختیاری میں نور نہیں ظلمت ہوتی ہے

تہذیب: جس مصیبت کا ایسا غلبہ ہو جائے کہ اس کی مدافعت پر بھی قادر نہ ہو، سو یہ واقع مجاہدہ ہے اور اب اس پریشانی سے کچھ ضرر نہ ہوگا، بلکہ اس میں نورانیت ہوتی ہے اور جو پریشانی اختیار سے لائی جاتی ہے اس میں نور نہیں ہوتا، بلکہ ظلمت ہوتی ہے۔ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہے اور وہ اس کا علاج نہیں کرتا۔ اس میں پریشان ہے تو اس میں نور نہ ہوگا اور ایک صورت یہ ہے کہ بچہ بیمار تھا اس کا علاج کیا گیا اور علاج کے بعد وہ مر گیا تو اس سے پریشان نہ ہوگی، عارف ایسی مصیبت میں دل شاد ہوتا ہے اور ظاہر میں مغموم۔

مصائب تکوینیہ میں تحمل پیدا کرنے کا طریقہ تعلق مع اللہ ہے

تہذیب: مصائب تکوینیہ کے تحمل کا طریقہ تعلق مع اللہ ہے، اس کو پیدا کر کے دیکھو، پھر سب مصائب طاقت کے اندر ہیں، کوئی طاقت مافوق الطاقۃ نہیں، کیونکہ کام تو وہ خود کرتے ہیں تم تو صرف طریق اور سڑک مظہر ہو، کہ فعل تم سے ظاہر ہو جاتا ہے ورنہ کرنے والے وہ خود ہیں، تو اب تحمل اس لئے ہو جائے گا کہ وہ تمہارے قلب میں قوتِ تحمل پیدا کر دیں گے۔

عارف کو عقلی رنج مصائب پر نہیں ہوتا اور اس کی وجہ

تہذیب: اولاد کا یہ بھی حق ہے کہ ان کی مفارقت کا رنج کیا جائے اور خالق کا حق یہ ہے کہ عقلاً اس کے ہر تصرف پر راضی رہے۔ عارف کو طبعی رنج تو ہوتا ہے مگر اس کی عمر زیادہ نہیں ہوتی۔ نہ اس سے

پریشانی ہوتی ہے۔ عقلی رنج اس کو نہیں ہوتا اور پریشانی کی جڑ یہی ہے، عارف کو عقلی رنج اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ انا للہ کے مضمون کو پیش نظر رکھتا ہے۔

عسر غیر اختیاری عقوبت ہی نہیں اور اس کی دلیل

تہذیب: اگر کوئی مشقت اور پریشانی تم کو پیش آئے تو اس کو اپنے لئے عقوبت ہی نہ سمجھو۔ جب کہ قصد کو اس میں دخل نہ ہو۔ بلکہ بلا قصد و اختیار آئی ہو۔ **لقولہ تعالیٰ ان مع العسیر یسرا** یہاں **عسر** سے مراد غیر اختیاری ہی ہے کیونکہ اس سے اوپر جس عسر کا ذکر ہے وہ غیر اختیاری ہی تھا۔ **ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظهرک** ۔ظاہر ہے کہ حضور ﷺ پر جو ثقل وحی وغیرہ کا تھا وہ غیر اختیاری تھا اور اس میں معیت یسر ظاہر ہے۔ کیونکہ اس سے رفع درجات اور ترقی کا اجر ہوتا ہے۔

معیار حقیقت مصیبت و صورتِ مصیبت کا

تہذیب: جس مصیبت سے انقباض اور پریشانی بڑھے وہ تو گناہوں کی وجہ سے ہے اور جس سے تعلق مع اللہ میں ترقی ہو تسلیم و رضا زیادہ ہو وہ حقیقت میں مصیبت نہیں، گو صورت مصیبت ہو اور صورت مصیبت رفع درجات و امتحان محبت کے واسطے بھی ہوتی ہے۔

واقعاتِ مصائب درحقیقت تجارت ہیں

تہذیب: یہ واقعات مصائب درحقیقت سب تجارت میں داخل ہیں کہ ایک چیز ہم سے لی جاتی ہے اور اس کے عوض دوسری چیز دے دی جاتی ہے۔ اور تجارت بھی ایسی کہ

نیم جاں بستاند و جاں دہد ☆ انچہ درو ہمت نیاید آں دہد

علاوہ اس کے مصیبت حالاً تو مصیبت ہے مگر مآلاً نعمت ہے کیونکہ اس سے منافع و مصالح دینیہ و دنیویہ حاصل ہوتے ہیں۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ برسوں کے مجاہدات سے باطن کو وہ نفع نہیں ہوتا جو ایک ساعت کے حزن سے ہوتا ہے خاص کر ایمان کو پختگی ہوتی ہے جو امور باطنہ میں سب سے افضل ہے۔

شکر منعم حقیقی کا طاعت سے ومجازی کا دعا سے بجالائے

حال: احقر کے استاد جو طبیب ہیں اچھے مالدار ہیں۔ وہ خرچ کے متعلق بہت کچھ اعانت کرتے ہیں اور احقر نے عرض بھی کیا کہ گرانی ہوتی ہے لیکن انہوں نے تسلیم نہیں کیا۔ ڈر لگتا ہے کہ شائد اس کا منشاء مرض ہو۔

تہذیب: ڈرنا تو بہت اچھی بات ہے ڈر ہی سے امن ہے۔ لیکن جب اپنی طرف سے نہ طلب ہے نہ اشراف بلکہ انقباض کو بھی ظاہر کر دیا اور پھر بھی وہ خدمت کرتے ہیں تو یہ نعمت ہے اس پر گو طبعاً انقباض ہو مگر عقلاً انبساط ہونا چاہئے اور اولاً خدا تعالیٰ کا کہ منعم حقیقی ہیں۔ اور ثانیاً ان صاحب کا کہ منعم مجازی ہیں یعنی واسطہ نعمت ہیں شکر ادا کرنا چاہئے اور وہ شکر حق تعالیٰ کا تو اطاعت ہے اور ان صاحب کا ان کے لئے دعا ہے۔

شکر کی حقیقت

تہذیب: شکر کی حقیقت یہ ہے کہ جو حالت طبیعت کے موافق ہو خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو اس حالت کو دل سے خدا تعالیٰ کی نعمت سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی لیاقت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کا (جوارح سے) گناہوں میں استعمال نہ کرنا شکر ہے۔

طریق تحصیل شکر

تہذیب: شکر کی ماہیت کے اجزاء سب افعال اختیاریہ ہیں ان کو بتکرار صادر کرنا یہی طریقہ تحصیل اور یہی طریقہ تسہیل ہے۔

ناشکری مذموم کی حد

تہذیب: ناشکری جو مذموم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناشی ہے، منعم کی بے تعلقی سے اور جو

چیز منعم کے غایت تعلق سے ناشی ہو وہ محمود ہے مثلاً چوری ہوگئی اور اس کے سوچنے سے افسوس اگر نہ ہو تو اس کی ناشکری نہ کہیں گے کیونکہ یہ عدم تاسف ناشی ہے حق تعالیٰ کے غایت تعلق سے اس کو پیش نظر ہے کہ کوئی کام حق تعالیٰ کے بدونِ مشیت تو ہوتا نہیں اور جو مشیت سے ہوتا ہے وہ سب خیر ہی ہے اس لئے تاسف کی ضرورت نہیں۔

اعمال صالحہ کو عطائے حق ہونے کی وجہ سے قابل قدر سمجھو

تہذیب: عطائے حق ہونے کی وجہ سے یہ نماز و روزہ جس درجہ میں بھی ہے قابل قدر ہے لیکن اپنا کچھ کمال نہ سمجھے، جیسے ایک چمار کو بادشاہ موتی دے، تو وہ اپنے کو چمار ہی سمجھے گا، مگر اس کے ساتھ ہی موتی کو موتی سمجھے گا، پس شکر کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کو چمار و نا قابل ہی سمجھو، مگر اعمالِ صالحہ کو عطائے حق ہونے کی وجہ سے قابلِ قدر سمجھو اور نعمت حق کی بے قدری نہ کرو۔

تفویض و توکل

طریقہ حصولِ تفویض

تہذیب: خدا کی تجویز میں اپنی تجویز کو فنا کر دو ابتداء میں تو اہل اللہ کی یہ حالت تکلف کے ساتھ حاصل ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی حکمت و قدرت کو سوچ سوچ کر اپنے ارادہ و تجویز کو فنا کرنا پڑتا ہے، پھر یہ اُن کے لئے امرِ طبعی بن جاتی ہے۔

حصول تفویض کا دوسرا طریقہ

تہذیب: اپنے ارادہ کو خدا کے ارادہ کا تابع کر دیں کہ جو کچھ ہوگا، ہم اُس پر راضی ہیں۔ اس پر عمل شروع کر دیجئے اور برابر کرتے رہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن ملکہ راسخہ پیدا ہو جائے گا اور اسی سے راحت حاصل ہوگی بدون اس کے راحت نہیں مل سکتی۔ اور یہ کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ کثرت تکرار سے سب کام آسان ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے آج کل جو لوگ پختہ حافظ ہیں وہ پہلے ہی دن سے پختہ نہیں ہوئے بلکہ کثرت تکرار سے پختہ بنے ہیں۔ یا آج جو خوش نویس ہے وہ کثرت مشق ہی سے خوش نویس ہوا ہے۔ اسی طرح کثرت تکرار سے تفویض حاصل ہو جائے گا۔ یہی عین عبدیت ہے اور بندگی ہے۔ غلام کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

اعتقاد تقدیر میں بڑی قوت ہے

تہذیب: قلب کو جتنی قوت اعتقاد تقدیر سے ہوئی ہے اور کسی چیز سے نہیں ہو سکتی کفار چاہے لاکھ یا قوتیاں کھائیں مگر اس اکسیر کے سامنے سب گرد ہیں یہ قائل تقدیر کسی حالت میں متزلزل نہیں ہو سکتا جو مصیبت سامنے آئے گی، یوں کہے گا کہ یہ تو مقدر تھی ٹلنے والی نہ تھی، خواہ میں راضی ہوں یا ناراض۔

پھر خدا کی تقدیر سے ناراض ہو کر عاقبت بھی کیوں خراب کی، پھر اسکے ساتھ اُس کے دل میں یہ آتا ہے کہ اس میں ضرور کوئی حکمت ہے۔

ممفوض کامل کی شناخت

تہذیب: مفوض کامل وہ ہے کہ اگر عمر بھر اس کے کان میں یہ آواز آئے انک مـن اهـل الـجنة یا یہ آواز آتی رہے کہ انک من اهـل الـنـار تو کسی وقت بھی عمل ذرہ برابر بھی کمی نہ کرے۔ بدستور کام میں لگا رہے۔ نہ پہلی آواز سے بے فکر ہو، نہ دوسری آواز سے دل برداشتہ ہو۔

توکل مطلوب

تہذیب: توکل مطلوب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر اعتقاد رکھو، اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا جو وہ چاہیں گے وہی ہوگا اور خلاف شرع تدبیر نہ کرو، واللہ تم متوکل ہو۔

تمام تدابیر کے بعد تفویض ہی سے گرہ کھلتی ہے

تہذیب: حضرت بہت سے واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ جن میں تمام تدبیریں ختم ہو جاتی ہے اور کام نہیں ہوگا۔ بس گرہ اس وقت کھلتی ہے جب بندہ یوں کہتا ہے کہ اے اللہ آپ ہی اس کام کو پورا کریں گے تو پورا ہوگا میں تو عاجز در ماندہ ہوں۔

تفویض کلی کے حصول کا طریقہ

تہذیب: مرتے وقت تفویض کلی اس کو حاصل ہے جو زندگی بھر اسی میں مشغول رہا ہو ورنہ موت کا وقت تو سخت نازک ہے وہ تحصیل نسبت و طے مقامات و تکمیل تفویض کا وقت تھوڑا ہی ہے کہ اسی وقت کام شروع کر و اور اسی وقت حاصل بھی کر لو۔

صاحب تفویض تدابیر کو محض سنت سمجھ کر کرتا ہے

تہذیب: صاحب تفویض تو ہر امر میں ابتداء ہی سے تفویض کرتا ہے اور تدبیر جو کچھ کرتا ہے

محض سنت واطاعت سمجھ کر کرتا ہے اس کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ تدبیر ضرور کامیاب ہی ہو بلکہ وہ کامیابی اور ناکامی کو حق تعالیٰ کے سپرد کر کے کوشش کرتا ہے اور دونوں حالت میں راضی رہتا ہے۔

تفویض حقیقی کا معیار

تہذیب: تفویض سے بڑھ کر راحت کا آلہ دنیا میں کوئی نہیں مگر راحت کی نیت سے تفویض کرنا دین نہیں بلکہ دنیا ہے حقیقی تفویض وہ ہے جس میں یہ بھی قصد نہ ہو کہ اس سے چین ملے گا بلکہ محض رضائے حق کا قصد ہو۔

توکل مستحب کے شرائط

تہذیب: توکل مستحب کے لئے ضرورت ہے فطرۃ قوت قلب اور حقوق واجبہ کا ذمہ ہونا یا اہل حقوق کا بھی ایسا ہی ہونا۔

تفویض کی حقیقت

تہذیب: تفویض کے معنی ترک تدبیر نہیں بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ رکھے، تدبیر کرے اور تدبیر کے نتیجہ کو خدا کے سپرد کر دے۔

راحت کا نسخۂ اکسیر

تہذیب: تم اپنی طرف سے نہ بلا تجویز کرو نہ راحت بلکہ جو وہ تجویز کر دیں اس پر راضی رہو۔ حضرت یہ نسخہ ایسا اکسیر ہے جس سے نہ اہل دنیا کو استغنا ہے نہ اہلِ دین کو نہ علماء کو استغناء ہے نہ عرفاء کو بلکہ تمام عالم اس کا محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری مثال ایسی ہے جیسے لنگڑا ہرن شیر کے پنجے میں ہو

تہذیب: واللہ سارے راستے بند ہیں تم کہیں ان کے قبضے سے باہر نہیں جا سکتے بس ہماری مثال ایسی ہے جیسے لنگڑا ہرن شیر کے پنجے میں ہو، اب بتلاؤ کہ اگر لنگڑا ہرن شیر کے پنجہ میں ہو چھوٹنے کی کوشش کرے تو یہ اس کی حماقت ہے یا نہیں۔ بس اس کی خیر اسی میں ہے کہ اپنے کو شیر کے سامنے ڈال دے اور اس کے ہر تصرف پر راضی ہو جائے خواہ کھا لے خواہ چھوڑ دے

غیر تسلیم و رضا کو چارہ ☆ در کف شیر نرخوں خوارۂ

اسلام کی حقیقت تفویض ہے

تہذیب: اسلام کی حقیقت تفویض ہے جو تمام حالات کو شامل ہے خواہ حالات آفاقیہ ہوں خواہ انفسیہ ہوں، پھر انفسیہ میں خواہ احوال حسیہ ہوں جیسے مرض وصحت اور قوت وضعف خواہ باطنیہ ہوں جیسے قبض وبسط، ہیبت وانس اور محبت شوق وامثالہا سب کو اپنے سر آنکھوں پر رکھے۔

محققین کی تفویض کا حاصل طلب عبدیت ہے وبس

تہذیب: محققین تفویض بغرض راحت کو دنیائے محض کہتے ہیں وہ تفویض کے طالب محض اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق بندہ پر ہیں "منجملہ ان کے یہ حق بھی ہے کہ بندہ اپنے ارادہ اور تجویز کو ان کے ارادہ وتجویز میں فنا کردے، ان کو محض عبدیت مطلوب ہے اور حق الوہیت کا ادا کرنا یہی عبدیت ہے۔

مربی حقیقی کے طریق تربیت پر راضی رہنا چاہئے

حال: اعتکاف کی حالت میں ملازموں پر غیظ وغضب اور بعض اوقات مار وپیٹ کی نوبت بھی آجاتی ہے جو یونہی آداب مسجد کے خلاف ہے چہ جائیکہ حالتِ اعتکاف میں اس لئے اعتکاف کے خاتمہ پر بجائے دل مسرور مطمئن ہونے کو ملامت ہی کرتا ہے۔

تہذیب: اگر مربی حقیقی کو اسی حالت کے ذریعہ سے تربیت پسند ہو کہ ایسی لغزشیں ہوں جن سے اپنے اعتکاف پر نظر ہی نہ ہو بلکہ بجائے ناز کے اس پر استغفار اور ندامت ہو تو پھر یہ بھی عین رحمت ہے۔

تعلیم تفویض

تہذیب: ہرچہ از دوست می رسد نیکوست، خواہ عسرت ہو یا فراخی اس پر کاربند رہنا چاہئے۔

عالم میں خیر وشر ایمان وکفر سب مطابق حکمت ہیں

تہذیب: عالم میں خیر وشر ایمان وکفر سب مطابق حکمت کے ہیں چنانچہ محققین نے اس حکمت کو اس طرح واضح بیان فرمایا ہے کہ صفات الٰہیہ سب جمیل ہیں اور جمال مقتضی ظہور کا ہے۔ پس اسماء الٰہیہ (جو صفات الٰہیہ میں) بھی مقتضی ہوں گے ظہور کے، اور اسماء کی دو قسمیں ہیں جمالیہ، جلالیہ، پس بعض کائنات مظہر ہیں جمال کے بعض جلال کے اس لئے عالم میں خیر وشر کا ہونا ضروری ہے (لیکن اقتضا سے

مراد معنی لغوی نہیں ہے تاکہ اضطراب کا شبہ کیا جاوے بلکہ اصطلاحی معنی مراد ہیں وہ اپنی اصطلاح میں مطلق ترتب کو بھی اقتضاء سے تعبیر کردیتے ہیں گو ترتب درجہ لزوم و وجوب میں نہ ہو۔)

وحدۃ الوجود کی حقیقت اور اس کا حکم

تہذیب: وحدۃ الوجود کی حقیقت یہ ہے کہ سالک کے دل پر ہستی حق کا خیال رچ جاتا ہے۔ اور اس کا تصور غالب ہوجاتا ہے تو اب ہر چیز میں اس کو وہی نظر آنے لگتا ہے اور اس وقت وہ ہمہ اوست کہنے لگتا ہے مگر اس حالت کے اقوال میں ان کی تقلید نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ باتیں وہ غلبۂ حال اور درجۂ معذوری میں کرتے ہیں۔

تفویض بغرض راحت تجویز ہے

تہذیب: فنا بغرض شہرت کبر ہے اسی طرح تفویض بغرض راحت تجویز ہے بعض لوگ اس غرض سے تفویض کرتے ہیں کہ اس میں راحت بہت ہے تم اس کا قصد کرکے تارک تفویض نہ بنو، بلکہ فنا کا اس کے لئے قصد کرو کہ تم واقعی میں فنا ہی کے مستحق ہو۔ وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب اور تفویض اسی نیت سے کرو کہ یہ محبوب کا حق ہے کہ سب کام اسی کے سپرد کردیا جاوے

سپردم بتو مایۂ خویش را ☆ تو دانی حساب کم و بیش را

اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو پسند نہیں فرماتا

تہذیب: اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو پسند نہیں فرماتا عقل و تدبیر سے کام لینا چاہئے پھر جب بالکل ہی مغلوب و عاجز ہوجاؤ تو حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہو۔

ترک اسباب کی حقیقت

تہذیب: ترک اسباب کی حقیقت ہے ترک اسباب مظنونہ غیر مامور بہا، یعنی جن اسباب پر مسبب کا ترتب عادۃً یقینی و قطعی نہ ہو اور شرعاً وہ واجب بھی نہ ہو ان کو ترک کردینا جائز ہے باقی سب پر عادۃً مسببات کا ترتب یقینی ہے ان کا ترک جائز نہیں۔ مثلاً عادۃً کھانا کھانے پر شبع کا ترتب اور پانی پینے پر سیرابی کا ترتب اور اسباب مظنونہ کا ترک بھی اس شخص کو جائز ہے جو خود بھی قوی الہمت ہو اور اس کے اہل و عیال بھی یا اس کے اہل و عیال ہی نہ ہوں۔ اسی طرح اسباب مامور بہا کا ترک توکل نہیں کیونکہ وہ سب اسباب قطعیہ یقینیہ ہیں۔

تفویض والا بڑی راحت میں رہتا ہے

تہذیب: تم اپنی تجویز کو دخل نہ دو بلکہ اپنی تربیت کو خدا کے سپرد کر دو تفویض سے کام لو کہ وہ جس طرح چاہیں تربیت کریں، حالات و کیفیات عطا کریں یا سب کو سلب کرلیں۔ تفویض والا بڑی راحت میں رہتا ہے اس کو کسی حال میں پریشانی نہیں ہوتی، کیونکہ رنج وغم اور پریشانی کی حقیقت یہی ہے کہ خلاف ارادہ وخلافِ توقع کا ظہور ہو اور صاحب تفویض کا ارادہ اور توقع ہی کچھ نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے تفویض وتقدیر کا مسئلہ اسی لئے بتلایا ہے کہ پریشانی اور غم سے ہم بچے رہیں مگر تفویض وتوکل اس نیت سے اختیار نہ کرو کہ راحت حاصل ہوگی کیونکہ اس سے راحت تو بحر حال ہوگی مگر اس نیت سے ثواب باطل ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ اس نیت کی نحوست سے راحت بھی کم نصیب ہو نیز اس درجہ کا رضا وقرب بھی نہیں ہوتا جیسا کہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ جو تفویض کو محض حق تعالیٰ کا حق سمجھ کر اختیار کرتا ہے۔

صدق وتفویض کا طریقہ

تہذیب: محققین کا قول ہے کہ تفویض اس نیت سے اختیار نہ کرے کہ اس سے راحت ہوتی ہے بلکہ محض اس لئے اختیار کرے کہ یہ حق تعالیٰ کا حق عظمت ہے یعنی تم یہ سمجھ کر تفویض اختیار کرو کہ تم غلام ہو اور وہ آقا ہیں اور آقا کا حق ہے کہ غلام اپنے سب امور اس کو مفوض کر دے اور اپنی منفعت اور مصلحت کا خیال نہ کرے۔ پھر وہ مصالح ومنافع بھی خود بخود حاصل ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ تفویض کے ساتھ لگے ہوئے ہیں لیکن اداء حق عظمت کے ساتھ وہ منافع مع ثواب ورضاء کے حاصل ہونگے اور اس کے بغیر گو منافع مرتب ہوں گے مگر اس میں رضا وقرب زیادہ نہ ہوگا۔

کمالِ عبدیت کی شناخت

تہذیب: کمالِ عبدیت یہ ہے کہ بندہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور حق تعالیٰ جو تصرف اس کے اندر کرے اس پر راضی رہے، جہاں اس کا تصور ہو کہ یہ تصرف حق ہے بس برف سا دل پر رکھ جائے۔

تفویض کے معنی ترک تدبر نہیں بلکہ تدبیر کے بعد ہر تصرف حق پر راضی رہنا ہے

تہذیب: بعض دفعہ یہ بات دیکھی کہ اگر باوجود احتیاط کے کچھ مالی نقصان ہو گیا تو زیادہ قلق

نہیں ہوا، لیکن اگر بے احتیاطی سے کچھ نقصان ہوگیا تو قلق زیادہ ہوتا تھا، ایک دن مجھے متنبہ ہوا کہ یہ تو ناقص حالت ہے آخر فقط مال پر اتنا زیادہ قلق کیوں ہے۔ اس وقت یہ علاج وارد ہوا کہ یہ بھی حق تعالیٰ کا تصرف ہے کہ بے احتیاطی کی حالت میں یہ نقصان ہوگیا بس یہ تصور کرنا تھا کہ ایک ہی جلسہ میں مرض کی اصلاح ہوگئی شائد کوئی یہ کہے کہ پھر ازالہ نقص کی تدبیر ہی کی کیا ضرورت ہے، مجاہدہ و ریاضت کی کیا حاجت ہے، بس جیسا خدا نے دیدیا اسی پر راضی رہنا چاہئے تکبر دیا تو اس پر راضی بخل دیا ہو تو اس پر خوش کیونکہ تصرف حق ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ترک تدبیر کی تم کو اجازت نہیں تم تدبیر کرنے کے مامور ہو اسلئے تدبیر کرنا واجب ہے، ہاں تدبیر کے بعد بھی اگر نقص رہے گا تو یہ تصرف حق ہے اور موافقت ہے تقدیر کی، تو سمجھ لو کہ عین گناہ کے وقت یا گناہ سے پہلے عزم کے وقت اس تصور سے کام نہیں لے سکتے کیونکہ تم کو ابھی سے کیا خبر ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے واسطے یہ تصرف مقدر کیا ہے کہ فلاں گناہ کرو گے پھر جس وقت گناہ کرتے ہو اس وقت موافقت تقدیر کی نیت کب ہوتی ہے اس وقت تو اپنی خواہش کا پورا کرنا مقصود ہوتا ہے کیونکہ قبل از وقوع تقدیر کی کس کو خبر ہے، یہی جواب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دیا تھا جب کہ شیطان نے کہا تھا کہ آپ نے تو میرا سجدہ نہ کرنا مقدر ہی کیا تھا تو اگر میں نے اس تقدیر کے موافق سجدہ نہ کیا تو مجھ پر لعنت اور غضب کیوں ہوا وہاں ارشاد ہوا کہ موافقت تقدیر کا علم تو بعد وقوع کے تجھ کو ہوا، وقوع کے وقت تو تو نے اس کا قصد نہیں کیا بہر حال گناہ کے وقت اس مراقبہ سے کام نہیں لے سکتے ہاں گناہ کے بعد توبہ نصوح کر کے بھی جب قلق زائل نہ ہو اور اس قلق سے تعطل فی الاعمال کا اندیشہ ہو تو اس وقت اس مراقبہ سے کام لو اور زیادہ قلق میں نہ پڑو۔

تفویض کے تحصیل کا طریقہ

تہذیب: جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے اس وقت اس کو فوراً حاضر فی الذہن کر لیا جائے کہ یہ حق تعالیٰ کا تصرف ہے۔

تفویض کے دوام کا طریقہ

تہذیب: تفویض کا دوام یہ ہے کہ ضرورت کے وقت اس کا استحضار ہو جائے کہ یہ تصرف حق ہے لیکن تجربہ سے ثابت ہے کہ وقت پر اس کا استحضار ہو جانا، اس کو حصول بھی اس پر موقوف ہے کہ چند روز ہر وقت اس کا استحضار اور مراقبہ رہے بدون اس کے رسوخ نہیں ہوتا۔

تفویض پر ایک شبہ کا جواب

تہذیب: تفویض پر بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ بس نہ غلام پر تنبیہ ہو، نہ بیوی سے باز پرس ہو نہ اولاد کو تادیب ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے نفس کے لئے تادیب و انتقام ضروری نہیں اور اگر یہ لوگ خدا اور رسول ؐ کی مخالفت کریں تو اس پر رضا جائز نہیں نہ اس پر سکوت کرنا تفویض کی فرد ہے بلکہ وہاں تو تادیب ہی تفویض ہے ہاں جب غلبہ تفویض ہوگا تو اول اول حالت یہی ہوگی مگر تمکن کے بعد ہر حالت میں حقوق کو صحیح انداز سے ادا کردے گا پس امتثال لِلأمر تادیب کو اختیاری کرنا عین تفویض ہے

شجاعت دو ہیں ایک امراء کی ایک فتیان کی

تہذیب: شجاعت دو ہیں ایک شجاعت امراء کی دوسری شجاعت فتیان کی، حضرت علیؓ کی شجاعت، شجاعت فتیان تھی، یعنی سپاہی کی شجاعت کہ میدان میں دشمن کے مقابل قوی القلب رہے اور امراء و سلاطین کی شجاعت یہ ہے کہ سخت خطرات و حوادث میں مستقل مزاج رہیں، پریشان و از جارفتہ نہ ہوں، ہر حادثہ کی مناسب تدبیر نہ کریں چنانچہ حضرت صدیقؓ کی شجاعت و قوتِ قلب یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت مستقل مزاج رہے، خود بھی سنبھلے اور تمام صحابہؓ کو سنبھالا، محققین اہلسیر کا قول ہے کہ حضرت صدیقؓ نے دو سال میں وہ اصول سلطنت ممہد کئے تھے جن پر عمل کر کے حضرت عمرؓ نے دس سال میں وہ انتظامات کئے اور وہ فتوحات کثیرہ حاصل کیں جن کی دنیا میں نظر نہیں، عام طور پر لوگ فاروق رضی اللہ عنہ کو فاتح اعظم کہتے ہیں مگر محققین حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو فاتح اعظم کہتے ہیں۔

(یہ شجاعت و استقلال و ثبات آپ کو اسی تفویض و تمکین کی بدولت نصیب ہوا تھا۔)

تنگی معیشت کی پریشانی ومنافی توکل نہیں

تہذیب: بعض لوگوں کا معیشت کی تنگی کی وجہ سے دل پریشان ہوتا ہے اور اس کا اثر نماز میں بھی پڑتا ہے کہ حضور قلب حاصل نہیں ہوتا سبب اس کا اکثر ضعف طبیعت ہے اس لئے توکل کے منافی نہیں کیونکہ طبعی امور اختیاری ہیں۔

صحابہؓ کی کامیابی کا راز

تہذیب: صحابہؓ اپنی تدبیروں پر کبھی بھروسہ نہ کرتے تھے بلکہ ہر قسم کی تدبیر مکمل کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعاء اور طلب نصرت اور تفویض الی اللہ کرتے تھے، یہ راز ہے ان کی کامیابی کا اور یہ وہ زبردست ہتھیار ہے جس کی طاقت کو مادہ پرست نہیں سمجھ سکتے۔

اے مسلمانو! یادرکھو! تم کو جب کامیابی ہوگی، خدا تعالیٰ سے علاقہ جوڑنے کے بعد ہوگی، اور جب تک تم اپنی کامیابی کو مادی اسباب اور ظاہری طاقت کے حوالہ کرتے رہو گے، کبھی کامیاب نہ ہو گے، کیونکہ اس قوت میں دیگر اقوام ہم سے ہمیشہ آگے رہیں گی، تم ان کے برابر کبھی نہیں ہو سکتے، تمہارے پاس رضائے الٰہی اور اتفاق و جمعیت کے ساتھ دعاء کا ہتھیار بھی ہو تو کوئی قوم تم پر غالب نہیں آ سکتی۔

توکل کی تعلیم رقم مشتبہ کی واپسی میں

تہذیب: کسی رقم کے متعلق جب تک کھٹک ہو ہرگز نہ لو اور یہ مت سمجھو کہ اگر اس رقم کو واپس کر دیں گے تو پھر کہاں سے آئے گی اور وہ تقدیر میں ہے تو پھر آئے گی اور اگر تقدیر میں نہیں ہے تو اس کی جگہ دوسری رقم آ جائے گی، خدا سے ایسے نا اُمید کیوں ہو گئے کہ بس ایک دفعہ دے کر پھر نہ دیں گے۔

الہام متعلق وثوق برزق

تہذیب: ابن عطاء اسکندری رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ الہامات الٰہیہ لکھے ہیں ان میں ایک الہام یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے میں ایسا روزی دینے والا ہوں کہ اگر تو یہ دعا بھی کیا کرے کہ اے اللہ مجھے رزق نہ دیجیو، تو میں جب بھی دوں گا اور تیرے مانگنے پر تو کیوں نہ دوں گا۔

اپنے بعد کے لئے اولاد کی فکر نہ چاہئے

تہذیب: یہ کہیں ثابت نہیں کہ اولاد کے لئے اپنے بعد کا انتظام کرنا مطلوب ہے، بلکہ مشائخ کا تو اس میں خاص مذاق ہے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی ہے کہ اپنے بعد کے لئے اولاد کی فکر فضول ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ صالح ہوں گے تو صلحاء کو حق تعالیٰ ضائع نہیں کریں گے یا بد ہوں گے تو خدا کے نافرمانوں کے لئے تم نافرمانی میں معین کیوں ہوتے ہو۔

اہل اللہ کی راحت کا راز

تہذیب: اہل اللہ کی راحت کا راز یہ ہے کہ وہ اپنے لئے کوئی راحت تجویز نہیں کرتے کیونکہ تجویز کرنا دعویٰ ہے ہستی کا کہ ہم بھی کچھ ہیں اور ہماری تجویز بھی کوئی چیز ہے بلکہ ان کا مذاق فنا و محض ہے اس لئے یہ حضرات تجویز کہاں کر سکتے ہیں اگر ان کا کوئی عزیز بیمار ہوتا ہے تو وہ دوا اور دعاء سب کچھ کرتے ہیں مگر دل سے ہر پہلو پر راضی رہتے ہیں اگر مر گیا تو وہ اول ہی سے اس پر راضی تھے گو طبعی رنج ہو، اس کا مضائقہ نہیں، مگر دل سے وہ اس پر راضی رہتے ہیں اور تمام کلفتوں کو جڑ یہی تجویز اور توقع ہے جو شخص تجویز اور توقع کو فنا کر دے گا وہ ہر حال میں راحت ہی سے رہے گا بلکہ اگر کوئی دنیادار شخص بھی اہل اللہ سے

ناتمام تشبہ حاصل کرے گا، وہ بھی دوسروں سے زیادہ راحت میں رہتا ہے۔

مشورہ کے بعد حاکم کو توکل چاہئے

تہذیب: مشورہ کے بعد حاکم کی رائے جس طرح قائم ہو جائے اس کو اپنی رائے کے موافق عمل کرنا چاہئے اور خدا پر نظر رکھنی چاہئے وہ ایک آدمی کی رائے کو بھی تمام عالم کی رائے پر غالب کر سکتے ہیں۔

فنا و تفویض کلی کی ترغیب

تہذیب: پھونک دو اپنی ہوس کو اور جلا دو اپنی تجویز کو، بس فنا اور تفویض کلی اختیار کرو میاں کو راضی رکھنے کی کوشش کرو، کمال کی ہوس کرنے والے تم کون ہو۔

منکر تقدیر اور قائل تقدیر کے آثار کا فرق

تہذیب: جو شخص منکر تقدیر ہے اس کو کبھی صبر نہیں آتا بلکہ ہمیشہ قلق و اضطراب میں رہتا ہے اور علاج ہی کی کوتاہی اور تدبیر علاج ہی کا قصور بتلاتا ہے بخلاف قائل تقدیر کے کہ گو یہ بھی باقتضاء طبعی وفات ولد زوجہ وغیرہ پر حزن وملال کا اثر اپنے قلب میں پائے گا اور اس کا نفس بھی نقص علاج وغیرہ کو سبب بنا کر پیش کرے گا، لیکن اس کو معاً یہ خیال پیدا ہو گا کہ درحقیقت اس کا وقت ہی آ گیا تھا، حیات مستعار ختم ہو چکی تھی اور نقص علاج بھی اس کے واسطے مقدر تھا اور جب اس کی موت کے واسطے خداوند عالم نے عالم ظاہر میں نقص علاج ہی کو علت بنایا تھا تو کوئی قوت ایسی نہ تھی جو اس کے نقصان علاج کو پورا کرتی بس اس کے بعد اس کو بالکل صبر آ جائے گا اور کسی قسم کا رنج وملال اور قلق و اضطراب کا اثر قلب پر نہ رہے گا۔

تفویض کی لذت مرچوں بھرے کباب کی سی ہے

تہذیب: اسلام کی وجہ بمعنی تفویض ہے یعنی اپنے کو ہر تصرف الٰہی کے لئے آمادہ کر دینا یہ وہ چیز ہے جو پریشانی کو بھی لذیذ کر دیتی ہے مگر وہ لذت مٹھائی اور حلوے جیسی نہیں بلکہ مرچوں بھرے کباب جیسی ہے جس کی لذت وہی جانتے ہیں جو مرچ کھانے کے عادی ہیں۔ چنانچہ عارفین کو بھی ہر طرح کی مشقت اور مصائب و آلام پیش آتے ہیں مگر ان کو اس میں بھی لذت آتی ہے اور وہ یوں کہتے ہیں

ناخوش تو خوش بود بر جانِ من   دل فدائے یار دل رنجانِ من

تقویٰ کامل فنا ہے

تہذیب: تقویٰ کامل یہ ہے کہ اپنی جان خدا تعالیٰ کے سپرد کردے کہ وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اسی کو فنا کہتے ہیں جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے ذبح ولد پر آمادہ ہو گئے تھے اور جو شخص ذبح ولد پر آمادہ ہو جائے وہ اپنی جان دینے پر ضرور آمادہ ہو گا کیونکہ بیٹے کا ذبح کرنا اپنے ذبح سے اشد ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل اور عدم غم کی وجہ

تہذیب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ہر وقت خدا پر تھی، مخلوق پر نظر نہ تھی اس لئے آپ کو کسی کے فعل سے رنج نہ ہوتا تھا، مگر یہ برتاؤ ان امور میں تھا جس کا تعلق خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھا، امور شرعیہ کے بارے میں یہ برتاؤ نہ تھا کیونکہ احکام شرعیہ کی مخالفت پر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا غصہ آتا تھا کہ کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا۔

تقدیر نے مسلمانوں کو بہادر بنادیا ہے

تہذیب: تقدیر نے مسلمانوں کو بہادر اور شیر دل بنادیا ہے جو شخص تقدیر کا معتقد ہے وہ ادنیٰ درجہ کی تدبیر سے بھی کام شروع کر دیتا ہے۔

لاحول ولاقوہ کی حقیقت

تہذیب: لاحول ولاقوۃ کی حقیقت عدم التفات ہے کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں کچھ طاقت نہیں، یعنی خدا تعالیٰ کے سوا کسی چیز سے اندیشہ نہ کرنا چاہئے اور سب سے بے التفاتی ہی برتنا چاہئے

تفویض کا طریقہ امور اختیاریہ وغیر اختیاریہ ہیں

تہذیب: جن امور میں تدبیر کا کچھ تعلق و دخل نہیں ان میں تو ابتداء ہی سے تفویض وتسلیم اختیار کرنا چاہئے اور جن میں تدبیر کو بھی کچھ دخل ہے وہاں تدبیر بھی کی جائے مگر نتائج وثمرات تدبیر میں تفویض کی جائے۔

اسباب وتدابیر کا درجہ اور اس کی عجیب مثال

دعاء کو تدبیر کہنا تو برائے ظاہر ہے ورنہ حقیقت میں اس کا درجہ تدبیر سے آگے ہے دعاء کو تقدیر

سے زیادہ قرب ہے کیونکہ اس میں اس ذات سے درخواست ہے جس کے قبضہ میں تقدیر ہے اسباب و تدابیر کا درجہ صرف اتنا ہے جیسے ریلوے ملازم لال جھنڈی دکھلا دے جس سے ریل گاڑی فوراً رک جائے گی سو ظاہر ہے کہ لال جھنڈی میں تاثیر کی قوت نہیں اگر ڈرائیور انجن کو نہ روکے تو ہزار لال جھنڈیاں بھی پامال ہو جائیں لیکن ریل رک نہیں سکتی، پس لال جھنڈی کا درجہ صرف اتنا ہے کہ ڈرائیور نے اصطلاح مقرر کر لی ہے اگر وہ اس قرارداد کے خلاف کرنا چاہے تو جھنڈی میں اس کو روکنے کی اصلاً طاقت نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ مقرر فرمایا ہے جو شخص اسباب کو اختیار کرے گا ہم مسببات کو اس پر فائض کر دیں گے لیکن اگر کسی وقت وہ مسببات کو پیدا کرنا نہ چاہیں تو اسباب سے کچھ نہیں ہو سکتا بس، اسباب کا نام ایک مصلحت ہے اور حکمت کی وجہ سے ہے ورنہ سب کچھ وہی کرتے ہیں اور بندہ کا نام ہو جاتا ہے کہ حکیم صاحب کے ہاتھ سے شفا ہو گئی یا فلاں صاحب کی تقریر کا یہ اثر ہوا، صاحبو، اثر و تاثیر سب خدا کی طرف سے ہے۔

بندہ کی طرف نسبت اعمال کی مثال

تہذیب: ہماری طرف سے ان اعمال کی نسبت ایسی ہے جیسی بچہ کے ہاتھ میں قلم دے کر پھر اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر لکھا جائے اور دو چار حروف خوشنما لکھ کر بچہ کی تعریف کی جائے اسی طرح اپنے اعمال صالحہ اور اوصاف کمالیہ پر نادان ہی ناز کر سکتا ہے جس کو اپنا ہاتھ تو نظر آتا ہے اور دوسرا ہاتھ نظر نہیں آتا اور جن کو دوسرے ہاتھ کا مشاہدہ ہو گیا ہے ان کی نظر اپنے کمالات پر اصلاً نہیں ہوتی اور محقق وہ ہے جو دونوں ہاتھوں کا مشاہدہ کرے، خالق کا بھی کاسب کا بھی، خالق اور کاسب دونوں پر نظر کر کے فعل کو دونوں کی طرف منسوب کرے، خالق کی طرف خلقاً اور کاسب کی طرف کسباً خوب سمجھ لو۔

یہ خیال کہ بدون امراء سے ملے مدارس چل نہیں سکتے بالکل غلط ہے

تہذیب: اکثر علماء کا خیال ہے کہ بدون امراء سے ملے مدارس چل نہیں سکتے، مگر مجھے تو یقین کامل ہے کہ اگر علماء امراء سے بالکل نہ ملیں جب بھی کسی بات میں کمی نہ آئے گی کیونکہ جس خدا نے ابتداء اسلام میں بدون امراء کی امداد کے محض چند غریبوں کے ہاتھوں اپنے دین کو پھیلایا تھا وہ خدا اب بھی موجود ہے اور وہ اب بھی اپنے دین کا محافظ ہے۔

شرک و طریقت

تہذیب: غیر اللہ پر اتنی نظر رکھنا کہ ایک شخص کے وعدہ خلافی کر جانے سے رنج شدید ہوا اور

منزل مقصود تک رسائی سے مایوس ہو جائے شرک طریقت ہے۔

فانی اپنے کلام میں تاویل بھی نہیں کرتا

تہذیب: فانی اپنے کلام میں تاویل بھی نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ایمان وکفر مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے اور تاویل وہ کرے جو مخلوق پر کچھ نظر کرتا ہو، اور جس کی نظر مخلوق پر بالکل نہ ہو اس کو اس کی بھی ضرورت نہیں

رضاء بالقضاء

تطبیق بین الرضا والدعاء

تہذیب: دعاء کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم آپ کی اجازت سے وہ چیز مانگتے ہیں جو ہمارے علم میں مصلحت وخیر ہے اگر آپ کے علم میں بھی وہ خیر ہے تو عطا کر دیجئے ورنہ نہ دیجئے، ہم دونوں حال میں راضی ہیں مگر اس رضاء کی علامت یہ ہے کہ قبول نہ ہونے سے شاکی اور تنگ دل نہو دعا کرتا رہے، دعاء کرنا خلاف رضا نہیں مگر دعا میں (باستثنائے محل استخارہ کے اس کا خیر ہونا اپنے نزدیک بھی متردد فیہ ہے) یہ نہ کہا جائے کہ اگر آپ کے علم میں خیر نہ ہو تو نہ دیجئے کیونکہ یہ خلاف ہے حکمت مشروعیت دعاء کے اور وہ حکمت اظہار ہے احتیاج کا اور کہنے میں ابہام ہے استغناء کا۔

اہل اللہ محض اظہار عبدیت کے لئے دعا کرتے ہیں

تہذیب: اہل اللہ محض حکم کی وجہ سے اظہار عبدیت کے لئے دعاء کرتے ہیں اس واسطے دعا نہیں کرتے کہ ہم نے جو مانگا وہی مل جائے بلکہ ہر حال میں خدا کی رضاء پر راضی رہتے ہیں خواہ قبول ہو یا نہ ہو۔

رضاء بالقضاء کی حقیقت اور اس کی تحصیل کا طریقہ

تہذیب: رضاء بالقضاء کی حقیقت ترک اعتراض علی القضاۃ ہے اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو رضاء طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے اور اول حال ہے جس کا عبد مکلف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلف ہے تدبیر اسکے تحصیل کی استحضار ہے رحمت وحکمت الٰہی کا واقعات خلاف طبع

ہیں۔

رضا کی حقیقت

حال: نقصانات مالیہ سے طبیعت میں قلق وصدمہ بہت ہوتا ہے گو زبان سے کسی طرح کا اظہار بھی نہیں ہے مگر نقصانات پر آمادگی بھی نہیں کہ مجھے یہ حالت رضا بالقضاء کے خلاف معلوم ہوتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نقصانات ہی کو بہتر سمجھ رہے ہیں۔ تو ہم کو اس میں صدمہ کی کونسی بات ہے اور یہی سمجھ کر سکون بھی ہوتا ہے، مگر طبعاً یہ حالت نہیں۔

تہذیب: قلق طبعی بلکہ مال کی حب طبعی بھی مذموم نہیں نہ رضاء بالقضا کے منافی ہے رضا کی حقیقت ہے ترک اعتراض علی اللہ سو جو کیفیت آپ نے حب عقلی کی لکھی ہے یہی رضا ہے

نقصان پر رنج ہونا خلاف رضا نہیں ہے

تہذیب: حقیقت رضا کی ترک اعتراض علی اللہ ہے، نقصان پر رنج ہونا خاصۂ بشری ہے ہاں اس کا مکلف ہے کہ خدا تعالیٰ پر اعتراض نہو۔ اس سے ناراض نہ ہو جائے۔

تکلیف و رضا کا جمع ہونا

تہذیب: محقق جو رضا و تکلیف کو جمع کر لیتا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ عقلاً خوش ہوتا ہے اور طبعاً متالم ہوتا ہے تکلیف کی بات سے طبعاً تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر عقلاً اس کی وجہ سے کہ ہر چہ از دوست می رسد نیکوست وہ تکلیف شیریں ہو جاتی ہے۔

مولیٰ حقیقی سے جو عطا ہوتا ہے اس وقت کے مناسب وہی ہوتا ہے

تہذیب: جس وقت مولیٰ حقیقی سے جو عطا ہوتا ہے اس وقت کے مناسب وہی ہوتا ہے اس کے خلاف کی تمنا نہ چاہئے

صدق و خلوص

محسن کو دھوکہ دینا خلاف خلوص ہے

تہذیب: اپنا محسن مفلس و تنگدست یہ کہے کہ میرے روزہ کا فدیہ دیدو اور محسن الیہ محض اس کی

تسلی کے لئے فدیہ کا حساب جوڑ کر مسکین کو دیدے مگر دل سے یہ نیت کر کے کہ یہ رقم اپنی زکوٰۃ واجبہ میں دیتا ہوں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر اپنے محسن کے ساتھ ایسا دھوکہ کرنا خلوص کے خلاف ہے گو فدیہ کی رقم بوجہ ناداری کے محسن پر واجب بھی نہ ہو۔

اخلاص کے مراتب

تہذیب: اخلاص کے مراتب (۱) محض خدا تعالیٰ کے لئے کام کرے، مخلوق کا اس میں تعلق ہی نہ ہو۔ (۲) مخلوق کو راضی کرنے کے لئے کام کرے مگر کوئی غرض دنیوی مطلوب نہ ہو صرف اس کا خوش کرنا مقصود ہو جو دینی غرض ہے۔ (۳) کچھ نیت نہ ہو نہ دنیا کا مطلوب ہو نہ دین یونہی خالی الذہن ہو کر کوئی عمل کیا، یہ بھی اخلاص یعنی عدم ریاء ہے۔

عیادت میں اخلاص کی صورتیں

تہذیب: بیمار پرسی میں اسی طرح ایک نیت تو یہ ہے کہ مسلمان کی عیادت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں یہ تو اعلیٰ درجہ کا اخلاص ہے اور ایک نیت یہ ہے کہ عیادت سے یہ بیمار خوش ہوگا، یہ بھی اخلاص ہے کیونکہ قلب مومن بھی عبادت ہے۔ ایک نیت یہ ہے کہ بیمار کا حق ہے کہ اس کی عیادت کی جائے یہ بھی اخلاص ہے ایک صورت یہ ہے کچھ نیت نہ ہو کوئی غرض دینی یا دنیوی ذہن میں نہیں، یہ بھی اخلاص ہے، بس ریا یہ ہے کہ اس نیت سے جائے کہ اگر میں نہ جاؤں گا تو کل کو یہ مجھے پوچھنے نہ آئے گا۔ یہ دنیوی غرض ہے، بس جب تک دنیوی غرض ہو اخلاص نہیں ہے۔

خلوذہن اخلاص ہے

تہذیب: خلو ذہن بھی اخلاص ہے، اگر کوئی نیت حاضر نہ ہو تو اس کے سوچنے میں دیر نہ کرو، بے فکر ہو کر کام کر لو، تم مخلص ہی ہو گے، ریا کار نہ ہو گے، تم اپنی طرف سے بُرا قصد نہ کرو۔

صدق۔ اخلاص کی تحقیق اور اس کی تحصیل و تسہیل کا طریقہ

تہذیب: جس طاعت کا ارادہ ہو اس کا کمال کا درجہ اختیار کرنا، یہ صدق ہے۔ مثلاً نماز کو اسی طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ کہا ہے یعنی اس کو مع آداب ظاہرہ و باطنہ کے ادا کرنا۔ علیٰ ہذا تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے بتلایا ہے۔ اس کا خیال کرنا صدق ہے۔ اور اس طاعت میں غیر طاعت کا قصد نہ کرنا یہ اخلاص ہے۔ مثلاً نماز میں ریا کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے۔ رضائے غیر حق کا

قصد نہ ہو جو غیر طاعت ہے اور صدق موقوف ہے ما بہ الکمال کے جاننے پر اور اخلاص موقوف ہے غیر طاعت کے جاننے پر اس کے بعد نیت جزو اخیر رہ جاتا ہے۔ یہ دونوں اختیاری ہیں۔ طریق تحصیل تو اسی سے معلوم ہو گیا آگے رہا معین وہ استحضار ہے وعدہ اور وعید کا اور مراقبہ نیت کا یعنی اس کی دیکھ بھال کی میری نیت غیر طاعت کی تو نہیں۔

اخلاص وخشوع کا فرق

تہذیب: اخلاص راجع ہے نیت کی طرف اور خشوع وخضوع سکون ہے جوارح وقلب کا حرکات منکرہ ظاہرہ یا باطنہ سے اگرچہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو۔ پس اخلاص خشوع سے مفارق ہو سکتا ہے۔

اخلاص کے دو درجے

سوال: کسی طاعت میں غیر طاعت کا قصد تو نہ ہو مگر دوسری طاعت کا قصد ہو، جیسے نماز کی حالت میں ریا کا قصد نہیں نہ اور کسی فعل غیر طاعت کا قصد ہے مگر نماز کی حالت میں قصداً کسی شرعی مسئلہ کا مطالعہ کرتا ہے یا کسی سفر طاعت کا انتظام سوچتا ہے، قصداً تو یہ اخلاص کے خلاف ہے یا نہیں؟

تہذیب: یہ مسئلہ دقیق ہے۔ قواعد سے اس کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ اس وقت دو حدیثیں میری نظر میں ہی ایک مرفوع جس میں یہ جزو ہے۔ **صلی رکعتین مقبلاً علیھما بقلبہ** اور دوسری موقوف۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول جس میں یہ جزو ہے۔ **انی اجھز جیشی وانا فی الصلوٰۃ** مجموعہ روایتین سے دو درجے مفہوم ہوئے ایک یہ کہ جس طاعت میں مشغول ہے اس کے غیر کا قصداً استحضار بھی نہ ہو اگرچہ وہ بھی طاعت ہی ہو دوسرا درجہ یہ کہ دوسری طاعت کا استحضار ہو جائے۔ اور ان دونوں میں یہ امر مشترک ہے کہ اس دوسری طاعت کا اس طاعت سے قصد نہیں ہے مثلاً نماز پڑھنے سے یہ غرض نہیں کہ نماز میں یکسوئی کے ساتھ تجہیز جیش کریں گے۔ پس حقیقتِ اخلاص تو دونوں میں یکساں ہے اس میں تشکیک نہیں، البتہ عوارض کے سبب ان میں مفاوت ہو گیا اور درجہ اول اکمل اور دوسرا درجہ اگر بلا عذر ہے تو غیر اکمل ہے اور اگر عذر سے ہے تو وہ بھی اکمل ہے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ضرورت تھی اور اس کا معیار اجتہاد ہے لیکن ہر حال میں اخلاص کے خلاف نہیں۔ البتہ خشوع کے خلاف ہونا نہ ہونا نظری ہے میرے ذوق میں بصورت عذر یہ خلاف خشوع بھی نہیں، اگر ضرورت ہو۔

نماز میں قصد تعلیم کا خلاف احتیاط ہے

سوال: اگر نماز اس غرض سے پڑھتا ہے۔ کوئی ناواقف آدمی میری اس نماز کو دیکھ کر اپنی نماز درست کر لے، ایسی طاعت کا قصد نماز میں مخل اخلاص ہے یا نہیں؟

تہذیب: اس میں خود نماز سے مقصود غیر نماز ہے اس میں بظاہر خلاف اخلاص ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے مگر میرے ذوق میں اس میں تفصیل ہے کہ شارع کے لئے تو یہ خلاف اخلاص نہیں وہ اس صورت میں تبلیغ کے مامور ہیں۔ اور غیر شارع کے لئے مامور بہ نماز میں خلاف احتیاط ہے اور خاص تعلیم کے لئے مستقل نماز کا حرج نہیں۔

جنت اور رضائے حق کی طلب خلاف اخلاص نہیں

تہذیب: جنت اور ثواب و رضائے حق کی طلب اخلاص کے منافی نہیں کیونکہ یہ غرض خود شرعاً مطلوب ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **وفی ذالک فلیتنا فس المتنا فسون** حدیث میں ہے **اللهم انی اسالک الجنة وما قرب الیها من قول او عمل** علاوہ اس کے جنت محل رضا ہے تو جب رضا مطلوب ہے تو محل رضا بھی مطلوب ہونا چاہئے دوسرے یہ کہ جنت کی طرف رغبت کرنے اور اس کی درخواست کرنے سے بھی رضائے حق حاصل ہوگی کیونکہ اس میں بھی ایک حکم کا امتثال ہے۔

کسی فعل کے خالصاً لوجہ اللہ ہونے کی علامت اور نفسانیت وللّٰہیت

تہذیب: کسی فعل کے خالصاً لوجہ اللہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ جو بات لوجہ اللہ ہوتی ہے وہ دل آزار پیرایہ میں نہیں ہوتی نہ سخت لہجہ میں ہوتی ہے بلکہ ایسی شفقت اور ہمدردی کے ساتھ ہوتی ہے، جیسے باپ بیٹے کا کوئی عیب دیکھتا ہے تو اس کو آہستہ سے علیحدگی میں سمجھاتا ہے اور کسی کے سامنے گاتا نہیں پھرتا، اور دوسری علامت خلوص کی یہ ہے کہ یوں سمجھو کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا اور وہ میری جگہ ہوتے اور وہ مجھ پر اعتراض کرتے تو کیا ان کے اعتراض کو میں ٹھنڈے دل سے سنتا یا مجھے اس سے ناگواری ہوتی، خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پر نظر کرے، اگر دل میں دوسرے کے اعتراض سے ناگواری پائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ تم میں اہلیت اور نیت اصلاح کچھ نہیں ہے صرف تعنت ہے اور یہ جتلانا چاہتے ہو کہ ہم بھی اہل رائے ہیں، ایک علامت اہلیت کی یہ ہے کہ ایک بار اپنی رائے پیش کر کے اس پر اصرار نہ کرے گا نہ ان کے (جن کو رائے دے رہا ہے) درپے ہوگا یہ علامتیں ایسی ہیں جن سے اللّٰہیت اور نفسانیت میں بخوبی فرق کیا جا سکتا ہے۔

خلوص میں برکت ہے

تہذیب: جو کام کرو خلوص اور للّٰہیت سے کرو نفسانیت سے نہ کرو۔ ورنہ برکت جاتی رہتی ہے۔ چاہے کیسا ہی نیک کام ہو، اور چاہے ذرا سا کام ہو مگر خلوص کے ساتھ ہو تو اس میں برکت ہوتی ہے چاہے اس کا کوئی معاون بھی نہ ہو۔

مخالفین کے اعتراضات کے دفعیہ میں بھی کوشش نہ کرو

تہذیب: مخالفین کے اعتراضات کے دفعیہ میں بھی کوشش نہ کریں یہ بھی ایک مشغلہ ہے اپنا کام خلوص سے کئے جائیں سب شور وغل آپ ہی دب جائیں گے۔

تطییب قلب مسلم عبادت ہے

تہذیب: ہر مسلم کی ارضا عین ارضاءِ حق ہے حدیث میں تطییب قلب مومن کی جا بجا تاکید ہے اور اسی لئے تھادوا تحابو احضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ باہم ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے باہم محبت ہوگی۔

ارضائے شیخ عین ارضائے حق ہے

تہذیب: اگر قراء اس نیت سے بنا سنوار کر قرآن سنائیں کہ اس سے لوگوں کا دل خوش ہوگا اور مسلمان کا جی خوش ہونا اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے تو یہ ریا میں داخل نہیں بلکہ طاعت ہے جب ہر مسلمان کا راضی کرنا عین ارضائے حق ہے تو شیخ کا تو بہت زیادہ حق ہے۔

صرف ارضائے حق مطلوب ہے

تہذیب: دنیائے مذموم کے لئے کسی کو راضی نہ کرو بس خدا کو راضی کرنے کی فکر کرو اور جس کو بھی راضی کرو اُسی کے لئے راضی کرو۔

جنت اور ثواب اور رضائے حق اخلاص کے منافی نہیں

تہذیب: جنت اور ثواب و رضائے حق کی طلب اخلاص کے منافی نہیں، کیونکہ یہ غرض تو خود مطلوب ہے۔

حج میں اخلاص کے خلاف باتوں کا بیان

تہذیب: حج میں اخلاص کے خلاف یہ باتیں ہیں (۱) یہ کہ حج سے پہلے کوئی خرابی اسمیں ڈال

دی جائے مثلاً حاجی کہلانے کی نیت ہو، یا مال حرام سے سفر کیا جائے۔ (۲) یہ کہ حج کے ساتھ ساتھ خرابیاں ہوتی رہیں مثلاً معصیت کرتے رہیں۔ توبہ نہ کی ہو گناہوں سے نمازیں چھوڑ دیں۔ (۳) یہ کہ حج کر کے اس کو خراب کیا جائے مثلاً باتوں میں اپنے حج کا اظہار قصداً کیا جائے۔ افتخار و اشتہار اور تعظیم و تکریم کی خواہش ہو یا حج کی تکالیف بیان کرے۔

خلوعن الاخلاص کی علامت

تہذیب: جس کام میں حظ نفس ہو، سمجھ لو کہ وہ اخلاص سے خالی ہے۔ اور بجائے ثواب کے اس میں گناہ کا اندیشہ ہے اس کا علاج مجاہدہ ہے کہ مقتضیات نفس کی مخالفت کی جائے۔

سیاسیات میں بھی تواضع اور اخلاص کی سخت ضرورت ہے

تہذیب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ اور ان کی عمر بھر کی سیاسیات ہم کو یہ سبق دیتی ہے کہ میدان جنگ میں بھیجے جانے کے قابل وہ ہے جس میں بہادری کے ساتھ تواضع اور اخلاص بھی اعلیٰ درجہ کا ہو تواضع کی برکت سے فوج میں اتحاد و اتفاق قائم رہے گا، اور اخلاص کی برکت سے دنیا میں امن و امان قائم رہے گا۔ ظلم و فساد کا بازار گرم نہ ہوگا، کیونکہ جو شخص محض اللہ کے لئے اور اس کا بول بالا کرنے اور توحید کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے میدان میں نکلے گا وہ حکم خداوندی کے خلاف ایک قدم بھی آگے نہ بڑھائے گا۔

طریق تصحیح خلوص نیت

تہذیب: تم کو کوئی کام تکبر، نفسانیت، قومی حمیت حب وطنی اور ناموری کے واسطے نہ کرنا چاہئے، بلکہ ہر کام میں حب فی اللہ، بغض فی اللہ، رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ اللہ کا قصد کرنا چاہئے۔

علامت فنائے تام

تہذیب: جب عارف کو فنائے تام حاصل ہو جاتا ہے اس وقت اپنے تمام کمالات پر تو کیا نظر ہوتی اپنے وجود پر بھی نظر نہیں رہتی بلکہ وہ تو یوں کہتا ہے **وجودک ذنب لا یقاس به ذنب**: اب جو شخص اپنے وجود کو بھی ذنب سمجھے وہ کمالات کو اپنے لئے کیوں کر ثابت کرے گا وہ تو بجز محبوب کے سب کی نفی کرے گا اور اپنی بھی اور اپنے کمالات کی بھی۔

اپنے اعضاء کی خدمت کرنے کی نیت

تہذیب: اگر سر میں درد ہو تو تیل لگانا چاہئے کوئی مقوی دوا یا غذا استعمال کرنا چاہئے کیونکہ یہ سرکاری مشین ہیں، اس کی حفاظت ضروری ہے جیسے انجن کی مشین کو تیل دینا اور صاف کرنا ضروری ہے، اسی طرح ہاتھ پیر میں درد ہو تو مالش کرنا، زخم ہو جائے تو مرہم پٹی کرنا اور سب میں یہ نیت کرو کہ اس سے صحت ہوگی تو عبادت کامل طور پر ادا ہوگی اور اگر یہ کہا جائے کہ معذور کی نماز بھی تو کامل ہی ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو معذور کی عبادت کا ثواب تندرست کے برابر ہو۔ مگر تجربہ اکثر یہ ہے کہ حالت صحت میں جیسا تعلق بشاشت کا قلب کو حق تعالیٰ سے ہوتا ہے مرض میں وہ تعلق نہیں ہوتا۔

تصنیفی نیت خلاف اخلاص ہے مع مثال

تہذیب: بعض اوقات نیت اچھی نہیں ہوتی مگر نفس فرض نیت کر لیتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریا کار نہ ہو۔ یہ نیت ہے کہ ایک مسافر کا اسباب بندھا رکھا ہے، ٹکٹ اسٹیشن سے لانے کو آدمی بھیج رکھا ہے اور کوئی صاحب اس سے کہیں کہ تم امام بن کر نماز پڑھا دو اور اس کے لئے قیام کی نیت کرو۔

تکمیل اعمال ضروری ہے

تہذیب: تکثیر اعمال ضروری ہیں ہاں تکمیل اعمال ضروری ہے

تواضع

کمال شکستگی کے منافع از بس رفیع ہیں

حال: اکثر خیال دل میں رہا کرتا ہے کہ مجھ سے تمام دنیا والے اچھے ہیں۔ حتیٰ کہ ہندوؤں کو دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ یہ ہزار درجہ مجھ سے اچھے ہیں، کچھ کام تو دنیا ہی کا کر لیتے ہیں۔ اور میں تو کسی کام کا نہیں رہا۔

تہذیب: یہ حالت از بس رفیع ہے یہ کمال شکستگی ہے جس کے ثمرات از بس رفیع ہیں۔ جس کی طرف حدیث من تواضع للہ رفعھا اللہ میں اشارہ واقع ہے۔

عارفین نے تصریح فرمائی ہے کہ:۔

مومن مومن نباشد تا کہ آنکہ خود راز کافر رنگ بدتر نہ پندارد

یعنی حالاً نہ اعتقاداً، ایسا شخص انشاء اللہ گمراہ نہیں ہوتا، کیونکہ اصل ضلالت کی عجب ہے۔ مگر اس حالت کی طرف چنداں التفات نہ کیجئے، کام میں لگے رہئے۔ کہ التفات مضر ہے کہ اس سے کبھی یاس اور کبھی کبر تواضع پیدا ہو جاتا ہے۔ وھذا اشد من الکبر المحض۔

تواضع لِلّٰہیہ کی تعریف

تہذیب: تواضع للّٰہیہ یہ ہے کہ حقیقت میں وہ اپنے کو لاشے سمجھے، اور یچ سمجھ کر تواضع کرے اور اپنے کو رفعت کا اہل نہ سمجھے اور یچ مچ اپنے کو مٹانے کا قصد کرے۔

تواضع کا اعلیٰ درجہ

تہذیب: اتحاد و اتفاق کی جڑ تواضع ہے اور تواضع کی اصل مجاہدۂ نفس ہے کیونکہ تواضع اس کا نام نہیں کہ زبان سے خاکسار، نیاز مند، ذرۂ بے مقدار کہہ دیا، بلکہ تواضع یہ ہے کہ اگر کوئی تم کو ذرۂ بے مقدار اور خاکسار سمجھ کر بُرا بھلا کہے اور حقیر و ذلیل کرے تو تم کو انتقام کا جوش پیدا نہ ہو اور نفس کو یوں سمجھا لو کہ تو تو واقع ایسا ہے پھر کیوں برا مانتا ہے اور کسی کی برائی سے کچھ رنج و اثر نہ ہو تو یہ تواضع کا اعلیٰ درجہ ہے کہ مدح و ذم برابر ہو جائے مطلب یہ کہ عقلاً برابر ہو جائے کیونکہ طبعاً تو مساوات ہو نہیں سکتی۔

اقرار خطا سے اور عزت بڑھ جاتی ہے

تہذیب: بخدا اقرار خطا سے اور عزت بڑھ جاتی ہے، کچھ نہ ہو، یہ تو ضرور ہے کہ اقرار خطا میں خدا کی رضا ضرور ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ من ترک الجدال و المراء بنی له بیت فی الجنة۔

متواضع کی شناخت

تہذیب: کسی متواضع سے کبھی کوئی بات تکبر کی نکل جائے تو یہ مضر نہیں، ہاں اس کے افعال اور احوال میں زیادہ غلبہ تواضع کو ہونا چاہئے۔

من تواضع لِلّٰہِ رفعہ اللہ کی صورت

تہذیب: ہماری عزت تو اس میں ہے کہ ہم نماز کی سب سے پہلی صف میں کھڑے ہوں اور دوسرے ہم کو کھینچ کر آگے کریں۔

اتفاق کی اصل تواضع ہے

تہذیب: اتفاق کی اصل تواضع ہے جن دوشخصوں میں تواضع ہوگی ان میں نا اتفاقی نہیں ہو سکتی۔

تواضع کی حد

تہذیب: تواضع کے یہ معنٰی نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کی اپنی سے نفی کرے، بلکہ معنی یہ ہیں کہ ان کو اپنا کمال نہ سمجھے، محض فضل ورحمت حق سمجھے۔

تواضع مفرط مکلّف ہے

تہذیب: جس جگہ زیادہ تواضع کرنے سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہو وہاں قصداً اتنی تواضع نہ کرو، باقی اگر حال ہی غالب ہو جائے، یا اس احتمال کی طرف التفات ہی نہ ہو، وہ اور بات ہے، کیونکہ بعض طبائع کو بلکہ اکثر کو واقع اپنے بزرگوں کو زیادہ تواضع کرنے سے ندامت اور تکلیف ہوتی ہے وہ اس کو پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی جوتیاں ایک حافظ صاحب نے جو مولانا کے مرید بھی تھے اٹھا کر رکھ دیں۔ تو مولانا کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ حافظ صاحب یہ جوتے تو تبرک اور سر پر رکھنے کے قابل ہو گئے اب بتلاؤ پاؤں میں کیا پہنوں؟ مطلب یہ تھا کہ آئندہ سے ایسا نہ کرنا مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

وضع وطرز اور تکلف وتصنع کے متعلق طلباء کو نصائح

تہذیب: لباس اور وضع سے یا اہل دنیا کے طرز گفتگو سے عزت کا طلب کرنا انسان کا کام نہیں، تو یہ نہایت بھدا پن ہے اے طلباء مدرسہ تمہارا فخر یہی ہے کہ جس کی جماعت میں تمہارا شمار ہے تم اس کی اصطلاح اور وضع اور طرز کو اختیار کرو۔ تمہاری عزت اسی میں ہے۔ اگر مخلوق میں اس سے عزت نہ ہو تو کیا پروا ہے۔ خالق کے یہاں تو ضرور عزت ہوگی۔ تم کو تو ایسی تواضع اور پستی اختیار کرنا چاہئے۔ کہ تمام دنیا پستی وتواضع میں تمہاری شاگرد ہو جائے اور تم اس شعر کے مصداق ہو جاؤ۔ اور بہانگ دہل یوں کہو ؎

افروختن وسوختن وجامہ دریدن ☆ پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

غرض تم ایسے متواضع ہو جاؤ کہ ہر چیز میں تمہاری ہی تواضع کا اثر ظاہر ہو۔ تم کو ظاہری اسباب عزت کی ضرورت نہیں، انسان تو وہ ہے جو کمالات میں بادشاہ ہو گو ظاہر میں فقیر ہو عارف فرماتے ہیں۔

مبین حقیر گدایان عشق راکیں قوم ☆ شہان بے کمر و خسروانِ بے کلاہ اند

اور ایک جگہ اپنی گدائی پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی میں ☆ کہ ناز بر فلک وحکم بر ستارہ کنم

تم کسی کی تحقیر کی پروانہ کرو اگر کوئی تمہارے لباس پر طعن کرے۔ کرنے دو کوئی تمہارے طرز میں عیب نکالے، نکالنے دو۔ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کافی ہے۔ تم ان کو راضی کرنے کی فکر کرو۔ اور یاد رکھو کہ عشق میں تو ملامت ہوا کرتی ہے تم خدا تعالیٰ کے عاشق بنا چاہتے ہو تو ملامت سننے کے لئے تیار رہو۔

نسازد عشق را کنج سلامت ☆ خوشا سائی کوئے ملامت

اپنے لئے کوئی خاص وضع نہ بناؤ۔ جو محبوب دے پہنو۔ شال دے شال اوڑھو کمبل دے کمبل اوڑھو، اور ہر حال میں خوش رہو، مگر حدود شرعیہ سے باہر نہ جاؤ۔

تہذیب: تم اپنے کو مٹا دو، گمنام کردو، سب سے الگ ہو جاؤ تو پھر تمہاری محبوبیت کی یہ شان ہوگی کہ تم چپ ہوگے۔ اور تمام مخلوق میں تمہارا آوازہ ہوگا، جیسے عنقا نے اپنے کو مٹا دیا تو اس کا نام اس قدر مشہور ہوا کہ مخلوق کی زبان زد ہے۔

اگر شہرت ہوس داری اسیر دام عزلت شو ☆ کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نام عنقارا

صدق تواضع کا طریقہ

تہذیب: محققین کا قول ہے کہ تم یہ سمجھ لو تواضع اختیار کرو کہ حق تعالیٰ کی عظمت کا حق یہی ہے کہ ان کے سامنے ہر شخص پستی اور تواضع کو اپنی صفت بنائے اور اپنے آپ کو لاشے محض سمجھے۔ اس پر حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو اس طرح تواضع اختیار کرے گا، ہم اس کو رفعت عطا کریں گے۔ لیکن تم رفعت کی نیت سے تواضع اختیار نہ کرو۔ گو ایک گونہ رفعت اس طرح بھی حاصل ہو جائے گی کیونکہ تواضع میں خاصیت ہے گو کسی نیت سے ہو کہ وہ قلوب کو کشش کرتی ہے مگر اس صورت میں حقیقی رفعت یعنی قرب و رضاء حق حاصل نہ ہوگی۔

----------☆☆☆----------

خشوع و خضوع

اکتساب خشوع

تہذیب: طبیعت کو مجبور کرنے سے خشوع نماز حاصل ہوتا ہے بس انسان اسی کا مکلف ہے اور مجبور کرنا مجاہدہ ہے اور عمل مع المجاہدہ، افضل و ارضی عند اللہ ہے، عمل بلا مجاہدہ سے، جس کو مبتدی طلب کرتا ہے، اگر غفلت سے ادھر ادھر کے پریشان خیالات موجود ہوں پھر بہ تکلف نماز کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اور یہی مجاہدہ ہے اور خود آسانی مطلوب نہیں چنانچہ حدیث میں ہے۔ الذی یتعتع فیہ وھو علیہ شاق لہ اجر ان اور اگرانھا لکبیرۃ الاعلی الخاشعین پر نظر کر کے طبیعت پر گرانی ہو تو وہاں بار اعتقاد مراد ہے جس سے ہر مومن مبرا ہے اور طبعی بار مذموم نہیں بلکہ موجب زیادت فی الاجر ہے چنانچہ حدیث میں ہے واسباغ الوضوء علی المکارہ۔

خیالات محمودہ کا آنا یا لانا یا باقی رکھنا نماز میں خلاف خشوع نہیں

تہذیب: نماز میں سرسری توجہ حروف کی جانب رکھ کر ادا کی جائے اسی طرح اذکار معمولہ میں جو حروف زبان سے ادا ہوں وہی دل سے پڑھے جائیں، اگر بلا ارادہ عمدہ خیالات نماز و ذکر میں خطور کریں مثلاً آیات احاطہ وقرب و معیت و وسعت علم و رحمت یا آیات ذکر ربوبیت یا آیات کبریا و عظمت یا انعامات حضرت باری تعالیٰ مثل جزا کثیر بر عمل قلیل یا آیات تذکرہ موت و قبر و حشر و حساب و کتاب و عدالت و ثواب و بقائے حضرت احکم الحاکمین تو یہ سب خیالات محمودہ ہیں ان کے ازالہ کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر خود زائل ہو جائیں تجدید و اعادہ کی بھی ضرورت نہیں، مقصود یہ ہے کہ خیال غیر محمود قصداً نہ لائے اور نہ اس کو باقی رکھے باقی خیالات محموہ میں سے جو بھی آ جائے یا لایا جائے یا باقی رکھا جائے یا ایک کی جگہ دوسرا آ جائے وہ سب مطلوب ہیں۔

حصول خشوع کا طریقہ

حال: نماز اور ذکر وغیرہ میں حال قائم نہیں ہوتا بلکہ دماغ کی مشین اپنا کام کئے جاتی ہے۔

تہذیب: ہم اور آپ کیا چیز ہیں، اکابر کو بھی بکثرت یہ پیش آتا ہے گو ہم سے کم، مگر خالی نہیں، اگر بقصد نہ ہو تو ذرا بھی مضر نہیں، ان شاء اللہ قدرے اس کی فکر رکھنے سے اور اقبال علی الصلوٰہ کی تھوڑی

تھوڑی عادت ڈالنے سے اس میں معتدبہ تفاوت ہو جائے گا۔

مبتدی کے لئے خشوع کی تحصیل کا طریقہ

حال: ذکر میں معانی کی طرف التفات رکھنا تو بڑی چیز ہے صرف الفاظ ہی کا قصد سے ادا کرنا اور اس قصد کے ضمن میں جو توجہ ہوگی وہی کافی ہے۔

تہذیب: ہر لفظ کو اپنے ارادہ مستقلہ سے پڑھے مگر زیادہ مبالغہ کی ضرورت نہیں سرسری توجہ کافی ہے اسی طرح تعب بھی نہ ہوگا۔ وساوس بھی دفع ہو جائیں گے۔

یکسوئی کے حصول میں سرسری توجہ کافی ہے

حال: جس قدر یکسوئی کے واسطے کوشش کی جاتی ہے اسی قدر اور خیالات اور وساوس کی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔

تہذیب: یہی تو غلطی ہے کہ زیادہ کوشش کی جاتی ہے، کیونکہ اس سے طبیعت پریشان ہو کر خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ سرسری توجہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ یکسوئی ہو جائے گی اور اگر باوجود اس کے بھی پوری کامیابی نہ ہو تب بھی اطمینان رکھیں، چند روز میں اس طریق سے یکسوئی ضرور ہو جائے گی۔

بوجہ عدم خشوع فرض نماز لوٹانے کا علاج

حال: جس روز خشوع نہیں ہوتا ہے دل پریشان ہوتا ہے دو دو تین تین مرتبہ فرض کو لوٹاتا ہوں۔

تہذیب: ایسا نہ کریں، اس کے تدارک کے لئے کچھ نوافل پڑھ لیا کریں۔

حضور قلبی کے لئے تدبیر تو استعمال کرے مگر ثمرہ کا منتظر نہ رہے

تہذیب: حضور قلبی کے لئے تدبیر کو تو استعمال کرے مثلاً اقبال علی الصلوٰۃ وغیرہ لیکن اگر اس پر بھی ثمرہ مرتب نہ ہو تو کچھ ضرر نہیں اس لئے کچھ پروا نہ کرے کیونکہ تدبیر کا استعمال تو اختیاری ہے اور ثمرہ کا حصول غیر اختیاری۔

فرض نماز میں خیالات منتشرہ کا علاج

حال: فرض نماز میں خاموش کھڑا رہنا پڑتا ہے (یعنی امام کے پیچھے) اس لئے خیالات منتشر رہتے ہیں۔

تہذیب: بلا حرکت لسان دل میں خیال سے قراءت پڑھا کیجئے۔

حرکت نفس کا علاج

تہذیب: سکون کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ نفس کو تمام خیالات سے خالی کیا جائے، یہ دشوار ہے کیونکہ نفس رات و دن میدان خیالات میں گشت لگانے کا عادی ہے، دوسرے یہ کہ کسی خیال میں لگا دیا جائے مثلاً مرنا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

توجہ کے دو درجے اور ان کے حصول کا طریقہ

تہذیب: توجہ جو درجہ عمل میں ہے وہ اختیار میں ہے اس کا علاج قصد و استحضار ہے جو درجہ حال میں ہے وہ توجہ کے درجہ مذکور سے از خود حاصل ہو جاتی ہے۔

تحقیق عجیب متعلق خشوع

حال: تراویح میں قرآن شریف سنانے میں خشوع و خضوع نہیں ہوتا۔ حالانکہ ہر رکعت کو جب کھڑا ہوتا ہوں تو خیال کرتا ہوں کہ خیال جناب حق تعالیٰ کی طرف عجز و نیاز کے ساتھ رکھوں گا۔ مگر جب قرآن شروع کرتا ہوں تو اس خیال میں قرأت ختم ہو جاتی ہے کہ کہیں بھول نہ جاؤں اور رکوع و سجدہ میں بہت افسوس ہوتا ہے۔

تہذیب: خشوع نام ہے سکون کا اور یہ خیال کہ کہیں بھول نہ جاؤں۔ حرکت ہے جو سکون کی ضد ہے اور کوئی شے اپنی ضد کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی اور یہ خیال طبعاً لازم ہے اس لئے حصول خشوع اس حالت میں متعذر ہے عادۃً تو اس کا اہتمام ہی تکلیف مالا یطاق ہے لیکن یہ خشوع نہ ہونا مضر اور قابل افسوس ہے اس لئے نہیں کہ جو مقصود ہے خشوع سے کہ غیر مقصود کی طرف توجہ نہ ہو وہ حاصل ہے پس گویا خشوع اگرچہ صورتاً نہیں مگر معنیً حاصل ہے کیونکہ یہ خیال تکمیل ہے طاعت کی اور طاعت مقصود ہے پس توجہ الی المقصود ہے چنانچہ بعض احادیث فضل خشوع میں **لم یحدث فیھما نفسہ بشئی من الدنیا** اور بعض میں الا بخیر وارد ہے اس کی توضیح رسالہ تشرف اول کتاب الصلوٰۃ میں قابل مطالعہ ہے، ہاں طبعاً ناگواری یہ نظیر ہے استغفار عن الغین کی۔

کون سا جمعیت قلب مطلوب ہے

تہذیب: جمعیت قلب وہ مطلوب ہے جس میں اپنی طرف سے اسباب مشوشہ کو اختیار نہ کیا جائے پھر اگر جمعیت حاصل نہ ہو تو یہ معذور ہے، میں اس پر قسم کھا سکتا ہوں کہ جو تشویش قلب اختیار سے

ہو وہی مضر ہے اور اگر بلا قصد و اختیار تشویش ہو وہ کچھ مضر نہیں مثلاً ایک شخص صاحب عیال ہے اس وجہ سے دنیا میں مشغول ہے اور اس کو کسی وقت یکسوئی نہیں ہوتی، نماز و ذکر میں بلا قصد و اختیار وساوس مشوشہ آتے ہیں تو کچھ مضر نہیں اور یہ قاعدہ کچھ حدیث النفس ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حدیث اللسان یعنی کلام لسانی میں بھی یہی قاعدہ ہے کہ بلا ضرورت ایک کلمہ بھی زبان سے نکالنا قلب کا ستیاناس کر دیتا ہے مگر قلب پر چونکہ طبیعت محیط ہے اس لئے محسوس نہیں ہوتا، اب خلاف اسکے اگر بضرورت تکثیر ہو تو کچھ بھی مضر نہیں مثلاً ایک شخص پہرہ دینے پر نوکر ہے وہ رات بھر جاگو جاگو کرتا ہے اس سے نور قلب میں کچھ بھی کمی نہ آئے گی، اسی طرح تحریر میں جہاں تک ضرورت کا مضمون لکھا جائے گا کچھ ضرر نہ ہوگا اور بے ضرورت اگر ایک جملہ بھی لکھا گیا تو قلب کا ناس ہو جائے گا کیونکہ تحریر بھی ایک نوع کا کلام ہی ہے بہر حال کلام کی تین قسمیں ہیں ایک کلام نفسی، کلام لفظی، کلام تحریری، کلام تحریری میں تحریر کا مطالعہ بھی داخل ہے اس لئے ہر کتاب کا مطالعہ بھی جائز نہیں، غرضیکہ ہر ایک میں ضرورت کا درجہ مضر نہیں۔ اور بلا ضرورت، ایک جملہ کا تلفظ یا کسی بات کا سوچنا یا لکھنا مضر ہے چنانچہ بعض کلام کو خوشنما بنانے میں سجع وغیرہ کا تکلف کرتے ہیں چونکہ یہ بلا ضرورت ہے اسلئے قلب کو اس سے ضرر ہوتا ہے اور اسی کی تعلیم کے لئے قرآن میں سجع کی رعایت نہیں، گویا اس میں تنبیہ ہے ہم کو عدم تکلف پر کہ دیکھو جب ہم باوجود قدرت کے سجع کی رعایت نہیں کرتے حالانکہ ہم کو اس میں تکلف نہیں کرنا پڑتا تو تم کو بھی سجع کی رعایت نہ کرنا چاہئے کیونکہ تم کو تکلف کرنا پڑے گا اور بے ضرورت چیز کے لئے تکلف کرنا تم کو مضر ہے۔

خشوع کی کمی کا انجبار کا طریقہ

تہذیب: اول تو خشوع سے نماز پڑھو، اگر خشوع حاصل نہ ہو بلا خشوع ہی پڑھو، ہر نماز کے بعد دعاء و استغفار کرتے رہو، اگر ساری عمر کوشش کرنے سے بھی خشوع حاصل نہ ہو تو بلا خشوع ہی پڑھتے رہو مگر استغفار ضرور کرتے رہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ خشوع والوں کے برابر ہو جاؤ گے۔

مخلوق کے ہر کام میں گھسنے سے جمعیت قلب برباد ہوتی ہے

تہذیب: جو لوگ غلبہ شفقت کی وجہ سے مخلوق کے ہر کام میں گھس جاتے ہیں اور اپنی یکسوئی اور جمعیت قلب کو برباد کرتے ہیں وہ مریض ہیں ان کو اپنی اصلاح کرنا چاہئے۔

حکم تشتت در تحصیل جمعیت

تہذیب: جو تشتت تحصیل جمعیت میں ہو وہ اصل ہے جمعیت ہی ہے مضر نہیں۔

حدیث میں فلیقاتل کے معنیٰ

تہذیب: حدیث میں ہے کہ جونمازی یا نمازی کے سامنے سے گذرے وہ شیطان ہے اور ارشاد ہے فلیقاتلہ امام صاحب کے ذوق میں اس کی علت ہے حفاظت خشوع صلوٰۃ جو کہ ایک وصف ہے صلوٰۃ کا اور مرور سے اس میں خلل ہوتا ہے اور فلیقاتل کو اگر ظاہر پر رکھا جائے گا تو ذات صلوٰۃ برباد ہوئی جاتی ہے کیونکہ جب کوئی قتال کرے گا تو ہاتھا پائی بھی ہوگی تو پھر نماز کیا باقی رہے گی اور ذات صلوٰۃ وصف صلوٰۃ سے قابل حفاظت ہے، اس لئے امام صاحبؒ نے اپنے اجتہادی ذوق سے یہ سمجھا کہ یہاں پر فلیقاتل زجر پر محمول ہے۔

تہجد میں کثرت خشوع کے اسباب

تہذیب: فرائض میں قلت خشوع اور تہجد میں کثرت کے اسباب اکثر طبعی ہوتے ہیں اور وہ بھی مختلف جو تحت ضبط میں نہیں آسکتے مثلاً فرض کے اوقات میں مشاغل کا ہجوم اور آخر شب میں ان کی قلت یا ان اوقات میں لوگوں کی اطلاع اور آخر شب میں عدم اطلاع یا فرائض میں سب کا اشتراک جو مقلل حظ ہے اور تہجد میں عامل کا امتیاز جو مکثر حظ ہے ونحو ذلک اور یہ امور غیر اختیاری ہیں اس لئے ان اسباب کی تفتیش یا اُن سے متاثر ہونا خلاف طریق ہے اسلئے غیر ضروری ہے خشوع اختیاری اگرچہ قلیل ہو خشوع غیر اختیاری سے اگرچہ کثیر ہو بوجہ اسکے کہ اول مامور بہ ہے ثانی غیر مامور بہ بدر جہا افضل ہے۔

امر بالمعروف

امر بالمعروف کا طریقہ

تہذیب: کسی کے متعلق تحقیق ہو جائے کہ یہ فلاں جرم کا مرتکب ہے تو امر بالمعروف کے طور پر خود اس شخص سے کہے کہ میں نے تیرے متعلق ایسا سنا ہے اگر یہ بات سچ ہے تو تم کو توبہ کرنا اور باز رہنا چاہئے اور اگر اس سے نہ کہہ سکے تو اسکے مربی سے کہدے جو اس کو روک سکتا ہو اگر تحقیق نہ ہو پھر کسی سے بھی کہنا جائز نہیں، نہ خود اس شخص سے نہ اس کے مربی سے، پھر تحقیق کا طریقہ ہر کام کے لئے جدا ہے بعض امور میں دو عادل گواہ ضروری ہیں بعض میں چار پھر ان گواہوں میں بھی مشاہدہ سے گواہی ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ سب تمہاری طرح سنی سنائی کہتے ہیں۔

جاہل کو امر بالمعروف جائز نہیں

تہذیب: قواعد امر بالمعروف جاننے کے لئے نصاب الاحتساب مصنفہ قاضی ضیاء الدین سنامی کا جاننا کافی ہے۔ جاہل کو امر بالمعروف جائز نہیں کیونکہ وہ اصلاح سے زیادہ فساد کرے گا، جیسے مکہ میں ایک جاہل نے مجھے امر بالمعروف کیا کہ تم عمامہ کیوں نہیں باندھتے، یہ سنت ہے، میں نے کہا کہ تم پائجامہ کی جگہ لنگی کیوں نہیں باندھتے یہ سنت ہے غرضیکہ سنت زائدہ کے لئے اس سختی کے ساتھ امر بالمعروف کرنا جائز نہیں۔

امر بالمعرف کی شرط اول اور اس کے حصول کا طریقہ

تہذیب: امر بالمعروف کی اول شرط اخلاص ہے کہ محض لوجہ اللہ نصیحت کرے اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے نصیحت نہ کرے اور اس کا معیار یہ ہے کہ عین نصیحت کے وقت ہی یہ شخص مخاطب کو اپنے سے افضل سمجھے۔

امر بالمعروف کے لئے شفقت ضروری ہے

تہذیب: دوسروں کی نصیحت کے لئے شفقت شرط ہے شفقت کا اثر مخاطب پر ضرور ہوتا ہے ہاں کوئی بے حس ہو تو اور بات ہے، ہم کو عوام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرنا چاہئے جیسا کہ اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر کسی سے علیحدگی اور کنارہ کشی اختیاری کی جائے تو اس میں بھی خیر خواہی کا قصد ہونا چاہیے، چنانچہ ارشاد ہے کہ واھجرھم ھجرا جمیلاً۔

تہذیب: مومن جو مومن کو نصیحت کرتا ہے اس میں طعن وغصہ وتشدد کا حق نہیں تشدد کے ساتھ کہنا صرف بڑوں کا حق ہے خواہ ان کی بڑائی کسی سبب غیر اختیاری سے ہو جیسے باپ یا کسی التزام اختیاری سے ہو جیسے شیخ واستاد۔

تبلیغ وذکر کو خود مقصود سمجھ کر کرنا چاہئے نہ بطمع ترتب ثمرہ

تہذیب: حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تبلیغ کے وقت خود نفس تبلیغ کو مطلوب سمجھے۔ ترتب ثمرات کو مقصود نہ سمجھے کیونکہ جو شخص ثمرات کو مقصود سمجھ کر عمل کرے گا اس کو عدم ترتب ثمرہ سے رنج وغم ہوگا اور حزن وغم کی خاصیت ہے کہ اس سے طبیعت شکستہ وپژمردہ ہو جاتی ہے پھر کام نہیں ہوتا، یہیں سے سالکین کو سبق لینا چاہئے کہ ذکر وشغل کو خود مقصود سمجھ کر کریں کہ وہ اختیار میں ہے اور ثمرات کو مقصود نہ سمجھیں کہ وہ غیر اختیاری ہیں۔

ثمرات کا انتظار تبلیغ میں ہمت کو پست کرتا ہے

تہذیب: تبلیغ میں ثمرات کا انتظار نہ کرو یعنی یہ تجویز نہ کرو کہ ہماری سعی سے شدھی بند ہی ہو جائے یا دس ہزار ہندو مسلمان ہی ہو جائیں کیونکہ اس تجویز و انتظار کا نتیجہ یہ ہے کہ چند دن کے بعد جب اس ثمرہ کے ترتب میں دیر ہوگی تو ہمت پست ہو جائے گی۔ اس میں راز یہ ہے کہ مبالغہ فی العمل ہمیشہ عمل کا سبب ہوتا ہے۔

مخاطبت سخت الفاظ میں مناسب نہیں

تہذیب: بلاضرورت مخاطب کو سخت الفاظ سے خطاب کرنا ممنوع ہے ہاں ضرورت کے وقت جائز ہے جیسے قل یا ایھا الکافرون الخ میں کافروں کو کیا امید یں قطع کرنے کے لئے سختی کے ساتھ کافر کہہ کر ان کو خطا کیا گیا ہے۔

پہلے سے اعذار کا حکم دریافت کرنا جان بچانے کی تدبیریں ڈھونڈنا ہے

تہذیب: اگر کوئی کہے کہ ہم کسی کو نصیحت کرتے ہیں تو وہ برا مانتا ہے ناک منہ چڑھاتا ہے اور ہمارے درپے ایذاء ہو جاتا ہے تو کیا پھر بھی امر بالمعروف کریں اس کا جواب یہ ہے کہ آپ امر بالمعروف شروع کر دیں جب کام شروع کر کے گاڑی اٹکے گی اس وقت استفسار کر لینا ابھی سے اعذار کا حکم دریافت کرنے کا آپ کو حق نہیں بلکہ اس وقت اعذار کا حکم دریافت کرنا گویا جان بچانے کی تدبیریں ڈھونڈھنا ہے۔

تبلیغ میں ابتداء شفقت کا امر ہے

تہذیب: انبیاء علیہما السلام کو ابتداء میں شفقت کا امر ہے اور انتہائی ناامیدی کے بعد قطع شفقت کا حکم ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ ابتداً میں شفقت نہ کرنے سے خود تبلیغ کام کا اٹکتا ہے اور ناامیدی کے بعد حزن کرنے سے تبلیغ کی ترقی رکتی ہے کیونکہ اب حزن کرنے سے مبلغ کی ہمت پست ہو جائے گی اس وقت اس کو یہ تعلیم ہے کہ ہدایت تمہارے قبضے میں نہیں بلکہ خدا کے قبضے میں ہے۔ بس تم کو اپنا کام کرنا چاہئے تمہارا ثواب کہیں نہیں گیا اور جو کام خدا کا ہے اس کو خدا کے سپرد کر دے۔ کار خود کن کار بیگانہ مکن۔ اب اس تعلیم سے اس کا دل بڑھے گا اور برابر تبلیغ کرتا رہے گا۔ وتواصوا بالصبر میں مبلغ کو صبر و استقلال کا حکم ہے کیونکہ تبلیغ میں بعض ناگواریاں پیش آتی ہیں، اگر صبر و استقلال سے کام نہ لیا تو تبلیغ دشوار ہو جائے گی۔

امر بالمعروف میں فوت مصلحت عذر نہیں

تہذیب: ترک تبلیغ کے لئے محض ناگواری مخاطب عذر نہیں، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: **افنضرب عنکم الذکر صفحا ان کنتم قوماً مسرفین** (کیا ہم تم کو نصیحت کرنے سے پہلوتہی کریں گے کہ تم لوگ حد سے نکلنے والے ہو) حالانکہ حق تعالیٰ کے ذمہ تو امر بالمعروف واجب نہیں وہ اس سے پاک ہیں کہ ان پر کوئی بات واجب ہو، بس یاد رکھئے کہ امر بالمعروف کے لئے عذر صرف یہ ہے کہ لحوق ضرر کا اندیشہ ہو اور ضرر بھی جسمانی، محض فوت منفعت عذر نہیں جو شخص خدا سے بیگانہ ہے اگر اس کو احکامِ الٰہی کی تبلیغ ناگوار ہے تو ہماری جوتی سے ہم تبلیغ سے کیوں رکیں، بس ہم کو خدا پر نظر رکھنا چاہئے اور صرف اس کی رضا کا طالب ہونا چاہئے، چاہے تمام عالم ناراض ہو جائے، بس تمام عالم سے کہدو کہ ہم نے ایک ذات سے علاقہ جوڑ لیا ہے جو اس سے ملے وہ ہمارا دوست ہے جو اس سے الگ ہو، وہ ہم سے الگ ہے۔

ابتداء میں تبلیغ اعمال اخلاق کے پیرایہ ہونا چاہئے

تہذیب: نصیحت کا قاعدہ ہے کہ مصلح اپنے اوپر مشقت ڈالے اور مخاطب کو آسان طریقہ سمجھائے اور ابتداء میں تو تالیف قلب کرے اور انتہاء میں صفائی سے کام لے یعنی مسئلہ کو صاف صاف بیان کردے، گول مول نہ بیان کرے، ابتداء میں ترغیب اعمال اخلاق کے پیرایہ میں دینا چاہئے تاکہ مخاطب کو گرانی اور وحشت نہ ہو مثلاً اس طرح کہ نفس کو پابند کرنا اور آزادی سے روکنا اور اس میں استقلال اور پختگی پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ انسان اور جانور میں کیا فرق۔ مردانگی اس میں ہے کہ انسان اپنے نفس پر قابو یافتہ ہو، نفس کا تابع فرمان نہ ہو، اور نفس کو تباہ کرنے والی چیز تکبر ہے، انسان کو تواضع اور عاجزی اختیار کرنا چاہئے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی سب سے بڑی عظمت والے کی عظمت اس کے پیش نظر رہے۔ اسلام نے اس کے لئے پانچ وقت کی نماز مقرر کی ہے۔ جس کو باقاعدہ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا نقش اس کے دل پر جم جاتا ہے۔ دوسری تباہ کرنے والی چیز نفسانی خواہشوں کی حرص ہے مثلاً کھانے پینے اور عورتوں سے مخالطت کرنے کی حرص اس کے لئے اسلام نے روزہ فرض کیا ہے تیسری مہلک شے حب مال ہے اس کے لئے اسلام نے زکوٰۃ فرض کیا ہے۔

اخلاق کے پیرایہ میں نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے مٹھائی کونین دینا

تہذیب: اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کے واسطے بھی یہی تدبیر کرتے ہیں کہ مٹھائی میں کونین لپیٹ کر

دیتے ہیں، اسی لئے حکم ہے حکمت کے ساتھ دعوت کرنے کا اور اخلاق کے پیرایہ مین اعمال کی ترغیب دینے کا۔

تبلیغ کا ضابطہ مبلغ خاص و عام کے لئے

تہذیب: تبلیغ کی دو قسمیں ہیں۔ خاص و عام تبلیغ خاص انفرادی طور سے ہر شخص کے ذمہ ہے اور تبلیغ عام علماء کے ساتھ خاص ہے مگر عوام مسلمین کے ذمہ سفرخرچ و دیگر اسباب کا مہیا کرنا ہے، اسی طرح خاطب بغیر المخصوص علماء کا کام ہے، اور خطاب بالمخصوص کے ساتھ ہر مسلمان تبلیغ کا کام کرسکتا ہے۔

فائدہ کام کرنے سے ہی ہوتا ہے چاہے تھوڑا ہی ہو

تہذیب: فائدہ کرم کرنے سے ہی ہوتا ہے، چاہے تھوڑا ہی ہو تو دو چار آدمی مل کر تبلیغ شروع کردو۔ اور اپنی قلت پر نظر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ذات پاک کے ذریعہ سے اسلام کو عرب سے تمام دنیا میں پہنچایا ہے۔ سو وہ خدا اب بھی موجود ہے تم اسی پر بھروسہ کر کے کام شروع کرو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہؓ کی مثال قرآن پاک میں یوں بیان فرمائی ہے **کزرع اخرج شطاہ فاذرہ فاستغلظ فاستوی علیٰ سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار** کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بیج زمین میں بو دیا جائے، تو وہ اول اپنی سوئی نکالتا ہے پھر خدا اس کو پانی مٹی ہوا وغیرہ سے قوت دیتا ہے تو قوی مضبوط ہو کر تنہ دار سیدھا درخت ہو جاتا ہے جو سارے محلہ پر سایہ افگن ہوتا ہے۔ جب جمادات میں ادنیٰ تخم کی یہ حالت ہے تو انسانوں میں ایک دو آدمی اللہ کے بھروسے پر کام کریں۔ اور ان کے کام کو قوت و ترقی حاصل ہو جائے تو کیا بعید ہے۔

تبلیغ میں کام کا طریقہ

تہذیب: کام کا طریقہ یہ ہے کہ جس کو قابل سمجھا جائے اس سے حساب نہ لیا جائے اور اس کی لیاقت یہ ہے کہ خود حساب دیتا رہے۔

سلامتی طبع نہ ہونے سے آجکل فرادی تبلیغ مناسب ہے

تہذیب۔ گو اس میں بڑی مصلحت ہے کہ رفقاء میں ایک امیر ہو، ایک مامور ہو۔ مگر اس کے لئے سلامت طبائع شرط ہے اور آج کل طبائع ایسی گندی ہیں کہ جہاں ایک کو امیر بنایا فوراً دوسرا امیر ہو جاتا ہے۔ یعنی امیر صاحب اس پر جا بے جا حکومت کرنے لگتے ہیں آج کل ہماری یہ حالت ہے کہ اجتماعی کام میں ہمیشہ گڑبڑ ہوتی ہے۔ جس کام میں جتنا زیادہ اجتماع ہوگا اتنا ہی جھگڑا ہوگا۔ اور جلد ہی ختم بھی ہو

جاتا ہے بقاء اسی کام کو ہوتا ہے جو تدریج کے ساتھ بڑھے اور اعتدال کے ساتھ چلتا ہے۔

تبلیغ عام کا سہل طریقہ

تہذیب: تبلیغ عام کا سہل طریقہ یہ ہے کہ ضلع کے مسلمان ایک مبلغ اپنے ضلع کے واسطے مقرر کر لیں اور اس کا خرچ اپنے ذمہ لے لیں البتہ اتنی ضرورت پھر بھی ہوگی کہ روپیہ کا انتظام کر کے مبلغ کی تجویز اور راہ عمل کی تحقیق کے لئے کسی عالم کو مشورہ کے لئے منتخب کرو اور اس کے مشورہ سے مبلغ رکھو اور اسی کی رائے سے تبلیغ کا طریقہ اختیار کرو اور مبلغ سے کہدو کہ جس طرح فلاں شخص کہے اس طرح کرو۔

تبلیغ میں کوتاہی کا راز

تہذیب: آج کل تبلیغ میں کوتاہی کا راز یہ ہے کہ دل میں مخلوق کی ہیبت ہے اس لئے تبلیغ سے رکاوٹ ہے۔

رفاہِ عام کا کام کرنے کا طریقہ

تہذیب: رفاہ عام کا کوئی کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا کام جتنا ہو سکے شروع کر دے۔ مثلاً ایک دینی مدرسہ قائم کرنا ہے لڑکے لے کر بیٹھ جاؤ اور پڑھانا شروع کر دو۔ جب کوئی پوچھے کہدو اتنا ہی ہمارے اختیار میں تھا وہ ہم نے کرلیا۔ آگے اللہ تعالیٰ مالک ہے بس آپ اپنا کام کیجئے اللہ تعالیٰ عمارت سب بنوادے گا اور مدرسہ بھی جاری کرادے گا۔

تعلیم استغناء وترک کاوش درحق عوام

تہذیب: فرمایا کہ میرا ہمیشہ یہ طریقہ رہا کہ اگر میں نے کوئی کام دوسروں کی مصلحت کے لئے کیا اور لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو کبھی اس میں تصرف اور تائید کو پسند نہیں کیا، بس یہ کیا کہ اس کام ہی کو ترک کردیا میری رائے یہ ہے کہ عوام کے درپے نہ ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ نعم الفقیه ان احتیج نفع وان استغنی عنه اغنیٰ نفسه جب دوقدح کی نوبت آگئی تو کام کا کیا لطف رہا؟

چندہ کی ضروری تحریک خطاب عام سے مناسب ہے

تہذیب: چندہ کی تحریک اگر ضروری ہو تو خطاب عام سے مناسب ہے لیکن اگر خطاب میں بھی وجاہت سے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو چندہ نہ لے، بلکہ کہدے کہ اس جلسہ کے بعد جمع کر دینا۔

تہذیب: وعظ میں تعرض خاص نہ ہونا چاہئے بلکہ خطاب عام ہونا چاہئے۔

امر بالمعروف کا ایک نرم طریقہ

تہذیب: شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی نظر اثنائے وعظ میں ایک شخص پر پڑی جس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچا تھا۔ مگر شاہ صاحبؒ نے وعظ میں تو اس سے کچھ تعرض نہ کیا بعد ختم وعظ جب سب لوگ چلے گئے تو آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ بھائی میرے اندر ایک عیب ہے جس کو تم پر ظاہر کرتا ہوں، وہ یہ کہ میرا پائجامہ ڈھلک کر ٹخنوں کے نیچے جاتا ہے اور اس کے متعلق حدیث میں سخت وعید آئی ہے اس کے بعد آپ نے سب وعیدیں بیان کر دیں۔ پھر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ذرا دیکھنا میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تو نہیں ہے اس شخص نے شاہ صاحبؒ کے پیر پکڑ لیے۔ اور کہا حضرت آپ میں تو یہ عیب کیوں ہو تو یہ مرض تو مجھ نالائق میں ہے۔

معلم اور ناصح ہو کر عمل نہ کرنا سخت شرمناک ہے

تہذیب: معلم اور ناصح ہو کر خود عمل نہ کرنا بہت ہی شرم کی بات ہے۔ اگر ذرا بھی طبیعت سلیم ہو تو معلم اور ناصح ہو کر انسان سب سے پہلے خود اپنی تعلیم پر عمل کرتا ہے۔

وعظ بے عمل کے بیان میں شوکت نہیں ہوتی

تہذیب: وعظ جس امر پر خود عامل نہیں ہوتا اسکے متعلق اگر وہ وعظ کہنے بیٹھتا ہے تو الفاظ میں شوکت وصولت نہیں ہوتی اندر سے دل بجھنے لگتا ہے۔

وعظ سے ہمتِ عمل ہو جانے کا راز

تہذیب: وعظ کے ذریعہ سے عمل کرنے کی ہمت ہو جانے کا سبب ایک تو حیائے طبعی ہے دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ وعظ کے ذریعہ سے جب آپ نے اہل اسلام کی خدمت کی جس میں اہل اللہ بھی ہوتے ہیں تو یہ اہل اللہ اس سے خوش ہو کر دعا دیتے ہیں، اس کی برکت سے حق تعالیٰ اس کی بھی اصلاح کر دیتے ہیں، کیونکہ ہر جلسۂ وعظ میں کوئی ایسا ضرور ہوتا ہے جو عند اللہ مقبول ہوتا ہے۔

تعلیم و تعلم سے مقصود وعظ ہے وعظ گوئی سیکھنے کا سہل طریقہ

تہذیب: حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا طریقہ وعظ تھا، اور تعلیم و تعلم سے اصل مقصود یہی

ہے بعض علماء کا عذر یہ ہے کہ ہم کو وعظ کہنا نہیں آتا یہ قابل سماعت نہیں، اس لئے کہ سب کام محبت کرنے ہی سے آتے ہیں اسی طرح وعظ کہنے کا ارادہ کیجئے، اور کچھ دنوں محنت کیجئے، یہ کام بھی آجائے گا، جس کی سہل تدبیر یہ ہے کہ اول اول طلبہ کے سامنے مشکوٰۃ وغیرہ لے کر بیٹھ جاؤ اور کتاب دیکھ کر بیان کرو پھر کچھ دنوں بدون کتاب کے بیان کرنا شروع کرو اسی طرح ایک دن خوب بیان کرنے لگو گے۔

خطاب خاص کا دستور العمل

تہذیب: جہاں اپنا اثر اور قدرت ہو وہاں خطاب خاص سے نصیحت کریں، مثلاً باپ بیٹے کو، استاد شاگرد کو، پیر مرید کو اور خاوند بیوی کو امر بالمعروف کرے، جہاں قدرت نہ ہو، اثر وہاں خطاب خاص مناسب نہیں بلکہ خطاب عام مناسب ہے لیکن یہ خوب خیال رکھیں کہ اپنی طرف سے سختی اور درشتی کا اظہار نہ ہو بلکہ نرمی اور شفقت سے امر بالمعرف کرے اس پر بھی مخالفت ہو تو تحمل کرے۔ اور اگر تحمل کی طاقت نہ ہو تو خطاب خاص نہ کرے۔ بلکہ خطاب عام پر اکتفا کرے۔

وعظ کہنے کی ترغیب

تہذیب: وعظ کا نفع اتم و اعجل و اسہل ہے کہ ایک گھنٹہ میں پانچ ہزار کا نفع ہو جاتا ہے۔ نیز عوام کو اس سے وحشت بھی نہیں ہوتی، بلکہ دلچسپی ہوتی ہے اور اس کا جلدی اثر ہوتا ہے۔ اسلئے اس کو ضروری اختیار کرنا چاہئے۔

عوام کو مدرسہ سے تعلق پیدا کرانے کا طریقہ

تہذیب: چندہ دینے والے زیادہ عوام ہیں تو علماء کو چاہئے کہ عوام کو اپنی طرف مائل کریں جس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ہر مدرسہ میں ایک واعظ تبلیغ کے لئے رکھا جاوے جس کا کام صرف یہ ہو کہ احکام کی تبلیغ کرے اور اس کو ہدایا لینے کو قطعاً منع کر دیا جائے اور استحساناً یہ بھی کہہ دیا جائے کہ مدرسہ کے لئے بھی چندہ نہ کرے بلکہ اگر کوئی خود بھی دے تو قبول نہ کرے، بلکہ مدرسہ کا پتہ بتلا دے کہ اگر تم کو بھیجنا ہے تو اس پتہ پر بھیج دو غرضیکہ واعظ کو محصل چندہ نہ بنایا جائے۔ جب وعظ بے غرض ہوگا اس کا مخاطب پر بڑا اثر ہوگا، پھر عام کو مدرسہ سے تعلق ہوگا کہ اس مدرسہ سے ہم کو دین کا نفع پہنچ رہا ہے، اس کی امداد کرنا چاہئے۔

مدرسہ کا باوقعت بنانا اور اس کا طریقہ

تہذیب: اس کی کوشش کرو کہ تمہارے مدرسے اہل دنیا کی نظر میں باوقعت ہو جائیں، جس سے قلوب میں طلباء کی وقعت ہوگی۔ اور تو اہل دنیا اپنے بچوں کو عالم بنائیں گے، کیونکہ

وہ عزت وہ جاہ کے بڑے بندے ہیں جس کام میں عزت وجاہ دیکھتے ہیں اس کی طرف جلدی مائل ہوتے ہیں باوقعت بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ علماء استغنا برتیں کیونکہ علماء کی عزت استغناء ہی سے ہوتی ہے عباوقبا سے نہیں ہوتی، پس اول تو یہ چاہئے کہ علماء چندہ کا کام ہی نہ کریں۔ اور اگر ایسا نہ کرسکیں تو کم از کم چندہ میں استغناء ہی کا طریقہ اختیار کریں، کسی کی خوشامد اور للو پتو نہ کیا کریں، نیز آج کل طلباء کو کھانا لانے کے لئے امراء کے گھروں پر بھیجنا مناسب نہیں کہ اس سے طلباء عوام کی نظروں میں ذلیل وحقیر ہوتے ہیں اور طلباء کی حقارت سے علم ودین عوام کی نظروں میں حقیر ہوجاتا ہے۔

تبلیغ بھی توجہ الی اللہ ہے مگر بواسطہ

تہذیب: محققین نے تبلیغ کو بھی توجہ الی اللہ ہی فرمایا ہے۔ مگر بواسطہ جیسے آئینہ میں صورت محبوب دیکھی جاوے یہ بھی محبوب ہی کی رویت ہے آئینہ کی رویت نہیں۔

توجہ الی الخلق کی مشروعیت کی حکمت

تہذیب: اصل مقصود ومطلوب بالذات توجہ الی اللہ بلا واسطہ ہے لیکن حکمتوں کی وجہ سے توجہ بواسطہ یعنی توجہ الی الخلق بھی شروع کی گئی تاکہ دوسروں کو بھی ایسا بنایا جائے کہ وہ توجہ الی اللہ بلا واسطہ کے اہل ہوجائیں۔

تہذیب: عدم توقع نفع یا خوف لحوق ضرر کے وقت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے۔ اکثر صوفیہ جو عام لوگوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا خطاب نہیں کرتے اور صرف ایسے شخص کے خاص خطاب پر اکتفاء کرتے ہیں جو اپنے کو اصلاح کی غرض سے ان کے سپرد کردیتے ہیں۔ ان کا یہی عذر ہے کہ وہ زمانہ کا رنگ دیکھ کر نفع سے ناامید ہیں تو اس باب میں ان پر ملامت نہ کی جائے گی، وہ اپنے اس فعل میں بھی سنت کے متبع ہیں۔

باب چہارم

ارشادات

لیغان علیٰ قلبی کا مطلب

ارشاد: حدیث میں جو ہے لیغان علیٰ قلبی وہ غین یہی توجہ الی الخلق للارشاد ہے کہ وہ عین توجہ الی الخلق بواسطہ مراۃ الخلق ہے کہ عاشق بے صبری طبعی سے اس کو حجاب سمجھتا ہے۔

شرط عادی سلوک کی تفرغ ہے۔

ارشاد: اگر باقاعدہ سلوک طے کرنا ہے جس کے لئے تفرغ شرط عادی ہے تب تو نکاح مناسب نہیں اور اگر بعض اشتغال بالماماور بہ واعتزال عن المنتہی عنہ مقصود ہے تو نکاح اس میں مخل نہیں۔ پھر اس شق پر تفصیل یہ ہے کہ اگر ادائے حقوق نفقات وغیرہ کی استطاعت ہو تب تو جائز ہے ورنہ ممنوع۔

کرامت کے بعد بھی اتباع شریعت کی فکر

ارشاد: صدور کرامت کے بعد ولی کو بے فکر نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ حکم شرعی معلوم کر کے حکم شریعت کا اتباع کرنا چاہئے۔

استراحت در مسجد بہ نیت اعتکاف

سوال: بغرض تنہائی مسجد میں سوتا ہوں اور اعتکاف کی نیت کر لیتا ہوں حیلہ مذکور سے مسجد میں سونا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اس مصلحت سے جائز ہے۔

قیود و عملیات کا حکم سالک کے لئے

سوال: سورۂ واقعہ پڑھتا ہوں اور اس کے ضمن میں نیت دفع فاقہ کی بھی ہوتی ہے۔

ارشاد: کچھ حرج نہیں دفع فاقہ کا قصد اس لئے کرنا کہ اطمینان رزق سے دین میں اعانت ہوگی۔ دین ہے۔ اور حضور ﷺ کا یہ خاصیت بیان فرمانا اس کی محمودیت کی دلیل ہے۔ البتہ جو عملیات خاص قیود کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں اور عامل ان کی دلیل سے زائد مؤثر سمجھ کر گویا اثر کو اپنے قبضہ میں

سمجھتا ہو، وہ عملیات طالب حق کی وضع کے خلاف ہیں۔

افعال وطریق اور نصائح مفیدہ

ارشاد: ترک معاصی وکثرت ذکر واطلاع حالات بمرشد اس کا طریق ہے، گو حضور نہ ہو۔ (بخدمت مرشد)

ارشاد: حب رسول ﷺ اور حب شیخ مفتاح سعادت ہے۔

ارشاد: عمر بھر اس کی ضرورت ہے کہ اپنے نفس کی نگہداشت رکھے اور علاج معالجہ میں لگا رہے کاملین بھی اس سے فارغ نہیں صرف ضعف وقوت کا فرق ہے نہ یاس ہونا چاہئے نہ فراغ اور بے فکری کا قصد یا طمع کرنا ناممکن ہے۔

ارشاد: استقامت علی الاعمال خود ایک رفیع حالت ہے جو سب کیفیات سے راجح ہے۔

ارشاد: ثمرات پر نظر کرنا سبب ہے پریشانی کا۔

ارشاد: انسان صرف مکلف اس کا ہے کہ اخلاق رذیلہ کے مقتضیات پر عمل نہ کرے۔ رہا یہ کہ اقتضاء آت ہی زائل یا ضعیف ہو جائیں، اس کا انسان نہ مکلف نہ یہ بسہولت میسر ہو سکتا ہے۔

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

ارشاد: بقدر تحمل کام کرنا چاہئے اپنے کو زیادہ مقید کرنا بلا ضرورت نہ چاہئے کہ انجام پریشانی ہے۔

ترک تکلم کا حکم

ارشاد: ترک تکلم بمسلم پر جو وعید ہے کہ نماز روزہ اس کا مقبول نہیں حتیٰ یصطلحا سو اس میں وہ مہاجرت مراد ہے جس کا سبب محض دنیوی ہو، جو مہاجرت کسی مصلحت دینیہ سے ہو وہ اس میں داخل نہیں۔

معیت ذاتیہ

ارشاد: معیت ذاتیہ ایک قرب خاص ہے جو وجدانا مدرک ہوتا ہے اور جو حضور و یادداشت کا ثمرہ ہے نہ کہ اس کا عین۔

نہایت وتمکین کی تعریف

تعلیم: سالک کو احوال تکوینیہ ولولہ و جوش وغیرہ کے بعد جو یہ حالت پیش آتی ہے کہ اپنے کو محض عام مسلمانوں کی طرح سمجھتا ہے، نہ وہ ولولہ و جوش ہوتا ہے نہ کوئی دوسرا امر امتیاز یہ حالت نزول ہے

جو انتہا کے بعد عطا ہوتی ہے اور یہ وہی ہے جس کو حضرت جنیدؒ نے اس سوال کے جواب میں کہ "ما النہایتہ" فرمایا تھا۔ العود الی البدایۃ۔

عقلاً حب حق ہی کو ترجیح ہے حب شیخ پر

ارشاد: بعض اوقات فرط محبت شیخ سے شبہ ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت مغلوب ہے منشاء اس کا ناواقفی ہے ورنہ واقع میں محبت خدا تعالیٰ ہی کی غالب ہوتی ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ بات پیش کرے کہ ان دو محبتوں میں سے ایک رہ سکتی ہے جس کو پسند کرو۔ اس وقت یقیناً حق تعالیٰ ہی کی محبت کو ترجیح دی جائے گی، یہ صریح دلیل ہے حق تعالیٰ کی محبت کے غالب ہونے کی مگر یہ محبت باوجود طبعی ہونے کے مشابہ عقلی کے ہے اس لئے آثار لطیف ہیں جس سے شبہ ضعف کا ہوتا ہے۔ ورنہ قوی یہی ہے اور انسان مامور بہ اس حب عقلی کا ہے علاوہ بریں خود حب شیخ بھی حب حق ہی ہے کیونکہ للحق ہے۔ کان الشیخ واسطته الیه وصولاً فالله تعالیٰ واسطته فی الثبوت یحب الشیخ فکان المحبوب الاول هوا الله تعالیٰ والشیخ محبوباً بالعرض والموصوف بالذات اقویٰ من الموصوف بالعرض.

حصول فراغ قلب کا طریقہ

ارشاد: قلب کو ہر وقت ماسوا اللہ سے فارغ رکھنا چاہئے۔ (یعنی دل کسی اور چیز سے لگا ہوا نہ رہے۔) یہ نہایت نافع ہے اس کے تحصیل کا طریقہ یہ ہے کہ جو بات اور جو کام ضروری نہ ہو نہ اس کو دیکھو نہ سنو، نہ اس کا تصور کرو۔ خواہ یہ چیزیں ماضی کے متعلق ہوں یا مستقبل کے۔

ارشاد: حب موت علامت ولایت سے ہے۔

ملقن کی کن خرابیوں کا اثر ملقن پر ہوتا ہے

ارشاد: دوسرے شخص پر ملقن کی ہر خرابی کا اثر نہیں ہوتا بلکہ ایک تو اس کا جو بین طور پر غیر مشروع ہو اور بکثرت ہو یا قلت سے ہو اور ندامت اور تدارک نہ ہو۔ یا کوئی عقیدہ ونیت میں خلل ہو، مثل تلبیس وحب جاہ ومال وغیرہ۔ ورنہ حسن ظن کا اثر غالب اور مدار نفع رہتا ہے۔ اسی لئے یہ خدمت سب کر رہے ہیں۔ گو اپنی حالت کو کوئی اچھا نہیں سمجھتا۔

بڑھاپے میں شہوت کا اثر زیادہ ہونے کی وجہ

ارشاد: بڑھاپے میں جو بعض وجوہ سے شہوت کا اثر زیادہ ہوتا ہے اس کی وجہ ضعف تحمل ہے۔

حفاظت نفس کا طریقہ

ارشاد: جو شخص اپنے نفس پر سوء ظن اور اپنی اصلاح و حفاظت کا مراقبہ مع توکل علی اللہ رکھتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے۔

افطار تحری پر قضا لازم نہیں

ارشاد: اگر شک ہو کہ قبل غروب افطار ہو گیا ہے تو مسئلہ شرعی یہ ہے کہ اگر افطار تحری پر ہوا ہے تو قضا نہیں، لیکن اگر مزید اطمینان کے لئے کوئی قضا رکھ لے تو خرابی نہیں۔

اپنے مال کا انتظام و تحفظ بھی عبادت ہے

سوال: بھائی کا انتقال ہو گیا ہے۔ یتامیٰ کی نگرانی میرے سر ہو گئی ہے۔ ساری جائداد کا انتظام مجھ پر آ پڑا ہے حالانکہ اس کے حساب کتاب سے بالکل نابلد ہوں۔ ان پریشانیوں سے اوراد کی پابندی نہیں ہوتی۔

ارشاد: اپنے مال کی حفاظت بھی عبادت ہے۔ خصوص جب کہ دوسرا طریقہ معاش نہ ہو اور بدون انتظام معاش کے دل جمعی نہ ہو اور بدون دلجمعی کے طاعت نہ ہو، جیسا کہ اس وقت عام طبائع ضعیفہ کی یہی حالت ہے۔ نیز یتامیٰ کی نگرانی بھی عبادت ہے جب کہ ان کا کوئی نگراں نہ ہو جب یہ سب عبادت ہے تو عبادت سے کیا گھبرانا، رہی پریشانی سو اس کا سبب ناواقفی ہے اور یہ عارضی ہے اور عارضی بھی سریع الزوال ہے۔ پس ایسی سریع الزوال پریشانی جو سبب ہو جائے جمعیت دائمہ کی قابل تحمل ہے اور اس عارض کے سبب جو ناغہ وغیرہ ہو جائے قابل گواری ہے۔ پس جب تک کام قابو میں نہ آوے ضرور اس میں دخل دیں۔ اور توجہ رکھیں۔ اور ناواقفی کا تدارک کسی واقف خیر خواہ کو شریک کرنے سے کر لیں۔ جب کام قابو میں آ جائے پھر مناسب انتظام کر کے تفرغ للعبادت کی صورت نکال لیں اور ایسے تفرغ کے میسر ہونے تک اوراد میں اختصار کو گوارا کر لیں۔ مگر مداومت کی کوشش کریں۔ اور اہل اللہ کے ملفوظات اور حالات کا مطالعہ کبھی ناغہ نہ کریں۔ خواہ روزانہ پانچ ہی منٹ کے لئے ہو۔

ادب کا طبعی ہو جانا

ارشاد: ادب کا طبعی ہو جانا حالت مطلوبہ ہے۔

اعزا کی عدم محبت بھی نعمت ہے

ارشاد: اگر اعزا محبت نہ رکھیں تو اس سے راحت ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے غیر اللہ سے دل برداشتہ ہونے کا سامان فرمایا۔

طبیب باطن کی تجویز سے صحت باطنی معلوم ہوتی ہے

ارشاد: طبیب باطن کسی مریض کو بھی لا علاج نہیں کہتا۔ یوں تو اصل فن طب کی رو سے کوئی صحیح نہیں اسی طرح اصل فن تربیت کے اعتبار سے کوئی مہذب نہیں، لیکن ماہر فن کا حکم مقدم ہے استدلال بالکلات پر اور لم اس کی یہ ہے کہ ہر شخص کی صحت اس کے خاص مزاج کے اعتبار سے ہے۔ پس جس طرح ایک ماہر طبیب کا کسی کی نبض اور قارورہ دیکھ کر تندرست بتلانا معتبر ہے۔ اسی طرح طبیب باطن کی تجویز کسی کی صحت باطنی کے متعلق صحیح و معتبر سمجھی جائے۔

طب جسمانی و روحانی کی کتابوں کا حکم

ارشاد: طب، خواہ جسمانی ہو، یا روحانی کی کتابیں اطباء کے لئے ہیں نہ کہ مریضوں کے لئے۔ مریضوں کے لئے تو طبیب کا قول بھی کتاب ہے۔ مبتدی کے ذمہ یہ ہے کہ محض کتابوں پر عمل نہ کرے، بلکہ اپنے حالات کسی مصلح کے سامنے پیش کر کے علاج پوچھے۔ البتہ اگر مصلح خود کوئی کتاب دیکھنا تجویز کر دے۔ اس وقت وہ کتاب بھی بمنزلہ مصلح کے خطاب کے ہے۔

اصل مقصود توجہ الی الحق ہے

ارشاد: اصل مقصود توجہ الی الحق ہے خواہ ذکر سے خواہ تلاوت سے۔

تجلی ذاتی و تجلی مثالی کی تعریف

ارشاد: تجلی ذات اصطلاحی لفظ ہے اس کے معنی ہیں التفات الی الذات من غیر الالتفات الی الصفات والافعال۔ بخلاف تجلی مثالی کے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کو مثالاً دیکھے۔

سلوک کا اصل علاج قدرت و ہمت کا استعمال کرنا ہے

ارشاد: اگر کوئی قدرت و ہمت کا استعمال ہی نہ کرے تو اس کا کیا علاج ہے۔ اس سے تو بس یہ کہدے کہ اصل علاج قدرت و ہمت کا استعمال کرنا ہے۔ اگر ہماری تعلیم صحیح نہ ہو اور کہیں جائیے۔ (یعنی اس سے استغناء برتے)

کدورت کا تدارک استغفار سے چاہئے۔

ارشاد: ضروریات کے سبب کدورت کو بھی قبول کرے۔ اور اس کے تدارک کے لئے استغفار بھی کرے۔ یہ عین سنت کے موافق ہے اس کی دلیل یہ ہے۔ **لیغان علیٰ قلبی وانی لا ستغفر اللــــہ** مثلاً اگر کسی کو کسب معاش میں مشغولی ہو اور اس وجہ سے ذکر کا موقع کم ملے تو استغفار سے اس کا تدارک کرے۔

آثار انتہائے طریق سلوک

ارشاد: (۱) یقین کا لمشاہدہ کا حاصل ہو جانا (۲) اپنا و اغیار کا وجود چشم باطن میں فنا کالعدم ہو جانا (۳) بالکل یکسو ہو کر قلب کا ذکر و مذکور کی طرف مائل و متوجہ ہو جانا (۴) جمیع تعلقات و جملہ حالات کا باطن سے غائب و فناء ہو جانا (۵) مدام باہوش و صاحب فکر رہنا (۶) اپنی و اغیار کی ذات بلکہ ہر دو جہاں اور جملہ ماسواے بالکل قلب کا آزاد و فارغ ہو جانا (۷) رضا و تسلیم کا عادی و خوگر بن جانا۔ (۸) جملہ حالات و جمیع معاملات میں مشیت و مرضی مولا پر بدل و جان راضی و خوش رہنا۔

ورد و عمل کا حصہ مطالعہ کتب سے زیادہ ہونا چاہئے۔

ارشاد: ورد و عمل کا حصہ زیادہ ہونا چاہئے بہ نسبت مطالعہ کتب کے، اکثر شوق مطالعہ کا سبب حظ مضمون ہوتا ہے نہ کہ حب ذکر۔

مجذوب کی خدمت اور ان کی دی ہوئی چیز کا حکم

ارشاد: مجذوب کی خدمت اگر ہو سکے، کر دے، لیکن توجہ کا ان سے ہرگز طالب نہ ہو اور اگر ان کے حواس کی درستی میں شبہ ہو تو ان کی دی ہوئی چیز بھی نہ لے۔ اگر لے لے تو اس سے لقطہ کا معاملہ کرے۔

کسل و تعطل عبدیت نہیں

تعلیم: ترک عمل کسل و تعطل کو عبدیت نہ سمجھ لیا جائے۔ عبدیت کے لئے حرکت فی العمل لازم ہے۔ عبدیت یہ ہے کہ چلائیں تو چلئے ٹھرائیں تو ٹھہریئے، نہ اس کی تمنا ہو نہ اس سے انکار ہو، پھر ایسے علوم عطا ہوں گے کہ ان کے سامنے علم اسرار بھی کچھ نہیں۔

اعمال کا اثر باقی رہتا ہے

ارشاد: اعمال کے انقضاء سے ان کا اثر منقضی نہیں ہوتا، بلکہ جمع رہتا ہے۔ جیسے ایک نوکر جو کام کرتا ہے کام تو ختم ہو جاتا ہے، مگر تنخواہ چڑھ جاتی ہے مگر مہینے کے ختم پر ملے گی۔

نسبت الی الاسباب عوام کے لئے رحمت ہے

ارشاد: عوام جو اسباب کی طرف واقعات کی نسبت کرتے ہیں اس میں ایک بڑی غیبی مصلحت ہے وہ یہ کہ اکثر عوام کے قلب میں حق تعالیٰ کا عشق کم ہے اور بعض حوادث طبعًا ناگوار ہوتے ہیں اگر ان لوگوں کی نظر اسباب پر نہ ہو اور براہ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کریں تو حق تعالیٰ کی طرف سے قلب میں ناگواری وکراہت پیدا ہو تو نسبت الی الاسباب وقایہ ہے اس کی یہ بڑی حکمت ہے اس حکمت پر نظر کر کے عوام کی اس نسبت کو رحمت اور غنیمت سمجھنا چاہئے۔

رزق بےفکری کی حقیقت

ارشاد: دنیا میں رزق بےفکری سے ملنے کی حقیقت وہ ہے، جس کو حق سبحانہ تعالیٰ نے اس آیت میں خالصہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده و الطیبٰت من الرزق قل هی للذین امنوا فی الحیواة الدنیا خالصة یوم القیٰمة یعنی دنیا میں بےفکری کا رزق وہ ہے جس پر کوئی وبال یا کسی قسم کا مواخذہ آخرت میں نہ ہو۔

مجاہدہ کی توفیق علامت وصول ہے

ارشاد: اگر خدا تعالیٰ نے مجاہدہ کی توفیق دے رکھی ہو تو سمجھ لے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور رسائی ہوگی، کیونکہ مجاہدہ پر رسائی کا وعدہ ہے اور وعدہ خلافی کا احتمال نہیں۔

عروج ونزول کی شناخت

ارشاد: اسماء کو چھوڑ کر مسمی کی طرف توجہ کرنا عروج کے آثار سے ہے۔ اور نزول اس سے بھی اکمل ہے، وہ یہ کہ ہمارا مرتبہ اتنا نہیں جو توجہ الی المسمیٰ بلاواسطۂ اسماء کے قابل ہوں اسی راز سے واذکر اسم ربک فرمایا گیا۔

اخفاء واظہار عمل کے کمال ہونے کے معیار

ارشاد: ظاہر میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اخفاء عمل عمدہ حالت ہے، مگر کمال یہ ہے کہ اظہار ہو

(بغرض تحدیثِ نعمت یا ارشاد متعلمین) مگر دعویٰ نہ ہو، اوراس سے بڑھ کر کمال یہ ہے کہ اگر دعویٰ بھی ہو مگر اپنے اوپر نظر نہ ہو۔

عاشق کو ملامت اغیار مانع محبت نہیں

ارشاد: عاشق کو ملامت اغیار محبت سے مانع نہیں ہوتی بلکہ ملامت سے تو عشق کی گرم بازاری ہے۔

عشاق کا ہر مشکل کام کیلئے تیار ہو جانے کا راز

ارشاد: عشاق ہر مشکل سے مشکل کام کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارا کام تو طلب ہے۔ اور اپنی ہمت کے موافق عمل شروع کر دینا، آگے پورا ہونا نہ ہونا ہمارا قبضے میں نہیں۔ یہ تو اسی معشوق حقیقی کے قبضہ میں ہے۔

ملنے کا اور نہ ملنے کا مختار آپ ہے　　　پر تجھکو چاہئے کہ تگ ودو لگی رہے

صاحب تصرف کے مقتول کا حکم

ارشاد: اگر صاحب تصرف کے تصرف سے کسی کا قتل ہو گیا ہو تو صاحب تصرف قاتل شبہ عمد ہے۔ شبہ عمد کا کفارہ واجب ہے یعنی ایک غلام مؤمن آزاد کرنا، یہ نہ ہو سکے تو دو مہینے پے در پے روزے رکھنا۔ اور اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرنا کیونکہ قتل حق اللہ اور حق العباد دونوں سے ہے۔ البتہ اگر وہ شخص (مقتول) مباح الدم تھا، تو کچھ گناہ نہیں ہوا۔

بددعا سے ہلاکت کا حکم

ارشاد: اگر بددعاء سے کوئی ہلاک ہوا تو اگر وہ بددعاء کا اہل تھا تو کچھ گناہ نہیں ہوا اگر بددعا کا محل نہ تھا تو بددعاء کا گناہ ہوا جس سے توبہ واستغفار لازم ہے۔ کفارۂ قتل لازم نہیں۔

تصرف حرام کی ایک قسم

اشاد: ایسا تصرف جس سے دوسرے شخص کی آزادی سلب ہو جائے اور خواہ مخواہ صاحب تصرف کا کہنا مان لے حرام ہے۔

ارادہ یقینی الوجود ہوتا ہے

ارشاد: ارادہ واختیار ایسی چیز نہیں کہ اس میں شاید کی گنجائش ہو، وہ تو یقینی الوجود ہوتا ہے۔

نحوست کی حقیقت اور تشویشاتِ کونیہ کا علاج

ارشاد: نحوست کی حقیقت بجز معصیت کے اور کچھ نہیں۔ اس لئے غیر معاصی علامت نحوست ہو ہی نہیں سکتے، واقعات وحوادث وتشویشات کونیہ کا علاج صرف توکل اور تفویض اور اپنی خیالی تجویزوں کا ترک کردینا ہے، نہ کہ تدبیروں کا۔

حضرات انبیاء کے صالحین ہونے کے معنیٰ

ارشاد: حضرات انبیاء علیہم السلام میں فطرۃً ہی اخلاق مذمومہ نہیں ہوتے۔ جن کا تقاضہ درجہ عزم تک پہنچ سکے۔ وہ حضرات صالحین ہوتے ہیں۔ نہ کہ مصلحین بفتح اللام۔

مطالعہ مواعظ کا اثر باقی رہتا ہے

ارشاد: مواعظ وغیرہ پڑھ کر اگر مضمون یاد بھی نہ رہ جائے تو بھی کچھ ضرر نہیں، کیونکہ اثر باقی رہتا ہے جس طرح یہ تو یاد نہیں رہتا کہ میں نے کسی وقت کیا کھایا تھا۔ مگر ان غذاؤں کا جو اثر ہے یعنی قوت وہ باقی رہ جاتی ہے۔

عزیمت ورخصت کا محل

سوال: ایک دوست جن کے بچے میری نگرانی میں اپنے بچوں کے کھانے کے متعلق اتنی رقم دیتے ہیں کہ یقیناً ان کا کچھ بچ رہتا ہوگا۔ مگر اشتراک میں حساب کا رکھنا سخت دشوار ہے اس لئے رخصت پر عمل کیا، جس پر وہ دوست دل سے راضی ہیں۔

جواب: عزیمت اور رخصت کے دو درجے وہاں ہوتے ہیں جہاں صاحب حق یہ دو درجے خود مقرر کردے۔ اور جب ان دوست کی طرف سے یہ تقسیم نہیں تو جس کو آپ رخصت سمجھتے ہیں وہ عزیمت ہی ہے۔ یعنی جائز نہیں۔

حبس للزائر مجاہدہ وطاعت ہے

ارشاد: کسی کی دل جوئی کے لئے اپنے کو محبوس کرنا مجاہدہ اور طاعت ہے خواہ امیر ہو یا غریب، مگر کیفیت دل جوئی کی ہر شخص کی جدا ہے اُس (زائر) کی حالت وطبیعت وعادت کے تفاوت سے یعنی امراء کی مجموعی حالت وطبیعت وعادت کی ایسی ہے کہ جب تک زیادہ توجہ ان کی طرف نہ کی جائے وہ خوش نہیں ہوتے۔ اور غرباء تھوڑی توجہ سے راضی ہوجاتے ہیں۔ اس لئے دونوں کی دلجوئی کے طریق میں ایسا

تفاوت مذموم نہیں۔ البتہ غرباء کو یا تو اٹھایا نہ جائے خود اٹھ جائے کسی بہانہ سے اور اگر اٹھانا ہی پڑے تو بہت نرمی سے، مثلاً یہ وقت میرے آرام کا ہے، آپ بھی آرام کیجئے، ومثل ذالک۔

جذب فضل کا طریق

ارشاد: اطلاع واتباع کا سلسلہ نہ چھوڑا جائے۔ گو بے انتظامی ہی سے سہی اسکے ساتھ دعا اور التجا کا بھی خاص اہتمام چاہئے ان شاء اللہ تعالیٰ فضل ضرور ہوگا۔

برکت اعمال مسنونہ

ارشاد: انتہائے سلوک کے بعد تو اعمال مسنونہ ہی میں نسبت احسان کی حاصل ہونے لگتی ہے۔ اور خلافِ سنت وحجاب معلوم ہونے لگتا ہے۔

نجات وقرب فکر تکمیل پر موعود ہے نہ کمال پر

ارشاد: پورا کامل بجز انبیاء کے کوئی نہیں۔ اور وہ کاملین کبھی اپنے کو کامل نہیں سمجھتے، سب کو اپنے نقص نظر آتے ہیں، خواہ وہ نقص حقیقی ہو یا اضافی اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ہم جیسوں پر وہ غم پڑ جائے تو کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتے۔ پس کمال کی تو توقع ہی چھوڑنا واجب ہے ہاں سعی کمال کی تو قع بلکہ عزم واجب ہے، اور نجات بلکہ قرب بھی کمال پر موقوف نہیں، بلکہ محض فکر تکمیل پر موعود ہے واللہ لا یخلف المیعاد بس اسی فکر تکمیل میں عمر ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے وھذا ھو معنی ما قال الرومی۔

اندریں رہ می تراش و می خراش ☆ تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

تادمِ آخر دمے آخر بود ☆ کہ عنایت با تو صاحب سر بود

چنانچہ میں بھی اسی کشمکش میں مبتلا ہوں، مگر اس کو مبارک سمجھتا ہوں، جس کا اثر یہ ہے کہ یہ سمجھ نہیں سکتا کہ خوف کو غالب کہوں یا رجاء کو، مگر مضطر ہو کر اس دعاء کی پناہ لیتا ہوں، اللھم کن لی واجعلنی لک.

غم دین سنت ہے

ارشاد: دین کی فکر میں مغموم رہنا عین سنت ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم الفکرۃ طویل الحزن.

خلوت پسندی سنت ہے

ارشاد: خلوت پسندی بھی عین سنت ہے۔ فی حدیث الوحی حبب الیه صلی الله علیه وسلم الخلا.

کاوش لایطاق نہ چاہئے

ارشاد: جو بات باوجود اہتمام کے سمجھ نہ آوے انسان اس کا مکلف نہیں اس لئے کاوش نہ کرے۔

عہدیداران خلاف شرعی سے تسامح کیوں کرلیا جائے

سوال: بعض سرکاری عہدے ایسے ہیں کہ ان سے تعلق رکھ کر شریعت کی پابندی ناممکن ہے بعض حکام کو پھانسی تک کا مداران کے حکم پر ہے جس میں اُن سے قانون شرعی کی رعایت یقیناً ناممکن ہے پس ایسے لوگ اگر اصلاح کا تعلق پیدا کریں، تو اس باب میں کیا مشورہ دیا جائے کیونکہ ایسے عہدوں سے مسلمانوں کا دستبردار ہو جانا بھی بہت سی مصالح کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کیا ایسوں سے اس باب میں چشم پوشی کی جائے۔ مگر جب خود ہی استفسار کریں تو بجز اس کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہاں عالی ہمتی کا مقتضا بالکلیہ اس عہدہ سے علیحدہ ہو جانا کیونکہ ۔ زند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار

ارشاد: چشم پوشی اظہار حقیقت سے کرنا اس کی تو کوئی وجہ نہیں، خصوصاً جب وہ خود استفسار کریں البتہ اگر ان پر حقیقت پہلے سے ظاہر و واجب نہیں لیکن اشتراط میں تسامح کرنا اس طور پر کہ اگر سب امراض زائل نہ ہوں، بعض کا ہی زائل ہو جانا غنیمت ہے مضائقہ نہیں،

ایمان حاصل پر جب تک اس کی ضد طاری نہ ہو وہ حاصل ہے

ارشاد: ایمان حاصل پر جب تک اس کی ضد طاری نہ ہو وہ حاصل ہے ہر وقت اس اعتقاد کا استحضار شرط نہیں۔ جب وہ حاصل ہے تو اس کے سب لوازمات نجات وغیرہ اس پر مرتب ہوں گے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ کسی چیز سے ذہن کا خالی ہونا مستلزم اس چیز کی نفی ذات یا صفات کو نہیں۔

سالک کے واجبات

ارشاد: سالک کے لئے بزرگوں کی اطاعت وادب اور علم اور لباس میں سادگی اور ترک وضع اہلِ باطل کی ضروری ہے۔

حکم گناہ تاخیر حج

ارشاد: حدیث میں ہے۔من ارادالحج فلیعجل جو حج کا قصد کرلے اس کو جلدی کرنا چاہئے۔ ہمارے ائمہ تصریح کرتے ہیں کہ حج میں تاخیر کرنے سے ایک دو سال تک تو گناہِ صغیرہ کا گناہ ہوتا ہے اور اس کے بعد اصرار میں داخل ہو کر گناہِ کبیرہ ہو جاتا ہے مگر جب حج کرلے گا تو یہ تاخیر گناہ بھی معاف ہو جائے گا۔ کیونکہ اس میں گناہ اسی لئے تھا کہ فوت کا خطرہ تھا۔

خطرۂ حج اور اس کا علاج

ارشاد: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حجر اسود کسوٹی ہے۔ اس کے چھونے سے انسان کی اصلی حالت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اگر واقع فطرۃ صالح ہے تو حج کے بعد اعمال صالح کا غلبہ اس پر ہوگا اور اگر فطرۃ طالع ہے محض تصنع سے نیک بنا ہوا ہے تو حج کے بعد اعمال سیئہ کا غلبہ ہوگا۔ اسی لئے حاجی کی حالت خطرناک ہے اور اس خطرہ کا علاج یہ ہے کہ حاجی زمانہ حج میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اصلاح حال کی خوب دعا کرے۔ اور دل سے اعمالِ صالح کے شوق کی دعاء کرے اور حج کے بعد اعمال صالحہ کا خوب اہتمام کرے۔

نااہل کے عہدہ کو تسلیم کرنا اس کی جاہ کی اعانت کرنا ناجائز ہے

ارشاد: جس انجمن کا سیکرٹری نااہل ہو اس میں شرکت کرنا سیکرٹری کی جاہ بڑھانا ہے اور نااہل کی جاہ بڑھانا اور اس کے عہدہ کو تسلیم کرنا خود ناجائز ہے، ہاں اگر کوئی اس واسطے شرکت کرے ایسے نااہلوں کو معزول کرنے میں سعی کرے تو جائز ہے۔

عورت کی معافی کو قبول نہ کرنا

ارشاد: غیرت کا مقتضاء یہی ہے کہ عورت کی معافی کو قبول نہ کرو۔ بلکہ تم اس کے ساتھ خود احسان کرو۔

ادب ہدیہ

ارشاد: ایک ادب ہدیہ کا یہ ہے کہ اس طرح پیش کرے کہ مہدی الیہ کو گرانی نہ ہو۔ اسی طرح ایک ادب یہ ہے کہ مہدی کو گرانی نہ ہو۔

آج کل کے ولولہ حمایت اسلام کا منشاء

ارشاد: آج کل جو لوگوں کو اسلامی درد ہے یا حمایت اسلام کا ولولہ ہے وہ محض قوم پرستی اور ہمدردی قومی اور طلب جاہ سے ناشی ہے طلب رضائے حق سے ناشی نہیں ورنہ احکام کا اتباع ضرور ہوتا ہے۔

عبدیت کی تعریف

ارشاد: عبدیت تو اسی کا نام ہے کہ احکام شرعیہ کا اتباع کرے۔ اور مصالح کی پرواہ نہ کرے۔ انجن کو کیا حق ہے کہ راستہ میں ڈرائیور کے ٹھہرانے کے بعد نہ ٹھہرے۔ بلکہ اس کو ڈرائیور کے ٹھہرانے کے بعد فوراً ٹھہر جانا چاہئے۔

عدم رضائے حق کے ساتھ بقائے سلطنت مطلوب نہیں

ارشاد: ہم کو تو رضائے حق مطلوب ہے بقائے سلطنت مطلوب نہیں۔ اگر قانونِ اسلام رائج کرنے سے سلطنت جاتی رہے گی، بلا سے جاتی رہے کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ تو ہم سے راضی رہیں گے۔ اور دوسرا قانون جاری کرنے سے فرض کرلو، سلطنت باقی رہے گی مگر خدا تعالیٰ ہم سے ناراض ہو جائیں گے تو ایسی سلطنت تو فرعون کو بھی حاصل تھی۔

آداب مہمان و میزبان

ارشاد: جس کے یہاں مہمان ہو اس کو اپنے معمولات کی پہلے ہی اطلاع کردے دسترخوان پر بیٹھ کر اپنے معمولات بیان کرنا، تہذیب کے خلاف ہے۔ (۲) میزبان مہمان کے اوپر مسلط ہو کر نہ بیٹھے، بلکہ اس کو آزاد چھوڑ دے کہ جس طرح چاہے کھائے (۳) میزبان کے ہاتھ شروع میں پہلے دھلائے جائیں اور کھانا بھی اول میزبان کے سامنے رکھا جائے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے تو امام مالکؒ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ پہلے میرے ہاتھ دھلاؤ۔ اور میرے سامنے کھانا پہلے رکھو، کیونکہ مقصود مہمان کو راحت دینا ہے اور مہمان کو راحت اسی میں ہے کہ پہلے میزبان ہاتھ دھوئے اور کھانا شروع کردے اس سے مہمان بے تکلف ہو جاتا ہے۔

جاہل صوفی کی مثال

ارشاد: جاہل صوفی کی مثال اگر چہ وہ تر ہے مگر جمنا کی بھنور کی مانند ہے کہ لوگوں کے ایمان کو غرق کرتا ہے اور عالمِ خشک کی مثال جمنا کے ریت کی مانند ہے کہ گو خشک ہے مگر اس سے اس میں کوئی فرق نہیں ہوتا

فضیلت علم

ارشاد: فضیلت علم کا منشاء یہ ہے کہ وہ شرط عمل ہے کیونکہ عبادت بدونِ علم کے نہیں ہو سکتی اور جو ہوتی ہے وہ عبادت کی محض صورت ہوتی ہے، حقیقت نہیں ہوتی، باوجود اس کے لوگ علم کی طرف توجہ نہیں کرتے اگر کسی کو دین کی طرف توجہ کی توفیق ہوتی ہے تو وہ مسجد بنواتا ہے اور مسجد میں رقم لگاتا ہے مدارس کی امداد نہیں کرتا۔ چنانچہ لوگ مسجد میں تو تیل بہت دیتے ہیں مگر طلبہ کی خدمت نہیں کرتے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے فضل العالم علی العابد کفضلی علیٰ اد ناکم.

بھلائی ہی پر ہمیشہ جمے رہنا چاہئے

ارشاد: فرمایا کہ تم بھلائی سے کیوں باز نہیں آتے ہو جب وہ برائی سے باز نہیں آتا مطلب یہ کہ وہ تو برائی پر جما ہوا ہے اور تم سے بھلائی پر بھی جما نہیں جاتا، حالانکہ بھلائی ایسی چیز ہے کہ اس پر ہمیشہ جما رہنا چاہئے۔

مریض کی اصلاح کا احسن طریقہ

ارشاد: مصلح اگر مریض کی بات کو مان کر اصلاح کرے تو مریض کا دل بڑھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نماز کی گرانی کو تسلیم کر کے گرانی کا علاج بتا دیا ہے۔ حالانکہ نماز میں کوئی گرانی کی بات نہیں۔ انها لكبيرة الا على الخاشعين الذين الخ .

تعلق مع اللہ کی خاصیت

ارشاد: تعلق مع اللہ کی خاصیت تو یہ ہے۔

آں کس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند ☆ فرزند و عیال دخا نماں راچہ کند

زانگہ کہ یافتم خبراز ملکِ نیم شب ☆ من ملک نیم روز بیک جوئی حرام

فیض جاریہ میں مدرسہ کو ترجیح ہے

ارشاد: چونکہ خانقاہ کے اندر بعد میں بدعات (مثلاً عرس، قوالی، گدی نشینی وغیرہ کا قصہ) ہونے لگتی ہیں، اس لئے فیض جاریہ کے لئے بجائے خانقاہ کے مدرسہ بنانا مناسب ہے جس میں اخلاق اور تعلیم اور سلوک کا کام کیا جائے کہ وہی مدرسہ بھی ہوگا، وہی خانقاہ بھی ہوگی کیونکہ حقیقی مدرسہ وہ ہے جس میں علم کے ساتھ عمل کی بھی تعلیم اور نگہداشت ہو۔ بعض لوگ صرف تعلیم کی امداد کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں یہ غلط ہے، بلکہ مدرسہ کی تعلیم اور طلباء کے کھانے پینے کپڑے کی امداد سب صدقات جاریہ ہیں کیونکہ سب سے تعلیم ہی کو امداد پہنچتی ہے۔

قرآن مطب روحانی ہے

ارشاد: قرآن مطب روحانی ہے اور مطب میں ترتیب نسخہ جات ضروری نہیں، قرآن کا طرز مصنفین کا نہیں بلکہ معالجین کا سا طرز ہے۔

رفع شبہ تکلم اعضاء انسان

ارشاد: اگر کسی کو شبہ ہو کہ اعضاء غیر ذی شعور ہیں۔ ان کو اعمال وافعال کی کیا خبر اور وہ کس طرح بولیں گے تو سمجھ لو کہ فوٹوگراف بھی تو غیر شعور ہوتے ہیں ان میں آواز کیسے پیدا ہو جاتی ہے وہ کس طرح بولتا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اعضاء انسانی میں بھی یہ خاصیت رکھی ہو کہ سارے اعمال اُن میں منقش ہو جاتے ہیں پھر بھی جب حق تعالیٰ ان میں نطق کی قوت پیدا کر دیں گے تو فوٹوگراف کی طرف سب باتوں کو ظاہر کر دیں گے۔

اعمال مؤثر بہ تاثیر حقیقی نہیں

ارشاد: ہمارے اعمال محض علامات میں سے ہیں ان کو دیکھ کر ظنی طور پر یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کو نوازنا منظور ہے اور دوسروں کو نکالنا منظور ہے۔ باقی یہ اعمال مؤثر بہ تاثیر حقیقی ہرگز نہیں۔ اور قرآن میں جو جابجا جزاءً بما کانوا یعلمون فرمایا ہے یہ ہمارا جی خوش کرنے کے لئے ہے۔

سنگدل اور قوی دل کا فرق

ارشاد: تجربہ ہے کہ شجاع یعنی قوی دل ہمیشہ رحم دل ہوتا ہے۔ سنگدلی اکثر بزدلوں میں ہوتی ہے۔ بس عورتیں مردوں سے زیادہ رحم دل نہیں بلکہ ضعیف القلب ہیں اور مرد سنگدل نہیں ہیں بلکہ قوی

القلب ہیں۔

الدنیا سجن المؤمن

ارشاد: عارفین دنیا کو قید خانہ سمجھتے ہیں اور ان کو یہاں سے نکلتے ہوئے وہی خوشی ہوتی ہے جو جیل خانہ سے نکلتے ہوئے ہوتی ہے۔

عجب کیا گر مجھے عالم بہ ایں مقصود زنداں ہو ☆ میں وحشی بھی تو وہ ہوں لا مکاں جس کا بیاباں ہے

خرم آں روز کزیں ویراں بردم ☆ راحت جاں طلبم و زپئے جاناں بردم

نذر کر دم کہ گو آید بسر ایں غم روزے ☆ تا در میکدہ شاداں و غزل خواں بردم

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو ☆ شیئاً للہ از جمال روئے تو

دستِ بکشا جانب زنبیل ما ☆ آفریں بردست و بر بازوئے تو

عارف کے لئے درحقیقت موت کا دن خوشی کا دن ہے بلکہ ترقی کر کے کہتا ہوں کہ مجرم بھی مسلمان کے لئے خوشی کا دن ہے، کیونکہ دنیا مصیبت کدہ ہے تو جو شخص مرتا ہے اس کی مصیبت کے دن کٹ رہے ہیں، اب آخرت میں جا کر راحت کاملہ حاصل ہوگی۔ اگر گنہگار مسلمان کو کچھ دن جہنم میں رہنا پڑے تو وہ بھی راحت ہے کیونکہ مسلمان کے لئے جہنم میں جانا تزکیہ ہے عذاب نہیں ہے۔ جیسے یہاں حمام کا دخول تنظیف کے لئے ہوتا ہے گو اس میں کچھ تکلیف بھی ہوتی ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ مسہل اور آپریشن میں کیسی تکلیف ہوتی ہے بعض لوگ رونے لگتے ہیں، مگر خوش بھی ہوتے ہیں کہ اس آپریشن کا انجام صحت و راحت ہے اسی طرح گنہگار مسلمان کو بھی موت پر خوش ہونا چاہئے اور یہ سمجھ لے کہ اگر جہنم میں جانا بھی ہوا تو تزکیہ اور آپریشن کے لئے جانا ہوگا جس کا انجام صحت وراحت اور عافیت ہے۔

اولاد کے مرنے پر عارف کے رونے اور راضی رہنے کی حکمت

ارشاد: عارف کے نزدیک اولاد کا یہ بھی حق ہے کہ اس کے مرنے پر رو دیا جائے اور اس کے ساتھ حق تعالیٰ کا بھی حق ادا کرتا رہے کہ دل میں راضی رہتا ہے، کیونکہ اس واقعہ کی حکمت اس پر منکشف ہو چکی ہے کہ اس سے میری تربیت منظور ہے کہ صفتِ رحم فنا نہ ہو بلکہ باقی رہے۔

ذاتِ حق کی تجلی کا اثر

ارشاد: جس پر ذات حق کی تجلی ہوگی، وہ یقیناً سراپا احتیاج اور سراپا غلام بن کر کھانا کھائے گا، اس کے ہاتھ سے اگر لقمہ گر پڑے گا تو فوراً ہاتھ صاف کر کے کھا لے گا۔ اور ہرگز اس کو پڑا ہوا نہ چھوڑے گا۔

احکام شرعیہ کی مصالح وحکم دریافت کرنے کا طریقہ

ارشاد: شفیق باپ اپنے بچہ کو حکمتیں نہیں بتلایا کرتا، بلکہ جس کام میں اس کی مصلحت دیکھتا ہے، اس کا امر کرتا ہے، چاہے بیٹا حکمت سمجھے یا نہ سمجھے، اور اگر وہ سعادت مند ہے اور باپ کی احکام کی تعمیل کرنے لگا تو عمل کے بعد اس کو خود ہی ان احکام کے مصالح وحکم معلوم ہو جائیں گے۔ اسی طرح احکام شرعیہ کی مصالح وحکم دریافت کرنے کا یہ طریقہ نہیں کہ پہلے حکمتیں معلوم کرو، پھر عمل کرو، بلکہ عمل شروع کر دو عمل ہی سے تم کو حکمتوں کا علم بھی ہو جائے گا۔

احکام شرعیہ طبعی تقاضہ کے موافق

ارشاد: احکام شرعیہ عین تقاضائے طبعی کے موافق ہیں صرف حدود میں طبیعت منازعت رہتی ہے مگر یہ منازعت بے جا ہے، کیونکہ ہر کام کے لئے حدود کا ہونا ضروری ہے۔ بدون حد کے کوئی شے مستحسن نہیں۔ خصوصاً جب کہ یہ دیکھا جائے کہ حدود شرعیہ سے آگے ہلاکت ہے۔ یہیں سے معلوم ہوگا کہ احکام شرعیہ کی مخالفت سے دنیا کی بھی بے حلاوتی ہے کیونکہ یہ مخالفت کرنے والا خود اپنی طبیعت کے خلاف کام کر رہا ہے اور اس سے بڑھ کر کیا بے حلاوتی ہوگی کہ طبعی تقاضہ کو مردہ کیا جائے اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ مطیعین کی زندگی شاہانہ زندگی ہے کہ ان کا ہر کام طبیعت کے موافق ہے۔

اثرِ عشق

ارشاد: عشق میں بس اس کا ضابطہ تو رہ جاتا ہے کہ شرعی حدود پر رہے باقی سب رخصت۔

مضامین ملہمیہ کا ورود جنگل میں

ارشاد: مضامین ملہمیہ کا ورود جنگل میں زیادہ ہوتا ہے شہر میں کم ہوتا ہے شائد اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں قلب کو فراغ زیادہ ہوتا ہے۔ یا یہ کہ وہاں معاصی کا صدور کم ہوتا ہے۔

تجلیات وانوارات قابل التفات نہیں

ارشاد: **کل ما خطر ببالک فھو ھالک واللہ اجل من ذالک**۔ تمہارے دل میں جو کچھ بھی خطرہ آئے (جس میں تجلیات وانوارات سب داخل ہیں) وہ سب فانی ہیں ادھر مشغول نہ ہو۔

رویتِ حق

ارشاد: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معراج میں رویت ہوئی ہے وہ رویت دنیا میں نہ تھی بلکہ آخرت میں

تھی، کیونکہ عرش وسماوات مکانِ آخرت سے ہیں۔ ہاں قیامت میں البتہ ادراک ہوگا، قلب کو بھی بصر کو بھی اور وہاں بھی تمہاری قابلیت کی وجہ سے ادراک نہ ہوگا بلکہ جب وہ مرئی ہونا چاہیں گے، اس وقت قابلیت عطا کردیں گے۔

داد او را قابلیت شرط نیست ☆ بلکہ شرط قابلیت داد اوست

مدعیان قوم کے نزدیک وقف علی الاولاد کا منشا

ارشاد: بعض مدعیان خیرخواہی قوم کے مسئلہ وقف علی الاولاد کی تحریک پر مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ایسا خیال حرام ہے بلکہ سلب ایمان کا اندیشہ ہے، کیونکہ اس شخص کے اس خیال کا منشا صرف یہ ہے کہ مسئلہ میراث کو جو منصوص قطعی ہے مضرِ قوم اور خلافِ حکمت سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس وقت خیرخواہانِ قوم نے اس مسئلہ کے پاس کرنے کے لئے جن وجوہ کو پیش کیا تھا ان میں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس طرح جائداد حصے بخرے ہونے سے محفوظ رہتی ہے اور میراث کا سہام جاری ہونے سے جائداد کے ٹکڑے ہوجاتے ہیں۔

مسئلہ میراث کو خلاف حکمت سمجھنے کا راز

ارشاد:

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں ☆ خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

یہ عقل کے پورے (یعنی احمق) مسئلہ میراث کو محض اس لئے خلافِ حکمت کہتے ہیں کہ اس سے جائیداد کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ ارے عقلمندو! اگر حق تعالیٰ کو یہی مقصود ہو کہ مسلمان زمیندار نہ بنیں اور ان کے پاس مال و دولت جمع نہ ہو۔ اور جہاں کچھ سرمایہ اور جائداد جمع ہوجائے اس کو ٹکڑے کرکے متفرق کردیا جائے تاکہ مال و دولت کی کثرت سے مسلمان آخرت سے غافل نہ ہوں، تو تم اس کے حصے بخرے ہونے سے بچانے والے کون ہو۔ حق تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ یوں سمجھتے رہیں و الآخرۃ خیر و ابقیٰ اور اس پر نظر کرکے دنیا کے زیادہ جمع کرنے کی فکر نہ کریں۔

شریعت نے مقصوداً مال جمع کرنے سے منع کیا ہے

ارشاد: شریعت نے مقصوداً مال جمع کرنے سے منع کیا ہے اور اس کو مسلمانوں کے لئے مضر بتلایا ہے الامن قال ھکذا و ھکذا۔ مگر جو ادھر ادھر تقسیم کرتا رہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اطمینانِ قلب کے لئے بھی مال جمع کرنا جائز ہے، مگر جواز سے اس کا مطلب و مقصود ہونا ثابت نہیں ہوتا اصل مقصود تو

آخرت کی طرف مسلمان کو متوجہ ہونا ہے اگر کسی کو بدون مال جمع کئے اطمینان نہ ہوتا ہو تو اس وقت دین ہی کی مصلحت سے جمع مال کی اجازت دی گئی ہے۔ کیونکہ بدونِ اطمینان کے دین کا کام بھی نہیں ہو سکتا۔ اور جب جائیداد حسب میراث شرعی تقسیم ہو کر دس گھروں میں پہنچے گی تو دس آدمیوں کو اطمینان نصیب ہوگا، بخلاف اس کے کہ اگر ساری جائیداد ایک ہی گھر میں رہتی تو صرف اسی گھر کو اطمینان و دل جمعی ہوئی لہٰذا مسئلہ میراث خلاف حکمت ہرگز نہیں۔

تراویح میں قرآن سنانا

ارشاد: تنہا پڑھنے سے حفظ باقی نہیں رہتا کچھ تراویح میں سنانے کو خاص دخل ہے حفظ میں۔

درجۂ مرادیت

ارشاد: جب طالب درجۂ مرادیت پر پہنچ جاتا ہے تو اگر فرض چھوڑ کر بھی سو جائے گا تو حق تعالیٰ اس کو نہیں چھوڑتے، فوراً خواب میں تنبیہ کرتے ہیں وقت کے اندر اندر اس سے نماز پڑھوا لیتے ہیں۔

اس طریق میں نفع کی شرط

ارشاد: نفع اس طریق میں اس طرح ہوتا ہے کہ لذت و نفع پر نظر نہ کرے بلکہ کام ہی کو مقصود سمجھے۔ میں تو ایسے لوگوں سے جو ذکر میں مزا نہ آنے کی شکایت کرتے ہیں کہہ دیتا ہوں کہ میاں مزا تو مذی میں ہے، یہاں مزا کہاں، یہ تو لوہے کے چنے ہیں، اگر لوہے کے چنے چبانا ہو تو آؤ، اور اگر یہ منظور نہیں تو عشق کا نام نہ لو

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن ☆ دل بدستِ دگرے دادن و حیراں بودن

صوفیہؒ کی اصطلاح میں فانی کو کافر اور باقی کو مسلمان کہتے ہیں

ارشاد: فانی کو کافر کہتے ہیں یعنی کافر بالطاغوت صوفیہؒ کے نزدیک ہر غیر حق طاغوت ہے جس کو وہ صنم اور بت وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ بس کافر وہ ہے جو غیر حق سے نظر قطع کر چکا ہو اور ان کی اصطلاح میں باقی کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور کفر و اسلام فنا و بقا کے اسی معنی کو حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں۔

کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست ☆ ہر رگِ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

شریعت عقل و طبع دونوں کی رعایت کرتی ہے

ارشاد: شریعت عقل و طبع دونوں کی رعایت کرتی ہے۔ مثلاً کسی چیز کے فوت ہونے سے رنج

پہنچے تو عقل رنج کرنے سے منع کرتی ہے کہ رنج کرنے وہ شے واپس نہیں آسکتی، تو رنج فضول ہے۔ اور طبیعت رنج کا تقاضا کرتی ہے۔ مگر شریعت کہتی ہے کہ حزن بھی ہو، مگر اس کو غالب نہ کرو، اسی طرح عقل کا مقتضاء یہ ہے کہ فنائے دنیا سے کبھی غفلت نہ ہو مگر طبیعت غفلت کو مقتضی ہے کیونکہ فنائے دنیا سے بار بار دیکھتے مساوات سی ہو جاتی ہے اور جس چیز کی مساوات سی ہو جاتی ہے اس سے غفلت ہو جاتی ہے، مگر شریعت دونوں کی رعایت کر کے کہتی ہے کہ غفلت کا تو مضائقہ نہیں، مگر نہ اتنی غفلت کہ احکام عقلیہ بالکل برباد ہو جائیں۔

ما عند کم ینفدو ما عند اللہ باق کے معنی

ارشاد: ما عند کم ینفدو ما عند اللہ باق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو تمہارے پاس ہے وہ تو غیر کی چیز ہے یعنی امانت چند روزہ ہے جو ایک وقت میں تم سے چھین لی جائے گی یا موت کے بعد وارثوں کو ملے گی اور جو ہمارے پاس ہے، واقع میں وہ تمہاری چیز ہے جو ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔

یاد موت کی علامت

ارشاد: موت کی یاد یہ ہے کہ زیوروں کی کثرت سے نفرت ہو جائے، گھر میں زیادہ سامان بکھیڑا اور ناگوار معلوم ہونے لگے جیسے سفر میں زیادہ اسباب برا معلوم ہوتا ہے۔

اس طریق میں ناکامی بھی حقیقۃً کامیابی ہے

ارشاد:

گر مرادت را مزاق شکر است ☆ بے مرادی نے مراد دلبر است

اس شعر کی توضیح میں فرمایا کہ یہاں ناکامی کو بے مرادی کہنا بھی عامل کے گمان کے اعتبار سے دنیا میں ہے۔ اور وہاں آخرت میں تو اس کو پوری مراد ملے گی افسوس کہ ہم لوگ دنیا کے لئے ہر طرح کی تدبیر وسعی کرتے ہیں، جہاں ناکامی سراسر خسارہ ہے اور آخرت کے لئے سعی نہیں کرتے جہاں ناکامی بھی کامیابی ہے۔

عمل بدون حال کی مثال

ارشاد: بدون حال کے محض عمل قابل اطمینان نہیں، عمل بلا حال کی ایسی مثال ہے جیسے ریل گاڑی کو مزدور دھکیل کر لے جائیں اور حال کے ساتھ عمل کی ایسی مثال ہے جیسے انجن ریل گاڑی کو لے جائے ۔

طاعت بلا منازعت سے طاعت بمنازعت افضل ہے

ارشاد: طاعت بلا منازعت سے طاعت بمنازعت افضل ہے، بوجہ مجاہدہ کے اور یہ منازعت بھی ابتداء ہی میں ہوتی ہے۔ بعد رسوخ کے یہ منازعت بھی باقی نہیں رہتی بلکہ احکامِ الٰہیہ امورِ طبعیہ بن جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہی ہے کہ ابتدائے منازعت کا مقابلہ کرنے کے بعد ثواب منازعت ہی کا ہمیشہ ملتا ہے کیونکہ اس نے تو اپنی طرف سے مقاومت منازعت کے دوام کا قصد کر کے عمل شروع کیا ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان جو روزہ نماز کا پابند ہے اس کا ارادہ یہی ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھوں گا، ہمیشہ روزہ رکھونگا، خواہ نفس کو کتنا ہی گراں ہو۔

احکام میں منازعت کی وجہ عدم محبت نہیں بلکہ ناز ہے

ارشاد: انسان کو فطرۃً حق تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے اور مبتدی کو جو احکام میں منازعت ہوتی ہے یہ خلاف محبت نہیں۔ بلکہ اس کا راز یہ ہے کہ محبت کی وجہ سے اس کو حق تعالیٰ پر ناز ہے اور یوں کہتا ہے کہ ایسے رحیم کریم نے میرے اوپر مصیبت کیوں ڈالی۔ ان کو تو مجھے آرام دینا چاہئے۔

غیر مقصود کو مقصود بالذات بنانا عصیانِ باطنی ہے

ارشاد: کیفیات نفسانیہ ذوق وشوق محمود تو ہیں، مگر مقصود نہیں، اور غیر مقصود بالذات کو مقصود بالذات بنالینا عصیان باطنی اور بدعت باطنیہ ہے۔

کمال علم سے علم جہالت ہوتا ہے

ارشاد: جب کمال علم حاصل ہوتا ہے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ ہم جاہل ہیں، چنانچہ مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ عمر بھر پڑھنے پڑھانے کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہم جہل مرکب سے جہل بسیط میں آ گئے۔

غیر مقلدوں کے خاص امراض

ارشاد: غیر مقلدوں میں یہ دو مرض زیادہ غالب ہیں ایک بدگمانی دوسرے بدزبانی اسی وجہ سے وہ ائمہ کو حدیث کا مخالف سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک تاویل وقیاس کے معنی ہی مخالفت حدیث ہیں۔ گو وہ مستند الی الدلیل ہی ہوں اور اگر ان ہی کے اصول کو مانا جائے تو من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد

کفر اور لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بام الکتاب ان حدیثوں میں کوئی تاویل نہ ہوگی۔ اور سارے حنفی تارک صلوٰۃ ہوئے اور تارک صلوٰۃ کافر ہے تو سب حنفی کافر ہوئے نعوذ باللہ من ھذا الجھل.

مشورہ کی برکت

ارشاد: اگر بڑا اپنے چھوٹوں سے مشورہ کیا کرے تو انشاء اللہ غلطیوں سے محفوظ رہے گا۔ چہ جائیکہ چھوٹا اپنے بڑوں سے کرے، وہ تو بدرجہ اولیٰ محفوظ ہوگا۔

افعال مذمومہ کا منشا جس قدر زیادہ خبیث ہوگا اسی قدر افعال کا ذم بڑھ جائے گا

ارشاد: کفار میں ترک صلوٰۃ کا منشا کفر اور مسلمان میں اسکا منشا کسل ہے اس لئے ترک صلوٰۃ میں وہ کافر نہیں ہوتا۔ اسی طرح کفار میں عدم اطعام کا منشا انکار جزا و اجر ہے اور مسلمان میں بخل و طمع۔ جیسا کہ افعال حسنہ کفار میں بھی ہوتے ہیں مگر ان کا منشا ایمان نہیں، اس لئے گو وہ دنیا میں ممدوح ہیں اور دنیا ہی میں ان کو ان پر اجر بھی مل جاتا ہے مگر آخرت میں مقبول نہیں اور اگر وہی افعال مسلمان سے صادر ہوں تو احسن ہیں کیونکہ انکا منشا بھی حسن ہے پس افعال مذمومہ جو کافروں سے صادر ہوتے ہیں وہ تو کریلا اور نیم چڑھا کے مصداق ہیں کہ فعل بھی مذموم اور منشا بھی خبیث۔

ارضاء خلق ایک مرض ہے

ارشاد: ارضائے خلق بھی ایک مرض ہے، گو کفر و نفاق کے ساتھ نہ ہو۔

مجاہدہ کا فائدہ اور ضرورت

ارشاد: شیخ کی تصدیق کے بعد اس کی ضرورت رہتی ہے کہ نفس کا امتحان کرتا رہے، بے فکر اور مطمئن نہ ہو جائے کیونکہ مجاہدہ وغیرہ سے نفس شائستہ تو ہو جاتا ہے مگر شائستہ ہو جانے کے یہ معنی نہیں کہ کبھی شرارت ہی نہ کرے آخر شائستہ گھوڑا بھی کبھی شرارت اور شوخی کیا کرتا ہے۔ ہاں مجاہدہ کا فائدہ یہ ہے کہ نفس کی شرارت پہلے سے کم ہو جاتی ہے اور اگر کبھی شرارت کرتا ہے تو ذرا سے اشارہ میں سیدھا ہو جاتا ہے۔

فناء کی حقیقت

ارشاد: فناء کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اپنے ارادہ اور تجویز کو فنا کر دے۔ یعنی اپنے ارادہ اور تجویز کو ارادہ وحق کے تابع کر دے اور فنائے ارادہ سے مطلق ارادہ کا فناء کرنا نہیں ہے بلکہ اس ارادہ کا فنا

کرنا مقصود ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو یعنی جو ارادۂ حق کے خلاف اور تجویز حق کے مزاحم ہو۔

شائستہ عنوان کی تعلیم

ارشاد: شریعت نے بھی الفاظ کے ادب اور شائستگی کی بہت تعلیم دی ہے کہ ایسے الفاظ نہ کرو جن میں بے ادبی و گستاخی کا ابہام بھی ہوتا ہو۔ چنانچہ عبدی وامتی کہنے کی ممانعت ہے اس کے بجائے فتائی وفتاتی کہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ راعنا کہنے کی ممانعت ہے انظرنا کہنے کی تعلیم دی گئی ہے اور عقل کا مقتضاء بھی یہی ہے۔ مثلاً کسی بادشاہ سے جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے کل دانت گر گئے ہیں، معبر کا کہنا کہ اس کا سارا خاندان آپ کے سامنے مرجائے گا۔ اس کا نتیجہ جیل خانہ جانا ہوگا اور بجائے اس کے (دوسرے معبر کا) یہ کہنا کہ حضور کی عمر اپنے خاندان میں سے زیادہ ہوگی، موجب خلعت وانعام ہوگا۔

ادبِ سماع

ارشاد: یہ بات آدابِ سماع میں سے ہے کہ جس شعر پر کسی کو وجد ہوگا، اسی کو مکرر پڑھتے رہیں۔ جب تک کہ وجد کو سکون نہ ہو ورنہ صاحب وجد کو قبض شدید ہو جاتا ہے، جس سے بعض دفعہ نوبت موت تک کی آجاتی ہے اور اسی وجہ سے یہ بھی آداب میں سے ہے کہ جب صاحبِ وجد کھڑا ہو تو سب کھڑے ہو جاویں تا کہ موافقت سے اس کو بسط ہو اور مخالفت سے قبض نہ ہو۔

سماع سے موت کے اقتران کی وجہ

ارشاد: بعض وقت موت کا اقتران سماع سے صرف ظاہری ہوتا ہے اور حقیقت میں سبب موت بسط نہیں ہوتا۔ بلکہ ضعفِ قلب وغیرہ ہوتا ہے۔

موت کے وقت تفویض سے کام لینا کمال ہے

ارشاد: بعض اہل محبت نے سماع میں موت آنے کی تمنا اس لئے کی کہ اس وقت محبت کو ہیجان ہو جاتا ہے اور موت لذت کے ساتھ آتی ہے، لیکن جو حضرات محقق اور مقتداء ہیں وہ ہر پہلو پر نظر رکھتے ہیں اس لئے وہ اس کی تمنا نہیں کرتے، بلکہ ہمت سے کام لیتے ہیں اور خود کوئی صورت تجویز نہیں کرتے۔

حضرات صحابہؓ کے مکالمہ ومناظرہ کا رنگ

تحقیق: حضرات صحابہؓ کے مکالمات ومناظرات کا رنگ یہی تھا کہ تکرارِ حق واضح ہو جاتا تھا، بحث وتمحیص کی ضرورت نہ ہوتی تھی چنانچہ مناظرہ قتال مرتدین اس کی دلیل ہے۔

ذوق ومناسبت ایک نعمت ہے لیکن شرط مقبولیت نہیں

تحقیق: محبت طبعیہ کا دارومدار مناسبت باطنی پر ہے اور مناسبت باطنی کسی کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے۔ کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہے وھذا ھو الاکثر الایما فی العوام اور بعض کو کسی سے بھی مناسبت نہیں وہ محض خشک لکڑی ہیں جیسے نجدی مگر ان کو بھی ناقص نہ سمجھو، کیونکہ ذوق وشوق شرط مقبولیت نہیں ہاں نعمت ضرور ہے کیونکہ اس سے عمل میں سہولت ہو جاتی ہے جیسے حسن ظاہری نعمت تو ہے مگر شرط مقبولیت نہیں، گنجے بدصورت کو بھی قرب حق ہو سکتا ہے، .... اسی طرح ذوق ومناسبت ایک حسنِ باطنی ہے اگر کسی کو حاصل ہو جائے تو نعمت ہے لیکن اگر کسی کو حاصل نہ ہو تو کوئی نقص نہیں کیونکہ قرب و رضائے حق کا مدار محبت عقیلہ پر ہے یعنی اطاعتِ احکام پر اگر کسی کو ذوق باطن بالکل نہ ہو لیکن احکام کو پوری طرح بجالاتا ہو تو وہ ناقص نہیں بلکہ کامل ہے۔

طریق باطن کسے کہتے ہیں؟

تحقیق: طریق باطن ذوق وشوق کا نام نہیں بلکہ مداومت ذکر اور اطاعت احکام وملکاتِ باطنہ مشکل توکل ورضا وشکر وغیرہ کا نام ہے

دوامِ عمل داعیہ جذب الٰہی سے ہوتا ہے

تحقیق: عادۃ اللہ یہ ہے کہ جب مسلمان کسی عمل شرعی کا اہتمام کرتا ہے تو حق تعالیٰ چند سے محرومی کا سبب ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان کیا کرتے ہیں کہ اس کو ہم پر بھروسہ ہے یا اسباب پر نظر ہے اس لئے بعض دفعہ ایسی چیز بھیجتے ہیں جس میں شبہ ہو جس کے متعلق اس کے دل میں کھٹک ہو، اب اگر اس نے کھٹک کی وجہ سے اس کو واپس کر دیا تو حق تعالیٰ فتوحات کا دروازہ کھول دیتے ہیں ورنہ باب مسدود ہو جاتا ہے، اگر انسان تقدیر پر نظر رکھے تو اس کے نزدیک جمع کرنا اور واپس کرنا یکساں ہو جائے بلکہ خرچ کرنے کو زیادت رزق کا سبب سمجھے گا، تقلیل کا سبب نہ سمجھے گا۔

دعوت قبول کرنے کی شرط

تحقیق: شبہ کا مال کبھی نہ لینا چاہئے خصوصاً جہاں دعوت قبول کرنے میں علم کی توہین وتذلیل ہوتی ہو، وہاں تو ہرگز نہ جانا چاہئے۔

معیارِ صحت تاویل

تحقیق: اگر کسی رقم سے دل میں کھٹک ہو اور اول ہی سے یہ نیت ہو کہ کسی طرح یہ مل جائے اور اس کا لینا جائز ہو جائے اس کے بعد استفتاء کیا جائے تو اب چاہے کتنے فتوے جواز کے آ جائیں اس کو ہرگز نہ لو، اور اگر اول سے یہ نیت ہو کہ خدا کرے اس کا لینا جائز نہ ہو اس کے بعد استفتاء کیا جائے تو اب اگر فتویٰ سے اجازت ہو جائے تو لے لو، یا کم از کم دونوں جانبین مساوی ہوں، نہ لینے کی نیت ہو نہ واپس کرنے کی، بلکہ نیت یہ ہو کہ فتویٰ جو ثابت ہو جائے گا، ویسا ہی کریں گے تب بھی لینا جائز ہے۔ اگر فتویٰ سے اجازت ہو جائے۔

کس مباح کا ترک واجب ہے

تحقیق: جس مباح سے فسادِ عوام کا اندیشہ ہو اس مباح کا ترک واجب ہو جاتا ہے خصوصاً ایسا مباح جس کے کرنے سے دین پر حرف آتا ہو کسی طوائف کی جائداد کو مدرسہ میں لینا، گو کسی تاویل سے اس کا ہبہ جائز ہو۔

مدرسہ کے چلانے میں صرف رضائے حق کو مقصود سمجھو

تحقیق: آج کل ہمارے مدارس نے مخترع ثمرات کو مطلوب سمجھ کر کہ ہمارا مدرسہ بارونق ہو، اس میں پانچ سو طلباء ہوں، پچاس مدرس ہوں اور ایسی عمارت ہو، اور ہر سال اس میں سے اتنے طلباء فارغ ہوں اور یہ باتیں بدون زیادہ رقم کے ہو نہیں سکتیں تو اب ہر وقت ان کی نظر آمدنی پر رہتی ہے اور جہاں سے چندہ آتا ہے رکھ لیا جاتا ہے، یہ خیال ہوتا ہے کہ حرام اور مشتبہ مال واپس کرنا شروع کر دیں تو اتنی آمدنی کس طرح ہو گی جو اتنے بڑے کارخانہ کو کافی ہو سکے، بس یہی جڑ ہے، اس جڑ کو اکھاڑ پھینکو اور ثمرات پر ہرگز نظر نہ کرو، نہ زیادہ کام کو مقصود سمجھو، بلکہ رضائے حق کو مقصود سمجھو، مدرسہ رہے یا نہ رہے۔

الصوفی لا مذهب له کے معنی

تحقیق: الصوفی لا مذهب له اس کا یہ مطلب نہیں کہ صوفی لا مذہب ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ محتاط ہوتا ہے اور ہر مسئلہ میں احتیاط کی جانب کو اختیار کرتا ہے، ورع و تقویٰ اسی کا نام ہے ہمارے فقہائے نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ رعاية الخلاف و الخروج منه اولیٰ مالم یرتکب مکروه مذهبه کہ اختلاف سے نکلنا مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو۔

تاویل حق کی شناخت

تحقیق: تاویل حق وہ ہے جو بے ساختہ قلب میں آجائے اور اس کے لئے کوشش نہ کی جائے اور کوشش کو جاری نہ رکھا جائے اور جس تاویل کے لئے کوشش کرنا اور اس کو جاری رکھنا پڑے وہ تاویل نہیں بلکہ تعلیل ہے یعنی دل کا بہلانا پھسلانا ہے۔

اذن بطیّب نفس کی حقیقت

تحقیق: اذن بطیب نفس کی حقیقت یہ ہے کہ دوسرے کو عدم اذن پر بھی قدرت ہو اور تجربہ یہ ہے کہ یہاں کے مرید پیر کے استیذان کے بعد عدم اذن پر قادر نہیں ہوتا، اس لئے یہ اذن معتبر نہیں، پس آج کل اذن پر بھی بدون شہادت قلب عمل نہ کیا جائے۔

امر و شفاعت کا درجہ

تحقیق: امر و شفاعت کا درجہ یہ ہے کہ امر کی اطاعت واجب ہے اور شفاعت میں قبول و عدم قبول کا اختیار ہے مثال اس کی قصہ مغیثؓ و بریرہؓ ہے۔

بعض دفعہ مشکوک رقم رکھ لینے سے رزق سے محرومی ہو جاتی ہے

تحقیق: صاحبو! یاد رکھو! بعض دفعہ ایک روپیہ ایسا رکھنا جس سے دل میں کھٹک تھی رزق کچھ روز کے بعد اس کو طبعی بنا دیتا ہے کہ دل میں ایک داعیہ ایسا پیدا ہو جاتا ہے جو اس سے بالاضطرار کام کراتا رہتا ہے اور میری اس تحقیق سے کہ دوام عمل داعیہ جذب الٰہی سے ہوتا ہے عجب و کبر کی بھی جڑ کٹتی ہے۔ پس جو لوگ نماز و ذکر وغیرہ کے پابند ہیں وہ اس کو اپنا کمال نہ سمجھیں بلکہ خدا تعالیٰ کا فضل و انعام سمجھیں کیونکہ بدون اس داعیہ کے ہمارے ارادہ و اختیار میں اتنی قوت نہیں جو دواماً یہ اعمال صادر ہو سکیں۔

قلب کی اول ہی کھٹک پر عمل کرنا چاہئے

تحقیق: قلب کا یہ قاعدہ ہے کہ اول دہلہ میں اس کو جس قدر کراہت و نفرت ہوتی ہے دوسری مرتبہ میں ویسی نفرت نہیں ہوتی، اور اس میں جو کھٹک اول دہلہ میں پیدا ہوتی ہے اگر اس پر عمل نہ کیا گیا بلکہ اس کو دبا دیا گیا تو پھر یہ کھٹک کمزور ہو جاتی ہے۔

استخارہ کن امور میں مشروع ہے

تحقیق: استخارہ ان امور میں مشروع ہے جس کی دونوں جانبین اباحت میں مساوی ہوں اور

جس فعل کا حسن وقبح دلائل شرعیہ سے متعین ہوان میں استخارہ مشروع نہیں۔

درکارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست ☆ ہم در شرور حاجت ہیچ استخارہ نیست

تنبیہ وزجر بقدر ضرورت ہونی چاہئے

تحقیق: تنبیہ وزجر بقدرِ ضرورت ہونی چاہئے تین بار تنبیہ کرنا تو قدر ضرورت سے بھی زیادہ ہے چنانچہ بلعم باعور کے قصے میں تین دفعہ تک تو استخارہ میں تنبیہ ہوئی تھی چوتھی دفعہ میں تنبیہ نہ ہوئی۔

الاثم ما حاک فی صدرک کا عمل

تحقیق: جب علماء کسی فعل کے جواز وعدم جواز میں اختلاف کریں اور کوئی اسے واجب اور ضروری نہ کہے تو ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ اس کو ترک کردے کیونکہ اختلاف سے دل میں کھٹک ضرور پیدا ہوگی اور شریعت کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ الاثم ما حاک فی صدرک کہ گناہ وہ ہے جس سے تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہو۔

حکم اجازت حزب البحر

تحقیق: بعض لوگ نہایت اہتمام سے حزب البحر کی اجازت لیتے پھرتے ہیں، یہ بھی پیر جیوں کے ڈھکوسلے ہیں، یہ اعمال مندوبات ہیں مگر اب تو یہ سب قابل ترک ومنع ہیں کیونکہ لوگ غلو کرنے لگے ہیں اور حد سے آگے بڑھنے لگے ہیں، چنانچہ عام طور پر قلوب میں اعتقاداً حزب البحر کی ایسی وقعت ہے کہ ادعیہ ماثورہ کی وہ وقعت نہیں۔

جو کام کرو رضائے حق کے ساتھ کرو

تحقیق: ایک زمانہ میں مدرسہ دیوبند کے خلاف دیوبند میں بڑی شورش تھی، اہل قصبہ کا مطالبہ تھا کہ ایک ممبر کا اضافہ ہماری مرضی کے موافق ہو، اور بعض اہل شوریٰ نے اس مطالبہ کے مان لینے کی تحریک بھی کی لیکن حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ہم کو مدرسہ مقصد نہیں، رضائے حق مقصود ہے اور نا اہل کو ممبر بنانا معصیت ہے جو خلاف رضائے حق ہے اس لئے ہم اپنے اختیار سے ایسا نہ کریں گے، کیونکہ اس پر ہم سے مواخذہ ہوگا، اگر اہل شہر کے فتنہ سے مدرسہ بند ہو گیا تو اس کے جواب دہ قیامت میں وہ خود ہوں گے، کیونکہ ان کے ہی فعل کا یہ نتیجہ ہوگا، ہم سے اس کا مواخذہ نہ ہوگا۔ حضرتؒ نے جس علم کی طرف اس تحریر میں اشارہ فرمایا ہے، وہ بہت بڑا علم ہے، جس کا عنوان یہ ہے کہ ثمرات مقصود نہیں، صرف رضائے حق مقصود ہے۔ نہ مدرسہ مقصود ہے نہ طلباء کی کثرت مطلوب ہے، نہ عمارت مقصود ہے صرف

رضائے حق مطلوب ہے، اگر رضائے حق کے ساتھ یہ کام چلتے رہیں تو چلاؤ اور حسب ہمت اور طاقت اس میں کام کرتے رہو اور جو کام طاقت سے زیادہ ہو اس کو الگ کرو۔

ثمرات مقصود نہیں صرف رضائے حق مقصود ہے

تحقیق: اسی طرح اگر کوئی بچہ بیمار ہو تو دوا دارو کرو مگر ثمرہ متعین نہ کرو کہ یہ اچھا ہی ہو جائے بلکہ معالجہ محض رضائے حق کے لئے کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کا یہ حق رکھا ہے کہ بیماری میں ان کی خدمت کرو، علاج کرو۔ ثمرہ پر نظر نہ کرو۔ اسی طرح ذکر وشغل میں لگو تو رضائے حق پر نظر رکھو، لذت وشوق وغیرہ کو مطلوب نہ سمجھو، اگر قبض ہو تو خوش رہو، بسط ہو تو خوش رہو، کیفیات نہ ہوں تو خوش رہو، کیفیات ہوں تو خوش رہو۔

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو ☆ دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

ناخوش تو خوش بود بر جان من ☆ دل فدائے یار دل رنجانِ من

وقف علی الاولاد کے کفر ہونے کی صورت

ارشاد: مسئلہ میراث کو خلاف حکمت سمجھ کر وقف علی الاولاد کرنا کفر ہے، شیطان اسی واسطے تو کافر ہوا تھا، کہ اس نے حکم خداوندی کو خلاف حکمت سمجھا تھا۔ حالانکہ مسئلہ میراث میں بڑی راحت کی تعلیم ہے کہ تم مرنے کے بعد کی فکر نہ کرو، تم پاؤں پھیلا کر سو رہو، ہم تمہاری جائیداد وغیرہ کو اقارب میں خود مناسب طور پر تقسیم کر دیں گے چنانچہ آبائکم وابناءکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا: میں اس کی تصریح ہے۔

نفع لازم مقدم ہے نفع متعدی پر

ارشاد: نفع متعدی نفع لازم سے افضل ہے یہ قاعدہ اس شخص کے لئے ہے جو نفع لازم سے فارغ ہو گیا ہو اور نفع متعدی میں مشغول ہونا اس کے لئے نفع لازم میں خلل انداز نہ ہوتا ہو، جیسے پڑھانا، اسی واسطے افضل ہے جو پڑھنے سے پوری طرح فارغ ہو چکا ہو اور اس کو اساتذہ کہہ دیں کہ اب تم اس لائق ہو کہ دوسروں کو پڑھاؤ، نفع متعدی میں فضیلت اسی واسطے ہے کہ وہ نفع لازم کا ذریعہ ہے اسی لئے جس وقت نفع متعدی سے نفع لازم کا ذریعہ ہونے کی امید نہ ہو اس وقت نفع متعدی کے ترک کا حکم ہے اہل طریق کا اجماع ہے کہ جو شخص دوسروں کی تربیت کرتا ہو اس کو لازم ہے کہ ایک وقت اپنے لئے یکسوئی اور خلوت کا ضرور مقرر کرے ورنہ نسبت مع اللہ ضعیف ہو جائے گی معلوم ہوا کہ اصل مقصود نفع لازم ہے اور

نفع متعدی مقصود نہیں، بلکہ مقصود کا ذریعہ ہے۔

توحید وجودی یا توحید حالی مطلوب نہیں

ارشاد: توحید وجودی مطلوب کا کوئی درجہ نہیں آج ۶۵ سال کے بعد یہ بات معلوم ہوئی جس پر میں بے حد مسرور ہوں۔ عام طور پر لوگ وحدۃ الوجود کی حقیقت یہی سمجھتے ہیں کہ غیر حق کے وجود سے طبعی اثر بھی نہ پیدا ہو، مگر یہ بات نہیں ہے بلکہ وحدۃ الوجود (جس کو توحید حالی بھی کہتے ہیں) کا اثر صرف یہ ہے کہ عقلاً متاثر نہ ہو اور اس کی وجہ سے عقلاً فکر و سوچ میں نہ پڑے ورنہ طبعی تاثر ضرور ہوتا ہے۔ سیدنا رسول اللہ ﷺ سے زیادہ موحد کامل کون ہوگا۔ مگر طبعی تاثر آپ کو بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ اپنے صاحبزادہ کے انتقال سے متاثر ہوئے جس کو خود ان الفاظ سے آپ ﷺ نے ظاہر فرمایا ان بفراقک یا ابراھیم لمحزونون.

مبتدی و منتہی و متوسط کا فرق تاثر و عدم تاثر میں

ارشاد: اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب مبتدی کو بھی طبعی تاثر ہوتا ہے اور کامل کو بھی تو پھر دونوں میں فرق کیا ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مبتدی کا تاثر تو ایسا ہے جیسے بچے کے ذرا زخم ہو جائے اور اس میں سے خون نکل پڑے تو گھبرا کر روتا ہے کہ ہائے خون نکل آیا اور سمجھتا ہے کہ بس اب جان نکل جائے گی۔ اور متوسط کی ایسی حالت ہے جیسے کسی کو کلورا فارم سنگھا کر آپریشن کیا جائے، وہ نشتر لگنے سے ظاہر میں متاثر نہیں ہوتا، اور ناواقف سمجھتا ہے کہ بڑا بہادر ہے اور منتہی کے دل کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کا بدون کلورا فارم سنگھائے آپریشن کیا جائے۔ اس کے منہ سے آہ نکلتی ہے اور نشتر لگنے سے متاثر ہوتا ہے، تکلیف کا احساس ہوتا ہے لیکن فکر و سوچ نہیں ہوتی اور وہ اس سے گھبراتا بھی نہیں۔ بلکہ دل سے راضی اور خوش خوش نشتر لگواتا ہے۔

تصوف کا ہر شخص اہل ہے

ارشاد: اس طریق کی استعداد اور مقصود تصوف کی قابلیت ہر مسلمان میں ہے کیونکہ تصوف کا مقصود اصلی ادائے مامور بہ کا اختیاری ہونا ضروری ہے اور ہر امر اختیاری کا ہر شخص اہل ہے۔

تصوف نام ہے مقامات کا

ارشاد: تصوف لوٹنے پوٹنے کا نام نہیں ہے بلکہ مقامات کا نام تصوف ہے اور مقامات بھی ملکات ہیں اخلاص و رضا تواضع وغیرہ ان کو حاصل کرو اور ان کی اضداد ریاء کبر اعتراض وغیرہ سے نکل جاؤ

بس صوفی ہو گئے۔

اسلامی شان وشوکت کے معنی

ارشاد: ایسے افعال کا بجالانا جن میں عقل کو دخل نہ ہو یا کم ہو یا شان تعبدی زیادہ ہو۔ موجب اطاعت زائدہ اور علامات عبدیت کاملہ ہے اور جس قدر ہماری عبدیت کا ظہور ہوگا حق تعالیٰ کی عظمت کا انکشاف زیادہ ہوگا، ہم پر بھی دوسروں پر بھی اسلامی شان وشوکت ہے۔ اسلامی شان وشوکت توپ خانہ اور سرخ جھنڈے سے نہیں بلکہ عبدیت کے اظہار سے ہے کیونکہ اسلام کے معنی ہیں۔ گردن بہ طاعت نہادن۔ ظاہر ہے کہ اس معنی کی شان وشوکت تو یہی ہے کہ کمال عبدیت اور نہایت فنا کا ظہور ہو۔ اور یہ معنی حج وقربانی دونوں میں مشترک ہیں۔ اسی لئے یہ دونوں شعائرِ اسلام کہلاتے ہیں۔

حج وقربانی کی تعظیم کے معنی

ارشاد: حج کی تعظیم تو یہ ہے کہ رفث وفسوق وغیرہ سے اجتناب کیا جائے، یہ معنوی تعظیم ہے اور اضحیہ کی تعظیم دو طرح ہے صورۃً بھی معنیً بھی معنوی تعظیم تو یہ ہے کہ اس میں اخلاص کا اہتمام کیا جائے اور صوری تعظیم یہ ہے کہ قربانی کا جانور بہت اچھا اور عمدہ ہو۔

مکہ ومدینہ کی حقیقت

ارشاد: مکہ کی حقیقت تجلی الوہیت اور مدینہ کی حقیقت تجلی عبدیت ہے اور عارف ہر وقت اپنے اندر تجلی الوہیت اور تجلی عبدیت کا مشاہدہ کرتا ہے وہ جہاں بیٹھے گا مکہ ومدینہ اس کے ساتھ ہے مگر جو محقق ہے وہ صورت کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا بلکہ حتی الامکان صورت ومعنی دونوں کے جمع کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔

روح وصورتِ حج

ارشاد: روحِ حج وصول الی اللہ ہے۔ جس کی صورت یہ حج بیت اللہ ہے۔

رمضان کے اعمال برائے تحلیہ وتخلیہ ہیں

ارشاد: روزہ برائے تخلیہ زوائل ہے، کیونکہ روزہ سے بہیمیہ منکسر ہوتی ہے اور معاصی سے رکاوٹ ہوتی ہے اور دل میں رقت پیدا ہوتی ہے، صلوٰۃ تراویح برائے تحلیہ ہے کیونکہ تکثیرِ صلوٰۃ سے انسان کے اندر اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اور انورِ طاعات زیادہ ہوتے ہیں اور قرآن کی تلاوت سے

بھی قلب میں نور پیدا ہوتا اور زنگ دور ہوتا ہے۔

وقوفِ عرفات کی حقیقت

ارشاد: حج اسی کا نام ہے کہ ۹/ ذی الحجہ کی نصف النہار کے بعد ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح تک کسی ایک منٹ میں ایک قدم عرفات کے اندر رکھ دے، بس اسی وقتِ مذکورہ میں اگر کسی وقت بھی ایک قدم عرفات میں پڑ گیا خواہ جاگتے ہوئے یا سوتے ہوئے ہوش یا بیہوشی میں تو حاجی بن گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقوفِ عرفات کی حقیقت حاضری دربارِ شاہی ہے جب ہی تو اس میں اور کچھ شرط نہیں، صرف ایک قدم وہاں ڈال دینا شرط ہے۔

حکمت ابقاءِ نوعِ انسانی

ارشاد: ابقاءِ نوعِ انسان سے ظہور اسماء وصفات باری تعالیٰ مطلوب ہے۔

اصل مقصود عمل ہے نتیجہ نہیں

ارشاد: **یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا** اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل مقصود عمل ہے ترتب نتیجہ مقصود نہیں، یہ سالکین کے بہت کام کی بات ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو حکم تھا ذبح کا، اور ذبح پر ثمرہ کا ترتب وقوع کہاں ہوا، صرف قصد ذبح اور سعی فی الذبح کا تحقق ہوا تھا کہ مگر اس کے فعل کامل ہونے کی تصدیق کی گئی۔

مسلمان کا کمال

ارشاد: مسلمان کا یہی بڑا کمال ہے باوجودیکہ ذبح کے اس کے دل میں رقت ہے اور جانور کی صورت دیکھ کر دل پسیج جاتا ہے۔ پھر بھی وہ خاموش کھڑا ہو کر حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں مشغول ہے۔

وضع کی پابندی علامت وجود تکبیر کی ہے

ارشاد: بعض لوگ جو وضع کے پابند ہیں ان کا دل بھی پائے بند ہوتا ہے کہ میدانِ عشق میں ترقی نہیں کرتا کیوجہ ان لوگوں میں تکبر ہے جو سدِ راہ ہے بعض لوگ وضع سوز ہوتے ہیں ان کا دل تکبر سے پاک ہوتا ہے بشرطیکہ وضع سوز ہی ہوں، شرع سوز نہ ہوں۔

شوخی ومتانت کی حقیقت

ارشاد: شوخی علامت ہے روح کے زندہ اور نفس کے مردہ ہونے کی، اور متانت علامت ہے

نفس کے زندہ اور روح کے مردہ ہونے کی۔

عشاق کا درجہ قرب میں عمال سے زیادہ ہے

ارشاد: یاد رکھئے عشاق کا درجہ قرب میں عمال سے بڑھا ہوا ہے گو مناسب عمال کے زیادہ ہیں، اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک تو ایاز تھا اور ایک حسن میمندی تھا، اختیارات حسن میمدی کے زیادہ تھے کیونکہ وہ وزیر تھا، مگر قرب سلطان ایاز کو زیادہ تھا۔

عشق کے لئے امتیاز سدراہ ہے

ارشاد: عشق کے لئے امتیاز سدراہ ہے امتیاز سے شہرت ہوتی ہے اور شہرت بہت سی بلاؤں کا پیش خیمہ ہے

اشتہارِ خلق بندِ محکم است ☆ بندِ ایں از بندِ آہن کے کم است

احکامِ شرعیہ میں طبعی جذباتِ انسانی کی رعایت ہے

ارشاد: امتیازِ طبعی خاصہ انسان کا ہے اور طبعی جذبات کو بالکل فنا کر دیجئے تکلیف ہوتی ہے سو حق تعالیٰ تکلیف دینا نہیں چاہتے اور طبعی جذبات کی رعایت کر کے احکام شرعیہ مقرر فرمائے ہیں۔

حج و قربانی کی روح

ارشاد: قربانی کی غایت صرف خدا کے نام پر جان فدا کرنا ہے۔ پس روح قربانی کی نذر الی اللہ ہے اسی طرح حج کی روح دیوانہ شدن ہے۔

علم مکاشفہ

ارشاد: علم مکاشفہ، علم حکمت و اسرار کو کہتے ہیں

علاج امساکِ باراں

ارشاد: اصل علاج امساکِ باران کا وہ ہے جس کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

انما اللہ بیر تبدیل المزاج

یعنی اپنی حالت سے غفلت کو انابت الی اللہ سے بدلنا، اصل علاج یہ ہے، نری تمنا سے یا صدقہ سے کام نہیں چلتا کیونکہ صدقہ ایک مستحب فعل ہے اور مستحب سے مقدم واجبات کا ادا کرنا ہے، پس تم نے جو لوگوں کی موروثی زمین دبا رکھی ہے، لڑکیوں عورتوں کو میراث نہیں دیتے، شریکوں کا حق مار رکھا ہے

پہلے اس سے توبہ کرو اور موروثی وغیرہ کو چھوڑ دو، پھر مستحبات کے درپے ہونا۔

حیوانات، نباتات، سب اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں

ارشاد: کوئی زبان قال سے سوال کرتا ہے کوئی زبان حال سے بقصد اور کوئی زبان حال سے بلاقصد شریعت میں بھی زبان حال سے قصداً سوال کرنے کی ایک نظیر موجود ہے حدیث میں ہے مــن شـغـلته القرآن عن ذکری و مسئلتی اعطیته افضل ما اعطی السائلین۔ یعنی جو شخص قرآن میں اس درجہ مشغول ہو کہ اسے ذکر و دعا کی بھی فرصت نہ ہو، یا دعاء کی طرف التفات نہ ہو تو حق تعالیٰ اس کو سائلین سے زیادہ عطا فرماتے ہیں، کیونکہ تلاوت میں مشغول ہونا یہ بھی سوال بزبانِ حال قصداً ہے اور بلا قصد میں سب شامل ہیں، جمادات بھی اور ملحدین و متکبرین بھی، کیونکہ سب کی حالت حدث و امکان بتلا رہی ہے کہ یہ کسی بڑی ہستی کے محتاج ہیں، جس کے قبضے میں سب کا وجود و بقاء ہے چنانچہ ہر ملحد و متکبر کی حالت دیکھ لی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ احتیاج میں سر سے پیر تک بندھا ہے، بس پورے طور سے یسئلہ من فی السمٰوٰت و الارض کل یوم ھو فی شان کی صداقت ظاہر ہوتی ہے، یہاں پر من کا استعمال تغلیباً ہے اور اگر اہلِ تحقیق کا قول لیا جائے تو پھر تغلیب کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ان کے نزدیک جمادات و نباتات وغیرہ سب ذوی العقول ہیں، غیر ذوی العقول نہیں، گو ان کی عقل اس درجہ نہ ہو، جو تکلیف بالا حکام کے لئے کافی ہو مگر معرفتِ حق کے لئے ضرور کافی ہے چنانچہ حیوانات و جمادات و نباتات سب کے سب خدا کو پہچانتے ہیں، بلکہ انبیاء اولیاء تک کو پہچانتے ہیں۔

خدا سے سوال ضرور کرنا چاہئے

ارشاد: کسی سے سوال نہ کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس کے خزانے میں کمی ہو یا اس میں شفقت و رحم نہ ہو یا سخاوت نہ ہو اور جس میں یہ سب باتیں موجود ہوں کہ اس کے خزانے بھی بے انتہاء ہوں شفقت و رحمت بھی کامل ہو، سخاوت بھی اعلیٰ درجہ کی ہو اس سے سوال نہ کرنا تو بڑا غضب ہے، بس خدا تعالیٰ سے سوال ضرور کرنا چاہئے۔

عبادت کو عنوان دعاء سے تعبیر کرنے کا نکتہ

ارشاد: قرآن میں جابجا عبادت کو عنوانِ دعاء سے تعبیر کیا گیا ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ تم جو ہماری عبادت کرتے ہو، حقیقت میں ہم سے مانگتے ہو، اسی لئے نداء غیر اللہ حرام ہے کہ وہ عبادت کی فرد ہے اور عبادتِ غیر حرام ہے۔

سوال کی حقیقت عبادت اور صورت دعاء ہے

ارشاد: یسئلہ من فی السموٰات و الارض میں معنی عبادت کو لفظ سوال سے جو تعبیر کیا گیا ہے اس میں نکتہ یہ ہے کہ مخلوق عبادت کر کے کچھ ہم پر احسان نہیں کرتی، بلکہ اپنا ہی بھلا کرتی ہیں کہ صورت سوال پیدا کر کے کچھ ہم سے لے لیتے ہیں، دوسرے اس میں اس پر بھی تنبیہ ہے کہ عبادت کے اندر سوال کی شان ہونا چاہئے اور ظاہر ہے کہ سوال میں صورت بھی عاجزانہ ہوتی ہے دل میں بھی تقاضہ اور طلب ہوتا ہے، اور جس سے سوال کرتے ہیں اس کی طرف آنکھیں بھی لگی ہوتی ہیں، دل بھی ہمہ تن متوجہ ہوتا ہے کہ دیکھئے درخواست کا کیا جواب ملے تو یہی شان عبادت میں ہونا چاہئے، پس اس سے تکمیلِ عبادت کا طریقہ بھی معلوم ہو گیا کہ سوال کی حقیقت عبادت اور صورت دعاء ہے۔

تشریعی سہولت کا بیان

ارشاد: تشریع میں دیکھئے کہ سب سے زیادہ ضروری ایمان ہے اس میں اس قدر سہولت ہے کہ عمر بھر میں ایک بار کلمۂ شریف کا اعتقاد کر لینا اور زبان سے کہہ لینا کافی ہے۔ البتہ کسی وقت پھر اس کی ضد کا اعتقاد و اظہار نہ ہو گو ہر وقت اس اعتقاد کا استحضار اور تکرار اظہار مکمل ایمان ہے جس سے درجات میں ترقی ہوگی، باقی نجات مطلقہ کو موقوف علیہ نہیں۔ بلکہ بعض کا قول یہ ہے اور وہی صحیح بھی ہے کہ محض تصدیق قلبی عند اللہ ایمان معتبر ہے مگر باوجود قدرت کے عدم اظہارِ معصیت ہے جس کا گناہ ہوگا اور عند الناس یہ شخص احکام ظاہرہ میں کافر ہوگا، یعنی نہ اس کے جنازہ کی نمازیں پڑھیں گے نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے، مگر عند اللہ یہ شخص مؤمن ہے گو عاصی بھی ہے۔ لیکن ایمان عند اللہ کے لئے صرف تصدیق قلبی کافی نہیں، بلکہ یہ شرط ہے کہ امارات تکذیب سے احتراز کیا جاوے، مثلاً القاء مصحف فی القاذورہ۔ ایذاء رسول، مقاتلہ مسلمین وغیرہ۔

طریقۂ تکمیل صوم

ارشاد: تکثیرِ ذکر بحالتِ صوم موجب کمال صوم ہے۔

مسلمانوں کے افلاس کی وجہ

ارشاد: کافر تو دنیا ہی کو جانتا ہے۔ آخرت کو نہیں مانتا اس لئے وہ دنیا کا حریص نہ ہو تو اور کس چیز کا حریص ہو بخلاف مسلمان کے کہ وہ آخرت کو بھی مانتا اس لئے وہ دنیا کا زیادہ حریص نہیں ہوتا، اسی لئے مسلمانوں میں افلاس زیادہ ہے کیونکہ ان کو فکرِ کسب نہیں ورنہ کیا مسلمان کو کمانا نہیں آتا،

خواصِ ایمان

ارشاد: ایمان کا خاصہ ہے کہ خوراک کو کم کر دیتا ہے۔ حرصِ مال بھی کم ہو جاتی ہے۔ نیز محبتِ دنیا کو سوختہ کر دیتا ہے۔

حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں اتباعِ سنت زیادہ ہے

ارشاد: اس زمانہ میں صوفیہ کے جس قدر سلاسل ہیں قریب قریب سب بدعات میں مبتلا ہیں۔ صرف حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ ہی ایسا ہے جو اتباعِ سنت کے ساتھ ممتاز ہے اور حاجی صاحبؒ کے خدام میں جو مبتدعین تھے، ان سے سلسلہ ہی نہیں چلا یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ وہ حاجی صاحبؒ کے طریق پر نہ تھے۔ ورنہ ضرور فیض چلتا۔

سہولتِ تکوینی وتشریعی

ارشاد: جو امور تکویناً یا تشریعاً زیادہ ضروری ہیں وہ سب سے زیادہ سہل ہیں، تکویناً مثلاً ہوا، پانی غذا اور تشریعاً جیسے ایمان، روزہ نماز وغیرہ۔

دینِ محمدی ﷺ میں تو راحت ہی راحت ہے

ارشاد: دین کے اختیار میں تو راحت ہی راحت ہے خصوصاً دینِ محمدی ﷺ کو کہ وہ سب ادیان سے افضل واکمل واسہل ہے اس میں تو دشواری ہے ہی نہیں، بلکہ اس کے ترک میں رنج وکلفت ہے اور دیندار کو جو کلفت پیش آتی ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ یہ محبوب کی طرف سے آئی ہے تو اس کو اس کلفت میں لذت آتی ہے ؎

از محبت تلخہا شیریں بود

معرفتِ اضطراری ایمان نہیں

ارشاد: یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم میں معرفت اضطراریہ کا بیان ہے۔ اور معرفت اضطراریہ ایمان نہیں، بلکہ ایمان عمل اختیاری کا نام ہے۔ اس معرفتِ اضطراریہ کی ایسی مثال ہے جیسے دھوپ کو دیکھ کر ہر شخص اعتقادِ ضیا پر مضطر ہے۔ جس طرح اعتقادِ توحید میں ہر شخص مضطر ہے، کوئی دہری، کوئی ملحد کوئی کافر۔ اس سے خالی نہیں اور یہ اثر ہے عہدِ الست کا گو زبان سے وجود صانع کا منکر ہے، مگر دل سے ان کو بھی اقرار ہے۔

مرضِ معمولی بوجہ عدم اہتمام مہلک ہے

ارشاد: اگر کسی مرض کو معمولی سمجھ کر ٹال دیا جائے اور اس کا علاج نہ کیا جائے۔ یا اہتمام سے نہ کیا جائے، تو وہی سخت خطرناک ہے، کیونکہ وہ اندر اندر جڑ پکڑ لے گا۔ پھر اخیر میں اہتمام و توجہ کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ زکام، کھانسی اول معمولی درجہ کی ہوتی ہے پھر وہی رفتہ رفتہ دق اور سل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جب کہ معمولی سمجھ کر ٹال دیا جائے۔

آخرت کی رغبت کے وجوہ

ارشاد: ایک بات تو آخرت کی یہ قابلِ رغبت ہے کہ اس کی طلب بے کار نہیں جاتی۔ بلکہ ثمرہ ضرور مرتب ہوتا ہے۔ بخلاف دنیا کے کہ وہاں اس کا وعدہ نہیں، پھر یہ کہ طالبِ آخرت کو طلب سے زیادہ ملتا ہے۔ چنانچہ ایک عمل کا دس گناہ ثواب تو ہر شخص کے لئے مقرر ہے **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها** اور بعضوں کو سات سو گنا بھی ملے گا جیسا کہ اس آیت میں ہے **کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة** پھر اس پر بھی بس نہیں بلکہ دوسری جگہ ارشاد ہے **فیضاعفه اضعافاً کثیرةً**۔

جنت کی وسعت و تنعم

ارشاد: جنت میں اتنی وسعت ہے کہ سب سے ادنیٰ مسلمان کو بھی دنیا سے دس گنا رقبہ جنت میں ملے گا۔ نیز وہاں خدام اور اسبابِ تنعم بھی کثرت سے ملے گا کہ تمام مکان پر ہوگا، جن سے جی بالکل گھبرائے گا نہیں بلکہ جی خوب لگے گا۔

مبالغہ فی الاعمال موجب تقلیلِ عمل ہے

ارشاد: صوفیہؒ نے خوب سمجھا ہے وہ کہتے ہیں کہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے تکثیر عمل سے منع کیا ہے وہاں حقیقت میں تکثیر عمل سے ممانعت نہیں بلکہ تقلیل عمل سے ممانعت ہے کیونکہ اس مبالغہ کا انجام تقلیل عمل ہی ہے اور بعض صوفیہ سے جو خود تکثیرِ عمل اور مجاہداتِ کثیرہ منقول ہیں تو اس کا راز یہ ہے کہ ان کے لئے عملِ صالح طبیعتِ ثانیہ اور غذا بن گیا تھا جس کی تکثیر موجب ملال اور تقلیل نہ تھی۔

طلب آخرت کی حقیقت

ارشاد: طلبِ آخرت کی حقیقت یہ ہے کہ آخرت کا دھیان اور دھن رہے۔ اور یہ کوئی مشکل

بات نہیں۔ اور اس کے حصول کا سہل طریقہ یہ ہے کہ صحبت اہل اللہ اختیار کرو، گاہے گاہے اُن سے ملتے رہو ان کے پاس بیٹھو، ان کی باتیں سنو، ان سے تعلق رکھو، اور اگر یہ میسر نہ ہو تو تذکرۂ اولیاء اللہ اس کے قائم مقام ہے۔

کثرتِ ضحک

ارشاد: ایاکم و کثرۃ الضحک فانہ یمیت القلب ہنسنا جائز ہے، لیکن اس کی کثرت دل کو مردہ کر دیتی ہے۔

دل ز گفتن بمیرد در بدن ☆ گرچہ گفتارش دُرِ عدن

توجہ الی اللہ اصل مقصود ہے

ارشاد: ہمارے حضرات اپنی طرف ہمیشہ یہی قصد رکھتے ہیں کہ توجہ الی اللہ سب سے زیادہ ہو۔ اور کوئی شے اس سے مانع نہ ہو۔ بلاقصد کسی شے کی طرف توجہ ہو جائے وہ اور بات ہے توجہ للہ بجائے توجہ الی اللہ کے ہے مگر عاشق کو کب گوارہ ہے قصداً غیر کی طرف متوجہ ہو، عاشق کا مزاج تو یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دم بھی محبوب سے غافل ہونے کو گوارہ نہیں کر سکتا، اپنی طرف سے ہر دم ادھر ہی متوجہ رہتا ہے، خواہ محبوب متوجہ ہو یا نہ ہو۔

ملنے کا اور نہ ملنے کا مختار آپ ہے ☆ پر تم کو چاہئے کہ تگ و دو لگی رہے

اندریں رہ می تراش و می خراش ☆ تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

می تراش۔ می خراش دھیان اور دھن ہی کا ترجمہ ہے۔

بدنظمی بھی ایک قسم کا دوام ہے قابل ترک نہیں

ارشاد: اگر کوئی ایسا بدانتظام ہو جس سے نباہ کے کام نہ ہوتا ہو کبھی تو توجہ الی اللہ زیادہ ہوتی ہو، کبھی کچھ بھی نہیں ہوتا، معمولات بھی پابندی سے نہیں ہوتے، تو وہ بھی گھبرائے نہیں کیونکہ حضرت استاد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ شخص کا دوام جدا ہے۔

دوست دارد دوست ایں آشفتگی ☆ کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

(یعنی ترک کلی سے کوشش بے ہودہ ہی اچھی)

اللہ تعالیٰ سے تعلق کس طرح رکھنا چاہئے

ارشاد: بدنظمی اور عدم دوام ذکر تو کیا اگر گناہ بھی ہو جائے تو جب بھی یہ نہ سمجھو کہ مردود ہو گئے

بلکہ پھر بھی اللہ تعالیٰ ہی کو لپٹو اور سمجھو کہ گناہ کا علاج بھی وہی کر سکتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک بار وحی آئی کہ اے موسیٰ میرا محبوب بندہ وہ ہے جو مجھ سے ایسا تعلق رکھے جیسا بچہ ماں سے رکھتا ہے، پوچھا، الٰہی یہ تعلق کیسا ہوتا ہے فرمایا کہ بچہ کو ماں مارتی ہے اور بچہ پھر بھی اسی کو لپٹتا ہے، پس گناہ کر کے بھی اس کو نہ چھوڑو بلکہ ان ہی سے لپٹو۔

دھیان اور دھن کی ضرورت

ارشاد: افسوس کہ عوام تو کیا علماء میں بھی نماز روزہ تو ہے مگر دھیان اور دھن اور اللہ تعالیٰ سے تعلق ان سے لوگوں کا لگنا، لپٹنا، محبت میں گھلنا یہ نہیں ہے اور بدون ان کے کام نہیں چلتا کیونکہ بدون اس کے نماز روزہ پر استقامت خطرہ میں رہتی ہے، ہر وقت نفس سے منازعت رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ منازعت کے ساتھ اول تو کام ہی خود دشوار ہوتا ہے پھر اس پر دوام کی امید نہیں، اور تعلق مع اللہ کے ساتھ منازعتِ نفس ختم ہو جاتی ہے اور دوام عمل کی امید غالب قرب بہ یقین ہو جاتی ہے۔

صنمارہ قلندر سزاوار بمن نمائی ☆ کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

(رسمِ پارسائی سے مراد زہد خشک ہے اور رہ قلندر سے مراد طریق عشق ہے)

دین بزرگوں کی نظر سے پیدا ہوتا ہے

ارشاد: اہل عشق میں امراضِ قلب تکبر و ریا وغیرہ نہیں ہوتا، کیونکہ عشق سب کو جلا پھونک کر فنا کر دیتا ہے اور زاہدانِ خشک میں تکبر و عجب و ریاء وغیرہ بہت ہوتا ہے، اس لئے صحبتِ عشاق کی ضرورت ہے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا ☆ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

ایک قاعدہ فقہیہ

ارشاد: کسی مصلحت کے فوت ہونے یا کسی مفسدہ کے پیدا ہونے کے احتمال سے مباح و مستحب کو ناجائز کہنے کا ہر کسی کو حق نہیں بلکہ یہ منصب خاص حضرات مجتہدین کا ہے مثلاً حطیم کو خانہ کعبہ کے اندر داخل کرنا مستحب تھا لیکن اس مفسدہ کی وجہ سے عوام کو خیال ہوگا کہ کیسے نبی ہیں کہ کعبہ کو منہدم کر کے اس کی بے حرمتی کرتے ہیں، اس مستحب کے ترک کو گوارا فرمایا، اسی طرح حضرت زینبؓ کے نکاح میں اسی مفسدہ کا احتمال تھا کہ یہ کیسے نبی ہیں کہ اپنی متبنیٰ (زید بن حارثہؓ) کی بیوی سے نکاح کرتے ہیں لیکن حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ زینبؓ سے نکاح کر لیں۔ منافقین کے طعن کی پرواہ نہ کریں۔

شخصی حکومت کی تائید

ارشاد: یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ کثرت رائے پر فیصلہ کیا جائے بلکہ قاعدہ یہ ہونا چاہئے کہ صحیح رائے پر عمل کیا جائے، خواہ وہ ایک ہی شخص کی رائے ہو، کیونکہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ دنیا میں عقلاء کم ہیں، اسلئے کثرت رائے پر فیصلہ اگر حماقت کا فیصلہ نہیں تو کم عقلی کا فیصلہ تو ضرور ہوگا صحیح رائے پر عمل کرنا بدون شخصی حکومت کے ممکن نہیں اور جمہوری میں اکثر غلط رائے پر عمل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک صحیح رائے پر عمل نہ ہوگا اس وقت تک انتظام درست نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہوگیا کہ انتظام بدون شخصی حکومت کے نہیں ہوسکتا۔ البتہ اسلام میں جو شخصی سلطنت کی تعلیم ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ اے اہل حل وعقد! اور اے جماعتِ عقلاء بادشاہ ایسے شخص کو بناؤ جو اتنا صاحب الرائے ہو کہ اگر کبھی اس کی رائے رائے عالم کے بھی خلاف ہو تو یہ احتمال ہو سکے کہ شائد اس کی رائے صحیح ہو اور جس کی رائے میں اتنی رزانت نہ ہو، اس کو ہرگز بادشاہ نہ بناؤ، ایسے شخص کو بادشاہ بنانے ہی کی کیا ضرورت جس کے لئے ضم ضمیمہ کی ضرورت پڑے۔

توحید کی برکت

ارشاد: موحد کو ایسا اطمینان ہوتا ہے کہ جیسا بچہ کو ماں کی گود میں اطمینان ہوتا ہے، بچہ ماں کی گود میں جا کر بالکل بے فکر ہو جاتا ہے کہ بس اب کسی کا خوف نہیں۔

التزام کفر، کفر ہے۔ اور لزومِ کفر، کفر نہیں

ارشاد: التزامِ کفر، کفر ہے، لزوم کفر، کفر نہیں۔

اتباع نفس کی علامت

ارشاد: عارف کو موت کا اشتیاق ہوتا ہے مگر وہ ڈینگیں نہیں مارا کرتا، اور ڈینگیں مارنا اتباع نفس کی علامت ہے۔

دینی کمال

ارشاد: دین کا کمال تو یہ ہے کہ جہاں خدا کہے وہاں خوشی سے جان دو، ورنہ اپنی جان کو آرام دو۔

عقل کا کام اتنا ہے جتنا مشاطہ کا

ارشاد: عقل کا کام اتنا ہے جتنا مشاطہ کا کام ہے کہ وہ دولہا دلہن میں وصال کراتی ہے اور دلہن کو بنا سنوار کر تیار کر دیتی ہے مگر وصال کے بعد الگ ہو جاتی ہے، اب اگر جھانکے تاکے تو جوتے کھائے گی، اسی طرح وصال کے ابتدائی مرحلے تک تو عقل ساتھ رہتی ہے مگر جب وصال شروع ہو گیا تو اس کے بعد عقل بے کار ہے، اب عشق ہی تنہا رہ جاتا ہے۔

درستگیٔ انتظام کا طریقہ

ارشاد: آزادی مطلق سے کبھی انتظام نہیں ہو سکتا، نہ دنیا کا، نہ دین کا بلکہ تابعیت اور متبوعیت ہی سے ہمیشہ انتظام درست ہوتا ہے۔

زوال سلطنت مغلیہ کا سبب اکبر ہے

ارشاد: سلطنت کا زوال عالمگیر سے نہیں ہوا بلکہ اکبر نے اس کو زائل کیا ہے، اس نے غیر قوموں کو سلطنت میں دخیل کار بنا کر ان کے ہاتھوں میں سلطنت کی باگ دے دی۔

سادگی کی تعلیم

ارشاد: امتیازی شان نہ بنانا چاہئے، اسی لئے ہمارے بزرگ نہ عبا پہنتے ہیں نہ چوغہ نہ صدری کہ اس سے خوامخواہ آدمی دوسروں سے ممتاز معلوم ہوتا ہے۔ ہم نے اپنے اکابر کو صدری پہننے کا عادی نہیں دیکھا، یہ رواج عموم ولزوم کے ساتھ آج کل ہی نکلا ہے اور اس کو بھی لوگوں نے علماء کا خاص امتیازی شعار بنالیا ہے۔

دین کی عزت پر سارا مال قربان

ارشاد: واللہ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ بھی ملتے ہوں مگر دین کی عزت اس کے لینے سے کم ہوتی ہو تو ایسے روپیہ پر لعنت بھیجنی چاہئے اور مانگنا تو درکنار۔

خلوت کی ضرورت ہر سالک کو ہے

ارشاد: ہر سالک کے لئے ایک وقت خلوت کا ہونا ضروری ہے جس میں وہ یکسوئی کے ساتھ ذکر و فکر میں مشغول ہو، حضور ﷺ سے زیادہ کون ہوگا، آپ نے بھی اپنے لئے ایک وقت خلوت کا مقرر کر رکھا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ رات کو جب سب سو جاتے تھے اٹھ کر نماز وغیرہ میں مشغول ہوتے تھے۔ جن

لوگوں کا وقت خلوت کے لئے مخصوص نہیں ہوتا، رفتہ رفتہ ان کا قلب انوار سے بالکل خالی ہو جاتا ہے۔

الجليس الصالح خير من الوحدة کے معنی

ارشاد: بس ایک کو اپنا بزرگ بنالو اور جم کو اس کے پاس رہو، اور اس کے پاس بھی زیادہ آمد ورفت نہ کرو بلکہ ایک دفعہ بہت سارہ لو پھر اپنے گھر بیٹھو، برس میں ایک دفعہ پھر مل لینا، اور ہر مہینہ بھی اس کے پاس نہ جاؤ۔ اس مشورہ کا راز یہ ہے کہ جلیس صالح سے ملنا صلاح کے لئے مقصود ہے تو جب تک اس اختلاط سے صلاح حاصل ہو اس وقت تک اس سے ملنا وحدت سے بہتر ہے اگر کبھی بزرگوں کی زیارت سے صلاح حاصل نہ ہو بلکہ فساد بڑھنے لگے تو اس وقت اختلاط صالح سے بھی منع کر دیا جائے گا۔ مثلاً زیارت نام کو ہو اور مقصود سیر و سیاحت ہو یا عمدہ کھانے کا ملنا ہو اور راد میں خلل پڑتا ہو تو اپنے سفر کی وجہ سے معذور سمجھتے ہوں، حالانکہ مسافر وہی معذور ہے جو ضرورت کی وجہ سے سفر کرے بعض دفعہ بزرگوں کی بعض حالت دیکھنے سے قلب میں انکار پیدا ہو جاتا ہے جو سخت وبال کا باعث ہے جس سے بعض دفعہ ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے۔

تعزیت کا طریقہ

ارشاد: تعزیت میں ان خاص خاص عزیزوں کو جانا چاہئے جن سے وارثوں کو تسلی ہو، باقی لوگوں کو خط سے تعزیت کرنی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال

ارشاد: حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر تو ہیں مگر ایسے جیسے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ بشر كالبشر بل هو كالياقوت بين الحجر ۔

تاخیر مقصود حکمت

ارشاد: حکمت کا مقتضاء یہی ہے کہ مقصود جلدی عطا نہ کیا جائے اور علوم میں شیئاً فشیئاً تزائد ہوتا رہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ مستقر پر پہنچنے کی قدر زیادہ اسی کو ہوتی ہے جس کو سفر میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

لیک شیرینی ولذاتِ مقر | ہست بر اندازۂ رنج سفر

اطاعت کی بھی ایک حد ہے

ارشاد: اطاعت کی بھی ایک حد ہے جب اس میں تجاوز ہو جائے تو وہ اطاعت باقی نہیں رہتی اسی لئے فقہاء نے فرمایا کہ جو شخص گیہوں کے ایک دانہ کی تشہیر کرے اس کو تعزیر کی جائے کیونکہ اس کا تشہیر کا منشاء غلو فی الورع والتقویٰ ہے۔

احداث فی الدین واحداث للدین کی شرح

ارشاد: احداث فی الدین اور شے ہے اور احداث للدین اور شے ہے۔ یعنی ایک تو یہ صورت ہے کہ نئی بات کو دین میں داخل کیا جائے۔ جیسے مولود فاتحہ وغیرہ یہ تو بدعت محرمہ ہے اور ایک یہ صورت ہے کہ نئی بات دین کی حفاظت کے لئے ایجاد کی جائے، جیسے ہر زمانہ میں نئے نئے اسلحہ کی ایجاد۔ کیونکہ پرانے اسلحہ آج کل کار آمد نہیں یا دین کی حفاظت کے لئے مدارس وغیرہ قائم کرنا یہ بدعت نہیں۔ کیونکہ ان کو دین میں داخل کر کے جزو دین نہیں بنا دیا گیا،

اہل اللہ کی راحت کا راز

ارشاد: اہل اللہ کسی مخلوق سے توقع نہیں رکھتے نہ کوئی تجویز اپنے لئے قائم کرتے ہیں یہی راز ہے ان کے کمال راحت واطمینان کا۔ چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خدام کو اس امر کی وصیت کی تھی کہ اگر راحت چاہتے ہو تو مخلوق سے توقع کو قطع کر دو۔ حتیٰ کہ مجھ سے کوئی امید نہ رکھو، تاکہ اگر نفع یا ارشاد میں کچھ کوتاہی اور کمی ہو تو تم کو رنج نہ ہو۔

اہل اللہ کے اشتیاق کی وجہ

ارشاد: تعلقاتِ ماسویٰ اللہ کا انقطاع کلی موت سے ہوتا ہے اس لئے اہل اللہ جو توحید خالص کے عاشق ہیں وہ تو موت کے مشتاق ہیں کوئی طبعاً مشتاق۔ کوئی عقلاً مشتاق۔

محل جواز انتقال دلیل للمناظر

ارشاد: مناظر کو ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف انتقال جائز نہیں ورنہ مناظرہ کبھی ختم ہی نہیں ہوگا۔ یہ انتقال اپنی مصلحت سے ممنوع ہے اور اگر مخاطب کی مصلحت سے ہو تو جائز ہے، جبکہ بلادت فہم کی وجہ سے دلیل اول کو نہ سمجھ سکے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا واقعہ۔

تباکی مقصود و بکا بالقلب ہے

ارشاد: تباکی سے مقصود بکا بالقلب ہے اور اس کے لئے تباکی اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر بھی ہوتا ہے۔

ہدیۂ محبت سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے

ارشاد: جب کوئی شخص محبت سے ہدیہ لاتا ہے تو اس کو کھا کر قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔

کاملین کو استعمال نعم مذکر نعماء جنت ہے

ارشاد: کاملین اس لئے بھی نعمتیں کھاتے ہیں تا کہ نعماء جنت ہر وقت یاد رہیں۔

ترک لذائذ کا حکم

ارشاد: ترکِ لذائذ مطلقاً رہبانیت نہیں بلکہ جو اس کو عبادت سمجھے وہ راہب ہے، اور اگر عبادت نہ سمجھے بلکہ علاج سمجھ کر ترک کردے وہ راہب نہیں۔

''دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز''

ارشاد: ''دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز'' یہ عام نہیں ہے کہ ہر مصلحت میں جھوٹ بول دیا کرے بلکہ جس دروغ میں دوسرے کا ضرر نہ ہو اور اپنا یا کسی اور کا اس سے ضرر دفع ہوتا ہو، شیخ نے اس کو مصلحت سے تعبیر کیا ہے، مثلاً ایک شخص سو روپے قرض لینے آیا مگر یہ تجربہ نہیں کہ یہ شخص معاملہ کا کیسا ہے تو ہمیں اس گمان کرنے میں کچھ حرج نہیں کہ نہ معلوم یہ شخص دیندار ہے یا نادہندہ اگر ہم جھوٹ بھی بول دیں کہ روپیہ ہمارے پاس نہیں ہے تو بھی گناہ نہ ہوگا کیونکہ یہ شخص اپنے کو ضرر سے بچا رہا ہے دوسرے کو ضرر نہیں دے رہا ہے، اس جھوٹ سے گناہ نہیں ہوتا۔

منافع مغصوب میں گناہ کی ادائیگی کی صورت

ارشاد: منافع مغصوب پر ضمان لازم نہیں آتا لیکن گناہ ہوگا اور گناہ کی ادائیگی کی صورت یہی ہے کہ اس کا بدل ادا کرے۔

دوسرے کا مال تلف کرنا اپنا ہی مال تلف کرنا ہے

ارشاد: جب کسی کا مال تلف کرو گے تو تمہارا مال تلف ہوگا، خواہ دنیا میں یا آخرت میں، اس معنٰی کو بھی دوسرے کا مال تلف کرنا اپنا ہی مال تلف کرنا ہے۔

رشوت کو بقا نہیں

ارشاد: رشوت والے ہزاروں جمع کر لیتے ہیں مگر ایک دو پشت کے بعد کچھ بھی نہیں رہتا۔

برکت کی حقیقت

ارشاد: ہر چیز ایک خاص کام کے لئے موضوع ہوتی ہے اس کا اور کام میں آنا تو برکت ہے، اور اگر اس کام میں نہ آئے تو بے برکتی ہے۔ مثلاً روپیہ اس واسطے ہے کہ اس کے ذریعے سے کھائیں پہنیں، دنیا کی راحت حاصل ہو، تو اگر وہ کھانے پہننے کے کام آئے اور اپنے تن کو لگے تو برکت ہے اور اگر اس کام میں نہ لگے بلکہ فضول اڑ جائے تو بے برکتی ہے۔

جوش کی حالت کا چندہ ناجائز ہے

ارشاد: ایسے جوش کی حالت میں جس میں آدمی مغلوب العقل ہو جائے اور بعد میں پچھتائے تو خود چندہ ہی لینا ناجائز ہے۔ جوش سے جب کوئی دے تو مت لو، جب ہوش درست ہو جائے اس وقت لو۔

آرام سے رہو، مگر حد سے نہ نکلو مختلف فیہ مسائل میں وسعت دو

ارشاد: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ عاشقان احسانی ہیں یعنی ہم لوگوں کو جو خدا تعالیٰ سے محبت ہے وہ ان کے احسانات کی وجہ سے ہے اس واسطے ہمارے حضرتؒ کا مسلک یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے آرام سے رہو مگر حد سے نہ نکلو، اس لئے مختلف فیہ مسائل میں وسعت دینی چاہئے۔ اس طرح ایک تو شریعت سے محبت ہوگی دوسرے جو اس سے منتفع ہوگا آرام سے رہے گا۔

تقسیم ترکہ فوراً چاہئے

ارشاد: میری رائے ہے کہ ترکہ مرتے ہی تقسیم ہو جائے۔ بعد میں بڑے قصے پھیل جاتے ہیں۔

زمین بڑی قدر کی چیز ہے

ارشاد: زمین بڑی قدر کی چیز ہے اس سے عزت وجاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔ اس لئے جائداد کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ نہ ہو تو لومت اور ہو تو دومت، یہ امر مشاہد ہے کہ جس کے پاس جائداد ہوتی ہے اس کی عزت تو جائداد سے ہوتی ہے وہ اگر جائداد بیچ دے گا اس کی وہ عزت ہرگز نہ رہے گی۔

اس لئے اس کو رکھنے کے واسطے فرمایا، یہاں تک کہ اگر کسی مصلحت سے فروخت کرے تو پھر دوسری فوراً لے لے اور جس کے پاس جائداد نہ ہو تو اس کی جو عزت ہوگی وہ ویسے ہی ہوگی، پھر جائداد خرید کر کے کیوں جھگڑے میں پڑے۔

قیامت کے دن زمین کی روٹی کی لذت کی وجہ

ارشاد: زمین میں انار بھی ہیں انبہ بھی ہیں۔ انگور بھی کھٹائی بھی مٹھائی؛ بھی، سب چیزیں زمین کے اندر موجود ہیں ہر طرح کا مادہ اس میں رکھا ہے، یہ وہی مادہ ہے جو ان رنگ برنگ صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ قیامت کے روز اپنی قدرت کی مشین سے حق تعالیٰ تمام فضلہ کو الگ کر دیں گے پس اس سے جو روٹی تیار ہوگی ظاہر ہے کہ اس میں ہزاروں قسم کے تو مزے اور ہزاروں قسم کی خوشبوئیں ہونگی، لہٰذا اس روٹی سے زیادہ کونسی چیز مزیدار ہو سکتی ہے۔

دین کی عزت ہر وقت ملحوظ رکھنا چاہئے

ارشاد: میرا جی یوں چاہتا ہے کسی کا احسان رکھ کر مال نہ لیا جائے۔ ہمارے بزرگ کا مذہب یہ ہے کہ اپنی کسی بات سے دین کی عزت میں ذرہ برابر فتور نہ آئے جو بات کی جاتی ہے اس میں یہ نیت ہوتی ہے کہ دین کی عزت ہر طرح محفوظ رہے۔

اعزہ کے ساتھ سلوک نقدی چاہئے

ارشاد: اعزہ؛ کے ساتھ سلوک کرنا چاہے تو نقد دیدے، کھانے وغیرہ کا قصہ نہ پھیلائے، اس میں بڑی خرابیاں پیش آتی ہیں۔

اسلامی اصول پر چلنے سے ذلت نہیں ہوتی۔

ارشاد: حقوق مالیہ کی حفاظت نہایت ضروری ہے، اسلامی اصول پر چلنے سے کبھی ذلت نہیں ہوتی۔

معرفتِ الٰہی کی لذت

ارشاد: معرفت ایسی لذیذ شئے ہے کہ عارفین کے نزدیک جنت اور حوروں میں بھی وہ مزہ نہیں، چنانچہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کو بچپن میں مرجانا اور خطرات سے محفوظ ہونا پسند ہے یا بالغ ہو کر خطرہ میں پڑنا پسند ہے۔ فرمایا مجھے بالغ ہو کر خطرہ میں پڑنا پسند ہے، بچپن کی موت پسند نہیں، کیونکہ

بلوغ کے بعد معرفت حق عز و جل زیادہ ہوتی ہے جو بچپن میں نہیں ہوتی۔

ملائکہ و انسان کی عبادت کا فرق

ارشاد: ملائکہ کو عبادت میں لذت حاصل ہے اور انسان عام طور پر لذت سے خالی ہیں مگر ثواب زیادہ انسان ہی کو ہے بوجہ مجاہدہ و مزاحمت و خطرات کے۔

تعدیہ مرض کے متعلق تین قول

ارشاد: تعدیہ میں تین قول ہیں۔ (۱) بدون حق کا مرض لگتا ہے یہ تو کفر و زندقہ ہے (۲) مشیت حق سے لگتا ہے۔ مگر مشیت و حکمِ الٰہی ضروری ہے یہ قول غلط و باطل ہے گو کفر نہیں۔ (۳) مشیت سے لگتا ہے اور مشیت ضرور نہیں، اگر مشیت ہوگی تو مرض نہیں لگے۔ اس میں زیادہ معذور نہیں، اگر کوئی اس کا قائل ہو جائے تو گنجائش ہے، مگر احادیث صحیحہ سے ظاہراً ترجیح اسی کو ہے کہ تعدیہ کوئی شئے نہیں اور ایک کا مرض دوسرے کو نہیں لگتا۔

اتباع سنت کے معنٰی

ارشاد: حضور ﷺ کا طرز و عادت وہ ہے جو غالب و مستمر ہو، اس کا اتباع کرنا اتباع سنت ہے۔ اتفاقی واقعات کے اتباع کا نام اتباع سنت نہیں، مگر یہاں ایک بات اہل علم کے سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ بعض دفعہ صورتاً عمل قلیل ہوتا ہے لیکن معنیً کثیر و غالب جیسے تراویح میں عمل تو تین رات ہوا ہے اور خشیت افتراض کی وجہ سے ترک زیادہ ہوا، لیکن یہ ترک عارض سے تھا اور عمل اصل، پس اس کو راجح کہیں گے اور تراویح کو سنت کہیں گے اور عمل صحابہ سے استمرار کا بدعت نہ ہونا اور بیس رکعت کا بدعت نہ ہونا ثابت ہے، خلاصہ یہ کہ کبھی عادت کا غالب ہونا کثرت وقوع عمل سے معلوم ہوتا ہے، اور کبھی غائیہ مقصودیت سے معلوم ہوتا ہے اور اس کے لئے تراویح کی نظیر کافی ہے۔

عمر بھر طلب ہی میں لگا رہے اپنے کو فارغ اور کامل نہ سمجھ لے

ارشاد: حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ جس کو تمام عمر کام کر کے ساری عمر میں یہ بات حاصل ہو جائے کہ مجھ کو حاصل نہیں ہوا، اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا، مبارک ہے وہ شخص جو عمر بھر اسی ادھیڑ بن میں لگا رہے کہ میری حالت اچھی ہے یا بُری۔ صاحبو! طلب ہی مطلوب ہے پس عمر بھر طلب میں ہی رہو، وصول مطلوب نہیں، کیونکہ وہ تمہارے اختیار میں نہیں جس نے اپنے کو فارغ و کامل سمجھ لیا اور اپنی حالت پر مطمئن و بے فکر ہو گیا وہ برباد ہوا، گیا گذرا ہوا، مگر اس کے ساتھ یہ بھی سمجھے کہ اس وقت جو کچھ

میری حالت ہے جیسی کچھ بھی ہے یہ سب خدا کا فضل ہے۔

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے

تا کہ تواضع وشکر دونوں جمع ہو جائیں۔

حضورﷺ کے اتباع کے معنیٰ

ارشاد: حضورﷺ کا اتباع یہ ہے کہ جو افعال وصفات آپ کے اصلی دائمی ہیں وہ تمہارے اندر بھی اصل ودائمی ہوں کہ زیادہ غلبہ اور ظہور ان ہی کا ہو اور جو صفات وافعال حضورﷺ کے لئے عارضی ہیں وہ تمہارے اندر بھی عارضی ہوں۔

مہذب سزاؤں میں قتل سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے

ارشاد: دلیل عقلی کا مقتضا یہ ہے کہ قتل میں مرنے والوں میں کم تکلیف ہوتی ہے اور ان مہذب سزاؤں میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے کیونکہ:

موت نام ہے زہوق روح یعنی جان نکلنے کا اور جس طریق میں جان نکلنے کا راستہ پیدا کیا جائے یقیناً اس میں سہولت سے جان نکلے گی اور جن صورتوں میں گھونٹ کر یا دبا کر جان نکالی جائے گی اس میں سخت تکلیف سے جان نکلے گی۔ چنانچہ پھانسی میں تڑپنے کی وجہ سے زبان باہر نکل آتی ہے اور صورت بگڑ جاتی ہے پس پھانسی میں اتنی رعایت تو ہے کہ بھیانک منظر پیش نہیں ہوتا۔ لیکن واقع میں قتل سے زیادہ پھانسی میں تکلیف ہوتی ہے۔

ذبح حیوان رحم کے خلاف نہیں، ذبح حیوان وانسان کا فرق

ارشاد: ذبح حیوان رحم کے خلاف نہیں بلکہ ان کے حق میں اپنی موت مرنے سے مذبوح ہو کر مر جانا بہتر ہے، کیونکہ خود مرنے میں قتل وذبح کی موت سے زیادہ تکلیف ہے رہا یہ سوال کہ پھر انسان کو بھی ذبح کر دیا جا کرے تا کہ آسانی سے مر جایا کرے اس کا جواب یہ ہے کہ حالت یاس سے پہلے ذبح کرنا تو دیدۂ ودانستہ قتل کرنا ہے اور حالتِ یاس کا پتہ چل نہیں سکتا، کیونکہ بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ مرنے کے قریب ہو گئے تھے پھر اچھے ہو گئے۔ اور یہ شبہ اگر حیوانات میں کیا جائے کہ ان کی تو یاس کا بھی انتظار نہیں کیا جاتا، جواب یہ ہے کہ انسان اور بہائم میں فرق ہے، وہ یہ کہ انسان کا ابقاء تو مقصود ہے، کیونکہ خلق عالم سے وہی مقصود ہے چنانچہ اسی لئے تمام مخلوق کے موجود ہونے کے بعد انسان کو پیدا کیا گیا اور جانور کا ابقاء مقصود نہیں اس لئے ان کے ذبح کی اجازت دی گئی اس بناء پر کہ ذبح ہو جانے میں ان کو

راحت ہے، اور ذبح کے بعد ان کا گوشت وغیرہ بقاء انسان میں مفید ہے جس کا ابقاء مطلوب ہے اور یونہی مرنے کیلئے چھوڑ دیا جائے تو مردہ ہو کر اس کے گوشت وغیرہ میں سمیت کا اثر پھیل جائے گا، اور اس کا استعمال انسان کی صحت کے لئے مضر ہوگا۔ تو بقاء انسان کا وسیلہ نہ بنے گا۔ اور قصاص و جہاد میں چونکہ افناء بعض افراد بغرض ابقاء جمیع الناس ہے، اس لئے وہاں قتل انسان کی اجازت دی گئی۔

شریعت مقدسہ سے راحت موت انسان کا سامان

ارشاد: تقریر بالا سے تو یہ لازم آتا ہے کہ چونکہ انسان کا ابقاء مقصود ہے اس لئے اس کے حق میں راحت موت کی رعایت نہیں کی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت مقدسہ نے انسان کی راحت موت کا دوسرا سامان بتلایا۔ (۱) شہادت: جہاد جس میں زہوق روح کی شہید کو تکلیف نہیں ہوتی۔ (۲) موت کے وقت لا الٰہ الا اللہ کی تلقین اور سورۂ یٰسین کی تلاوت **فان لهما تاثيراً في تسهيل النزع** (۳) تعلق مع اللہ کا غالب کرنا اس حالت میں شدت نزع سے بھی تکلیف نہیں ہوتی۔

عالم کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے

ارشاد: عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے، اس کا مطلب گھورنا و تکنا نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کبھی کبھی اس کے چہرہ کی طرف دیکھ لیا جائے اور اس طرح دیکھا جائے کہ اس کو خبر بھی نہ ہو کہ مجھے کوئی تک رہا ہے، کیونکہ اس سے اس کو تکلیف ہوگی، دل پر گرانی ہوگی۔

مسلمانوں کو عذاب جہنم کا احساس کم ہوگا

ارشاد: میں مسلمانوں کو بشارت دیتا ہوں کہ ان کو عذاب جہنم کا احساس کفار سے بہت کم ہوگا۔ جس کی حقیقت مسلم کی ایک حدیث میں ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔ **اماتهم الله اماتةً** کہ حق تعالیٰ ان کو جہنم میں ایک قسم کی موت دیدیں گے، حدیث میں اتنا تو ہے، شیخ ابن عربیؒ نے اس کی تفسیر کی ہے کہ مومنین کو جہنم میں ایک مدت کے لئے ہلکی سی نیند آجائے گی، حدیث **النوم اخ الموت** سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے **اماتة** بڑھانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص قسم کی موت مراد ہے جو موت کے تو مشابہ ہے لیکن حقیقی موت مراد نہیں۔ شیخ عربیؒ نے اس کے بعد یہ فرمایا ہے کہ اس نیند کی حالت میں وہ یوں خواب دیکھے گا کہ میں جنت میں ہوں اور حوروں کے پاس ہوں، مگر مسلمان اس سے بے فکر ہو جائیں کہ بس جی جہنم میں جا کر مزے سے سو جائیں گے کیونکہ اگر تھوڑی دیر کو جاگ بھی گئے تو نانی یاد آجائے گی۔

بندہ کی مصالح کی رعایت حق تعالیٰ اس سے زیادہ فرماتے ہیں

ارشاد: بخدا حق تعالیٰ سے زیادہ بندہ کی مصالح کی رعایت کوئی نہیں کرسکتا۔ خود بندہ بھی اپنے مصالح کی عایت اتنی نہیں کرسکتا جتنی اللہ تعالیٰ مصالح کی رعایت فرماتے ہیں مگر یہ کہ وہ تم کو بھی بتلا دیں اس کی کیا ضرورت ہے اور اجمالاً بتلا بھی دیا۔ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئاً۔

حق تعالیٰ کے استغناء کے معنیٰ

ارشاد: حق تعالیٰ کے استغناء کے یہ معنیٰ نہیں کہ ان میں رحم نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج اور کسی سے عاجز نہیں، اسی قدرت عدم، احتیاج پر نظر کر کے انبیاء علیہم السلام لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔

عارف راہمت نباشد کے معنی

ارشاد: خواجہ عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ "عارف راہمت نباشد" یعنی عارف توجہ نہیں کرسکتا، اس کو غیر حق کی طرف اس قدر یکسوئی نہیں ہوسکتی کہ خدا کو بھی بھول جائے۔

اطاعت سے محبوبیت عامہ کے معنی

ارشاد: اطاعت کی خاصیت ہے کہ اس سے بندہ خدا کا محبوب ہو جاتا ہے، پھر مخلوق کے دلوں میں بھی اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔ اور اس میں اعتبار ان لوگوں کا ہے جن کو کوئی غرض اس شخص سے وابستہ نہ ہو نہ نفع کی نہ ضرر کی۔

نفس پر جرمانہ کرنے کا طریقہ

ارشاد: نفس پر جرمانہ کرنے کا دستور العمل یہ ہونا چاہئے کہ اتنا ہو کہ نہ بہت گراں ہو جس کا دینا دشوار ہو نہ اتنا کم ہو کہ بالکل گراں نہ ہو۔

حفاظت دین کے لئے کچھ پس انداز کرنا

ارشاد: دین کی حفاظت کے لئے آج کل یہ ضرور ہے کہ مسلمان اپنے پاس کچھ رقم جمع رکھے۔

نذر مقید کی مذمت

ارشاد: نذر مطلق خاص عبادت ہے مثلاً یہ کہا کہ میں اللہ کیلئے روزہ کی نذر کرتا ہوں، اور نذر

مقید و معلق مذموم ہے۔ جیسے یوں کہے کہ میرا بیمار اچھا ہو جائے تو اتنا صدقہ کروں گا۔

پردہ پر ایک اعتراض کا جواب

ارشاد: عورتوں کا دنیا سے بے خبر ہونا ہی کمال ہے، یہ اعتراض کہ عورتیں پردہ ہی کی وجہ سے بہت سے منافع علمیہ و عملیہ سے محروم رہ جاتی ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ پردہ کی وجہ سے جو نقائص رہ جاتے ہیں ان کی اصلاح آسان ہے اور پردہ دری میں جو مفاسد ہیں ان کی اصلاح بہت دشوار ہے۔

عورتوں کو علوم زائد پڑھانا

ارشاد: عورتوں کی اصلاح صرف علوم دینیات پر اکتفا کرنے ہی میں ہے علوم زائد پڑھانے میں ان کی سلامتی نہیں۔

شریعت پر عمل کرنے میں ہر طرح کی راحت ہے

ارشاد: حضور ﷺ نے ہماری سب مصالح و مضار کی رعایت فرما کر ایسی جامع مانع تعلیم ہم کو فرمائی جس میں مضرت کا نام و نشان نہیں بلکہ راحت ہی راحت ہے پس مسلمان اگر شریعت کی تعلیم پر مو بمو چلیں تو ہمہ تن راحت میں رہیں، روحانی راحت میں بھی جسمانی راحت میں بھی۔

اہل ترقی کی بے چینی کا راز

ارشاد: امریکہ کے سائنس دانوں کا مقولہ ہے کہ ہم نے گو بہت ترقی کر لی ہے مگر پھر بھی ہم کو چین حاصل نہیں ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اندر بھی کمی ہے اور حصول راحت کا طریق نہیں جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے اور یہ مضمون تحقیقی ہے کیونکہ راحت نصیب ہوتی ہے سکون قلب سے۔ اور سکون ضد حرکت ہے اور یہ اہل ترقی ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں کبھی چاند میں جانے کی فکر کرتے ہیں کبھی مریخ میں ان کی ترقی کا کوئی منتہیٰ نہیں تو ایسے شخص کو راحت کہاں، راحت تو اس کو ہے جس کا مقصود متعین ہے وہ صرف اہل مذہب کو حاصل ہے، اور اہل مذاہب میں سے صرف اہل اسلام کو کیونکہ دوسرے مذاہب میں بھی مقصود متعین نہیں گو اس کے نزدیک غایۃ المقصود معبود ہے مگر چونکہ وہ کامل موحد نہیں۔ اس لئے ان کے معبود بالمقصود چند در چند ہیں۔ اور تعدد مطلوب کی صورت میں تشتت قلب لازم ہے۔

مثنوی میں تاثیر تعلق مع اللہ ہے

ارشاد: واقعی مثنوی متبرک کلام ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ضرور ہو جاتا

ہے اور مثنوی میں یہ اثر ہے تو کلام اللہ میں کیا اثر ہوگا اس کو خود سمجھ لیا جائے۔

قوالی کا اثر

ارشاد: قوالی میں جو اثر ہوتا ہے، اس کا اثر محض نفسانی قوت پر ہوتا ہے۔ روح پر اثر نہیں ہوتا، الا ماشاء اللہ۔

اسلام کا خاصہ

ارشاد: ایک امریکن نومسلم کا مقولہ ہے کہ اسلام سے میرے دل کو وہ چین حاصل ہوا جو کسی بادشاہ کو بھی نصیب نہیں۔ اب میں ہوں اور میرا خدا ہے، دنیا کی ہر چیز میری نظر میں خار ہے اور یوں جی چاہتا ہے کہ ایک گوشہ میں الگ پڑا رہوں اور اپنے خدا سے لو لگائے رہوں۔ اس لئے زیادہ خلوت میں رہتا ہوں۔

شریعت میں تمام مصالح و مضار کی رعایت ہے

ارشاد: شریعت نے ہم کو ایسی تعلیم دی ہے جس میں تمام مصالح و مضار کی رعایت ہے اس لئے ہمیں تجربہ کر کے ٹھوکریں کھا کے مصالح و مضار معلوم کرنے کی کچھ ضرورت نہیں، بلکہ صرف اس کی ضرورت ہے کہ شریعت کی تعلیم حاصل کر لیں پھر ہمیں تہذیب وتمدن میں کسی قسم کی تقلید کی ضرورت نہیں۔

قرآن رونمائے حق ہے

ارشاد: جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہے وہ قرآن میں خدا کو دیکھے، واقعی قرآن رونمائے حق ہے، یعنی اسکے ذریعے حق تعالیٰ کی صفات کمال کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

جنت میں بول و براز نہ ہونے کی وجہ

ارشاد: جنت کی غذا میں چونکہ ثقل مطلق نہیں سب غذا ہی غذا ہے اس لئے وہاں بول و براز کی حاجت نہ ہوگی۔

تقلید یورپ کا ہیضہ

ارشاد: افسوس ہے کہ تقلید یورپ کا لوگوں کو اس قدر ہیضہ ہوا ہے کہ اسباب راحت بھی ان کی تقلید میں ترک کر دیتے ہیں۔ اور اسباب زینت بھی۔

تحصیل علم دین کا طریقہ اور عورتوں کی تعلیم کا طریقہ

ارشاد: حصول علم دین کے لئے توجہ سے سننا اور دوسرے کا زبانی تقریر کرنا کافی ہے تو تم اتنا ہی کرو کہ اردو میں جو رسائل احکام شرعیہ کے لکھے گئے ہیں ایک وقت مقرر کر کے اپنی مستورات کو وہ رسائل پابندی سے سنا دیا کرو۔ زنانہ اسکولوں کے ذریعے سے یا زنانہ مدارس کے ذریعہ سے تعلیم دینا سم قاتل ہے عورتوں کو گھر میں رکھ کر تعلیم دو۔ گو اردو ہی میں ہو۔ رہا لکھنا تو یہ نہ واجب ہے نہ حرام ہے اس کو لڑکیوں کی حالت دیکھ کر تجویز کیا جائے جس لڑکی میں جھینپ اور حیاء اور شرم ہو اس کو سکھلاؤ ورنہ نہ سکھلاؤ۔

عقلاء حقیقت میں وہ ہیں جو علم وعمل کے جامع ہیں

ارشاد: علم وعمل ہی سے کمال شرعی حاصل ہوتا ہے اور اسی سے کمال دنیوی یعنی عقل حاصل ہوتی ہے عقلاء حقیقت میں وہی ہوتے ہیں جو علم وعمل کے جامع ہیں، نہ وہ جن کو تم عقلاء سمجھتے ہو، جو لوگ علم دین حاصل کر چکے ہیں ان کے سامنے بڑے بڑے انگریزی داں جنہوں نے علم دین حاصل نہ کیا ہو، بے وقوف ہیں، چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه اولئک الذین هدهم الله واولئک هم اولوا الالباب یعنی جو لوگ شریعت کا کامل اتباع کرتے ہیں۔ علماً وعملاً وہی ٹھیک راستہ پر ہیں اور وہی عقلاء ہیں مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب کوئی اہل یورپ کو عقلمند کہتا تو نہایت برہم ہوتے، اور فرماتے تھے کہ جو قوم خدا کو بھی نہ پہچانے وہ خاک عقلمند ہے، ہاں یوں کہو کہ چاقو قینچی بنانا جانتے ہیں۔ یعنی کاریگر اچھے ہیں اور صنعت کو عقل سے کیا واسطہ، عقل کا کام تو علم معرفت ہے۔

انسان ملائکہ سے نوعاً افضل ہے

ارشاد: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس مخلوق کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا یعنی اپنی خاص عنایت وفضل سے، اس کو اور اس مخلوق کو کیسے برابر کر دوں جس کو میں نے کلمۂ کن سے پیدا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان ملائکہ سے نوعاً افضل ہے۔

اہل سے نااہل اگر منادعت کرے تو کام اس پر چھوڑ دے

ارشاد: اہل کے سامنے اگر کوئی نااہل دعویٰ کرنے لگے تو اس کو چاہئے کہ اس سے منازعت نہ کرے بلکہ اپنا کام چھوڑ کر اس کے سپرد کر دے۔ اور تم یہ نہ سمجھو کہ نااہل پر کام چھوڑ دینے سے دین کا کام رک جائے گا۔ اس لئے تم بے فکر بیٹھے رہو۔ اللہ تعالیٰ خود اس نااہل کو نکال دے گا۔

اعمال شرعیہ میں مالا یطاق تکلیف برداشت کرنے کی ضرورت نہیں

ارشاد: بیماری میں ایسی تکلیف برداشت کرنا کہ چار آدمی اس کو لے جا کر مسجد میں بٹھلائیں میں تو پسند نہیں کرتا۔ ہاں اگر دوسروں کو بالکل مشقت نہ ہو یا (تنخواہ دیتا ہو) اور اس کو خود بھی مشقت نہ ہو۔ نہ عجب وشہرت کا اندیشہ ہوتو مضائقہ نہیں۔

جس وقت جس حالت کا جو مقتضا ہو اس کو بے تکلف ظاہر کردینا چاہئے

ارشاد: کاندھلہ میں دو بھائی تھے ایک عالم دوسرے درویش۔ ایک دفعہ عالم صاحب بیمار ہوئے تو وہ تکلیف میں اللہ اللہ کرر ہے تھے۔ درویش بھائی ان کی عیادت کو گئے تو کہا کہ بھائی صاحب آہ آہ کرو، تو اچھے ہوگے تا کہ عجز وضعف ظاہر ہو۔ حالانکہ ظاہر میں اللہ اللہ کرنا افضل تھا، مگر اس میں اپنی قوت کا اظہار تھا کہ ہم بیمار ہو کر بھی ذکر کے پابند ہیں اس لئے شیخ نے کہا آہ آہ کرو، کیونکہ حق تعالیٰ نے بیماری اسی لئے دی ہے تا کہ تمہارا عجز وضعف ظاہر ہو اس کے ظاہر ہونے کے بعد وہ جلدی اس کو دور کر دیں گے غرض ہمیں تو یہی مذاق پسند ہے کہ جس وقت جس حالت کا جو مقتضا ہو اس کو بے تکلف ظاہر کیا جائے۔

ناکامی کی صورت میں پورا اجر آخرت میں ملے گا

ارشاد: حدیث میں ہے کہ جس غزوہ میں غنیمت مل جائے اور صحیح سالم آجائے تو دوثلث اجر یہیں مل گیا، اور جس میں جان کا بھی نقصان ہو اور مال بھی کچھ نہ ملے تو اس کا پورا اجر آخرت میں جمع رہا تو بتلاؤ یہ بات خوشی کی ہے یا نہیں، حدیث سے اور بزرگوں کے کشف سے بھی معلوم ہوا کہ جس عمل کا ثمرہ کچھ یہاں مل جاتا ہے تو اجر آخرت میں کمی ہو جاتی ہے، اس لئے یہاں اگر ناکامی ہو تو زیادہ خوش ہونا چاہئے کہ پورا اجر جمع ہے۔

حق تعالیٰ خود وصال سے مشرف کرنے کو حیلہ ڈھونڈتے ہیں

ارشاد: حق تعالیٰ تو اپنے وصال سے مشرف کرنے کے لئے بہانہ ڈھونڈتے ہیں فاسقوں کو بھی ذرا سی بات پر مشرف بوصال کر دیتے ہیں تو عاشقوں کو تو کیسے محروم کر دیں گے؟

رحمت حق بہانمی جوید

مؤودہ کے جہنم میں جانے کی حکمت

ارشاد: الوائدة والمؤدة کلاهما فی النار۔ یہاں مؤدہ کا جہنم میں جانا قصور کی بنا پر

نہیں ہے، بلکہ وائدہ کے عذاب روحانی کے لئے جاوے گی تا کہ اس کو دیکھ کر ماں کی حسرت بڑھے کہ میں نے اس کے ساتھ کیسی بے رحمی کا برتاؤ کیا تھا جس کی وجہ سے آج یہ عذاب اور رسوائی ہو رہی ہے تو وائدہ کو عذاب جسمانی بھی ہوگا۔ عذاب روحانی بھی، اور موؤدہ کا جہنم میں ہونا اس کے معذب ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ جیسے زبانیہ جہنم دوزخ میں موجود ہیں مگر معذب نہیں۔

کفر کی حکمتیں

ارشاد: کفر اس حیثیت سے کہ مخلوق للحق ہے اس میں بھی حکمتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس سے صفت قہر و جلال و اسم منتقم کا ظہور ہوتا ہے مثلاً اس سے یہ کہ ایمان و مومنین کی رفعت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ اضداد ہی سے اشیاء کا ظہور کامل ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ اس سے کارخانہ دنیا کی رونق اور ترقی ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں پوری ترقی کافر ہی کر سکتا ہے جس کو آخرت کی کچھ فکر نہیں، مسلمان چونکہ آخرت کی فکر میں رہتا ہے وہ دنیا میں پوری طرح منہمک نہیں ہو سکتا۔ اور کفر میں اس حیثیت سے کہ مکسوب للعبد ہے کوئی حکمت نہیں، کیونکہ جو شخص کفر کر رہا ہے اس کے اپنے کفر سے کیا نفع ہے کچھ بھی نہیں، بلکہ اس کا تو ضرر ہی ضرر ہے گو اس کے ضرر سے مجموعہ عالم کا نفع ہے مگر خاص اس کا تو سراپا ضرر ہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا باغی ہوگا۔

سالک کو فصل عن الخلق کا اہتمام ضروری ہے

ارشاد: لوگوں کو وصل کی تو کچھ فکر ہے گو بے اصول سہی، لیکن فصل عن الخلق کا تو مطلق اہتمام نہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ تک کو حکم ہے و تبتل الیہ تبتیلا یعنی مخلوق سے کامل طور پر منقطع ہو کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، ظاہر ہے کہ کامل توجہ بدونِ تقلیل تعلقات کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔

سالک کو کمال کی ہوس رہزن ہے

ارشاد: اعمال تو وہی کرے جو مامور بہ ہیں ایسا اخفا نہ کرے کہ اعمال خلاف شرع اختیار کرنے لگے، باقی احوال میں جو حال مل جائے اس پر راضی رہے کمال کی ہوس نہ کرے یہ بھی بڑا رہزن ہے کہ سالک کمال کی ہوس کرنے لگے۔

اہل اللہ کے تقلیل غذا کا راز

ارشاد: اصلی غذا اور اصلی دوا فرحت و نشاط ہے۔ خواہ دوا سے ہو یا کسی اور چیز سے ہو سو ذاکرین کو ذکر اللہ سے بے حد نشاط و فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ان کو غذا اور دوا کا کام دے جاتا ہے، اصل قوت کی چیز فرحت ہے یہی تمام غذاؤں کی جڑ ہے اور یہی بعض دفعہ خود بھی غذا کا کام دیتی ہے،

ورنہ اقل درجہ یہ تو ضروری ہے کہ بدون اس کے کوئی غذا غذا نہیں بنتی یہی وجہ ہے بزرگان دین کے تقلیل غذا کی کیونکہ ان حضرات کو ذکر اللہ سے ایسا نشاط ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی مفرح یا قوتی اور خمیرہ ایسا نشاۃ نہیں پیدا کر سکتا، اس لئے وہ ایک بادام پر چالیس دن تک کفایت کر سکتے ہیں۔

سالک کی استقامت کا مدار محض لطف حق پر ہے

ارشاد: اب جو لوگ اپنی ثابت قدمی پر نازاں ہیں وہ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ یہ ثابت قدمی اور استقلال اور پابندی اوقات اور ضبط معمولات کس کی بدولت ہے یہ محض خدا کا لطف ہے کہ انہوں نے آپ کے دل میں تقاضا پیدا کر دیا ہے، ورنہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا، ایک تنکا ہمارے ہاتھ میں ہوا اور آندھی میں ثابت قدم رہے اور اس ثبات پر نازاں ہو تو اس کی حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

رحیم وشفیق کے قبضہ میں رہنا ہی مفید ہے

ارشاد: دوسرے کے قبضے میں ہونا جب مضر ہے جب کہ قبضہ والا رحیم وشفیق نہ ہو۔ اگر قابض رحیم وشفیق ہو تو پھر دوسرے ہی کے قبضے میں رہنا مفید ہے۔

آثار معاصی وطاعات

ارشاد: کبھی گناہ کی وجہ سے دوسری طاعات بند ہو جاتی ہے ایسے ہی طاعات میں یہ اثر ہے کہ ان کی وجہ سے دوسری طاعات ہونے لگتی ہیں۔ بلکہ اس کا اثر اولاد میں بھی پہنچتا ہے۔ باپ کی طاعات سے اولاد کو بھی طاعات کی توفیق ہونے لگتی ہے مگر گناہ کا اثر اولاد میں نہیں پہنچتا۔ ہاں دینوی تکلیف کچھ پہنچ جاتی ہے۔ طاعات کا یہ اثر ہے کہ ان کی برکت سے گناہ کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ گناہ مقدر (بتقدیر معلق) بھی ٹل جاتا ہے۔

قبولیت عبادت کی علامت

ارشاد: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر ایک حاضری میں بادشاہ ناراض ہو جائے تو کیا دوسری بار وہ دربار میں گھسنے دے گا ہرگز نہیں بس جب تم ایک مرتبہ نماز کے لئے مسجد میں آگئے اس کے بعد پھر توفیق ہوگئی تو سمجھ لو کہ پہلی نماز مقبول ہوگئی اور تم مقبول ہوئے۔

حق تعالیٰ ذرائع کو مقصود بنا کر تعلیم دیتے ہیں

ارشاد: اللہ تعالیٰ کی تعلیم کا طریقہ یہی ہے کہ ذرائع ہی کو مقصود بنا کر سکھلاتے ہیں تاکہ

مخاطب ذریعہ کا پورا اہتمام کرے تو نتیجہ اس پر خود مرتب ہو جائے گا۔ یہی اصول صوفیہ نے قرآن سے سیکھا ہے چنانچہ طالبین کو یہی تعلیم کرتے ہیں کہ مقصود عمل ہے، وصول مطلوب نہیں، کیونکہ عمل اختیاری ہے اور وصول غیر اختیاری ہے تو تم عمل کے مکلف ہو اسی کو مقصود سمجھ کر بجالاتے رہو، اس پر وصول خود مرتب ہو جائے گا۔

حافظ اجیر کے قرآن سے الم ترکیف تراویح میں افضل ہے

ارشاد: جو حافظ اجرت لے کر قرآن سنائے اس کے پیچھے تراویح نہ پڑھیں اس سے افضل یہ ہے کہ الم ترکیف تراویح پڑھ لی جائے۔

قرآن وصوم کی شفاعت

ارشاد: قرآن وصوم دونوں قیامت میں روزہ داروں کے شفاعت کریں گے، قرآن کہے گا خداوند میں نے اس کو نیند سے اور آرام سے روکا تھا، میری شفاعت اس کے حق میں قبول کیجئے اور روزہ کہے گا کہ میں نے اس کو کھانے پینے اور شہوت پورا کرنے سے روکا تھا، میری شفاعت کو قبول کیجئے۔

صدقۂ فطر حقوق وآداب صوم کی کوتاہی کا کفارہ ہے

ارشاد: روزہ کے حقوق اور آداب میں جو کچھ کوتاہی ہو جاتی ہے، صدقہ فطر اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

ضعیف ایمان کے نور کی قوت

ارشاد: بعض عارفین کا قول ہے کہ ضعیف ایمان کا نور بھی اگر ظاہر ہو جائے تو زمین وآسمان سب کو چھپالے۔

والدین کو اپنی راحت سے محبت ہوتی ہے

ارشاد: والدین کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ہم کو اولاد سے محبت ہے۔ بلکہ باپ کو اپنی راحت سے محبت ہے، ورنہ اولاد کے نقصان پر روتا ہے، نفع پر کیوں روتا ہے۔ مثلاً معصوم بچہ کا مرجانا خود بچہ کے لئے تو نافع ہے کیونکہ بالغ ہو کر نہ معلوم جنتی ہوتا یا دوزخی اور اب تو بلاشبہ جنتی ہے مگر والدین روتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کو اپنی راحت سے محبت ہے بس۔

میثاق الست کا مقصود

ارشاد: میثاق الست سے مقصود یہ تھا کہ وجود صانع اور توحید صانع کا مضمون طبائع میں مرکوز ہو جائے۔ کیفیت تعلیم کا محفوظ ہونا مقصود نہ تھا۔

اصل چیز عمل ہے

ارشاد: حضرت جنیدؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، فرمایا کہ ساری عبادتیں اور اسرار و نکات واشارات ایک کام نہ آئے بس وہ چھوٹی چھوٹی رکعتیں جو آدھی رات میں پڑھ لیا کرتے تھے کام آئیں معلوم ہوا کہ اصل چیز عمل ہے۔

علم اعتبار کی حقیقت اور دوسرے فرقوں کی غلطیاں

ارشاد: علم اعتبار کی حقیقت یہ ہے کہ ایک مشبہ کو دوسرے مشبہ سے واضح کیا جائے ثابت نہ کیا جائے بلکہ مشبہ ثابت بدلیل آخر ہے اور یہ نہ مجاز میں داخل ہے خواہ مجاز مرسل ہو خواہ استعارہ، کیونکہ مجاز میں موضوع لہٗ کے مراد نہ ہونے پر قرینہ ہوتا ہے اس لئے غیر موضوع لہٗ مراد ہوتا ہے۔ اور یہاں نہ موضوع لہٗ کے غیر ہونے کا کوئی قرینہ ہے نہ غیر موضوع لہٗ مراد ہے اور نہ یہ کنایہ میں داخل ہے کیونکہ کنایہ میں معنیٰ موضوع لہٗ متروک نہیں ہوتے بلکہ کلام کا مدلول اصلی وہی موضوع لہٗ ہوتا ہے مگر مقصود اس کا لازم یا ملزوم ہوتا ہے، جیسے طویل النجاد کہ اس میں مدلول وضعی متروک نہیں مدلول کلام وہی ہے مگر مقصود طویل القامتہ ہے، کیونکہ طویل انجاد کے لئے طویل القامتہ لازم ہے اور اعتبار میں وہ معنیٰ نہ مقصود ہے نہ مدلول کلام ہے پس یہ اعتبار گو قیاس تصرفی ہے اور مشابہ ہے قیاس فقہی کے، مگر عین قیاس فقہی نہیں۔ کیونکہ قیاس فقہی میں علت جامعہ مؤثر ہے حکم مقیس میں اس لئے وہ حکم منسوب الی القیاس ہوتا ہے، یہاں یہ بھی نہیں صرف مقیس مقیس میں تشابہ ہے اور اس مشابہت کو حکم میں کوئی اثر نہیں بلکہ وہ حکم خود مستقل دلیل سے ثابت ہے یہ حقیقت ہے علم اعتبار کی۔ بس صوفیہ تو اس کے حدود سے نہیں نکلتے کیونکہ وہ معانی منقولہ کے نہ مدلولیت کے منکر ہیں نہ مقصودیت کے منکر ہیں اور جہلا صوفیہ خود ان کے مدلولیت کے منکر ہیں اور جدید تعلیم یافتہ مدلولیت کے تو منکر نہیں مگر مقصودیت کے منکر ہیں۔ بلکہ مقصود معانی سیاسیہ ہی کو سمجھتے ہیں ان سب فرقوں کے فرقوں کو خوب سمجھ لو۔

سیر الی اللہ و سیر فی اللہ کے معنیٰ

ارشاد: تعلق مع اللہ کے دو درجے ہیں۔ ایک سیر الی اللہ یہ تو محدود ہے ایک سیر فی اللہ یہ غیر

محدود ہے۔ سیر الی اللہ یہ ہے کہ نفس کے امراض کا علاج شروع کیا یہاں تک کہ امراض سے شفا ہوگئی اور ذکر وشغل سے تعمیر شروع کی۔ یہاں تک کہ وہ انوار ذکر سے معمور ہوگیا یعنی تخلیہ وتحلیہ کے قواعد جان گئے موانع مرتفع کر دیئے معالجہ امراض سے واقف ہو گئے نفس کی اصلاح ہوگئی اخلاق رذیلہ زائل ہو گئے اور اخلاق حمیدہ سے انوار ذکر سے قلب آراستہ ہوگیا اعمال صالحہ کی رغبت طبیعت ثانیہ بن گئی، اعمال و عبادات میں سہولت ہوگئی، نسبت وتعلق مع اللہ حاصل ہوگیا تو سیر الی اللہ ختم ہوگئی اس کے بعد فی اللہ شروع ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کا حسب استعداد انکشاف ہونے لگا تعلق سابق میں ترقی ہوئی۔ اسرار وحالات کے درود ہونے لگے یہ غیر محدود ہے وہ تعلق ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے

بحر لسیت بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست　　　اینجا جز اینکہ جاں بسپارند چارہ نیست

نکاح سے کیا کیا سبق حاصل ہونا چاہئے

ارشاد: (۱) نکاح کا جو اثر زوجہ پر ہوتا ہے اس سے ہم کو بھی سبق لینا چاہئے کہ خدا سے تعلق رکھنے والوں کو یگانہ وآشنا سمجھو اور جو اس سے بے تعلق ہو اس کو بے گانہ و نہ آشنا سمجھو، خدا کے دوستوں کو اپنا دوست اور اس کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھو۔

(۲) اس کا تصور کیا کرو کہ جیسے میاں بیوی میں شکر رنجی کے بعد بہت جلد صفائی ہو جاتی ہے یوں ہی حق تعالیٰ سے تعلق کے بعد اگر کچھ کوتاہی ہو جائے تو بعد توبہ ومعذرت کے وہ تعلق ویسا ہی بحال کر دیں گے۔

(۳) بیوی کے تعلق میں ایک بات یہ ہے کہ بعض دفع میاں کو بیوی کی جہالت اور نادانی سے تکلیف بھی ہوتی ہے، تو وہ تحمل کرتا ہے۔ خاص کر اگر بیوی محبوبہ بھی ہو تو اس کے ہر امتحان پر تحمل کیا جاتا ہے، اور اس کے ناز ونخروں کو برداشت کیا جاتا ہے پھر یہ کیا غضب کہ حق تعالیٰ کے امتحانات کا تحمل نہ کیا جائے اگر کبھی وہ بیمار کر دیں یا مال کا نقصان کر دیں یا کسی عزیز کو موت دے دیں تو اس پر ناگواری ظاہر کی جاتی ہے۔

(۴) ایک تکوینی راز نکاح کا یہ ہے کہ بندہ کا کمال یہ ہے کہ وہ مظہر اتم حق تعالیٰ کا بن جائے سو بدون نکاح کے یہ مظہریت اتم نہیں ہوتی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی ایک شان یہ بھی ہے کہ **اذا اراد شیئاً فانما یقول له کن فیکون**۔ کہ وہ جب کسی چیز کو بنانا چاہتے ہیں تو اس سے کہہ دیتے ہیں ''ہوجا'' وہ فوراً ہو جاتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ بدون احتیاج اسباب کے محض ارادہ ہی سے جس چیز کو چاہتے ہیں پیدا کر دیتے

ہیں اور اس شان کا ظہور بندہ میں نکاح ہی سے ہوتا ہے۔ کہ بچے کے پیدا ہونے میں بندہ بھی زیادہ اسباب کے اہتمام کا محتاج نہیں، بے مشقت ایک فعل کیا اور اگر کوئی عارض نہ ہوا تو حمل رہ گیا، بچہ بن گیا، گو واقع میں یہاں بھی اسباب ہوتے ہیں مگر وہ اسباب ایسے نہیں ہیں جن کی تلاش وفکر کی ضرورت ہو۔

حرام چیزوں سے حقیقی شفا ہوتی ہی نہیں

ارشاد: جن چیزوں کو شریعت نے حرام کیا ہے۔ ان میں ضرر ہی غالب ہے گو کسی خاص وقت میں ضرر کا ظہور نہ ہو پس حرام سے جو شفا ہوتی ہے وہ حقیقت میں شفا ہی نہیں بلکہ وہ ایک مرض کو دفع کرتی ہے اور دوسرے امراض جسم میں پیدا کرتی ہے۔

بے ساختگی وآزادیٔ کلام دلیل ہے قرآن کے کلام اللہ ہونے کی

ارشاد: قرآن کریم کے کلام ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ بے ساختہ کلام ہے کسی تکلف کی اس میں پابندی نہیں، نہ قافیہ کی نہ سجع کی۔ اور اس میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متکلم پر کسی کا بھی اثر نہیں ہے، آزادی کے ساتھ جو چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے کہہ دیتا ہے۔

اولاد کا ایک حق

ارشاد: اولاد کا یہ بھی حق ہے کہ اس کے انتقال پر مفارقت کا رنج وصدمہ ظاہر کیا جائے۔

محبت اولاد وازوج کی حکمت تسہیل ادائے حقوق پر ہے اس پر اجر ملنا کمال لطف ہے

ارشاد: ہمارے اندر محبت اولاد وازوج کی حکمت تسہیل ادائے حقوق ہے پھر اس حکمت کے بعد کمال عنایت یہ ہے کہ باوجودیکہ والدین اولاد کی تربیت، اور شوہر بیوی کے ساتھ الفت اپنے فطری جذبے سے مجبور ہو کر کرتا ہے، مگر اس پر اس کو ثواب بھی ملتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ بیوی کے منہ میں جو ایک لقمہ شوہر رکھ دے تو یہ بھی صدقہ ہے اس پر ثواب ملتا ہے۔

والدین کی خدمت وتربیت اولاد کی قدر حق تعالیٰ فرماتے ہیں لیکن اولاد بے قدری سے ٹھکراتی ہے

ارشاد: اللہ تعالیٰ باوجودیکہ انسان کے جذبات کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ وہ تو والدین کی خدمت وتربیت کی اتنی قدر فرماتے ہیں کہ ایک ایک لقمہ پر ان کو اجر دیتے ہیں حالانکہ اس سے خدا کو کچھ نفع

نہیں پہنچتا اولاد جس کو والدین کے اس جذبہ سے پورا نفع پہنچتا ہے یہ کہہ کر اس کو ٹھکرا دیتی ہے "کہ والدین نے ہمارے ساتھ کیا کیا جو کچھ کیا اپنے جذبے سے مجبور ہو کر کیا۔"

جاہل کو عدم افطار صوم جائز پر اجر ملے گا

ارشاد: جس حالت میں افطار صوم جائز ہو اور کوئی جاہل روزہ نہ توڑے اور ہلاک ہو جائے۔ تو گنہگار نہ ہو گا۔ بلکہ افطار نہ کرنے پر اجر ملے گا۔ کیونکہ وہ تو افطار کو ممنوع سمجھ کر روزہ پر اصرار کر رہا ہے۔ وانما الاعمال بالنیات یہ اور بات ہے کہ اس کو جہل عن الاحکام کا گناہ ہو۔

ذکر وصیت کے تقدیم علی الدین کا راز

ارشاد: آیۃ المواریث میں وصیت کے ذکر کو دین سے مقدم کیا ہے حالانکہ بالاجماع دین کا ادا کرنا وصیت سے مقدم ہے، علماء نے اس میں یہی وجہ بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے تقدیم وصیت میں ہم کو متنبہ کیا ہے کہ جس حق کو صاحب حق زور کے ساتھ وصول نہ کر سکے اس کا مطالبہ سب سے پہلے ہم کریں گے۔ پس وصیت کو محض اس وجہ سے کہ تبرع ہے اور موصیٰ لہٗ کے بعض اوقات اس کی خبر بھی نہیں ہوتی یا اس میں قوت نہیں ہوتی اس واسطے وہ مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اور خبر و قوت بھی ہو تب بھی وہ مطالبہ سے شرماتا ہے۔ کہ لوگ کہیں گے میاں کچھ تم نے دیا تھا جو تقاضا کرتے ہو۔ محض معمولی بات سمجھ کر مت ٹالنا بلکہ نفاذ کا پورا اہتمام کرنا۔

میاں بیوی کی بے لطفی کا راز

ارشاد: میاں بیوی کی ایسی زندگی میں کچھ لطف نہیں کہ چار دن ہنس بول لئے اور دس دن کو لڑ جھگڑ لئے، لطف زندگی کا جب ہی ہے کہ جانبین سے ایک دوسرے کے حقوق کی پوری رعایت ہو۔

بیویوں کے حقوق کے وجوہ ترجیح

ارشاد: (۱) بیوی کے بغیر گھر کا انتظام نہیں ہو سکتا اور انتظام بہت بڑی قدر کی چیز ہے، اگر بیوی کچھ بھی گھر کے کام نہ کرے صرف انتظام اور دیکھ بھال ہی رکھے تو یہ اتنا بڑا کام ہے جس کی دنیا میں بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی ہیں اور منتظم کی بڑی قدر و منزلت کی جاتی ہے۔ (۲) خصوصاً بچوں کو بڑی محنت سے پرورش کرتی ہیں۔ یہ وہ کام ہے کہ تنخواہ دار ماما کبھی بیوی کے برابری نہیں کر سکتی۔ (۳) ہندوستان کی عورتیں خصوصاً ہمارے اطراف کی عورتیں تو واقعی جنت کی حوریں ہیں جن کی شان میں عرباً یعنی عاشقات الازواج آیا ہے چنانچہ مردوں پر فدا ہیں کہ مردوں کی ایذائیں ہر طرح سہتی ہیں۔ اور صبر کرتی ہیں۔ (۴)

ان حوروں میں ایک صفت اور بھی ہے یعنی قاصرات الطرف چنانچہ ان کو اپنے شوہر کے سوا کسی کی طرف میلان نہیں ہوتا اور اگر ان کو کسی غیر کا میلان اپنی طرف معلوم ہو جائے تو اس سے سخت نفرت ہو جاتی ہے۔ یہاں کی یہی تہذیب ہے۔

حقوق اولاد

ارشاد: (۱) والدین اولاد حاصل کرنے کے لئے شریف عورت تجویز کرے۔ (۲) اور جب اولاد پیدا ہو ان کے نام اچھے رکھے۔ (۳) اور جب ان کے ہوش درست ہو جائیں ان کو تہذیب اور تعلیم دے۔

نکاح کی حکمت

ارشاد: ایک اجنبی مرد کے سامنے ایک اجنبی عورت کا اس طرح بے حجاب ہو جانا اور اسکے ساتھ مرد کا بے حجاب ہو جانا عقل کے نزدیک بالکل قبیح ہے مگر عقل کی اس تجویز پر عمل کیا جاتا تو زیادہ فتنہ برپا ہوتا کہ اب تو ایک ہی اجنبی مرد و عورت بے حجاب ہو رہے تھے، پھر نہ معلوم کتنے مرد اجنبی عورتوں کے ساتھ بے حجاب ہوتے ہیں، اور کتنی عورتیں اجنبی مردوں کے ساتھ بے حجاب ہوتیں کیونکہ نفس میں جو تقاضے پیدا ہوتے ہیں اگر ان کے پورے ہونے کے لئے ایک محل بھی تجویز نہ کیا جائے تو پھر انسان اپنے تقاضے کو ہر جگہ پورا کرے گا اور اس کی بے حیائی کا عیب نمایاں ہو جائے گا۔ ان عواقب پر نظر کر کے شریعت سماویہ نے نکاح تجویز کیا، اس تقاضے کے پورا ہونے کا محل محدود و متعین ہو کر فتنہ نہ بڑھے۔

وجوہ تشبیہہ مرد و عورت بلباس

ارشاد: **هن لباس لكم وانتم لباس لهن** (۱) لباس میں ایک وصف اشتمال ہے چونکہ زوجین میں تعلق و تواصل کے وقت اشتمال یکدگر ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو لباس سے تشبیہہ دی گئی، مگر شارع کا مقصود اس تشبیہہ سے محض اس اشتمال حسی کی طرف اشارہ کرنا نہیں بلکہ شدت تعلق کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ میاں بی بی کے درمیان ایسا تعلق پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ اس سے زیادہ کوئی تعلق دنیا میں نہیں ہوتا۔

(۲) لباس میں ایک وصف ستر ہے یعنی لباس میں ستر کی شان ہے اسی طرح عورت مرد کے لئے ساتر (عیوب) ہے اور مرد عورت کے لئے ساتر (عیوب) اس طرح کہ تقاضائے نفس ایک کا دوسرے سے پورا ہو جاتا ہے، اور دوسری جگہ بے حیائی کا عیب نمایاں نہیں ہوتا۔

(۳) لباس میں ایک وصف اعانت حاجت ہے یعنی جیسے بدون کپڑے کے انسان سے صبر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح بدون نکاح کے مرد عورت کو صبر نہیں آ سکتا، کوئی تقاضائے نفس ہی کی وجہ سے نہیں بلکہ اعانت وغیرہ میں عورت اپنے خاوند کی محتاج ہے، اور خدمت و راحت رسانی میں مرد عورت کا محتاج ہے۔

(۴) ایک وصف لباس میں زینت ہے، یعنی جس طرح لباس زینت ہے اسی طرح زوجین میں عورت مرد کے لئے اور مرد عورت کے لئے زینت ہے، عورت سے مرد کی زینت تو یہ ہے کہ بیوی بچوں والا آدمی لوگوں کی نظر میں معزز ہوتا ہے۔ اگر کسی سے قرض مانگے تو اس کو قرض مل جاتا ہے، کیونکہ سب جانتے ہیں کہ اس آگے پیچھے اور بھی آدمی ہیں یہ کہا جا سکتا ہے۔ اور قرض میرا وصول ہوسکتا ہے، دوسرے یہ کہ لوگ بیوی والے کو سانڈ نہیں سمجھتے، اور جس کے بیوی نہ ہو اس سے اپنی عورتوں پر سب کو خطرہ ہوتا ہے، اور مرد سے عورت کی عزت یہ ہے کہ لوگ اس کے اوپر کسی قسم کا شبہ نہیں کرتے، میاں چاہے پاس رہے یا پردیس میں رہے، جتنے بال بچے ہوں گے، شوہر ہی کے سمجھے جائیں گے۔

(۵) لباس کے معنی کبھی عذاب وضرر کے بھی آئے ہیں جیسے **فاذا قهم الله لباس الجوع والخوف** اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں میں فتنہ واضرار کی بھی شان ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے لئے عورتوں سے زیادہ خطرناک فتنہ کوئی نہیں سمجھتا۔

پردہ میں بے پردگی فتنہ کی وجہ ہے

ارشاد: پردہ میں کچھ بے پردگی ہوتی ہے تب فتنہ ہوتا ہے، ورنہ کوئی وجہ فتنہ نہیں۔

پردہ کے تاکد کی وجہ

ارشاد: غیرت مند حیادار طبیعت کا خود یہ تقاضا ہے کہ عورتوں کو پردہ میں رکھا جائے کوئی غیور آدمی اس کو گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی کو تمام مخلوق کھلے منہ دیکھے اور شریعت نے فطریات کا خاص اہتمام نہیں کیا اس قاعدہ کا مقتضا یہ تھا کہ شریعت پردہ کے احکام سے بحث نہ کرے، لیکن پھر بھی شارع کا اس سے بحث کرنا دلیل اس کی شفقت اور پردہ کے تاکید کی ہے۔

مردوں کے تابع ہونے کی وجہ

ارشاد: عورتیں فطرتاً اور قانوناً مردوں کے تابع ہیں۔ اور مرد محبت کی وجہ سے تابع ہو جاتے ہیں۔

اختصاص محبت مرد کی عورت کے ساتھ پردہ کی بناء پر ہے

ارشاد: اور یہ مسئلہ عقلی ہے کہ یہ تابعت (مرد کی) محبت کے بقاء تک ہے، اور محبت کی بقاء پردہ کی بقاء تک ہے، چنانچہ ایک یورپین عورت نے لکھا ہے کہ عورتوں کے لئے جو بے پردگی کی کوشش کی جاتی ہے یہ عورتوں کے لئے سخت مضر ہے، کیونکہ اس وقت تو مردوں کو عورتوں کی راحت رسانی کا پورا اہتمام ہے اور اس کا سبب محبت ہے اور محبت کا منشاء اختصاص ہے، مشاہدہ ہے کہ جو چیز عام ہوتی ہے اس سے قوی تعلق نہیں ہوتا، اور یہ اختصاص پردہ سے قائم ہے، پس محبت کی بناء پردہ ہے۔

جواز تتبع عورات بضرورت

ارشاد: بضرورت تتبع عورات جائز ہے، اس لئے مصلح کو واقعات مرید دریافت کرنا جائز ہے۔

اسلام کو ذلت سے بچانا واجب ہے

ارشاد: اسلام کو ذلت سے بچانے کے لئے کہ عدالت والے کہیں گے کہ توبہ توبہ اسلام چوری اور بے ایمان سکھاتا ہے۔ چونگی دیدو۔ اور چار پیسے کی بچت نہ کرو۔

طاعون کل مسلمانوں کے لئے نعمت وشہادت ہے

ارشاد: طاعون عامہ مسلمین کے لئے نعمت وشہادت ہے۔ اور کفار اور بعض اہل معصیت کے لئے قہر ہے۔

اعمال شرعیہ کے مجاہدہ ہونے کا راز

ارشاد: اعمال شرعیہ جتنے بھی ہیں سب مجاہدہ ہیں دین کا ہر کام مجاہدہ ہے کیونکہ مجاہدہ کہتے ہیں خلاف نفس کو اور دین کا ہر کام نفس کی اصل حالت کے اعتبار سے نفس کے خلاف ہے، اس کا راز یہ ہے کہ دین میں تقیید ہے اور تقیید نفس کو گراں ہے۔

طاعون کا مزہ مبتلا سے پوچھو

ارشاد: جو لوگ طاعون میں مبتلا ہو کر مرچکے ہیں ان سے ان کی قدر پوچھو، وہ جانتے ہیں کہ یہ بڑے مزے کی چیز ہے، ہم خواہ مخواہ اس سے گھبراتے ہیں۔

طاعون میں بھاگنا سوء تدبیر ہے

ارشاد: طاعون میں بھاگنا در اصل تدبیر ہی نہیں بلکہ سوء تدبیر ہے کیونکہ بھاگنا جیسے ضعف قلب سے ناشی ہے اسی طرح وہ ضعف کا منشاء بھی ہے یعنی بھاگنے والا اس فعل سے ضعف کو اپنے قلب پر غالب کر لیتا ہے، طبی قاعدہ سے ایسے امراض ضعیف القب پر سب سے پہلے قبضہ کرتے ہیں تو بھاگنے والے نے تو اسی وقت اپنے اوپر طاعون کو قبضہ دے دیا، اگر وہ یہاں نہیں مرا تو دوسری جگہ جا کر مرے گا۔ اسی طرح دوسری جگہ بھی یہ بھاگنے والے طاعون پھیلاتے ہیں، نہ بطریق عدویٰ بلکہ اسی قاعدے سے کہ یہ وہاں جا کر قلوب میں وہم پیدا کر دیتے ہیں تو دوسری بستی کے لوگ ان بھاگنے والوں سے یوں کہتے ہیں کہ خدا خیر کرے کہیں ہماری بستی میں بھی طاعون نہ ہو جائے جس سے ان میں بھی قبول طاعون کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔

مسلمان اور کافر کے مرنے کے وقت کی حالت

اشاد: مسلمان جب مرنے لگتا ہے تو فرشتے اس کو رضوان و کرامت کی بشارت سناتے ہیں اس وقت وہ حق تعالیٰ کی لقاء کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ اور کافر کو عذاب کی دھمکی دیتے ہیں وہ اس وقت خدا کے پاس جانے گھبراتا ہے اور کراہت کرتا ہے۔

طاعون کا مرنے والا قتیل سیف کے برابر شہید ہے

ارشاد: طاعون کا مرنے والا قتیل سیف کے برابر شہید ہے کیونکہ قیامت میں دیکھا جائے گا کہ ان کے زخم بالکل شہداء کے زخم کے مشابہ ہونگے۔ لونہ لون دم والریح ریح مسک علاوہ اس کے جو بات مجاہدات اختیاریہ سے برسوں میں حاصل ہوتی ہے وہ ان مجاہدات اضطراریہ سے ایک دن میں حاصل ہو جاتی ہے۔

خیر الصدقة جهد المقل وما كان عن ظهر غنى کی تطبیق

ارشاد: خیر الصدقته جهد المقل یعنی بہتر صدقہ تنگدست کا صدقہ ہے۔ کیونکہ جمع بین المجاہدتین ہے اور ایک دوسری حدیث میں جو اس کے خلاف آیا ہے، خیر الصدقته ما كان عن ظهر غنى۔ یعنی بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد اپنے پاس غنی باقی رہے سو تطبیق دونوں حدیث کی یوں ہے کہ اول تو اقویا کے لئے اور ثانی ضعفاء کے لئے ہے۔

مشاہدہ کاملہ یہ ہے کہ علماً و عملاً استحضار رہے

ارشاد: اس طریق کا خلاصہ دو ہی چیزیں ایک مجاہدہ، ایک مشاہدہ، اول وسیلہ سے ثانی مقصود

ہے مگر مشاہدہ کے معنیٰ رویت کے نہیں ہیں، بلکہ یہ اصطلاحی لفظ ہے، جس کے معنی ہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ خاص علماً بھی عملاً بھی غالب رہے، ورنہ وہ مشاہدہ علمی جو عمل سے خالی ہے بالکل ناقص ہے، اور محض ایک مشق کا درجہ ہے جو کافر کو بھی چند روز میں حاصل ہو سکتی ہے اس کا نام نسبت و مشاہدہ نہیں بلکہ نسبت اس تعلق کا نام ہے، جو محبت مع اللہ کی وجہ سے جذر قلب میں پیوستہ ہو جائے۔ جس کے لئے عمل بالاحکام لازم ہے اور جو تعلق بدون عمل کے ہو وہ محبت سے خالی ہے، پس مشاہدہ کاملہ یہ ہے کہ علماً استحضار رہے، یعنی اس کے مقتضاء پر عمل بھی ہو۔

ایمان کامل کی شناخت

ارشاد: ایمان اور یقین کے مختلف درجے ہیں جس درجہ کا ایمان اور یقین ہو جاتا ہے اتنا ہی عمل میں اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے تو جب کسی کو حق تعالیٰ کی رویت و معیت کا عمل استحضار نہیں ہوا تو اس درجہ میں اس کو ایمان حاصل نہیں ہے، اس کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں وہ یہ کہ ایک طبیب کے پاس دو مریض گئے اور دونوں کو اس کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ یہ شخص کامل طبیب ہے دونوں نے اپنی نبض دکھائی، اور طبیب نے دونوں کو نسخہ لکھ کر دیا، مگر ایک شخص نے تو نسخہ پر عمل کیا اور استعمال کر کے صحتیاب ہو گیا، اور دوسرے نے نسخہ پر عمل نہیں کیا تو پہلے کا یقین کامل ہے، کیونکہ اس نے یقین کے مقتضاء پر عمل کیا ہے اور دوسرے کا ناقص ہے، اس یقین کامل کے حاصل کرنے کا طریقہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ اس کے مقتضاء پر ہمت کر کے عمل کرے، اول اول تو تعب ہوگا، پھر رفتہ رفتہ وہ حال راسخ ہو کر ملکہ بن جائے گا۔

علمی استحضار کے لئے عمل بالاحکام لازم ہے

ارشاد: اگر علماً استحضار کامل ہو تو عملاً غیب ہونا محال ہے۔ اور ملکۂ یادداشت والوں کو جو استحضار ہوتا ہے وہ محض تصور ہے غلبہ استحضار نہیں۔

حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا فیصلہ

ارشاد: حضرت یحییٰ علیہ السلام پر خشیت کا بہت غلبہ تھا اور زیادہ وقت رونے میں گذرتا تھا یہاں تک کہ روتے روتے رخساروں کا گوشت گل کر گر پڑا تھا۔ کیونکہ آنسوؤں میں ایک قسم کا تیزاب ہے اس لئے آپ کی والدہ روئی کے پھائے رخساروں پر چپکا دیا کرتیں تاکہ بدنما داغ نہ معلوم ہوں، ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "اے یحییٰ تم اتنا روتے ہو گویا تم کو خدا تعالیٰ کی رحمت کی امید ہی نہیں، حضرت حق کی طرف سے فیصلہ صادر ہوا، وحی نازل ہوئی کہ اے یحییٰ خلوت میں تو تم ایسے ہی رہو

جیسے اب ہو، اور مخلوق کے سامنے ویسے رہو جیسے عیسیٰ علیہ السلام ہیں یعنی ہنستے اور تبسم کرتے رہا کرو، بندوں کے سامنے زیادہ رویا نہ کرو کہیں ہمارے بندوں کا دل نہ ٹوٹ جائے، اور مایوس نہ ہو جاویں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اے عیسیٰ ہمارے بندوں کے سامنے تو تم ویسے ہی رہو جیسے اب تک ہو اور خلوت میں ویسے رہو جیسے یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ یعنی خلوت میں ہمارے عذاب کو یاد کر کے رویا کرو۔

اتباع حکمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت وطبیعت تھی

ارشاد: حضور صلی اللہ علیہ وسلم طبیعت سے بھی بعض کام کرتے تھے مگر وہ طبیعت بالکل حکمت کے موافق تھی اور خود اتباع حکمت آپ کی فطرت وطبیعت بن گئی تھی۔

انسان کو دنیا میں بھیجنے کی ضرورت

ارشاد: ترقی قرب مقصود کے لئے محض روح کافی نہیں ورنہ ہم عالم ارواح ہی میں رہتے دنیا میں کیوں آتے، کیا نعوذ باللہ حق تعالیٰ تمہارے بدخواہ ہیں جو خواہ مخواہ راحت سے نکال کر تم کو کلفت میں بھیجا، نہیں! بلکہ اس میں راز یہی ہے کہ جو درجہ قرب کا مقصود تھا وہ اعمال خاصہ صلوٰۃ وصوم وغیرہ پر موقوف تھا اس لئے عالم ارواح میں رہ کر تم کو حاصل نہ ہو سکتا تھا اس لئے روح کی ترقی کے لئے جسم کی ضرورت ہوئی اور دنیا میں بھیجے گئے۔

صوت امرد، وعورت کا حکم

ارشاد: امرد اور عورت کی آواز بلا قصد بھی کان میں پڑے تو کانوں کو بند کرلے۔

مولویوں کا برتاؤ شریعت کے ساتھ

ارشاد: مولویوں کو شریعت کی حفاظت کے سامنے اپنے بدنامی کی بھی پرواہ نہیں چاہئے۔

تشبہ کا مسئلہ

ارشاد: ایک شخص دکان پر یا دسترخوان پر شراب کی سی بوتلیں بھر کر رکھے گو ان میں پانی ہی ہو شراب نہ ہو، وہ مجرم ہے اور شرعاً گنہگار ہے۔ کیونکہ اس نے شراب خوروں کے ساتھ تشبہ کیا۔

محقق کے کلام کی خصوصیت

ارشاد: محقق کے کلام کی خاصیت یہ ہے کہ اس کی بات نہ سمجھنے پر تو سب اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور سمجھنے کے بعد سب اس سے راضی ہو جاتے ہیں۔

اہل مولود کو مطلقاً برا سمجھنا اچھا نہیں

ارشاد: اصل میں تخصیص اعتقادی ناجائز ہے۔ اور تخصیص عملی بوجہ تشبہ کے ناجائز ہے۔ مگر تخصیص اعتقادی کے برابر نہیں، تو اگر کوئی شخص محض تخصیص عملی میں مبتلا ہو اور اس کا اعتقاد درست ہو اس سے نہ الجھنا چاہیے اور جو دونوں میں مبتلا ہو اس کے اعتقاد کی اصلاح کرنی چاہئے۔ پر مولود خواں سے فوراً بدگمان نہ ہونا چاہئے ممکن ہے کہ اس کا اعتقاد درست ہو اور محبت رسول کی وجہ سے تخصیص عملی میں مبتلا ہو جس میں کسی قدر معذور ہو اس لئے اہل مولود کو مطلقاً برا سمجھنا اچھا نہیں۔

قنوت صبح کی نماز میں سنت دائمہ نہیں

ارشاد: میں آج کل نوازل کی وجہ سے صبح کی نماز میں قنوت پڑھتا ہوں مگر بعض دفعہ نہیں پڑھتا کیونکہ حنفیہ کے نزدیک قنوت صبح کی نماز میں سنت دائمہ نہیں۔

قیام مولد کا حکم

ارشاد: اگر کسی ایسے مولد میں پھنس جاویں جہاں قیام ہوتا ہو تو اس مجلس میں مجمع کی مخالفت نہ کریں بلکہ قیام کرلیا کریں کیونکہ ایسے مجمع میں ایک دو کا قیام نہ کرنا موجب فساد ہے، ہاں جہاں ہر طرح اپنا اختیار ہو وہاں تمام قیود کو حذف کر دیا جاوے کیونکہ ایسے موقع میں خاموش رہنا گناہ ہے۔

لوح محفوظ کی نظیر

ارشاد: لوح محفوظ کی نظیر تو خود اپنا دماغ ہے کہ ذرا سے دماغ میں اس قدر بے شمار واقعات و مضامین محفوظ رہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ تھوڑے سے جسم میں جتنے چاہے واقعات محفوظ کر دیں پس دیانند سرتی کا مسلمانوں سے یہ سوال کرنا بالکل لغو اور مبنی بر حماقت و جہل ہے کہ یہ جو مسلمان کہتے ہیں کہ لوح محفوظ میں اول خلقت سے قیامت تک کے واقعات لکھے ہوئے ہیں اور واقعات تو لاتعداد و لاتحصی ہیں تو وہ کتاب تو بہت بڑی ہوگی پھر وہ کہاں رکھی جاتی ہوگی۔

ہم لوگوں کا حضور ﷺ کے زمانہ نہ ہونا بھی رحمت ہے

ارشاد: ہم لوگوں کا حضور ﷺ کے زمانے میں نہ ہونا اور اب ہونا بھی نعمت ہے کیونکہ ہم لوگ اگر اس وقت بھی ہوتے تو ایسے ہی ہوتے جیسے اب ہیں اور اب ہماری حالت یہ ہے کہ ہمارے اندر تکبر ہے اور اتباع علماء سے اعراض ہے تو اس وقت حضور ﷺ کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ایمان ہی نصیب نہ ہوتا،

کیونکہ عادت مالوفہ یک لخت ترک کردینا بڑی ہمت کی بات ہے۔

علماء کا استیصال تمام عالم کا استیصال ہے

ارشاد: جو لوگ علماء کے استیصال کی فکر میں ہیں وہ خود مسلمانوں کے بلکہ تمام عالم کے استیصال کی فکر میں ہیں، کیونکہ بقاء عالم علماء کی وجہ سے ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے لا تقوم الساعة حتی یقال فی الارض الله الله.

عالم بدعمل پر بھی اعتراض کا حق نہیں

ارشاد: عالم بدعمل بھی ہو جب بھی تم کو اس پر اعتراض کا حق نہیں کیونکہ وہ مدعی علم کا ہے نہ کہ عمل کا، طبیب اگر بد پرہیز ہو تو مریض کا کیا نقصان ہے۔

مادری وغیر مادری زبان کا فرق

ارشاد: قاعدہ یہ ہے کہ زبان داں کو اپنی مادری زبان میں گفتگو سنتے ہوئے اول التفات معانی کی طرف ہوتا ہے اور الفاظ کی طرف بعد میں التفات ہوتا ہے اور غیر مادری زبان میں اول التفات الفاظ کی طرف ہوتا ہے ثانیاً معانی کی طرف۔

وحدت الوجود کی حقیقت

ارشاد: وحدۃ الوجود تو یہ ہے کہ اپنی ہستی کو مٹا کر خدا کی ہستی کا مشاہدہ کر لے نہ یہ کہ خدا کی ہستی کو مٹا کر اپنی ہستی کا مشاہدہ کرے۔

لزوم صوم شہوت کا علاج ہے نہ کہ مطلق صوم

ارشاد: روزہ میں ابتداءً شہوت کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے طبیعت میں لطافت پیدا ہوتی ہے اور لطافت سے شہوت بڑھتی ہے مگر زیادہ روزہ رکھنے سے پھر شہوت کم ہو جاتی ہے اور حدیث میں لزوم صوم کو علاج فرمایا ہے نہ کہ مطلق صوم کو اور لزوم مقتضی ہے اعتیاد و تکرار کو کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جیسے زیادہ کثافت طبع سے شہوت کم ہو جاتی ہے اسی طرح زیادہ لطافت سے بھی کم ہو جاتی ہے۔

تعزیت کرنے کا طریقہ

ارشاد: بھائی جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا، اب رونے دھونے سے مردہ تو زندہ ہونے سے رہا نہ اس کا اس میں کچھ نفع تم وہ کام کرو کہ اس کو بھی نفع ہو اور تم کو بھی وہ یہ کہ قرآن لے کر بیٹھ جاؤ اور پڑھ پڑھ کر اس کو

بخشو نفلیں پڑھواور اس کا ثواب اس کو بخشو، اللہ اللہ کرو اور اس کا ثواب اس کو پہنچاؤ اس کے لئے دعائے مغفرت کرو اور یہ سوچو کہ وہ جنت میں گیا جہاں یہاں سے زیادہ راحت ہے اور کچھ دنوں میں ہم بھی وہاں پہنچ کر اس سے مل لیویں گے۔

مسلمانوں کے فلاح وترقی کا طریقہ عمل بالشریعت ہے

ارشاد: دنیا کے فلاح کا طریقہ بھی یہی ہے کہ اعمال شرعیہ کا اہتمام کیا جاوے جس طرح پر ہر چیز کے پاک کرنے کا طریقہ مختلف ہے، اسی طرح ہر قوم کی فلاح وترقی کا طریقہ الگ ہے، یہ ضروری نہیں کہ جو طریق ایک قوم کو نافع ہو وہ سب کو نافع ہو، اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ تدابیر ہم کو بھی نافع ہیں تو ایسے نفع کو لے کر ہم کیا کریں گے جس کے ساتھ خدا کا غضب بھی ملا ہوا ہے اس لئے مسلمانوں کو وہی تدابیر اختیار کرنا چاہئے جو شریعت کے موافق ہوں، یوں نفع تو شراب وقمار میں بھی ہے، لیکن نص ہے۔ واثمهما اکبر من نفعهما.

تدبیر کرو مگر علماء سے پوچھ کر

ارشاد: علماء کا کام یہ ہے کہ جو تدبیر تم کرنا چاہو اول علماء سے استفتاء کرلو یہ جائز بھی ہے یا نہیں وہ اس کے متعلق حکم شرعی بتلا دیں گے تم اس پر عمل کرو، تمام متمدن اقوام کا یہی طریقہ ہے کہ ان کا عملی محکمہ الگ ہوتا ہے علمی محکمہ الگ ہوتا ہے۔

خدا کا وجود فطری ہے اور اس کی دلیل

ارشاد: خدا کا وجود ایسا فطری ہے کہ طوفان کے وقت اضطراری طور پر ملحد کو بھی اس کا قائل ہونا پڑتا ہے اور کافر ومشرک موحد ہو جاتا ہے اس وقت سارے دیوتا، مہادیو وغیرہ سے دل سے نکل جاتے ہیں اور خدا ہی خدا رہ جاتا ہے، مسلمانوں کو توبہ وانابت الی اللہ نصیب ہوتی ہے۔

آخرت کے مکان وزمان دونوں کی خاصیت دنیا سے الگ ہے

ارشاد: جیسے زمان آخرت میں یہ خاصیت ہے کہ اس وقت تحمل رویت پیدا ہو جائے گا ایسے ہی مکان آخرت میں بھی یہ خاصیت ہے کہ جو وہاں پہنچ جائے اس میں تحمل رویت پیدا ہو جاتا ہے گو وہ حیات دنیویہ ہی سے ملبس ہو، آخرت کے مکان وزمان دونوں کی خاصیت دنیا سے الگ ہے۔

جنتیوں کو اول زمین کا جوہر کھلایا جائے گا

ارشاد: حق تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اول زمین کا جوہر کھلائیں گے تاکہ جنت میں جانے سے پہلے دنیا کی ہر قسم کی لذائذ کا مزہ ا۔ کو معلوم ہو جاوے پھر جنت کی نعمتوں کو چکھ کر اندازہ کریں کہ یہ دنیا کی لذتیں ان کے سامنے کیا ہیں۔ کچھ بھی نہیں۔

بوڑھا چراغ سحر ہے تو جوان چراغِ شام

ارشاد: بوڑھے اور جوان سب کے سب چراغ ہی کے مثل ہیں مگر کوئی چراغ شام ہے اور کوئی چراغ سحر، خطرہ سے کوئی بھی خالی نہیں۔

ہم کو اپنے فنا کا استحضار نہیں

ارشاد: گو ہم کو فنا ہونے کا عقیدہ تو ہے لیکن اس وقت اس کا استحضار نہیں، اگر ہے بھی زمانہ مستقبل بعید میں ہے۔

حرکت زمانی و مکانی کا خاصہ

ارشاد: حرکت کی دو قسمیں ہیں ایک حرکت مکانی اور ایک زمانی۔ تو یہاں پر حرکت مکانی اور انتقال اینی تو بے شک نہیں ہے کیونکہ ظاہراً ہم دیکھتے ہیں کہ آخرت میں پہنچنے کے واسطے اللہ پاک نے کوئی زینہ نہیں بنایا جس پر چڑھ کر ہم آخرت میں چلے جائیں۔ لیکن یہاں پر حرکت زمانی محقق ہے یعنی اگر چہ ہم ساکن محض ہیں، لیکن زمانہ حرکت کر رہا ہے وہ حرکت کرتے کرتے ایک ایسی آخری ساعت پر پہنچ جائے گا کہ جس کے بعد ہم آخرت میں ہوں گے یہی حرکت زمانی ہے جو بوجہ خارج از اختیار وکسب ہونے کے سبب تغافل بنتی ہے۔ جس ساعت سے دنیا میں کوئی قدم رکھتا ہے اسی وقت سے اس کی عمر میں ہر ہر ساعت محسوب ہونے لگتی ہے اور اسی قدر عمر کا حصہ گھٹنے لگتا ہے جیسے برف ہوتا ہے کہ اس کو جس قدر رکھا جاوے اسی قدر وہ برابر گھلتی رہتی ہے۔

حیلہ نفس کی مثال

ارشاد: نفس نے عجیب بہانہ تراش رکھا ہے، جب اسے کہا جاتا ہے کہ سود مت لو تو کہتا ہے کہ ہندوستان دار الحرب ہے اور دار الحرب میں سود لینا بعض علماء کے مذہب میں جائز و حلال ہے اور جب کہو کہ زکوٰۃ دو تو کہتا ہے کہ بھائی ہمارا سارا مال حرام ہے، سودی ہے اور غیر کا حق ہے۔ اور حق غیر میں زکوٰۃ

کہاں، نفس کی مثال بالکل شترمرغ کی سی ہے۔

چوں شتر مرغے شناس ایں نفس را
نے برد بار و نہ پرد بر ہوا
گر پر گویش بگوید اشترم
ور نہی بارش بگوید طائرم

ریل میں اگر اشارے سے نماز پڑھے تو احتیاطاً دہرا لیوے

ارشاد: ریل میں جس طرح سے ممکن ہو نماز ضرور پڑھ لے۔ لیکن اس قسم کی نماز جس میں رکوع اور سجدہ کے بجائے ہجوم کی وجہ سے اشارہ کیا ہو، اس کا اعادہ علی سبیل الاحتیاط ضرور کر لینا چاہئے۔

مواقع رخصت میں رخصت ہی حکم اصلی ہے

ارشاد: رخصت و عزیمت جبکہ اپنے موقع پر ہوں اجر میں برابر ہیں یہ سخت غلطی ہے کہ بعض علماء رخصت کو اصل حکم شرعی نہیں سمجھتے نیز اس کو موجب اجر قلیل خیال کرتے ہیں۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ اپنا تو یہ خیال ہے کہ خواص کو بھی مواقع رخصت پر بہ نسبت عزیمت کے رخصت ہی پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور انسب ہے اس وجہ سے کہ خواص کے طرز عمل کو عام اپنے واسطے نقشہ عمل سمجھتے ہیں تو جبکہ خواص ایسے مواقع رخصت میں عزیمت پر عمل کریں گے اور عوام کو رخصت پر عمل کرنے کی تعلیم کریں گے تو عوام سمجھیں گے کہ اصل حکم شریعت کا یہی ہے جس کو یہ لوگ کرتے ہیں اور یہ سہل احکام بوجہ سہولت و آسانی کے ہم کو تعلیم فرماتے ہیں۔ حالانکہ مواقع رخصت میں رسول اللہ ﷺ نے رخصت ہی پر عمل کیا ہے اور صحابہ کو بھی اس پر عمل کرنے کو فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مواقع رخصت میں رخصت ہی حکم اصلی ہے نیز رخصت پر عمل کرنے میں حق تعالیٰ کا احسان پیش نظر ہوتا ہے اور ہر رگ و پے و ہر سانس سے شکر ہی شکر خداوند تعالیٰ کا ادا ہوتا ہے اور اس شکر سے حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے۔

اصل سرور و نور حقیقی کی تعریف

ارشاد: اصل سرور وہ ہے جو انسان کو حدود شرعیہ میں رہ کر عمل کرنے سے حاصل ہو اور اس پر فرحت بخش اثر پیدا ہو وہی ہے نور حقیقی جس کو محبت الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عمل بالسنۃ کے معنی

ارشاد عمل بالسنۃ کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ کے حکم کی مخالفت نہ ہو، باقی عمل میں پوری

مطابقت کی عادات و معمولات کو بعینہا ادا کیا جائے لازم نہیں، مثلاً حضور ﷺ بلا چھنے ہوئے جو کے آٹے کی روٹی کھاتے تھے تو یہ لازم نہیں کہ ہم بھی بے چھنے جو کی روٹی کھاویں۔

ما انا علیہ و اصحابیؓ کے معنی

ارشاد: ما انا علیہ و اصحابیؓ ما کے تحت میں دو قسم کے امور داخل ہیں، ایک فعلی یعنی جس پر تعامل آنحضرت ﷺ کا اور صحابہؓ کا رہا ہے اور ایک قولی یعنی جس پر عمل تو آپ ﷺ کا ثابت نہیں لیکن ان کی اجازت صراحتہً آپ ﷺ نے دی ہے یا کسی کلیہ کے تحت میں داخل ہیں، بشرطیکہ کوئی دلیل شرعی حرمت کی موجود نہ ہو پس اس اصل پر ہندوستانی جوتہ تو اجازت کے تحت میں آسکتا ہے، بخلاف انگریزی جوتہ کے کہ اس میں تشبہ بالکفار علت حرمت موجود ہے۔

صحیح الاعتقاد وہ ہے جس کے اعتقاد کا اثر عمل میں بھی ظاہر ہو

ارشاد: اگرچہ مسئلہ قدر ان مسائل میں سے ہے جن کا علم مقصود بالذات ہے اور جن کا علم جزو ایمان ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس سے تکمیل صبر کا بھی مقصود ہونا نص سے ثابت ہے جو ایک عمل ہے پس علوم مقصودہ فی حد ذاتہا بھی تتمیم اعمال میں مؤثر ہیں اور ان کی تعلیم سے اصلاح اعمال بھی مقصود ہے، پس دراصل صحیح الاعتقاد وہ ہے جس کے اعتقاد کا اثر عمل میں بھی ظاہر ہو ورنہ وہ ناقص الاعتقاد ہے اور اصل معنی میں صحیح الاعتقاد نہیں۔

کنہ ذات سے ناواقفیت نقص بشر نہیں

ارشاد: اگر ہم ایک ذات قدوس بعید عن الادراک غائب عن النظر غیر محدود الاوصاف کے ادارک سے جاہل و ناواقف ہیں تو کونسا ہماری شان میں بدنما داغ لگ جائے گا۔

دوام تحت المشیۃ کی تفسیر

ارشاد: الا ما شاء ربک جو خالدین فیہا کے بعد فرمایا ہے اس سے مراد دوام تحت المشیۃ ہے مطلب یہ کہ کہیں خالدین فیہا کے معنون دوام سے یہ نہ سمجھنا کہ ہم اب مساوی واجب کے ہو کر ممکنیت کے پیراہن سے خارج ہو گئے نہیں بلکہ تم ممکن ہی ہو اور ہم واجب ہی ہیں، دوام اگرچہ تمہارے حصہ میں آ گیا، لیکن یہ تمہارا دوام تو داخل تحت المشیۃ یعنی ہمارے ارادہ پر موقوف ہے کہ جب تک ہم چاہیں تم کو اس دوام میں رکھیں اور جب چاہیں کان پکڑ کر نکال باہر کریں، گو نکالیں گے نہیں، مگر پھر بھی تحت المشیۃ ہے، بخلاف ہمارے دوام کے کہ ہمارا دوام مستقل بالذات ہے کسی کی مشیت پر

موقوف نہیں کوئی احتمال اس دوام کے فنا ہونے کا نہیں ہے۔

مسئلہ تقدیر کا انکشاف آخرت میں بھی نہ ہوگا

ارشاد: عرفاء نے کہا ہے کہ مسئلہ قدر کا انکشاف آخرت میں بھی نہ ہوگا، جیسا کہ یہاں نہیں ہوا، اس وجہ سے کہ یہ مسئلہ بھی راجع ہے ادراک کنہ ذات وصفات کی طرف اور ذات وصفات کا علم بالکنہ نہ دنیا میں ہوسکتا ہے نہ آخرت میں۔

تاکد حق کی وجہ

ارشاد: تاکد حق کی وجہ کبھی عظمت صاحب حق ہے کبھی حاجت صاحب حق۔

عزت بالذات وعزت بالعرض

ارشاد: عزت بالذات تو بتمامہا اللہ ہی کے لئے اور عزت بواسطہ رسول اور مومنین کے لئے بھی ہے، غرض دونوں میں بالذات اور بالعرض کا فرق ہے۔

حق العباد و مقدم علی حق اللہ کا مطلب

ارشاد: حق العباد مقدم علی حق اللہ کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ عظمت کی وجہ سے ایسا ہے بلکہ احتیاج کی وجہ سے حق العبد کو حق اللہ پر مقدم کیا گیا ہے چونکہ حق تعالیٰ نے خود حکم دیا ہے کہ بندوں کے حقوق ادا کرو۔ اس بنا پر یوں کہنا چاہئے کہ ایک حق اللہ دوسرے حق اللہ پر مقدم ہوگیا۔

صوفی کو کوئی جاہل کہدے تو وہ خوش ہوتے ہیں

ارشاد: صوفی کو کوئی جاہل کہدے تو وہ خوش ہوتے ہیں کہ اچھا ہوا میں رجوع خلائق سے بچا ورنہ لوگ ہجوم کرکے خلوت مع المحبوب سے روک دیتے۔

حق العبد مقدم علی حق اللہ میں درحقیقت ایثار تعلیم ہے

ارشد: حق العبد مقدم علی حق اللہ میں درحقیقت اس میں ایثار کی تعلیم ہے کیونکہ حق اللہ وہ ہے جس کا نفع وضرر اپنے نفس کو ہوتا ہے اور حق العبد وہ ہے جس کا نفع وضرر غیر کو ہوتا ہے پس مطلب یہ ہوا کہ اپنے نفس کے حقوق پر غیروں کے حقوق کو مقدم کرنا چاہئے فقہا اس کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیہ اس کو ایثار سے تعبیر کرتے ہیں۔ فقہاء نے صرف معاملات میں ایثار کا اہتمام کیا ہے، اور صوفیہ نے ہر امر میں اس کی سعی کی ہے حتیٰ کہ عبادات میں بھی فرائض اور واجبات کے اندر تو نہیں مگر

مستحبات وفضائل میں وہ ایثار کرتے ہیں، چنانچہ اگر کبھی کوئی صوفی صف اول میں کھڑا ہو جاوے اس کے بعد کوئی بزرگ آ جائیں، استاد یا شیخ تو وہ پیچھے ہٹ کر اپنے بزرگ کو صف اول میں جگہ دیدیتے ہیں اس پر فقہاء خشک اعتراض کرتے ہیں کہ تم نے صف اول کے ثواب کو چھوڑ دیا جس میں استغناء عن الثواب ہے صوفیہ کہتے ہیں کہ ایک ثواب تو صف اول میں کھڑے ہونے کا ہے اور دوسرا ثواب تعظیم اہل اللہ کا ہے جو اس سے بڑا ہوا ہے۔ نیز اس حدیث پر عمل ہے۔ **لیلینی منکم اولو الاحلام والنھی** تو ظاہر میں گو ہم ایک ثواب کے تارک ہیں مگر باطن میں دوسرے ثواب کے جامع ہوئے تو استغناء عن الثواب کہاں ہوا علاوہ اس کے بقاعدۂ الدال علی الخیر کفاعلہ اس کس کو جو صف اول کی فضیلت ہماری وجہ سے حاصل ہوگی، اس کا ثواب بھی ہم کو ملے گا تو ہم ثواب صف اول سے بھی محروم نہ ہوئے اور اس کے ساتھ دوسرے ثواب کے جامع ہو گئے۔

حقوق غیر کے مقدم ہونے کی شرط

ارشاد: نفس پر حقوق غیر مقدم ہیں بشرطیکہ اپنی ہلاکت اور اپنے اہل بیت کی پریشانی کا اندیشہ نہ ہو۔

حق العبد کے اقسام

ارشاد: **الا ان اموالکم ودماء کم واعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم ھذا فی شھر کم ھذا فی بلد کم ھذا من یومکم ھذا الی یوم القیامة** معلوم ہوا کہ حق العبد کے تین قسم ہیں جان۔ مال، آبرو،

مولود شریف اور جگہ تو بدعت ہے لیکن کالج میں جائز، بلکہ حفاظت دین کا ذریعہ

ارشاد: اگر کسی جگہ بدعت ہی لوگوں کے دین کی حفاظت کا ذریعہ ہو جاوے تو وہاں اس بدعت کو غنیمت سمجھنا چاہئے، جب تک کہ ان کی پوری اصلاح نہ ہو جاوے جیسے مولود شریف اور جگہ تو بدعت ہے مگر کالج میں جائز بلکہ واجب ہے کیونکہ اس بہانہ سے وہ کبھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر شریف اور آپ کے فضائل و معجزات تو سن لیتے ہیں تو اچھا ہے اسی طرح حضور ﷺ کی عظمت و محبت ان کے دلوں میں قائم رہے۔

حکام کو ناراض کرنے کی ممانعت

ارشاد: ایسا کام نہ کرنا چاہئے جس میں حاکم کی ناراضی ہو، کیونکہ اس کا انجام قریب ہلاکت ہے اور مدت دراز تک مسلمانوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور ایسے خطرات سے حفاظت نفس شرعاً مطلوب ہے مگر اتنا فرق ہے کہ عوام تو اپنی جان سمجھ کر اپنے نفس کی حفاظت کرتے ہیں اور اہل اللہ خدا کی امانت سمجھ کر حفاظت کرتے ہیں حکام کو ناراض کرنا لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ میں داخل ہے۔

بچوں پر اگر زیادتی ہو جائے تو اس کی تلافی کی تدبیر

ارشاد: اگر بچوں پر زیادتی ہو جاوے تو اس کی تلافی کی یہ تدبیر ہے کہ سزا کے بعد بچوں کے ساتھ شفقت کرو اور جس پر زیادتی کی ہے اس کے ساتھ احسان کرو یہاں تک کہ وہ خوش ہو جائے۔ نیز سزا کے بعد بچوں کو خوش کرنے کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ ان کے دل میں معلم سے بغض وعداوت نہ پیدا ہو جاوے جو علم سے محرومی کا سبب ہے۔

خدمت طفلاں کا حکم

ارشاد: بچوں سے ایسی خدمت لینا جائز نہیں جس میں والدین کی رضا نہ ہو اور اگر رضا بھی ہو تو جو خدمت بچوں کی طاقت سے باہر ہو یا خدمت خلاف سنت ہو (جیسے تیجے کے دانے پڑھوانا) وہ بھی جائز نہیں، میانجیوں کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

بدون صفائی کے کسی چیز سے منتفع نہ ہو

ارشاد: اگر قلی سے کام لینے سے پہلے صاف کہہ دیا جائے کہ ہم سرکاری نرخ نامہ کے موافق تم کو کرایہ یا مزدوری دیں گے اس سے زیادہ نہ دیں گے اگر خوشی ہو قبول کرلو۔ اگر اس پر بھی سامان اٹھالے تو پھر سرکاری نرخ کے مطابق کرایہ دینا جائز ہے۔ غرضیکہ بدون صفائی کے کسی چیز سے منتفع نہ ہو۔

حاکم تنہا اپنی احتیاط سے نجات نہیں پاسکتا

ارشاد: حاکم تنہا اپنی احتیاط سے نجات نہیں پاسکتا بلکہ اس کا انتظام بھی اس کے ذمہ ہے کہ متعلقین بھی ظلم نہ کرنے پائیں جس کی صورت یہ ہے کہ عام طور سے اشتہار دیدے کہ میرے یہاں رشوت کا بالکل کام نہیں اس لئے اگر میرے عملہ میں سے کوئی شخص کسی سے رشوت مانگے تو ہرگز نہ دے بلکہ ہم سے اس کی اطلاع کرے، پھر اطلاع کے بعد جس نے ایسی حرکت کی ہو اس سے رقم واپس کرائے اور

کافی سزا دے، نیز جو شخص حاکم سے ملنے آئے اس کو خود جا کر دروازے سے باہر تک پہنچائے، تاکہ نکلتے ہوئے کوئی چپراسی وغیرہ اس کو تنگ نہ کرے، نیز حکام کو یہ بھی چاہئے کہ لوگوں کے تعلقات براہ راست اپنے سے رکھیں کسی شخص کو واسطہ نہ بنائیں، کیونکہ یہ واسطے بہت ستم ڈھاتے ہیں، اگر کہو صاحب یہ تو بڑا مشکل ہے تو حضرت حکومت کرنا آسان نہیں، یہ منہ کا نوالہ نہیں، ہر وقت جہنم کے کنارہ پر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورۂ شام

ارشاد: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب شام کا دورہ کیا ہے تو آپ کے ساتھ کل یہ سامان تھا، ایک غلام تھا اور ایک اونٹ اسی پر آقا اور غلام دونوں باری باری سوار ہوتے تھے اور کھانے کے لئے ایک تھیلا ستو کا تھا اور ایک کھجوروں کا۔ بس سارا راستہ اسی کو گھول کر پی لیا دو چار کھجوریں کھالیں ساتھ میں نہ خیمہ تھا نہ گھوڑے تھے نہ لاؤ لشکر تھا، پھر راستہ میں جہاں ٹھہرتے تھے وہاں استقبال کرنے کی ممانعت تھی، نہ کسی کا ہدیہ لیتے نہ کسی گاؤں سے دودھ اور جنس منگاتے۔

لاپتہ کے حقوق مالیہ اور جسمانیہ کی ادائیگی کا طریقہ

ارشاد: اگر کسی شخص نے کسی پر ظلم کیا ہو یا کسی سے رشوت لی یا کسی کی غیبت کی ہو اور اب وہ مر چکے ہوں یا لاپتہ ہوں، تو ان کے حقوق کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ اول تو پوری کوشش ان کے پتہ لگانے میں کرے اگر پتہ لگ جاوے تب تو ان کا حق پہنچائے یا معاف کرائے۔ اگر معلوم ہو کہ وہ مر گئے ہیں تو مالی حقوق ان کے ورثاء کو پہنچاؤ یا ان سے معاف کراؤ، اگر ورثاء کا بھی پتہ نہ لگے تو جتنی رقم تم نے ظلم و رشوت سے لی ہے اتنی رقم خیرات کرو اور نیت کرلو کہ یہ ہم ان کی طرف سے دے رہے ہیں یہ تو حقوق مالیہ کا حکم ہے اور غیبت شکایت اور جانی ظلم کی تلافی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مظلوم مر گیا ہو یا لاپتہ ہو گیا ہو تو اس کے حق میں دعا کرو نماز قرآن پڑھ کر اس کو ثواب بخشو اور عمر بھر اس کے لئے دعا کرتے رہو ان شاء اللہ حق تعالیٰ ان کو تم سے راضی کر دیں گے، جس کی صورت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے یہ لکھی ہے کہ قیامت میں مسلمانوں کو بڑے بڑے خوبصورت عالیشان محل دکھلائے جائیں گے اور حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ ان محلات کا خریدار کوئی ہے اور ارشاد ہوگا کہ ان کی قیمت یہ ہے کہ جس کا جو حق کسی کے ذمہ ہو اسے معاف کر دے اس وقت کثرت سے اہل حقوق اپنے حق معاف کر دیں گے اگر یہ شبہ ہو کہ ساری عمر میں جو کثیر رقم حرام مال کھائی تھی آج ایک دن میں کیسے سب ادا کر دے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کام کا شروع کر دینا اور ارادا کا عزم کر لینا بھی مقبول ہے تم اول تو صاحب حق سے معافی کی درخواست کرو اگر

وہ خوشی سے معاف کردے تب جلدی ہلکے ہوئے اور اگر معاف نہ کرے یا خوشی سے معاف نہ کرے تو تھوڑا تھوڑا جتنا ہو سکے اس کا حق ادا کرتے رہو مگر یہ ضروری ہے کہ اپنے فضول اخراجات کو موقوف کردو بس ضروری ضروری خرچوں میں اپنی آمدنی خرچ کرو اور اس سے جتنا بھی بچے وہ حق داروں کو ادا کرو اگر وہ مر گئے ہوں تو ان کے ورثاء کو دو۔ اگر ورثاء بھی نہ معلوم ہوں تو ان کی نیت سے خیرات کرتے رہو، ان شاء اللہ تعالیٰ اول تو امید ہے کہ دنیا ہی میں سارا حق ادا ہو جائے گا اگر کچھ رہ گیا تو حق تعالیٰ اس کو ادا کر دیں گے حق تعالیٰ کے یہاں نیت کو زیادہ دیکھا جاتا ہے۔ جس کی نیت پختہ ہو کہ میں حق ادا کروں گا، پھر اس پر عمل بھی شروع کر دے حق تعالیٰ اس کو بری فرما دیں گے۔

مولویوں کا بیوی سے دبنے کا راز

ارشاد: سچ کہا ہے کہ کسی نے یغلبن العالم ویغلبھن الجاھل لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ مولوی بیویوں سے دبتے ہیں، خیر کوئی یوں ہی سمجھ لے مگر درحقیقت دبتے نہیں بلکہ کمزور پر بہادری کرتے ہوئے غیرت کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ اور سمجھ کی تعریف

ارشاد: خدا وہ ہے جو سمجھ میں نہ آوے اور سمجھ وہ ہے جو خدا کو پاوے یعنی خدا کی طلب میں رہے اگرچہ اس کی ذات تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

تعلیم قرآن کی شرعی حد

ارشاد: اول سے آخر تک قرآن کا پڑھنا فرض عین نہیں گو فرض کفایہ ضرور ہے اور ایک آیت کا یاد کرنا فرض عین ہے اور سورۂ فاتحہ اور ایک سورۃ کا سیکھنا گو چھوٹی ہی سورت ہو واجب علی العین ہے۔

ترقی و تعلیم اگر مضر دین ہے تو چولھے میں جھونکنے کے قابل ہے

ارشاد: اس ترقی و تعلیم کو لے کر ہم کیا کریں جس سے دین ہی برباد ہونے لگے وہ تو چولھے میں جھونکنے کے قابل ہے بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹے کان۔

عالم حقانی کی شناخت

ارشاد: عالم حقانی وہ نہیں ہے جو تمہاری مرضی کے موافق فتویٰ دیا کرے، اس میں غرض کا قوی شبہ ہے کہ وہ عوام کو اپنے سے مانوس کرنا چاہتا ہے۔ جو شخص کسی کی مرضی کی رعایت نہ کرے سمجھ لو وہ صحیح

احکام بیان کرتا ہے۔

تعلیم جدید کی تحصیل کی شرائط

ارشاد: (۱) اپنے مذہب کی تعلیم حاصل کرے۔ (۲) کسی عالم کے مشورے سے کورس مقرر کر کے مطالعہ کرے۔ (۳) علمائے حقانی کی کتابیں مطالعہ میں رکھے۔ (۴) علماء حقانی کی صحبت میں آمد و رفت رکھے۔ (۵) غیر جنس کی کتابوں سے اعراض رکھے۔ اس کے بعد تعلیم جدید حاصل کرنے کا مضائقہ نہیں۔

اہل دنیا کا برتاؤ دین و دنیا کے کاروبار میں

ارشاد: افسوس کہ دنیا کے کاروبار میں نقصان نہ ہونے کو بھی کامیابی سمجھا جاتا ہے اور دین کے کام میں نفع کے تاخیر کو بھی کامیابی سمجھا جاتا ہے۔

علم الفاظ قرآن کی ضرورت

ارشاد: جو لوگ شبہ کرتے ہیں کہ بے سمجھ قرآن پڑھنے سے کیا نفع یہ محض ان کا بہانہ ہے، قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرتے، دوسرے یہ کہ معانی الفاظ کے تابع ہیں اور ضروری کا موقوف علیہ بھی ضروری ہوتا ہے تو اس سے خود الفاظ کی ضرورت پر دلالت ہو رہی ہے پس چونکہ یہ لوگ ظاہر میں مسلمان ہیں اس لئے زبان سے تو یہ کہہ نہیں سکتے کہ قرآن پڑھنے کو مطلقاً ہمارا جی نہیں چاہتا ورنہ کفر کا فتویٰ لگ جاوے گا اس لئے یہ قاعدہ غرض نفس کے موافق گھڑ لیا کہ جب معانی نہیں سمجھتے تو الفاظ سے کیا نفع، حالانکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں تلک ایات الکتاب وقران مبین قرآن کے معنی ہیں ما یقرء اور کتاب کے معنی ہیں ما یکتب یعنی پڑھنے لکھنے کی چیز تو الفاظ ہی ہیں معانی کو کون پڑھ سکتا ہے اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ الفاظ خود بھی مطلوب و مقصود ہے۔

خدا کی مرضی حفاظتِ قرآن میں ہے

ارشاد: قرآن کے اس قدر حفاظ ہر زمانہ میں ہوتے رہتے ہیں اس کا شمار دا حصاء دشوار ہے معلوم ہوا کہ خدا کی مرضی اس کی حفاظت میں ہے تو ہم کو بھی مرضی حق کی رعایت چاہئے۔

قرآن کے الفاظ آخرت کے سکے ہیں

ارشاد: قرآن کے الفاظ کا ایک نفع یہ ہے کہ یہ آخرت کے سکے ہیں جس کی ایک سورت سے

آخرت کے بے شمار خزانے جمع ہو جاتے ہیں جب وہاں جا کر آپ دیکھیں گے کہ ایک سورۂ فاتحہ اور قل ھو اللہ سے اتنا بے شمار ثواب مل گیا تو بے ساختہ یوں کہیں گے۔

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را
کہ بیک گل می خری گلزار را

مسلمان کو ہر وقت تکلم مع اللہ کی دولت حاصل ہے

ارشاد: عشاق کو محبوب سے باتیں کرنے میں عجیب مزہ آتا ہے اور یہ دولت مسلمانوں کو گھر بیٹھے ہر وقت نصیب ہے کہ وہ جب چاہیں اللہ تعالیٰ سے باتیں کر لیں۔ یعنی قرآن کی تلاوت کرنے لگیں پھر حیرت ہے کہ قرآن کے بدون سمجھے پڑھنے کو بے فائدہ بتلا دیا جاوے۔

الفاظ قرآن کا نفع

ارشاد: صاحبو! اس سے بڑھ کر الفاظ قرآن کا نفع اور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کی قرأت کی طرف بہت توجہ فرماتے ہیں اور نہایت توجہ سے سنتے ہیں۔

صورت کے بیکار نہ ہونے کی دلیل

ارشاد: اگر یہ دعویٰ مان لیا جاوے کہ صورت محض بے کار ہے تو ان مدعیوں کو چاہئے کہ اپنی اولاد کا گلا گھونٹ دیا کریں، کیونکہ یہ تو محض صورت ہے اس کی کیا ضرورت ہے بلکہ مقصود تو معنی ہے یعنی روح اور وہ گلا گھوٹنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

بجائے اصل الفاظ کے صرف ترجمہ قرآن پڑھنا عقلاً بھی مناسب نہیں

ارشاد: الفاظ کی خاصیت متکلم کی عظمت وشوکت وصورت کا استحضار ہے اور یہ صرف قرآن ہی کے الفاظ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اصلی کلام الٰہی کے برابر ترجمہ میں عظمت وشوکت ہو نہیں سکتی اور عبادت سے مقصود معبود کی عظمت دل میں پیدا کرنا ہے اس لئے نماز میں بجائے اصل الفاظ کے ترجمہ پڑھنا عقلاً بھی مناسب نہیں۔

پختہ مزارات اہل اللہ کے مذاق کے بالکل خلاف ہیں

ارشاد: اہل اللہ کی تعظیم کچھ اس میں منحصر نہیں کہ ان کے مزارات پختہ بنائے جاویں وہ تو کچی قبر میں بھی ویسے ہی معظم ومحترم ہیں جیسے پکی قبر میں، بلکہ کچی قبروں پر بوجہ موافقت سنت کے انوار زیادہ

ہوتے ہیں۔ یہ پختہ مزارات تمام تر رؤسا اور امراء وسلاطین کے بنوائے ہوئے ہیں ورنہ اہل اللہ کو اپنے بدن تک کی پرواہ نہیں ہوتی، پھر یہ چوچلے قبروں کے پختہ وآراستہ بنانے کے ان میں کہاں سے آجاتے ان کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو کہ وہ بھی ان خرافات سے خوش ہوتے ہیں، غرضیکہ یہ پختہ مزارات اہل اللہ کے مذاق کے بالکل خلاف ہیں پھر یہ قبر کی وضع کے بھی خلاف ہیں کیونکہ زیارت قبور سے غرض یہ ہے کہ موت یاد آئے اور دنیا کے زوال وفنا کا نقشہ سامنے آجائے تو یہ بات کچی اور شکستہ قبروں ہی سے حاصل ہوتی ہے اور شاہی قبروں سے موت تھوڑا ہی یاد آتی ہے، نہ زوال وفنائے دنیا پیش نظر ہوتا ہے، بایں ہمہ صحابہؓ نے حضور ﷺ کی پختہ قبر نہیں بنائی بلکہ کچی ہی رکھی۔

باقی رکھنے والی چیز اہل اللہ کی ولایت وکمالات، معرفت ومحبت ہے

ارشاد: پختہ قبر بنانا ہی بقاء کا ذریعہ نہیں بلکہ اصل باقی رکھنے والی چیز اہل اللہ کی ولایت اور ان کے کمالات، معرفت ومحبت ہیں، پس وہ آپ کی ابقاء کے محتاج نہیں، نیز نشانی باقی رکھنے کی یہ بھی تو صورت ہے کہ قبر کچی رکھو اور ہر سال اس کی لیپ پوت کرتے رہو۔

شرائط سماع

ارشاد: حضرت سلطان جی کے نزدیک سماع کی چار شرطیں ہیں۔ (۱) سامع از اہل ہوی و شہوت نباشد (۲) مستمع مرد تمام باشد زن وکودک نباشد (۳) مسموع ہزل وفحش نباشد (۴) آلہ سماع مثل چنگ ورباب درمیان نباشد۔

پختہ قبر بنانے سے شریعت کی ممانعت

ارشاد: پکی قبر بنانے سے جو شریعت نے منع کیا ہے حقیقت میں ہم پر بڑا احسان کیا ہے کیونکہ ابتداء سے اگر اس وقت تک سب قبریں پختہ ہی پختہ ہوتیں تو آدمیوں کو رہنے کے جگہ بھی نہ ملتی نہ زراعت کے لئے زمین ملتی کیونکہ مردے اس قدر گذر چکے ہیں کہ کوئی حصہ زمین کا مردوں سے خالی نہیں۔

طاعات کی جزا نقد بھی ہے ادھار بھی

ارشاد: اللہ تعالیٰ نے طاعات کی ساری جزا ادھار پر نہیں رکھی آخرت میں تو ان کی جزا ملے گی ہی دنیا میں بھی جزا ملتی ہے وہ یہی راحت واطمینان اور عزت وعظمت ہے۔

حرام کو حرام سمجھ کر کرنا معصیت ہے

ارشاد: حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے قطعی یا ظنی۔ اگر حرام سمجھ کر کریں گے تو کفر کا خطرہ نہ رہے گا۔ صرف معصیت رہ جاوے گی یہ کفر سے اہون ہے دوسرے جب آپ اس کو حرام سمجھتے رہیں گے تو کیا عجب ہے کہ کسی وقت توبہ کی توفیق ہو جائے۔

قلندر اور ملامتی کی تعریف

ارشاد: قلندر اس کو کہتے ہیں جو ظاہری عبادت میں تقلیل کرے یعنی جس پر ذکر و فکر نوافل و مستحبات سے زیادہ غالب ہوں۔ ملامتی وہ ہے جو اعمال میں تکثیر تو کرتا ہے مگر ان کے اخفاء کا اہتمام کرتا ہے جس سے عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں سے زیادہ کچھ بھی نہیں کرتے۔

عاشق کے فانی ہونے کے معنی

ارشاد: عاشق ہمیشہ فانی ہوتا ہے کہ اپنی عزت و آبرو کو محبوب پر نثار کر دیتا ہے۔

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا
اور جو خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا

امامت کا حکم

ارشاد: علماء کو لازم ہے کہ ان کی امامت سے اگر ایک شخص کو بھی کراہت ہو تو فوراً اس سے علیحدہ ہو جائیں، پھر ان شاء اللہ بہت جلد وہ الگ کرنے والے ہی ان کے آگے ہاتھ جوڑیں گے۔

مسلم عاصی کیلئے بھی موت کا تحفہ ہے

ارشاد: گنہگار مسلمان کے لئے بھی موت تحفہ ہے گو کچھ دنوں کے لئے اس کو عذاب بھی بھگتنا پڑے، کیونکہ موت ہی کے ذریعہ سے اس کو کسی وقت خدا کا قرب حاصل ہوگا، دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے لئے دوزخ جیل خانہ اور حوالات نہیں بلکہ مثل حمام کے مطہر ہے، تیسرے یہ کہ مسلمانوں کو دوزخ کے عذاب کا بہت زیادہ احساس بھی نہ ہوگا کیونکہ حدیث مسلم میں ہے **یمیتھم اماتۃ** کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں مسلمانوں کو ایک قسم کی موت دیں گے جو نیند کے مشابہ ہوگی چوتھے یہ کہ اگر عذاب بھی ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ جس نعمت کے زوال کی ہر دم توقع ہو وہ اس نعمت سے افضل ہے جس کے زوال کا ہر وقت اندیشہ ہو۔ بس مسلمان کے لئے موت ہر حال میں اچھی ہے کیونکہ دنیا کے زوال کا خطرہ لگا ہوا ہے اور آخرت کی تکلیف

کے منقطع ہونے کی ہر دم توقع ہے پس موت ناگوار چیز نہیں۔

ہم کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کی بہت کچھ امید ہے

ارشاد: ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو ایسا محبوب نبی عطا فرمایا کہ جس کے راضی کرنے کا حق تعالیٰ کو اس قدر اہتمام ورعایت ہے کہ پچاس نمازوں کے بجائے پانچ نماز امت کے لئے باقی رکھیں پھر آپ اس وقت تک تھوڑا ہی راضی ہوں گے جب تک سب مسلمان جنت میں نہ پہنچ جائیں۔ اس لئے ہم کو بہت کچھ امیدیں ہیں۔

ہمارے حسنات حقیقت سیئات ہیں

ارشاد: ہمارے حسنات حقیقت میں سیئات ہیں مگر حق تعالیٰ کا کرم ہے کہ ان کو طاعات میں شمار کر لیتے ہیں۔

فنا وبقاء کی تعریف

ارشاد: یہاں تم جو اپنی جان پیش کرتے ہو سڑی ہوئی ہے کیونکہ صفات رذیلہ سے متصف ہے اور حق تعالیٰ اسکے عوض میں تم کو ایسی جان عطا فرماتے ہیں جو لطیف وشفیف ہے کیونکہ اب وہ متصف بصفات الٰہیہ ہو جاتی ہے۔ اسی کا نام فنا وبقاء ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کیمیاوی طریقہ سے تانبہ کو سونا بنا دیا جاوے۔

حقیقت میں واصل اللہ تعالیٰ ہیں

ارشاد: حقیقت میں وصول انسان کے چلنے سے نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ سالک کی طلب صادق کو دیکھ کر خود آ کر اس سے مل جاتے ہیں تو دراصل واصل وہ ہیں یہ واصل نہیں ہے مگر یہ بھی ان کی رحمت ہے کہ وہ طالب کو واصل کا لقب دیتے ہیں۔

شارع کا مقصد سمجھ لینا تفقہ ہے

ارشاد: فضیلت اس سے حاصل ہوتی ہے کہ شارع کا مقصد سمجھ لیا جاوے اسی کا نام فقہ ہے اور یہی وہ چیز ہے جس میں اکابر سلف ممتاز تھے گو وسعت نظر میں متاخرین بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر عمق نظر میں متقدمین بدرجہا افضل ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ اسی عمق فہم کی وجہ سے امام ہیں۔

حضور ﷺ کے فضائل کا بیان

ارشاد: حضور ﷺ کا مذاق یہ تھا کہ آپ ﷺ کو اتباع احکام کا سب سے بڑھ کر اہتمام تھا۔ حضور ﷺ نے اپنے فضائل کو زیادہ ترغیب اتباع کی نیت سے بیان فرمایا ہے۔

عقائد جس طرح مقصود بالذات ہیں اسی طرح مقصود للاعمال ہیں

ارشاد: عقیدۂ تقدیر کو اصلاح اعمال میں بڑا دخل ہے کیونکہ اس سے حزن و بطر رفع ہو جاتا ہے اور حزن جڑ ہے تعطل ظاہر کی اور تکبر و بطر اصل ہے تعطل باطن کی یعنی غمگین و پریشان آدمی ظاہر میں تمام دین و دنیا کے کاموں سے معطل ہوتا جاتا ہے اور متکبر آدمی کا دل خدا کے تعلق سے معطل ہو جاتا ہے جب تک تکبر نہ نکلے خدا کے ساتھ دل کو لگاؤ نہیں ہو سکتا اسی طرح عقیدۂ توحید سے مخلوق کا خوف و طمع زائل ہو جاتا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی فضیلت کے اعتقاد کو آپ کے اتباع میں دخل ہے۔ پس عقائد جس طرح مقصود بالذات ہیں اسی طرح مقصود للاعمال بھی ہیں۔

تاخیر حسنات الیٰ رمضان پر بحث و تحقیق

ارشاد: اللہ و رسول کو تاخیر طاعات مطلوب نہیں بلکہ تسارع و تسابق الی الخیر مطلوب ہے چنانچہ جا بجا فاستبقوا الخیرات. یسارعون فی الخیرات نص میں وارد ہے۔ اسی طرح حدیث تضاعف ثواب فی رمضان کا مطلب تعجیل اعمال فی رمضان ہے۔ نہ کہ تاخیر اعمال الی رمضان۔ یعنی رمضان کے اندر طاعات کے اندر جلدی کی جاوے۔ یعنی جن طاعات کی ہمت ہو سکے اور جس عمل صالح کی توفیق ہو سکے اس کو جلدی رمضان ہی میں کر دو۔ رمضان کے بعد کے لئے موخر نہ کرو۔ کیونکہ رمضان میں ثواب زیادہ ہے پس اگر ۲۸ شعبان کو زکوٰۃ کا سال پورا ہوتا ہو تو ۲۸ شعبان کو زکوٰۃ ادا نہ کرنا بلکہ رمضان کے لئے اس کو ملتوی کرنا عدم تفقہ اور مقصد شارع نہ سمجھنے کی دلیل ہے۔ ارے تم کو کیا خبر ہے کہ مساکین پر کیا گذر رہی ہے تم کو یکم رمضان کا انتظار ہے اور اس غریب کی روح کو ایک ایک گھڑی کا انتظار ہے علاوہ اس کے انفاق فی رمضان میں کمیۃً ثواب بڑھتا ہے اور تعجیل و سبقت فی الخیر میں کیفیۃً ثواب زیادہ ہوتا ہے اور کیفیت میں کمیت سے زیادہ مطلوبیت ہے چنانچہ اس کی نظیر علماء کے کلام میں بھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حدیث میں جو ہے کہ محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے ۲۵ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں ۵۰۰ نمازوں کا مگر محلہ والوں کو یہ جائز نہیں کہ محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر جامع مسجد نماز پڑھنے جایا کریں اگر ایسا کرو گے تو گناہ ہوگا اس کی وجہ یہی ہے کہ جامع مسجد کی نماز کا ثواب اس شخص کے حق میں کمیۃً زیادہ ہے

مگر محلّہ کی مسجد کا ثواب کیفیۃً زیادہ ہے۔ کیونکہ اس کے ذمہ اسی مسجد کی آبادی واجب ہے تو یہ شخص مسجد میں نماز بھی پڑھتا ہے اور واجب عبادت کو بھی ادا کرتا ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے واجب عبادت ادا نہ ہوگا، کیونکہ اس کے ذمہ اس مسجد کی عبادت و آبادی واجب نہیں بلکہ یہ واجب جامع مسجد کے محلّہ والوں کے ذمہ ہے۔

بحث تاخیر حسنات الیٰ رمضان کا تتمہ

ارشاد: اوپر جو بحث تاخیر حسنات الیٰ رمضان کی ہے اس کے تتمہ میں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ کیا عجب ہے کہ اس وقت ضرورت کے وقت جو مسکین کو سہارا مل گیا ہے اس کی دعاء عرش سے کتنی اوپر گئی ہوگی اور اس دعاء سے تم کیا کچھ ملا ہوگا اور مان لو کہ اس وقت رمضان سے کم ہی ثواب ملا تو تم کو کیا خبر ہے کہ رمضان تک تم زندہ رہو یا نہ رہو اگر کہو کہ ہم وصیت کر جائیں گے کہ رمضان میں اتنی رقم دے دی جاوے تو وصیت کا ثواب اپنے ہاتھ سے دینے کے برابر نہیں۔ دوسرے کیا بھروسہ کہ ورثاء ادا بھی کریں گے۔

مجبور کے لئے ادائیگی حقوق کا طریقہ

ارشاد: اگر کوئی شخص عمر بھر اس فکر میں لگا رہے کہ میرے ذمہ جو حقوق دوسروں کے ہیں کسی طرح ادا ہو جائیں، مگر افلاس یا اور کسی عذر کی وجہ سے مجبور رہا تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم خود حقوق ادا کر دیں گے اور اس شخص پر اصلا مواخذہ نہ ہوگا۔

بچہ کے ہاتھ سے خرچ کراوے مگر خرچ کو اباحتاً دے

ارشاد: باپ کو مناسب ہے کہ بچہ کے ہاتھ سے بھی کبھی کبھی خرچ کرایا کرے کبھی اس کے ہاتھ سے فقیر کو دلوا دیا۔ کبھی مدرسہ میں دلوا دیا، تا کہ اس کا حوصلہ بڑھے اور مال کی حرص نہ پیدا ہو دوسرے یہ کہ جب بچوں کو ہاتھ سے کسی دوسرے کو رقم دلواؤ۔ خواہ فقیر کو یا مدرسہ کو تو اس وقت یہ رقم بچہ کو ہبہ نہ کرو۔ بلکہ اباحت کے طور پر دو ورنہ وہ اس کی ملک ہو جائے گی، پھر ہبہ صبی حرام ہوگا اور اگر غلطی سے ایسا ہو جاوے تو فقیر سے یا مدرسہ والوں سے یہ رقم واپس نہ لو۔ بلکہ بچہ کو اس کے عوض رقم دیدو۔ جس میں نیت عوض کی قید ضروری ہے، ورنہ یہ مستقل ہبہ ہوگا۔ پہلے عوض نہ ہوگا۔

عورتوں سے چندہ لینے میں احتیاط چاہئے

ارشاد: عورتوں سے چندہ لینے والوں کو بڑی احتیاط چاہئے کیونکہ یہ اکثر بدون شوہر سے پوچھے شوہر ہی کے مال میں سخاوت کرتی ہیں۔

انسان میں صفت اختیار کا ہونا دلیل کا محتاج نہیں

ارشاد: انسان میں صفت اختیار کا ہونا دلیل کا محتاج نہیں بلکہ یہ وجدانی امر ہے۔ ہر شخص وجدان سے اس کو محسوس کرتا ہے کہ ہاں میرے اندر اختیار ہے۔ دیکھئے مرتعش (جس کے ہاتھ میں رعشہ ہو) اور کاتب کی حرکت ید میں فرق بین ہے۔ پہلا شخص حرکت میں مجبور ہے دوسرا مجبور نہیں اور یہ ایسا فرق ہے جس کو حیوانات بھی جانتے ہیں۔ اگر آپ کتے کو لاٹھی ماردیں تو وہ لاٹھی پر حملہ نہ کرے گا۔ بلکہ آپ پر حملہ کرے گا وہ بھی جانتا ہے کہ لاٹھی کی خطا نہیں، وہ تو مجبور ہے خطا آدمی کی ہے جو اختیار سے ہم کو ستا رہا ہے۔ پس انسان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تو حقیقت پر نظر رکھے کہ اپنی جان کو اپنی جان نہ سمجھے نہ اپنے کمالات کو اپنے کمالات سمجھے بلکہ سب کو عطاہائے حق سمجھتا رہے اور بندوں سے معاملہ کرتے ہوئے شریعت پر نظر رکھے۔

سالکین کی طلب سہولت امانت ''اختیار'' کے خلاف ہے

ارشاد: آج کل بعض سالکین کو سہولت کی بہت تلاش ہے جس کی وجہ صرف راحت طلبی ہے، صاحبو! راحت کی جگہ تو عالم آخرت ہے اور وہاں بھی جو راحت حاصل ہوگی وہ بھی دنیا کی جہد کا ثمرہ ہے ہم کو شرم نہیں آتی کہ دنیا مردار کے لئے تو اتنی عمر برباد کریں اور مشقت برداشت کریں۔ اور طلب خدا کے لئے یہ چاہیں کہ تھوڑی ہی مدت میں کامیابی ہو جاوے علاوہ اس کے جس امانت سے تمام عالم گھبرا گیا وہ تکلیف ہی ہے جس سے مراد عمل مع الاختیار ہے حاصل غرض امانت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے یہ فرما دیا تھا کہ ہمارے کچھ احکام تشریعیہ ہیں۔ ان کا مکلف بالاختیار کون ہوتا ہے یعنی جو شخص ان کا تحمل کرے گا اس کو صفت اختیار مع عقل کے عطا کی جاوے گی یعنی اس کی قوت ارادیہ ان احکام پر عمل کرنے کے لئے مجبور نہ ہوگی۔ بلکہ عمل وعدم عمل دونوں پر قدرت دی جائے گی۔ پھر جو اپنے اختیار سے احکام کو بجالا دے گا اس کو مقرب بنالیا جائے گا اور جو اپنے اختیار سے احکام میں کوتاہی کرے گا اس کو مطرود کر دیا جائے گا تمام مخلوق ڈر گئی، انسان اس کے لئے آمادہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مکلف بنا دیا یعنی اس کو صفت اختیار مع عقل کے عطا کر دی گئی۔ باقی مخلوقات میں یہ صفت اختیار وعقل نہیں ہے وہ جن احکام تکوینیہ یا عبادت کو بجالاتے ہیں وہ ان کے لئے طبعی ہیں یعنی ان کی قوت ارادیہ اس کے خلاف کی طرف مائل ہی نہیں ہوتی، بخلاف انسان کے کہ جن احکام کا یہ مکلف ہے وہ اس کے لئے طبعی نہیں، بلکہ اس کی قوت ارادیہ عمل وعدم عمل دونوں کی طرف مائل ہوتی ہے اب اس کی تکلیف کے معنی ہی یہ ہیں کہ یہ

اپنے اختیار سے ایک جانب کو ترجیح دے یعنی جانب عمل کو مامورات میں ترجیح دے اور جانب عدم عمل کو منہیات میں اسی کا نام تحصیل عمل ہے بس اس سے بھی معلوم ہوا کہ جب انسان اس تکلیف کا مکلف بنا دیا گیا تو سہولت کی طلب کہ بس ہم کو اپنے ارادہ و اختیار سے کچھ کرنا ہی نہ پڑے ظلم ہے اور جو شخص امانت الٰہیہ اختیار کرے اور ایسی بڑی امانت کو ضائع کرے جس میں انسان تمام مخلوق میں ممتاز ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا۔

لذائذ دنیا کی حکمت

ارشاد: لذائذ دنیا کی حکمت یہ ہے کہ یہ نمونہ ہیں لذائذ آخرت کے پس اگر کوئی صوفی کھانا کھاتے ہوئے لذیذ شوربے میں پانی کا پیالہ بھر کر ڈالدے تا کہ نفس کو لذت نہ آئے تو وہ طفل طریقت ہے یہ اس تجلی الٰہی کو برباد کرتا ہے۔ (وہ تجلی الٰہی یہی ہے کہ وہ مذکر ہے نعمائے آخرت کی، جو لذیذ طعام کے ساتھ متعلق ہے اور اس حکمت کو برباد کرتا ہے اور جو لذائذ دنیا میں رکھی گئی ہے۔

دعوت مشتبہ کے قبولیت کی صورت

ارشاد: بھرے مجمع میں داعی کو ذلیل کرنا اس طرح کہ پوچھے دودھ کہاں سے آیا۔ گوشت کس طرح لیا گیا یہ تقویٰ کا ہیضہ ہے اگر کسی شخص پر اطمینان نہ ہوتو یا تو اس کی دعوت ہی منظور نہ کرے لطیف پیرایہ سے عذر کر دے، یہ نہ کہے کہ آپ کی آمدنی حرام ہے اس لئے دعوت قبول نہیں کر سکتا کیونکہ اس عنوان سے اس کی دل شکنی ہوگی۔ اگر امر بالمعروف کا خیال ہوتو امر بالمعروف میں بھی یہ شرط ہے کہ ایسا وقت اور موقع تجویز کرے جس میں مخاطب کے قبول کی امید ہو۔ اگر کوئی شبہ داعی کی آمدنی کی حرمت کا ہو تو بہتری صورت یہ ہے کہ مجمع کے سامنے تو بلا شرط قبول کر لے پھر تنہائی میں لے جا کر ان سے کہدے کہ ذرا کھانے میں اس کی رعایت رکھی جاوے کہ تمام سامان تنخواہ کی رقم سے کیا جاوے۔

اہل اللہ نے حق تعالیٰ کے ذرا ذرا سی تجلیات کی بے حد قدر کی ہے اور ان کی حکمتوں کے ابطال کو ممنوع فرمایا ہے

ارشاد: ایک بار حضرت غوث اعظمؒ وعظ فرما رہے تھے کہ درمیان میں دفعتہً ساکت ہو گئے کچھ دیر تک ساکت رہ کر پھر بیان شروع فرمایا اور کہا کہ اس وقت میرے سکوت کی یہ وجہ ہوئی کہ ایک بزرگ ابھی شام سے بغداد ایک قدم میں بطور کرامت کے آئے تھے میں نے ان کو متنبہ کیا ہے کہ اس تصرف میں حکمت عطائے قدم کا ابطال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قدم اس لئے دیئے ہیں تا کہ ان سے مشی کا کام لیا جاوے

جب بطور کرامت کے راستہ طے کیا جاوے گا تو اس میں یہ حکمت باطل ہوگی وہ بزرگ اس سے توبہ کر کے واپس گئے (مطلب یہ کہ از خود ایسا تصرف نہ کرنا چاہئے اور اگر بلا قصد کے کبھی حق تعالیٰ طویل راستہ کو قصیر کر دیں تو وہ کرامت غیر اختیاریہ ہے جو نعمت ہے) اس سے معلوم ہوا کہ جب اہل اللہ نے حق تعالیٰ کی ذرا ذرا سی تجلیات کی اس قدر عظمت کی ہے اور ان کی حکمتوں کے ابطال کو ممنوع فرمایا ہے تو بتلایئے اتنی بڑی امانت کا ابطال جس پر تکلیف کا مدار ہے (سہولت طلبی ہے کہ بس اپنے ارادہ واختیار سے کچھ کرنا ہی پڑے) کیونکر ممنوع ہوگا۔

تم تحصیل عمل کے مکلّف ہو تم کو طلب تسہیل کا حق نہیں

ارشاد: تم تحصیل عمل کے مکلّف ہو کہ اپنے اختیار کو صرف کر کے عمل کرو۔ تم کو طلب تسہیل کا کوئی حق نہیں، ہاں صرف اتنا حق ہے کہ عمل تمہارے اختیار وقدرت سے خارج نہ ہو اس کا شریعت میں پورا لحاظ ہے کہ امور غیر اختیاریہ کا مکلّف نہیں کیا اگر کسی جگہ شریعت خود تسہیل کا لحاظ کرے یہ اس کی عنایت ہے مگر تم کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں۔ مثلاً انفاق میں حق تعالیٰ نے تسہیل کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ تثبیتاً من انفسهم یعنی تم انفاق اس نیت سے کرو کہ اس سے نفس میں قوت پیدا ہوگی اور انفاق سہل ہو جائے گا بار بار اسی نیت سے انفاق کرو تو یہ مادہ راسخ ہو جائے گا کیونکہ تکرار عمل سے ہر عمل صعب سہل ہو جاتا ہے، ایک حدیث میں ہے۔ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر و احسن للفرج۔ اصل حکم تحصین فرج وغض بصر کا ہے۔ مگر نکاح کا امر محض تسہیل مطلوب کے لئے فرمایا۔

طاعات رمضان کو تسہیل اعمال میں بڑا دخل ہے

ارشاد: طاعات رمضان کو بھی مثل تکرار انفاق کے تسہیل اعمال میں بڑا دخل ہے۔ یعنی رمضان میں یہ خاصیت ہے کہ اس ماہ میں جن طاعات پر مداومت کرلے سال بھر تک ان پر مداومت سہل رہتی ہے اور جن گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرلے سال بھر ان سے بچنا آسان ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ رمضان کی ایسی برکت ہے کہ اس میں گناہوں کو اہتمام سے چھوڑ کر بعد میں اس برکت سے کام لینا چاہو تو گناہوں کو چھوڑنا آسان ہوگا۔

صوم ایک ایسا عمل ہے جس میں تضاعف اجر کی کوئی حد نہیں

ارشاد: قال النبی صلی اللہ علیه وسلم کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنة

بعشر امثالها الی سبعمائة ضعف قال الله تعالیٰ الا الصوم فانه لی وانا اجزی به یدع شهوته وطعامه من اجلی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک عمل ایسا بھی ہے جس کا اجر ہمیشہ بڑھتا رہے گا اس کے تضاعف اجر کی کوئی حد نہیں۔ اور وہ صوم ہے۔

قرآن میں منشائے ریب کچھ نہیں

ارشاد: قرآن میں منشائے ریب کچھ نہیں۔ کفار جو شبہ کرتے تھے اس کا منشا خود ان کے اندر تھا۔ یعنی حسد و عناد و جہل وغیرہ جیسے یرقان والا ہر چیز کو زرد دیکھتا ہے۔ لیکن منشاء صفرت کا رائی میں ہے نہ کہ اشیاء میں۔

امور ظنیہ کو قطعی سمجھ لینا محتمل سوء خاتمہ کو ہے

ارشاد: امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ سوء خاتمہ کا سبب ایک یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگ علوم ظنیہ کے ایسے معتقد ہوتے ہیں کہ ان پر کامل جزم کر لیتے ہیں پھر مرتے وقت بعض ایسے امور کا غلط ہونا مکشوف ہو جاتا ہے اس وقت شیطان مغالطہ سے دوسرے عقائد پر شبہ ڈالتا ہے کہ دیکھو اس کو قطعی سمجھتے تھے اور غلط نکلا۔ شاید تمہارے اور عقائد بھی ایسے ہی ہوں جیسے یہ علوم تھے۔ بس اب اس شخص کو توحید ورسالت وغیرہ سب میں شبہ ہو جاتا ہے پھر یہ بے ایمان ہو جاتا ہے اس لئے علوم ظنیہ کا جزم ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ اس مرض میں صوفیہ وعلماء بہت مبتلا ہیں۔ علماء اپنے بہت سے علمی نکات کے جو محض اقناعی ہوتے ہیں ایسے معتقد ہوتے ہیں کہ گویا قطعی سمجھے ہوئے ہیں اور صوفیہ اپنے بہت سے کشفیات والہامات پر جزم کئے ہوئے ہیں خصوص ان کے مریدین تو شیخ کے خواب و کشف کو وحی سمجھتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے کلام اللہ میں ہمارے جذبات کا بہت لحاظ فرمایا ہے

ارشاد: حق تعالیٰ نے کلام اللہ میں ہمارے جذبات کا بہت لحاظ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارض کو سارے قرآن میں مفرد لائے ہیں۔ حالانکہ نص سے معلوم ہوتا ہے کہ ارض بھی مثل سماوات کے متعدد ہیں۔ اس کا یہی جواب دیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے سماوات وارض کا ذکر اثبات توحید کے لئے مقام استدلال میں فرمایا ہے اور اہل عرب کو سماوات کا تعدد تو معلوم تھا۔ زمین کا تعدد معلوم نہ تھا۔ اگر ارض کو بصیغۂ جمع لایا جاتا تو اس میں شور وشغف شروع ہو جاتا اور مقدمات ہی میں خلط مبحث ہو جاتا اور ہدایت میں تاخیر ہوتی۔ سبحان اللہ کتنی بڑی عنایت ہے کہ زائد باتوں میں ہدایات کو مؤخر کرنا نہیں چاہئے۔

مادامت السمٰوات والرض محض دوام کومفید ہے

ارشاد: مادامت السمٰوات والارض عام بول چال اور عام محاورہ کے اعتبار سے دوام ہی کو مفید ہے گو اہل معقول کے نزدیک مفید نہ ہو۔

قرائن سے سزا دینا جائز نہیں

ارشاد: قرائن سے سزا دینا صحیح نہیں ہاں متاخرین نے تعزیر مہتم کو جائز کہا ہے لیکن اس میں بھی اول جلس کا حکم ہے جرمانہ اور ضرب نہیں ہے اس کے بعد جب ثبوت ہو جاوے تو سزا دینے کا حکم ہے۔

وحدۃ الوجود تو ایمان ہے لیکن الحاد وجود کفر ہے

ارشاد: محققین ممکنات سے مطلقاً نفی وجود نہیں کرتے۔ بلکہ وجود حقیقی کامل کے سامنے ان وجود کو کالعدم اور لاشے سمجھتے ہیں۔ اسی لئے ان کا قول ہے کہ وحدۃ الوجود تو ایمان ہے اور الحاد وجود کفر ہے۔

افعال اختیاریہ میں حدوث کے وقت ارادہ ضروری ہے

ارشاد: افعال اختیاریہ میں حدوث کے وقت ارادہ ضروری ہے اور اسی پر فعل کا اختیاری ہونا موقوف ہے۔ باقی بقاء میں ارادہ کی ضرورت نہیں۔

نماز کو حضور ﷺ اور روزہ کو حق تعالیٰ سے خصوصیت کے معنی

ارشاد: رسول اللہ ﷺ سرتاپا جامع شان عبدیت ہیں۔ یہ معنی ہیں نماز کو حضور سے خصوصیت ہونے کے اور روزہ میں تشبہ بالحق ہے کیونکہ حق تعالیٰ اکل وشرب سے منزہ ہیں۔ پس روزہ میں ایک شان صمدیت واستغناء ہے۔ یہ معنی ہیں اس کو اللہ تعالیٰ سے خصوصیت ہونے کے۔

نماز میں شان عبدیت کی وجہ

ارشاد: واقعی نماز میں شان عبدیت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ اشرف الاعضاء یعنی وجہ کو اخس الاشیاء یعنی زمین پر رکھا جاتا ہے، چہرہ کا اشرف الاعضاء ہونا تو ظاہر ہے کہ اعضاء رئیسہ دماغ وسمع وبصر سب اسی میں ہیں اسی لئے حدیث میں منہ پر مارنے کی ممانعت آئی ہے اور زمین کا اخس وارذل ہونا اس سے ظاہر ہے کہ سب اس پر ہگتے، موتتے اور جو چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں، اس پر چہرہ کو رکھنا غایت عبودیت ہے۔

عطائی اور طبیب میں فرق

ارشاد: عطائی اور طبیب میں فرق یہ ہے کہ طبیب سے آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ فن سے واقف ہونے کے بعد علاج کر رہا ہے اور عطائی سے مواخذہ ہوگا کیونکہ وہ ناواقف ہو کر پیش قدمی کر رہا ہے، رہی شفا و موت یہ خدا کے قبضہ میں ہے، نہ عطائی کے نہ طبیب کے قبضہ میں ہے اس لئے اس پر مواخذہ کا مدار نہیں۔

مسائل منصوصہ واجتہادیہ کا فرق

ارشاد: جو مسائل منصوص صاف صاف شریعت کے ہیں ان کی تبلیغ صرف علماء سے خاص نہیں ہر شخص باآواز بلند کہہ سکتا ہے امور اجتہادیہ سے خطاب کرنا البتہ علماء کے ساتھ خاص ہے کہ عوام اس میں غلطی کریں گے۔

کمال دین کا موقوف علیہ

ارشاد: دین کا کمال دو باتوں پر موقوف ہے ایک اپنی تکمیل، پھر دوسروں کی تکمیل اور دوسروں کی تکمیل تواصی اور تبلیغ سے ہوتی ہے۔

تمام اعمال کا مغز نفس کی تقیید ہے

ارشاد: تمام اعمال کا مغز یہ ہے کہ نفس کو جانوروں کی طرف آزاد نہ چھوڑا جاوے بلکہ اس کو پابند کیا جاوے۔ اسی کو صبر کہتے ہیں۔ اسی کی تاکید وتواصوا بالصبر میں ہے۔

سالک پر قبض وبسط کا تعاقب ضروری ہے

ارشاد: جس طرح تعاقب لیل ونہار حکمت پر مبنی ہے اسی طرح تعاقب قبض وبسط میں بھی حکمتیں ہیں۔ جیسے لیل ونہار کا تعاقب ناگزیر ہے کہ بدون اس کے عالم کا انتظام درہم برہم ہو جانے کا اندیشہ ہے اسی طرح سالک پر قبض وبسط کا تعاقب ضروری ہے۔

مومن کے لئے ایمان کی دولت ہر وقت باقی ہے اور کافر کا کوئی وقت معصیت سے خالی نہیں

ارشاد: مسلمان کے پاس ایمان کی دولت ایسی ہے کہ ہر وقت باقی رہنے والی ہے۔ ایک دفعہ ایمان کو اختیار کر لینے سے جب تک معاذ اللہ اس کی ضد کا اعتقاد نہ ہو، ایمان قائم رہے گا اور یہ ہر وقت

میں مومن ہوگا۔ سوتے ہوئے بھی چلتے پھرتے بھی، کھاتے پیتے ہوئے بھی۔ غرض کوئی وقت اور کوئی ساعت مسلمان کی طاعت سے خالی نہیں گذرتی اگر اس سے اور بھی کوئی عمل صادر نہ ہو تب بھی ایمان تو ایسی طاعت ہے جو ہر وقت اس سے صادر ہوتی رہتی ہے اسی سے کافر کا خسارۂ عظیمہ میں ہونا بھی معلوم ہو گیا کہ اس کا کوئی وقت معصیت سے خالی نہیں گذرتا۔

مومن ہر وقت نفع میں ہے کافر ہر وقت خسارہ میں ہے

ارشاد: تمام دنیا جانتی ہے کہ نفع اور خسارہ زمانہ میں ہی ہوتا ہے۔ پس اس شخص سے بڑھ کر کوئی خسارہ میں نہیں جس کا کوئی وقت کوئی سیکنڈ خسارہ سے خالی نہیں (اور یہ کافر ہے)۔ اور اس شخص سے بڑھ کر کوئی نفع میں نہیں جس کا کوئی وقت کوئی سیکنڈ حالت نفع سے خالی نہیں (اور وہ مومن ہے) اور ہر چند کہ مسلمان کا نفع صرف ایمان ہی سے ہر وقت بڑھ رہا ہے مگر پورا نفع جب بڑھے گا جبکہ ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی ہو کیونکہ عمل صالح سے ایمان قوی ہوتا ہے اور گناہوں سے کمزور ہوتا ہے پس مومن فاسق کا ہر وقت نفع کا بڑھنا ایسا ہے جیسے شخص کو ہر سیکنڈ میں ایک پیسہ کا نفع بڑھتا ہو اور مومن صالح کا ہر وقت نفع بڑھنا ایسا ہے جیسے کسی کو ہر سیکنڈ میں ہزار روپیہ کا منافع بڑھتا ہے ظاہر ہے کہ پورا نفع اس کا بڑھ رہا ہے۔ جس کو سیکنڈ میں ہزار روپیہ کا نفع ہوتا ہے پس گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہایت ضروری ہے اور عمل صالح اختیار کرنا لازم ہے۔ تا کہ ہر سیکنڈ میں ہزاروں کی ترقی ہو اور ہزار روپے سے کمی ہو کر ایک پیسہ ہی نہ رہ جاوے کہ نفع عظیم کے مقابلہ میں یہ بھی خسارہ ہے گو کافر کے خسارہ کے مقابلہ میں نفس ایمان کا نفع بھی لاکھ درجہ افضل ہے۔ اور اگر معاملہ یہیں تک رہتا تب بھی کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ ہم کو ہزار کا نفع نہ سہی ایک پیسہ ہی کا سہی مگر مصیبت اور خطرہ تو یہ ہے کہ گناہوں کی وجہ سے بعض دفعہ ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے۔

اعمال صالحہ جوہر ایمان کے محافظ ہیں

ارشاد: اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح اور تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کو جو بڑھایا اس کی وجہ یہی ہے کہ اعمال صالحہ جوہر ایمان کے محافظ ہیں اور گناہ و معاصی اسی دولت کے دشمن ہیں جو شخص خود گناہ کرتا ہے یا دوسروں کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر نصیحت نہیں کرتا۔ رفتہ رفتہ اس کے دل سے گناہوں کی نفرت کم ہو جاتی ہے پھر زائل ہو جاتی ہے اور وہ گناہ کو ہلکی معمولی بات سمجھنے لگتا ہے اور یہی کفر ہے۔

اسلام کام سے پھیلا ہے جو خلوص کے ساتھ ہو

ارشاد: اسلام نام و نمود سے نہیں پھیلا بلکہ کام سے پھیلا ہے اور کام بھی وہ جو خلوص کے ساتھ

محض اللہ واسطے تھا۔

عقائد کی تعلیم تکمیل اعمال کا آلہ ہے

ارشاد: جملہ خبریہ سے محض خبر مقصود نہیں بلکہ انشاء مقصود ہے یہ مت سمجھو کہ عقائد سے صرف اعتقاد ہی مطلوب ہے بلکہ اس کی تعلیم سے یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اپنے دل میں جماؤ اور دوسرا مقصود یہ ہے کہ اس عظمت کے مقتضا سے کام لو۔ خلاصہ یہ کہ عقائد کو تکمیل اعمال کا آلہ بنایا ہے۔

مجاہدہ کی حقیقت اور پیدائش سے مقصود

ارشاد: مجاہدہ ہی مقصود ہے انسان کی پیدائش سے اور اعمال ہی میں مجاہدہ ہے۔ پس اعمال ہی مقصود ہیں پیدائش سے اور مجاہدہ کی حقیقت ہے مخالفت نفس فی المعاصی۔

نور ایمان سارے غموم وہموم کا سالب ہے

ارشاد: جزیا مومن فان نورک قد اطفاء ناری جب نور ایمان میں یہ خاصیت ہے کہ دوزخ کی آگ کو بھی بجھا دیتا ہے تو دنیا کے غموم وہموم واحزان کی تو حقیقت ہی کیا ہے اگر یہ نور حاصل ہو جائے تو واللہ دنیا وآخرت کی راحتیں ہمارے ہی واسطے ہیں۔ پھر ہمارے پاس غم ورنج کا نام ونشان بھی نہ رہے۔ ہاں ایک غم رہے گا خدا کی لقاء ورضاء کا سو یہ غم لذیذ ہے اور ایسا لذیذ ہے کہ اگر یہ حاصل ہو جائے تو آپ ہفت اقلیم کی سلطنت پر لات ماردیں گے۔

نور ایمان کے تحصیل کا طریقہ

ارشاد: نور ایمان کے تحصیل کا طریقہ ذکر وفکر ہے۔ فکر کا طریقہ یہ ہے کہ ہر کام میں سوچ لو کہ اس سے ہم پر کوئی بلا تو نازل نہ ہوگی جس کی برداشت نہ ہو سکے اس کے بعد آپ کی زندگی بہت پُر لطف ہوگی غرضیکہ خلاصہ دستور العمل کا یہ ہے کہ ہر کام اور ہر بات سوچ کر کرو۔ دوسرے اپنے اعمال کا حساب کتاب کیا کرو اپنی نافرمانیوں کو سوچو اور ان سے توبہ کرو اور عذاب کو یاد کرو اس سے حیا وخوف پیدا ہوگا اور جنت کی نعمتوں کو سوچو اس سے محبت وشوق پیدا ہوگا۔

خلود مومن اس کے ایمان کا بدلہ ہے

ارشاد: بعض نے خلود پر یہ اشکال کیا ہے کہ عمل متناہی پر ثواب غیر متناہی عقل کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تم بے وقوف ہو، انعام چاہے جتنا بھی زیادہ ہو اس کو خلاف عقل کوئی نہیں کہہ

سکتا۔ دوسرے ہم کو بھی مسلم نہیں کہ عمل متناہی ہے۔ کیونکہ خلود ایمان کا بدلہ ہے اور ہر مومن کی نیت یہ ہے کہ میں ہمیشہ مومن رہوں گا خواہ ہزار سال کی عمر ہو یا ایک لاکھ برس کی۔ کوئی مسلمان زوال ایمان کا وسوسہ بھی نہیں لاتا و نیۃ المومن ابلغ من عملہ۔

غیر مقصود کے در پے ہونا تجوز عن الحد ہے

ارشاد: آج کل کی ترقی کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شے حد پر نہ رہے بس جس چیز کے در پے ہوتے ہیں اس میں بڑھتے چلے جاتے ہیں مثلاً سلطنت کا شوق ہوا تو اب بعض اہل سائنس چاند میں جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ بغرض سلطنت۔ حالانکہ سلطنت سے مقصود یہ ہے کہ جہاں تک ہمارے تعلقات وابستہ ہیں وہاں تک ہم دوسروں سے مامون رہیں تا کہ اطمینان سے زندگی بسر ہو۔ اور نظام تمدن قائم رہے اور خود اہل سائنس کا اقرار ہے کہ کرۂ قمر ویران ہے تو اس صورت میں وہاں جا کر کس پر سلطنت کریں گے اور اگر یہ کہا جاوے کہ چاند میں جانے کی محض تحقیق علمی مقصود ہے تب بھی یہ تجاوز عن الحد ہے، اس لئے کہ یہ شمس و قمر سے جو مصالح متعلق ہیں وہ ان تحقیقات پر موقوف نہیں بدون اس تحقیق کے بھی وہ منافع پہنچ رہے ہیں۔ غرضیکہ یہ ہوس ترقی نہیں بلکہ ترقی کا ہیضہ ہے کیونکہ غیر مقصود کے در پے ہونا تجاوز عن الحد ہے۔

فضول تحقیقات کے پیچھے جان دینا حماقت ہی حماقت ہے

ارشاد: آج کل اس پر بھی فخر ہے کہ ہم نے جدید تحقیقات میں جانیں تک دیدی ہیں، حالانکہ فضول باتوں میں جان دینا ایک فضول حرکت ہے، تمہارے جان دینے پر جب کوئی ثمرہ مرتب نہ ہوا تو اس پر فخر کرنا ایسا ہوا جیسے کوئی سنکھیا کھا کر جان دے اور فخر کرے کہ میں بڑا بہادر ہوں۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ پوری حماقت ہے، اسی طرح ان فضول تحقیقات کے پیچھے جان دینا حماقت ہی حماقت ہے

دوستوں سے باتیں کرنا عبادت ہے

ارشاد: دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے۔ کیونکہ تطییب قلب مومن بھی عبادت ہے۔

مزاح کا طریقہ و مقصود شرع

ارشاد: خلاف وقار صرف وہ مزاح ہے جس میں کوئی مصلحت و حکمت نہ ہو اگر مزاح سے مقصود اپنا یا مخاطب کا انشراح قلب و رفع انقباض ہو تو وہ عین مصلحت ہے، مزاح سے خوف وہاں زائل ہوتا ہے جہاں مزاح کرنے والے میں شان رعب کم ہو اور وہ مزاح بکثرت کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام وخضر علیہ السلام کے علم کا فرق

ارشاد: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم کے سامنے خضر علیہ السلام کا علم ایسا ہے جیسے وائسرائے کے علم کے سامنے کوتوال کا علم کہ جزئیات دقائق کا علم تو کوتوال کو وائسرائے سے زیادہ ہوتا ہے۔ مگر اصول سلطنت اور کلیات قانون کے علم میں وائسرائے کے برابر کوئی حاکم نہیں ہوتا۔

جس شے میں نفع موہوم اور خطرہ غالب ہو تو وہ حرام ہوگی

ارشاد: چاند کے سفر میں نفع تو موہوم اور غیر ضروری اور خطرہ غالب تو یہ سفر حرام ہوگا۔ ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیماً۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں یہ نفع ہے کہ ہمارا نام ہوگا۔ بھلا ان سے پوچھو کہ اس سے تم کو کیا نفع ہوا۔ تم تو ہلاک ہو کر نہ معلوم جہنم کے کس طبقہ میں رہو گے۔ پیچھے اگر نام بھی ہوا تو تم کو کیا فائدہ جیسے بعض لوگ جائیداد وغیرہ حرام حلال سے جمع کر کے چھوڑ جاتے ہیں تا کہ اولاد کے کام آئے۔ لیکن اولاد کے کام آنے سے تم کو کیا فائدہ ہوگا۔ تم جہنم میں جلتے ہوگے اور اولاد گل چھرے اڑاتی ہوگی۔ بخلاف اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو نیک نام کی تمنا کی ہے اس کا منشا یہ تھا کہ میرے اقوال وافعال بھی اس طرح محفوظ رہیں گے اور میرا اتباع زیادہ کیا جاوے گا تو ثواب بھی مجھے زیادہ ملے گا اور قرب ودرجات میں بھی ترقی ہوگی۔

تشبہ بالکفار کا حکم

ارشاد: تشبہ بالکفار امور مذہبیہ میں تو حرام ہے۔ اور شعار قومی میں مکروہ تحریمی ہے۔ باقی جو چیز کفار ہی کے پاس ہو اور مسلمانوں کے یہاں اس کا بدل نہ ہو اور وہ شے کفار کی شعار قومی یا امر مذہبی نہ ہو تو اس کا اختیار کرنا جائز ہے۔ جیسے بندوق، توپ، ہوائی جہاز، موٹر وغیرہ۔

شرائط جواز ایجادات

ارشاد: اسلام ایجادات تو نہیں سکھاتا لیکن اصول ایجادات کی تعلیم دیتا ہے۔ مثلاً یہ کہ کسی ایجاد کو اس طرح اختیار نہ کرو جس سے دین میں خلل ہو یا جان کا خطرہ ہو یا یہ کہ بے ضروری ایجادات کے درپے ہو کر ضروری کاموں کو ضائع نہ کرو اور ضروری ایجادات میں بھی اس کا لحاظ رکھو کہ موہوم منفعت کے لئے خطرہ قویہ کا تحمل نہ کرو۔

اسلام میں تعصب نہیں غیرت ہے

ارشاد: اسلام میں تعصب نہیں ہاں غیرت ہے کہ جو چیز مسلمانوں کے پاس بھی ہے اور کفار کے پاس بھی ہے صرف وضع قطع کا فرق ہے۔ اس میں اسلام نے تشبہ بالکفار سے منع کیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے علیکم بالقوس العربی بھا یفتح اللہ علیکم اس میں علاوہ گناہ کے ایک بے عزتی بھی تو ہے کہ بلاوجہ اپنے کو دوسری قوموں کا محتاج ظاہر کیا جاوے۔

عورتوں کو آزادی دیجاوے تو پھر ان کی روک تھام مشکل ہے

ارشاد: اگر عورتوں کو آزادی دے دی جاوے تو پھر ان کی آزادی کی روک تھام بہت دشوار ہے۔ (جیسا کہ اہل یورپ کو دشواریاں پیش آرہی ہیں) کیونکہ اول تو آزادی کی روک تھام عقل سے ہوتی ہے اور عوتوں میں عقل نہیں ان کا ناقص العقل ہونا مشاہد ہے۔ دوسرے طبعی قاعدہ یہ ہے کہ جو قوت ایک زمانہ تک بندرہی ہو جب اس کو آزادی ملتی ہے تو ایک دم سے ابل پڑتی ہے۔

شریعت کو تکثیر نہیں بلکہ کمال مطلوب ہے

ارشاد: قاعدہ عقلیہ ہے کہ حدود و قیود موجب تقلیل محدود ہیں مگر شریعت کو تکثیر مطلوب نہیں، بلکہ کمال مطلوب ہے گو قلت ہی کے ساتھ ہو۔

طالب علموں کے لئے مفید دستور العمل

ارشاد: طالب علم تین باتوں کا لحاظ رکھے اور ہمیشہ کے لئے ان پر دوام رکھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی استعداد اچھی ہوگی۔ ایک یہ کہ سبق سے پہلے مطالعہ کرے دوسرے سبق سمجھ کر پڑھے بدون سمجھے آگے نہ چلے۔ تیسرے یہ کہ سبق پڑھنے کے بعد ایک بار اس کی تقریر کرلیا کرے۔ خواہ تنہا یا جماعت کے ساتھ۔ تکرار کرکے اس سے زیادہ محنت کی ضرورت نہیں کیونکہ زیادہ محنت کا انجام اچھا نہیں۔

اسماء الٰہیہ توفیقی ہیں

ارشاد: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اسمائے الٰہیہ توفیقی ہیں جو سماع پر موقوف ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو شافی کہنا جائز ہے لیکن طبیب کہنا جائز نہیں۔

مل کر کام کرنے کے معنی

ارشاد: مل کر کام کرنے کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح بڑھئی اور معمار مل کر تعمیر کا کام شروع

کرتے ہیں کہ وہ الگ اپنا کام کرتا ہے وہ الگ اسی طرح لیڈر علماء سے استغناء کر کے کام کریں یہ نہیں کہ مولوی صاحب بھی لیڈروں کے ساتھ جھنڈا لے کر پہنچ جاویں، ہر قوم کے لئے تقسیم خدمات ضروری ہیں بدون اس کے کام نہیں چل سکتا۔ پس مطالب قرآن وحدیث اور احکام لیڈروں کو علماء سے پوچھنا چاہئے اور ترقی قومی کے اسباب ووسائل لیڈروں کو سوچنا چاہئے۔

مقصود شریعت اعتدال واقتصاد ہے

ارشاد: مقصود شریعت اعتدال واقتصاد ہے اور یہ بدون حفظ حدود کے حاصل ہو نہیں سکتا کیونکہ اعتدال کے لئے افراط وتفریط سے احتراز لازم ہے۔

واجبات کی تقدیم مستحبات پر لازم ہے

ارشاد: ہر کام کی تکمیل کا قاعدہ ہے کہ پہلے ان کوتاہیوں کو پورا کیا جاوے جن پر ان کی صحت اور مقبولیت موقوف ہے۔ پھر اگر خدا ہمت دے تو ان کے مستحبات اور نوافل اور زوائد کو بھی پورا کیا جاوے جن سے اس کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ کے لئے تعدد ازواج میں مصلحت

ارشاد: حضور ﷺ کے لئے تعدد ازواج میں مصلحت تھی اشاعت احکام کی کہ دوسری عورتیں ازواج کے واسطے سے سوال با آسانی کر لیا کریں اور جو بات ان کی سمجھ میں نہ آوے ازواج مطہرات کے ذریعہ سے بخوبی سمجھ لیا کریں۔

ناپاکی وہمیہ کا حکم

ارشاد: فقہاء فرماتے ہیں کہ جب تک قسم کھا کر یہ نہ کہہ سکے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا اس وقت تک وہ باوضو ہے۔ اسی طرح کپڑوں کا حکم ہے کہ جب تک یقین نہ ہو جائے کہ ان میں ناپاکی لگ گئی ہے، اس وقت تک کپڑوں کو پاک سمجھنا چاہئے خواہ کیسے ہی جہاز کے پاخانے غلیظ ہوں، احتیاط کر کے بیٹھو اور احتیاط سے اٹھو۔ جب ناپاکی کپڑوں پر نظر نہ آئے ان کو پاک ہی سمجھو اگر چکر آتا ہو کھڑا نہ ہو سکتا ہو تو نماز بیٹھ کر یا لیٹ ہی کر پڑھ لے۔ اور اگر دوران سفر کی وجہ سے کپڑے کے پاک کرنے اور دھونے کی طاقت نہ ہو نہ کوئی رفیق یہ کام کر سکتا ہو نہ زیادہ کپڑے اس کے پاس ہوں تو اسی ناپاک کپڑے سے نماز پڑھ لے۔

کسی کے معاملہ میں خود دخل دینا مناسب نہیں

ارشاد: میری عادت نہیں کہ خود کسی معاملہ میں دخل دوں، میرے اوپر غیرت کا غلبہ زیادہ ہے اس لئے خود کسی معاملہ میں دخل دینے کو جی نہیں چاہتا یہ خیال ہوتا ہے کہ میرا تو کام نہیں میں کیوں دخل دوں کسی کو لاکھ دفعہ غرض پڑے اپنی اصلاح کا طریقہ دریافت کرے ورنہ میری جوتی کو غرض پڑی ہے کہ اپنے آپ تو کسی کو اپنی اصلاح کا قصد نہ ہو اور میں اس کے پیچھے پڑتا پھروں اگر کسی وقت شفقت کا غلبہ ہوتا ہے تو میں خود بھی نرمی سے کہہ دیتا ہوں۔

حج کے سفر میں لڑائی جھگڑے کا راز

ارشاد: حج کے سفر میں زیادہ تر لڑائی جھگڑا اس لئے پیش آتا ہے کہ ایک کو دوسرے سے توقع ہوتی ہے پھر جب اس توقع کے خلاف برتاؤ ہوتا ہے تو جھگڑے پیش آتے ہیں اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ سفر حج کے زاد میں کسی کو شریک نہ کرے اس شرکت کی وجہ سے ہر شریک کو دوسرے سے امداد وراحت رسانی کی توقع ہوتی ہے۔ اور سفر کی حالت میں بعض دفعہ انسان اپنی بھی امداد نہیں کر سکتا تو دوسرے کی کیا خاک امداد کرے گا اسلئے ضرورت اس کی ہے کہ ہر شخص اپنا سامان کھانے پینے کا جدا رکھے اور انتظام پکانے کا بھی الگ کرے دوسرے کسی سے کچھ توقع نہ رکھے اس کے بعد اگر کسی سے ذرا سی بھی راحت پہنچ جائے گی تو اس کی قدر ہوگی اور نہ پہنچے گی تو شکایت نہ ہوگی۔

تقویٰ کا ہیضہ

ارشاد: فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص گیہوں کا ایک دانہ لئے پھرے تشہیر کے لئے اس کو سزا دینی چاہئے۔ کیونکہ یہ تقویٰ کا ہیضہ ہے اس کا انجام ابتلا فی المعصیت ہے۔

حجر اسود میں کسوٹی کی خاصیت ہے

ارشاد: محققین نے لکھا ہے کہ حجر اسود میں کئی خاصیتیں ہیں یعنی اس میں یہ خاصیت ہے کہ استلام کے بعد جیسا شخص ہوتا ہے وہ اپنی اصل خلقت میں ظاہر ہو جاتا ہے پس جس کی حالت حج کے بعد پہلے سے اچھی ہو جائے۔ سمجھو کہ اس کا حج قبول ہوا اور جس کی حالت پہلے سے بھی بدتر ہو جاوے اس کا حج قبول نہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

سفر حج میں ناگواری کا راز

ارشاد: حج میں کلفت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اپنے کو بہت کچھ سمجھتے ہیں اسی لئے سفر میں جب کوئی بات اپنی شان کے خلاف پیش آتی ہے تو اس سے ناگواری ہوتی ہے پھر اس سے دوسروں سے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اگر ہر شخص اپنے آپ کو مٹادے اور عزت و آبرو کو بالائے طاق رکھ دے اور اپنے کو سب کا خادم سمجھے تو یہ باتیں پیش ہی نہ آئیں۔

حج نہ کرنے میں سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے

ارشاد: اگر حج نہ کیا تو سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے اور حج کرنے میں تو صرف یہی اندیشہ ہے کہ قلعی کھل جاوے گی وہ اس وقت جبکہ اس کے آداب و شرائط کا لحاظ نہ کیا جاوے۔ ورنہ اکثر یہی ہوتا ہے۔ شوق و محبت سے جو حج کیا جاتا ہے اس سے دینداری میں ترقی ہی ہو جاتی ہے۔

ضعفاء کا تھوڑا سا عمل اقویا کے عمل کثیر سے بڑھ جاتا ہے

ارشاد: اگر عورتیں ذرا صبر و تحمل سے کام لیں تو ان کو مردوں سے زیادہ ثواب ملے۔ کیونکہ یہ ضعیف و کمزور ہیں اور ضعفاء کا تھوڑا سا عمل بھی قوی آدمی کے بہت سے اعمال سے بڑھ جاتا ہے۔

کامل الایمان کی شناخت

ارشاد: تم میں کامل الایمان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ خلق ولطف سے پیش آوے۔

سلوک جذب سے مقدم ہوتا ہے

ارشاد: مقتضائے حکمت یہی ہے کہ سلوک جذب سے مقدم ہوتا کہ جذب کا تحمل ہو جاوے۔

مجذوب گو مقبول مگر کامل نہیں

ارشاد: مجذوب گو مقبول ہیں مگر کامل نہیں۔ کیونکہ وہ اعمال سے محروم ہیں اور ترقی اعمال ہی سے ہوتی ہے ورنہ ارواح کو عالم ارواح سے عالم اجسام میں نہ بھیجا جاتا کیونکہ عالم ارواح میں ارواح حامل احوال تھیں مگر حامل اعمال نہ تھیں چنانچہ ارواح میں محبت اس درجہ تھی کہ اس محبت ہی کی وجہ سے حمل امانت پر آمادہ ہو گئیں اس کا منشاء محبت و عشق ہی تھا۔

ارواح کے عالم اجسام میں بھیجے جانے کی حکمت

ارشاد: ارواح کو عالم اجسام میں بھیجنے سے مقصود قرب خاص ہے یعنی وہ قرب جو اعمال سے

حاصل ہوتا ہے کیونکہ بہت سے اعمال وہاں یعنی عالم ارواح میں ممکن نہ تھے۔ کیونکہ بعض اعمال کا تعلق جسد سے ہے۔ مثلاً روزہ کیسے رکھا جاتا۔ وہاں بھوک ہی نہ تھی حج کیسے ہوتا وہاں مال ہی نہ تھا اور مصائب پر صبر کیسے ہوتا وہاں بیماری اور موت ہی نہ تھی اس لئے حکمت حق مقتضی ہوئی کہ ارواح کو عالم اجسام میں بھیجا جاوے۔

نماز میں ہمارے اور حضور ﷺ کے سہو کی علت

ارشاد: نماز میں سہو نبوی کی علت بھی عدم استحضار افعال صلوٰۃ ہے لیکن ہماری عدم توجہ الی الصلوٰۃ کا منشاء تو یہ ہے کہ ہم کو ایسی چیز کی طرف توجہ ہوتی ہے جو نماز سے ادنیٰ ہے یعنی دنیا اور حضور ﷺ کی عدم توجہ الی الصلوٰۃ کا منشاء یہ ہے کہ آپ کو ایسی چیز کی طرف توجہ ہوتی تھی جو نماز سے اعلیٰ ہے۔ یعنی ذات حق۔ خوب سمجھ لو۔

حق تعالیٰ ہم کو راحت دینا چاہتے ہیں

ارشاد: مصائب میں انا للہ کی تعلیم بتلا رہی ہے کہ حق تعالیٰ ہم کو راحت دینا چاہتے ہیں اور پریشانی میں رکھنا نہیں چاہتے۔ غرضیکہ احکام سے، معاملات سے، صفات رحمت اور شفقت و رافت کے غلبہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے لئے آسانی چاہتے ہیں۔

شق اہون کے اختیار میں عبدیت کا اظہار ہے کہ میں عاجز ہوں!

ارشاد: رسول مقبول ﷺ ہمیشہ آسان صورت اختیاری فرماتے تھے۔ جب دو باتوں کا اختیار دیا جاتا ہے اس میں ایک لطیف حکمت یہ ہے کہ حضور ﷺ میں شان عبدیت کا بہت غلبہ تھا اور یہی آپ کا سب سے بڑا کمال تھا اور قوی شق کے اختیار کرنے میں گویا قوت کا دعویٰ ہے اور شق اہون کے اختیار کرنے میں عبدیت کا اظہار ہے کہ میں عاجز ہوں۔

حکیم ہونے کا معیار

ارشاد: شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حکیم کا معیار یہ لکھا ہے کہ صوفی بھی ہو، فقیہ بھی ہو، محدث بھی ہو۔

خوشگوار دنیا دین ہی کے ساتھ میسر ہوتی ہے

ارشاد: خوشگوار دنیا دین ہی کے ساتھ میسر ہوتی ہے اور یہ دنیا و دین کے ساتھ مثل سایہ کے

ہے۔ پرندہ کو پکڑ لو سایہ اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ اور تنہا سایہ کو پکڑنا چاہو تو یہ ممکن نہیں۔ پس مسلمانوں کو تو شریعت سے الگ ہو کر دینوی ترقی نصیب نہیں ہو سکتی۔

مجاہدہ کی حقیقت

ارشاد: شریعت نے تو ہم کو مشقت اور پریشانی سے ہر طرح بچایا ہے اس لئے مشقت اور پریشانی میں قصداً پڑنا خلاف مرضی الٰہی ہے اور مجاہدہ نہیں بلکہ مجاہدہ صرف وہ مشقت اور پریشانی ہے جس میں ہمارے قصد و اختیار کو دخل نہ ہو۔

حق تعالیٰ کو اعمال باطنہ میں بھی یسر ہی مطلوب ہے

ارشاد: حق تعالیٰ کو اعمال ظاہری کی طرح اعمال باطنہ میں بھی یُسر ہی مطلوب ہے، عسر مطلوب نہیں مثلاً ذکر میں نیند غالب ہوگئی تو اول تو توجہ الی الذکر سے اس کو دفع کرو اگر دفعہ ہوگئی تو سمجھ لو کہ وہ نوم کاذب تھی اور اگر دفع نہ ہو تو پڑ کر سو رہو اور مشقت برداشت کر کے نہ جاگو ورنہ مرض لگ جائے گا۔

علیکم من الاعمال ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا حدیث بھی ہے۔

اصلاح قلب کے لئے قطع علائق ضروری ہے

ارشاد: اصلاح قلب بدون تمام علائق قطع کئے نہیں ہو سکتی اور قطع تعلقات سے مراد تقلیل غیر ضروری تعلقات کی ہے اور ضروری تعلقات کی تکثیر مطلق مضر نہیں۔ مثلاً اگر ایک کنجڑا صبح شام تک "لیلو امرودا" کی صدا لگا پھرے تو رائی برابر بھی ضرر نہ ہوگا نہ نور قلب میں کمی آئے گی کیونکہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور اگر ایک دفعہ بھی بے ضرورت کام کیا تو سارا نور قلب برباد ہو جائے گا۔

تعلقات غیر ضروریہ میں پھنسنا دراصل حظ نفس کے لئے ہے

ارشاد: بعض لوگ تعلقات غیر ضروریہ کو اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ ان کو اس میں حظ نفس آتا ہے ان کا جی چاہتا ہے کہ یہ کام بھی کر لیں وہ بھی کر لیں مگر اس کا نام ایثار و خدمت خلق رکھ لیا ہے مگر حقیقت میں اپنی خواہشیں پورا کرنے کے لئے ایک بہانہ ڈھونڈ لیا ہے۔

حضور ﷺ کے عمل غالب کی دو قسمیں ہیں

ارشاد: عمل غالب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو وقوعاً کثیر ہو، دوسرے وہ جو مقصوداً کثیر ہو گو عملاً قلیل ہو۔ جیسے تراویح کی نماز گو عملاً سوائے چند راتوں کے حضور ﷺ کے ساتھ تراویح پڑھنا ثابت نہیں مگر

احادیث کے اندر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے عذر کی وجہ سے اس پر مواظبت فرمائی لیکن مواظبت آپ کو مطلوب ضرور تھی۔

دل کے تباہ ہونے کی علامتیں

ارشاد: مبصر شیخ یہ ادراک کر لیتا ہے کہ تمہارے فعل کا منشاء حظ نفس ہے یا اتباع سنت، وعظ کر کے دل خوش ہو، تعلقات ماسوی اللہ میں دل پھنسا ہو، یکسوئی سے کورا ہو، نماز پڑھنے میں حظ نہ آتا ہو، ہاں وعظ چاہے جتنا کہلوا لو اس میں حظ آتا ہو جلسوں میں شرکت کے لئے فوراً تیار ہو جاتے ہیں یہ حالت دل کے تباہ ہونے کی علامت ہے۔

مشورہ کی خاصیت

ارشاد: مشورہ میں خاصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں۔ ید الله علی الجماعة وما خاب من استخار ما ندم من استشار او کما قال صلی الله علیه وسلم.

حضرت گنگوہیؒ کے تمکین کی حالت

ارشاد: حضرت مولانا گنگوہیؒ کے تمکین کی یہ حالت تھی کہ "ایک پردیسی بی بی آپ سے بیعت ہوئی اور تھوڑی دیر میں اپنی نہایت بے قراری کی اطلاع کر کے درخواست کی اب میں جا رہی ہوں ایک بار زیارت کی تمنا اور ہے، مولانا نے صاف فرمایا کہ مجھے فرصت نہیں۔ یہ ابوالوقت کی شان ہے۔ ظاہر میں یہ جواب بے رحمی کا تھا۔ مگر حقیقت میں یہ عین رحمت تھی، تاکہ خلق جلد قطع ہو جائے کوئی ابن الوقت ہوتا تو غلبہ رحمت سے فوراً جا کر اپنی زیارت کرا دیتا کہ ایک مسلمان کا جی برا نہ ہو، مگر مولانا نے اس پہلو کے ساتھ دوسرے پہلو پر بھی نظر فرمائی کہ اس وقت اس پر جدائی کا قلق غالب ہے۔ پھر نہ معلوم اس رنج و غم میں وہ کہیں سامنے آ جائے یا پیروں پر گر پڑے یا کیا کرے، اس لئے صاف فرما دیا کہ مجھے فرصت نہیں اور ذرا اس کی فرمائش سے متاثر نہ ہوئے۔

انسان کے لئے ریڑھ کی ہڈی بمنزلہ تخم کے ہے

ارشاد: انسان کے کل اجزاء فنا ہو جاویں گے مگر ریڑھ کی ہڈی فنا نہ ہو گی۔ قیامت میں اسی ہڈی سے انسان کا تمام جسم بن جائے گا۔ جیسا کہ گٹھلی سے درخت پیدا ہو جاتا ہے گویا کہ یہ جز بمنزلہ تخم کے ہے چنانچہ حدیث میں ہے۔ ان الانسان یفنی او لا یبقیٰ منه شئ الاعجب الذنب.

حکمت خود حق تعالیٰ کے تصرفات کے تابع ہے

ارشاد: اللہ تعالیٰ اپنے تصرفات واحکام میں حکمتوں کے تابع نہیں بلکہ حکمت ان کے تصرفات کے تابع ہے۔ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ حکمت کو سوچ کر تصرف کریں بلکہ وہ جو تصرف کرتے ہیں حکمت خود ادھر ہی ہو جاتی ہے۔

امن کی جڑ

ارشاد: اوامر شرعیہ پر عمل کرنا اور نواہی شرع سے بچنا یہ جڑ ہے امن کی اور یہی دافع ہے فساد کا۔

وادعوہ خوفا و طمعاً میں ایک عجیب تعلیم ہے

ارشاد: وادعوہ خوفًا و طمعاً اس میں تعلیم کا حاصل یہ ہے کہ نہ تو عبادت کو ایسا کامل سمجھو کہ ناز کرنے لگو۔ نہ ایسا ناقص سمجھو کہ بے کار سمجھنے لگو۔

مبنیٰ شرف انسان کا اعمال ہیں

ارشاد: انسان اشرف المخلوقات اس وقت ہے جبکہ وہ احکام الٰہیہ کا اتباع کرے ورنہ بصورت مخالفت جمادات وحیوانات ہی اس سے اچھے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام کی مخالفت تو نہیں کرتے اس سے معلوم ہوا کہ شرف انسان کے لوازم ذات سے نہیں بلکہ مبنیٰ شرف کا اعمال ہیں۔

انسان کو آئندہ کی خبر نہ دینا حق تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے

ارشاد: حق تعالیٰ کی یہ بڑی رحمت ہے کہ سب کام اپنے قبضہ میں رکھا اور کسی کو کچھ خبر نہیں دی کہ کل کو کیا ہونے والا ہے۔ ورنہ یہ اپنے ہاتھوں ہلاک ہو جاتا ہے۔ **لو اتبع الحق اھواء ھم لفسدت السمٰوت والارض الخ.**

کشف بعض دفعہ وبال جان ہو جاتا ہے

ارشاد: علم محیط بشر کے لئے حاصل ہونا محال ہے اور کشف میں علم محیط نہیں ہوتا اس لئے کشف بعض دفعہ وبال جان ہو جاتا ہے۔

ساری مخلوقات کا وجود انسان ہی کے لئے ہے

ارشاد: حق تعالیٰ نے انسان کی پیدائش سے پہلے تمام عالم کو اسی کی خاطر اور اسی کے واسطے پیدا کیا۔ پھر جب انسان ہلاک ہو جائے گا تو سارا عالم بھی ہلاک ہو جائے گا کیونکہ جس کے لئے یہ سازو

سامان تھا جب وہی نہ رہا تو اس کے رہنے سے کیا فائدہ۔

جنت کو پہلے سے پیدا کرنے کی حکمت

ارشاد: حق تعالیٰ نے زمین وآسمان کو تو پہلے پیدا کیا ہے جنت کو بھی پہلے پیدا کر دیا۔ حالانکہ اس کی ضرورت اس عالم کے بعد انسان کو ہوگی۔ کیا ٹھکانا ہے اس کی رحمت کا، اور اس میں راز یہ ہے کہ انسان کو جب یہ معلوم ہو جائے گا کہ میرا اصلی گھر جہاں ہر قسم کی راحت وآسائش ہے اس وقت موجود ہے تو اس کو ادھر زیادہ رغبت ہوگی اور دنیا میں اس کا دل نہ لگے گا اور اگر اس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جنت تو ابھی بنی نہیں دنیا کے فنا ہونے کے بعد بنے گی تو اکثر طبائع کو عالم آخرت کی طرف رغبت نہ ہوتی اگر ہوتی تو بھی کم ہوتی کیونکہ معدوم کی طرف رغبت ہونا انسان کے طبائع میں نادر ہے گو وہ معدوم کیسا ہی یقینی الوجود ہو۔

بلوغ کے وقت عقل کامل ہو جاتی ہے پھر تجربہ بڑھتا ہے

ارشاد: بلوغ کے وقت عقل تو کامل ہو جاتی ہے لیکن تجربہ کم ہوتا ہے اور تیس وچالیس سال کی عمر میں تجربہ بھی کافی ہو جاتا ہے اس عمر میں کچھ عقل نہیں بڑھتی بلکہ تجربہ بڑھ جاتا ہے، لیکن تجربہ کی وجہ سے اس کی باتوں اور اعمال میں پختگی اور استواری پیدا ہو جاتی ہے اور اس سبب سے لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ تیس وچالیس سال کی عمر میں عقل زیادہ ہو جاتی ہے۔

شریعت کی موافقت وعدم موافقت کی تمثیل

ارشاد: خدا کی قسم جو شخص شریعت کے موافق چل رہا ہو وہ بادشاہ ہے گو ظاہر میں سلطنت نہ ہو، اور جو شخص شریعت سے ہٹا وہ پنجرہ میں مقید ہو گو ظاہر میں بادشاہ ہو۔

باطل کا خاصہ بے اطمینانی وعدم سکون ہے

ارشاد: باطل کا خاصہ ہے کہ اس سے اطمینان وسکون کبھی حاصل ہوتا ہی نہیں، ہاں کوئی جہل مرکب میں مبتلا ہو تو اور بات ہے، مگر اس کو بھی اہل حق کے برابر ہرگز اطمینان نصیب نہیں ہوسکتا۔

رضائے حق ہر حال میں مقدم ہے

ارشاد: خدا کی قسم اگر ہم کو پاخانہ اٹھانا پڑے اور خدا ہم سے راضی رہے تو وہی ہمارے لئے سلطنت ہے اور اگر خدا راضی نہ ہوا تو لعنت ہے ایسی سلطنت پر جو خدا کو ناراض کر کے حاصل کی جائے۔

خدا کے نزدیک اچھے ہونے کی فکر جس کا حصول امتثال اوامر واجتناب نواہی سے ہوتا ہے

ارشاد: مسلمانوں کو ہر حال میں احکام شرعیہ کو اپنا رہنما بنانا چاہئے خواہ مال ملے یا نہ ملے۔ جاہ حاصل ہو یا نہ ہو، طعنے سننے پڑیں یا تعریف کسی بات کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ کسی کے برا کہنے سے انسان برا نہیں ہو جاتا اور کسی کے بھلا کہنے سے بھلا نہیں ہو جاتا اگر تم خدا کے نزدیک اچھے ہو تو چاہے ساری مخلوق تم کو کافر وفاسق زندیق کہے تو کوئی اندیشے کی بات نہیں اور اگر خدا کے نزدیک مردود ہو تو چاہے ساری دنیا تم کو غوث وقطب کہے۔ اس سے کچھ نفع نہیں۔

دین کو غارت کر کے چندہ لینے کی مثال

ارشاد: چندہ ذریعہ ہے دین کا تو دین کو اس کے واسطے غارت نہ کرنا چاہئے۔ اور دین کو غارت کر کے چندہ لیا تو یہ تو ایسا ہوا جیسے چھت کی مرمت کے لئے سیڑھی کی ضرورت تھی اور کوئی یہ کرے کہ چھت ہی میں سے دو کڑیاں نکال کر ان کی سیڑھی بنالے۔

نرم برتاؤ فی نفسہ مامور بہ ومحمود ہے

ارشاد: ایک فریق مقابلے میں نرم ہو جاوے تو اس کا دوسرے پر بھی اثر ہوتا ہے اور وہ بھی نرم ہو جاتا ہے اور نرم برتاؤ فی نفسہ مامور بہ اور محمود ہے۔

ہمارے فساد مذاق کا اثر

ارشاد: ہم لوگ ایسے فاسد المذاق ہو گئے ہیں کہ بلا حکومت اور دباؤ کے مل کر کوئی کام نہیں کر سکتے۔

درستی معاد کے لئے علم کی ضرورت

ارشاد: درستی معاد ہوتی ہے علم سے اس واسطے علم کی سخت ضرورت ہے۔

دین کے عام فہم ہونے کا راز

ارشاد: عام آدمیوں کی سمجھ میں دین کی بات آجاتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ دین کی فطرت کے بہت قریب ہے۔ جس کی فطرت میں سلامتی ہو اس کا ذہن اس تک پہنچ جاتا ہے۔

میدان حشر کے وسعت کی تمثیل

ارشاد: حشر میں جب اگلے پچھلے مردے انسان اور حیوان اور حشرات زندہ ہو جاویں گے تو یہ زمین اس طرح کافی ہوگی کہ زمین کو وسعت دیدی جائے گی۔ جیسے ربڑ کو پھیلا دیں تو وہ بڑھ جاتی ہے کہ ربڑ پہلے چھوٹا ہوتا ہے۔ مگر کھینچنے سے بڑھ جاتا ہے۔

ہر فعل میں اختیاری وغیر اختیاری جز ہے

ارشاد: آدمی کا اختیاری فعل نیت کرنا اور بقدر وسعت کوشش کرنا ہے۔ اس کی تکمیل اور نتیجہ کا متفرع ہو جانا یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

سالک کے لئے امراء کی صحبت سے اجتناب ضروری ہے

ارشاد: امراء کی صحبت میں اکثر ایک زہریلا مادہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی ہاں میں ہاں ملانی پڑتی ہے اگر ذرا بھی اس بات کا خوف ہو تو اس شخص کو جو اپنے قلب کی محافظت کرنے والا ہے ایسی جگہ نہ جانا ہی بہتر ہے۔ خواہ وہ خوف امیر کے جبروت وسطوت کی وجہ سے ہو یا اپنے ضعف قلب کی وجہ سے ہو۔

رسومہ قدیمہ کے نہ چھوڑنے کی علت

ارشاد: رسوم قدیمہ کے چھوڑنے میں ذلت اور طعن کی پروا کرنا محض اس وجہ سے ہے کہ دین کی وقعت نہیں یا دیندار بننے کی خواہش نہیں کیونکہ مشاہدہ ہے کہ جس چیز کی وقعت انسان کی نظر میں ہو یا اس سے محبت ہو تو اس کی تحصیل میں ذلت وطعن کی ہرگز پروا نہیں، پھر جو لوگ برادری کی ملامت کا بہانہ کرتے ہیں ان کے واسطے ایک اور جواب ہے وہ یہ کہ جیسے تمہاری دنیا کی ایک برادری ہے دین کی بھی تو ایک برادری ہے یعنی علماء وصلحاء، ہم نے مانا کہ اس کے چھوڑنے میں دنیا کی برادری تم کو برا کہے گی، مگر دینی برادری تم کو اچھا کہے گی اور دعا دے گی اور اس سے بڑھ کر ایک اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہوں گے رسول اللہ ﷺ راضی ہوں گے۔

اصلاح اعمال واصلاح نفس کا مدار

ارشاد: جتنے گناہوں میں ہم مبتلا ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ ہم نفس کو مشقت سے بچانا چاہتے ہیں اور جتنے اوامر کو ہم ترک کر رہے ہیں اس کی اصل بھی یہی ہے پس معلوم ہوا کہ اصلاح اعمال واصلاح نفس کا مدار عادی مجاہدہ پر ہے۔

سجدہ للقدم اور سجدہ علی القدم کا فرق

سجدہ للقدم تو یہ ہے کہ جائے قدم کو سجدہ کیا جاوے یہ شرک صریح ہے اور سجدہ علی القدم یہ ہے کہ جائے قدم پر سجدہ کیا جاوے۔ حصول برکت کی نیت سے یہ شرک صریح نہیں مگر خطرہ سے خالی نہیں اگر ایسا ہی کسی کو شوق ہو تو وہ موضع قدم پر قدم رکھے اور موضع سجود پر سجدہ کرے، موضع قدم پر سجدہ نہ کرے۔

بدعت کی تعریف

ارشاد: بدعت کہتے ہیں مقاصد شرعیہ کے بدلنے کو غیر مقصود کو مقصود بنادے یا مقصود کو غیر مقصود بنادے۔

محبت وعظمت کا بڑا فائدہ

ارشاد: محبت وعظمت۔ سوال عن الحکمت وانتظار علم حکمت سے مانع ہے۔

استخارہ کا محل

ارشاد: استخارہ کا محل ایسا امر ہے جس میں ظاہراً بھی نفع وضرر دونوں کا احتمال ہے۔

موت سے توحش عام کا سبب

ارشاد: موت سے توحش عام کا سبب یہ ہے کہ لوگ آخرت کو ہُو کا میدان سمجھتے ہیں۔ اور آخرت کی نعمتوں سے غافل ہیں۔

روح کو جسم سے تعلق کی مثالیں

ارشاد: روح کو تعلق جسم سے ایسا ہے جیسا کہ (۱) آفتاب کو زمین سے کہ اس کو زمین سے تعلق تو ہے کہ تمام عالم اس سے منور ہے مگر وہ زمین کے اندر مقید نہیں بلکہ وہ تو اتنا بڑا ہے کہ زمین سے صد ہا حصے زیادہ ہے۔ (۲) یا یوں سمجھو کہ جیسا کہ ایک پیالہ یا لگن میں پانی بھر کر رکھا جاوے تو اس میں آفتاب کا جرم نظر آتا ہے۔ مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ آفتاب اس کے اندر مقید ہے (۳) یا یوں سمجھو کہ آپ آئینہ میں اپنی صورت دیکھتے ہیں تو اس وقت آئینہ سے آپ کو تعلق تو ہوتا ہے مگر کیا آپ آئینہ کے اندر مقید ہیں ہرگز نہیں پس مرنے کے بعد روح کو جسم سے ایسا تعلق ہوتا ہے کہ جیسا کہ آپ کو آئینہ سے تعلق ہے، یا آفتاب کو زمین سے یا آفتاب کے جرم کو لگن کے پانی سے۔

قبر ظاہری محض جسم کے لئے قید ہے ۔

ارشاد: یہ قبر ظاہری محض جسد کے لئے تو قید ہے روح کے لئے نہیں اور انسان کی حقیقت روح ہے نہ کہ جسد اور اعمال سیئہ سے جو قبر میں تنگی ہوتی ہے اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ یہ گڑھا تنگ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کوئی اس گڑھے میں دفن نہ کیا جاوے تو کیا وہ اس تنگی سے بچ جاوے گا بلکہ وہ تنگی اور قسم کی ہے۔

لذات آخرت کا مقابلہ لذات دنیا سے

ارشاد: جب ہم لوگ آخرت کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو اس وقت یہاں کی لذات کو لذات کہنے سے شرمائیں گے جیسا کہ بدوی کا قصہ مثنوی میں آیا ہے جو بادشاہ کے سامنے سڑے ہوئے پانی کا گھڑا ہدیہ کے طور پر لے گیا تھا بلکہ شاید ان لذات کو سامنے رکھنے سے قے آنے لگے۔

مردہ عزیزوں کی حالت پر حسرت کا علاج

ارشاد: ہم کو آخرت کی نعمتوں اور لذتوں کی خبر نہیں اس لئے جب یہاں آم یا خربوزہ کھاتے ہیں تو اپنے مردہ عزیزوں کو یاد کرتے ہیں کہ ہائے آج وہ نہ ہوا۔ اگر ہم کو یہ بات مستحضر ہوتی کہ بہت نعمائے جنت سے وہ محظوظ و مسرور ہو رہا ہے تو یہ حسرت ہرگز نہ ہوتی۔

حوض کوثر کی تعریف

ارشاد: حوض کوثر کے پانی کی تعریف یہ ہے کہ جس نے ایک دفعہ پانی پی لیا اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی، عمر بھر کے لئے پیاس کی کلفت دفع ہو جاوے گی اور لطیف اس قدر ہوگا کہ بدون پیاس کے بھی اس کی طرف رغبت ہوگی اور اس کا مزہ حاصل ہوگا۔

مزار پر پھول چڑھانے کی حقیقت

ارشاد: اولیاء اللہ کے مزار پر پھول چڑھانا بڑی غلطی ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کی روح کو ادراک ہے یا نہیں، اگر ادراک نہیں تو پھول چڑھانے سے کیا نفع اور اگر ادراک ہے تو جو شخص جنت کی شمائم و روائح و عطریات کو سونگھ رہا ہو اس کو ان پھولوں کی خوشبو سے کیا راحت پہنچ سکتی ہے۔ بلکہ اس کو تو الٹی ایذا ہوتی ہوگی۔

مردہ عزیزوں پر حسرت کی وجہ

ارشاد: اگر آخرت کی لذت وراحت یاد ہوتی تو اپنے عزیز کا یہاں کا چلنا پھرنا یاد نہ کرے (ہاں طبعی غم الگ چیز ہے) بلکہ اس کا جنت میں چلنا پھرنا یاد کرتے اور اس سے خوش ہوتے اور تمنا کرتے کہ ہم بھی وہیں ہوتے دیکھو اگر تمہارا بیٹا حیدر آباد میں جا کر وزیر ہو جائے تو تم یہ تمنا نہ کرو گے کہ وہ حیدر آباد نہ جاتا بلکہ یہ تمنا کرو گے کہ ہم بھی حیدر آباد پہنچ جاتے تو اچھا تھا کہ اپنی آنکھوں سے بیٹے کی عزت و شان دیکھتے۔

جنت میں موت کی تمنا نہ ہوگی

ارشاد: جنت میں جانے کے بعد مرنے کی تمنا قلب میں نہیں آسکتی، کیونکہ موت کو تو دنیا میں کوئی نہیں چاہتا، طبعاً اس سے کراہت ہے اور اگر کسی کا دل موت کو چاہتا بھی ہے تو اس کی وجہ یا تو شدت کلفت ہے جس سے تنگ آکر انسان موت کی تمنا کرتا ہے اور جنت کلفت سے خالی ہے، یا اشتیاق لقاء اللہ سے اور جنت میں جا کر یہ شوق بھی پورا ہو جائے گا۔

مرنے کے ساتھ ہی تنہائی ختم ہو جاتی ہے

ارشاد: احادیث اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی تنہائی ختم ہو جاتی ہے اور مسلمان کی روح عالم ارواح میں جا کر حضور ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوتی ہے اور اپنے عزیزوں کی ملاقات سے مسرور ہوتی ہے۔ غرض وہاں ہر وقت خوشی ہی خوشی رہے گی اور ایسی خوشی ہوگی کہ دنیا میں اس کا خواب بھی نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔

رنج طبعی کی حکمت

ارشاد: عزیزوں کے انتقال پر رنج کا تو مضائقہ نہیں وہ تو بے اختیاری بات ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان کی توجہ الی اللہ کی دولت اس کے ذریعہ سے نصیب ہوتی ہے اور ثواب ملتا ہے مگر یہ حسرت اور دل پھاڑنا واہیات ہے کہ وہ اکیلا ہوگا۔ ہائے وہ ہماری طرح مزے مزے کی چیزوں سے متمتع نہ ہوگا۔ بخدا وہ تم سے زیادہ راحت میں ہے تم اس کی فکر نہ کرو۔

منحوس کوئی دن نہیں

ارشاد: بعض ایام متبرک تو ہیں لیکن منحوس کوئی بھی نہیں۔

دوام ایزدی و دوام جنتی کا فرق

ارشاد: خدا تعالیٰ کا وجود غیر متناہی بالذات ہے اور اہل جنت کا وجود غیر متناہی بالغیر ہے یعنی مشیت کے تابع۔

حقیقی علم کی تعریف

ارشاد: حقیقی علم وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور وہ بدون عمل کے نہیں ہو سکتی پس علم بدون عمل کے جہالت کی مثل ہے۔

علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

علم چہ بود آنکہ رہ بنمایدت ☆ زنگ گمراہی ز دل بزدایدت
ایں ہو سہا از سرت بیروں کند ☆ خوف خشیت در دلت افزوں کند
علم نبود غیر علم عاشقی ☆ ماقبی تلبیس ابلیس شقی
علم چوں بردل زنی یارے بود ☆ علم چوں برتن زنی مارے بود

تصدیق و تائید بھی ایک مشورہ ہے

ارشاد: تصدیق و تائید بھی ایک مشورہ ہے اور مشورہ کی صورت میں اختلاف رائے ہونا ممکن ہے۔ چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ کو اختلاف رائے سے ناگواری و گرانی نہ ہوتی تھی۔

حکم ملاہی کے اشتغال کا مسجد کے قریب

ارشاد: ملاہی کا اشتغال مسجد کے قریب اگر موجب استخفاف و اذلال دین یا اغاظت و اشتعال اہل دین من حیث الدین ہوتا ہو کفر ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ **ما كان صلاتهم عند البيت الامكا أو تصديه فذوقوا لعذاب بما كنتم تكفرون.** رہا قصد استخفاف و اذلال یا اغاظت و اشتعال اس کا مدار قرائن مقالیہ یا حالیہ پر ہے اسی سے جواب ہو گیا۔ اس شبہ کا کہ مسلمان بھی تو ایسی حرکت کرتے ہیں اور اس شبہ کا کہ مسجد کے پشت پر بجانے سے کیوں ناگواری نہیں ہوتی۔ جواب ظاہر ہے کہ وہاں قصد اذلال یا اشتعال نہیں ہوتا۔

انسان کے عالم اکبر ہونے کی وجہ

ارشاد: صوفیہ کہتے ہیں کہ انسان عالم اکبر ہے کیونکہ مقصود وجود عالم سے انسان ہی ہے،

دوسرے یہ کہ دنیا کی تمام اشیاء مظاہر ہیں اسمائے حق جل شانہ کی اور انسان ان میں مظہرہ اتم ہے۔

شرک اکبر و شرک اصغر کا فرق

ارشاد: بزرگوں کے متعلق اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ حق تعالیٰ نے ان کو ایسا اختیار دیا ہے کہ جب چاہیں اس اختیار سے تصرف کر سکتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی مشیت جزئیہ کی حاجت نہیں رہتی یعنی یہ اعتقاد ہو کہ وہ بزرگ اگر کسی کام کو کرنا چاہیں اور حق تعالیٰ نہ اس کام کو روکیں نہ اس کام کا ارادہ کریں تو ایسی حالت میں اگر وہ بزرگ چاہیں تو اس کام کو کر سکتے ہیں یہ یقینی کفر اور شرک اکبر ہے اور اگر ان بزرگ کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ وہ مشیت ایزدی کے محتاج تو ہیں اور اذن جزئی کی بھی ان کو ضرورت تو ہوتی ہے۔ مگر ان کے چاہنے کے وقت مشیت ایزدی ہو ہی جاتی ہے تو گو یہ شرک و کفر تو نہیں مگر کذب فی الاعتقاد اور معصیت اصغر ہے۔

سلاطین اسلام کی اہانت کا ضرر

ارشاد: سلاطین اسلام کی علی الاعلان اہانت میں ضرر ہے جمہور کا۔ ہیبت نکلنے سے فتن پھیلتے ہیں اس لئے سلاطین اسلام کا احترام کرنا چاہئے۔

سوانح عمری لکھنے کا مشغلہ

ارشاد: آج کل بزرگوں کی سوانح عمریوں میں بہت مبالغہ کرتے ہیں حتیٰ کہ معائب ونقائص کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر محاسن میں داخل کرتے ہیں اسلئے میں نے اپنی وصیت میں لکھ دیا ہے کہ میری سوانح نہ لکھی جاوے۔ البتہ جناب رسول اللہ ﷺ کی سوانح عمری بے شک ضروری ہے اس لئے ان کے واقعات سے احکام ثابت ہوتے ہیں جن کا اتباع کیا جاتا ہے پھر ان کے جمع کرنے میں احتیاط کس درجہ کی گئی ہے باقی بزرگوں کی ہر حالت قابل اتباع تھوڑا ہی ہے۔ نیز ایسے سوانح عمری لکھنے والوں کی نیت بھی درست نہیں ہوتی۔ کبھی تو جاہ مقصود ہوتی ہے کہ ہم ایسے شخص کی طرف منسوب ہیں اور کبھی مال مقصود ہوتا ہے کہ لوگ خوب خریدیں گے۔

ض کا حکم

ارشاد: اگر کوئی غیر قادر ہم سے پوچھے کہ صاحب میں ضالین کو کیا پڑھوں تو ہم یوں کہیں گے

کہ (ض) کو اس کے مخرج سے نکالنے کا قصد کرو، پھر خواہ کچھ ہی نکلے تم معذور ہو۔ باقی یہ کہیں گے کہ دالین پڑھو یا ظالین پڑھو۔ جو صحیح مخرج پر قادر نہ ہو اس کی امامت، نماز سب جائز ہے۔ لیکن اس کو جب کوئی شخص ایسا مل جائے جو صحیح نکالنے کی مشق کرا سکتا ہے تو اگر اس وقت مشق نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا، جب تک صحیح نہ ہو اس وقت تک ایسے لوگوں کی نماز برابر صحیح ہوتی رہے گی غلط پڑھنے سے بھی مگر سیکھنا واجب ہوگا۔ اور نہ سیکھنے سے گنہگار رہوگا۔

''صلعم'' کا حکم

ارشاد: درود کا مخفف جو لوگ لکھتے ہیں (صلعم) یہ مناسب نہیں گویا یہ درود سے ناگواری اور تنگی کی دلیل ہے اگر کوئی شخص حضور ﷺ کا اسم مبارک لکھے اور نہ زبان سے درود پڑھے اور نہ پورا درود کا صیغہ لکھے تو صرف ''صلعم'' لکھنا بالکل ناکافی ہے بلکہ پورا لکھنا یا زبان سے کہنا واجب ہے۔

موئے مبارک کا حکم

ارشاد: یہ جو موئے مبارک کے نام سے بعض جگہ پایا جاتا ہے۔ اس کے متعلق زیادہ کاوش نہیں چاہئے اس سے کوئی حکم شرعی تو متعلق ہے نہیں محض زیارت سے برکت حاصل کرنا ہے سو اس کے لئے دلیل ضعیف کافی ہے۔

جواب مسئلہ میں احتیاط ضروری ہے

ارشاد: مسئلہ کا جواب دینا محض کلیات سے بدون جزئیہ کو متعدد کتابوں میں دیکھے ہوئے مناسب نہیں۔ احتیاط کے خلاف ہے۔

اہلیہ کے ساتھ نہایت نرمی کا برتاؤ کرنا چاہئے

ارشاد: حضور ﷺ اپنے ازواج مطہرات کے ساتھ نہایت مہربانی فرماتے تھے اور فلاں شخص جو علم و تقویٰ کا دم بھرتے تھے اپنی بیوی پر بہت سختی کرتے تھے جس کا اثر یہ تھا کہ ان کی بیوی ان کو سور کا بچہ کہتی تھیں۔ اور میرے حسن سلوک کا میرے گھر والوں پر یہ اثر ہے کہ وہ مجھ کو بجائے پیر سمجھتی ہیں بیوی کی تھوڑی بہت بد خلقی کو گوارا کر لینا کیا عجیب ہے جبکہ وہ شادی کے ہوتے ہی سارے اعزا کو چھوڑ کر شوہر کے لئے وقف ہو جاتی ہے۔

صوفیہ وعلماء کی مثال

ارشاد: صوفیہ کی مثال ایاز کی سی ہے اور علماء کی مثال میمندی کی سی ہے۔ ایاز محبوب تو ہے مگر انتظام حسن ہی کے سپرد ہے۔

مدرسی کی فضیلت

ارشاد: گوشہ نشینی سے مدرسی (دینیات کی) افضل ہے۔

تشبہ کا ثبوت قرآن سے

ارشاد: لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار الخ اس آیت میں رکون الی الظالمین پر وعید ہے تو معلوم ہوا کہ رکون حرام ہے اور کسی کے ساتھ تشبہ جب کبھی پایا جاوے گا۔ رکون (یعنی میلان) کے ساتھ پایا جائے گا یعنی لازم ہے کہ اس کی طرف رکون ومیلان ہو اور رکون حرام ہے تو ثابت ہوا کہ تشبہ بھی حرام ہے۔

نیک اولاد کی علامت

ارشاد: اولاد جبھی اچھی ہے جبکہ اولاد بن کر رہے اور اگر باپ بن کر رہنا چاہے تو کیا راحت ہے اس لئے مجھ کو آج کل کی اولاد کو دیکھ کر اولاد کی تمنا نہیں ہوتی۔

ابتدائی تعلیم کے ساتھ اخلاق کی نگرانی

ارشاد: ابتدائی تعلیم کے ساتھ طلباء کے اخلاق کی نگرانی بھی ضروری ہے کیونکہ بچپن میں جو خلق جم جاتا ہے وہ پختہ ہو جاتا ہے پھر اس کا نکلنا دشوار ہوتا ہے۔

تعصب اور تصلب کا فرق

تعصب کے معنی ہیں بے جا حمایت کے اور تصلب کے معنی ہیں پختگی کے ساتھ مذہب پر جما رہنا اول ممنوع ہے، ثانی مامور بہ ہے۔

صرف اخص الخواص محقق ہیں

ارشاد: اخص الخواص محقق ہیں اور عوام مقلد اور جو بیچ کے لوگ ہیں جو نہ محقق ہیں نہ مقلد یہ خطرہ میں ہیں۔

الفاظ شرعیہ کے معانی شرعیہ کو بدلنا

ارشاد: منجملہ احداثات کے ایک احداث یہ بھی ہے کہ الفاظ شرعیہ کو ان کے معانی شرعیہ سے بدلا جاتا ہے، جیسا کہ جہل کی مذمت اور علم کی فضیلت وضرورت میں جو آیات واحادیث وارد ہیں ان سے انگریزی تعلیم پر استدلال کرنا۔

علم کے جہل ہونے کے معنی

ارشاد: ان من العلم لجھلاً کے معنی یہ ہیں کہ بعض علم جن کو عرفاً علم سمجھا جاتا ہے وہ خدا کے نزدیک جہل ہے۔

علم کے حجۃ اللہ ہونے کے معنی

ارشاد: بعض علم حجۃ اللہ علی العبد ہیں جبکہ وہ اس کے مقتضا پر عمل نہ کرے۔

مبتلائے جہل لائق شفقت ہے

ارشاد: سنت رسول یہ ہے کہ مبتلائے جہل پر رحم کیا جاوے واقعات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے کفار کے ساتھ ہمیشہ شفقت کا معاملہ کیا ہے۔

ظاہر کا محکمہ تابع ہے باطن کے محکمہ کا

ارشاد: جس طرح ظاہر میں ہر چیز کے محکمے ہیں اسی طرح باطن میں بھی بہت سے محکمے ہیں جن سے ہم لوگ غافل ہیں۔ حالانکہ یہ ظاہری محکمے تابع ہیں باطنی محکموں کے حکام ظاہری وہی کرتے ہیں جو حکام باطنی حکم دیتے ہیں ان کی حکومت قلوب پر ہے اور حکام ظاہر کی اجسام پر۔

العلم لغیر اللہ ھو الحجاب الاکبر

ارشاد: العلم لغیر اللہ ھوا الحجاب الاکبر۔ یعنی جس علم میں غیر اللہ کی طرف التفات اور اشتغال ہو وہ حجاب اکبر ہے اس سے علوم وہبیہ اور واردات قلبیہ خارج ہو گئے کہ وہ حجاب نہیں کیونکہ ان سے غیر کی طرف التفات نہیں ہوتا۔ بلکہ ان سے عظمت حق کا انکشاف ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو علوم ظاہرہ سے التفات الی الغیر نہ رہے وہ بھی حجابیت سے خارج ہو جائے گا اور اگر کسی کو علوم وہبیہ اور واردات قلبیہ سے عجب ہونے لگے اس کے لئے یہ بھی حجاب ہو جائیں گے۔

عظمت حق کا اثر

ارشاد: میں بقسم کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی عظمت دل میں آ جائے تو کسی کی زبان سے اپنی نسبت مولانا صاحب یا حافظ صاحب وغیرہ کی تعظیمی الفاظ سننے سے شرم آنے لگے۔

خداداں ہونا چاہئے

ارشاد: عربی داں ہونا کچھ کمال نہیں، خداداں ہونا چاہئے۔

دوام ایزدی اور دوام اہل جنت کا فرق

ارشاد: ما دامت السموات والارض الا ماشاء ربک کا مطلب یہ ہے کہ یہ خلود اہل جنت ونار مثل بقاء واجب کے لازم ذات نہیں، بلکہ مشیت وقدرت الٰہیہ کے تحت میں داخل ہے۔

قیام مکہ کے متعلق حضرت حاجی صاحبؒ کی رائے

ارشاد: حضرت حاجی صاحبؒ سے جب کوئی دریافت کرتا کہ میں مکہ میں اقامت کرلوں۔ اس کے متعلق آپ کی کیا رائے تو فرماتے جس کا حاصل یہ تھا۔ بہ ہندوستان بودن ودل بمکہ بہ ازاں کہ بمکہ بودن ودل بہندوستان۔ مطلب یہ کہ مکہ میں قیام کا اس وقت ارادہ کیا جاوے۔ جبکہ یہ حالت نصیب ہو جائے کہ یہاں رہ کر پھر ہندوستان نہ یاد آئے گا اور جس کو یہ حال نصیب نہ ہو اس کے لئے ہندوستان میں قیام کرنا اور مکہ کی یاد میں تڑپتے رہنا ہی بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ حج کے بعد لوگوں کو مکہ سے نکالتے تھے اور فرماتے تھے۔ یا اھل شام شامکم ویا اھل یمن یمنکم الخ اے شام والو تم شام کو جاؤ اور اے اہل یمن تم یمن کو سدھارو۔ کیونکہ اس سے ان کے قلوب میں حرمت بیت اللہ زیادہ رہے گی۔ زیادہ قیام سے ضعف تعلق اور سقوط عظمت ووقعت کا احتمال ہے۔

ولایت نبوت سے افضل ہے'' کے معنی

ارشاد: ولایت نبوت سے افضل ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ولی نبیت سے افضل ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ نبی میں جو دو شانیں ہوتی ہیں ایک ولایت کی ایک نبوت کی، تو نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ نبی کی توجہ الیٰ افادت الخلق من حیث النبوت تھی اور توجہ الی الحق من حیث الولایت یعنی اصل مطلوب نبی کے لئے بھی توجہ الی اللہ ہے اور توجہ الی الافادۃ مطلوب بالغیر ہے۔

مہمات میں مشورہ کے لئے جلسہ کرنا خلاف نص ہے

ارشاد: ان تقوموا اللہ مثنی و فرادی ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنة اس آیت میں مہمات کے وقت سوچنے کا خاص طریقہ بتلایا گیا ہے جس کے یہ اجزا ہیں۔ایک یہ کہ اہتمام کرو آمادہ ہو جاؤ۔ دوسرے یہ کہ یہ اہتمام اللہ کے لئے یعنی خلوص سے ہو تیسرے یہ کہ فکر کرو، چوتھے یہ کہ مجمع نہ ہو کہ اس سے فکر میں تشتت ہوتا ہے یا تو اکیلے سوچو یا کوئی دقیق بات ہو تو ایک کو اور شریک کر لو اور ایک تحدید نہیں۔ مطلب یہ کہ اتنا تعدد ہو جو مشوش فکر نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کام یکسوئی کے محتاج ہوں وہ جلسوں میں طے نہیں ہو سکتے۔

نفع متعدی مقصود بالعرض ہے اور نفع لازمی مقصود بالذات

ارشاد: نفع متعدی مقصود بالعرض اور نفع لازمی مقصود بالذات ہے اور گو یہ مشہور ہے کہ خلاف، مگر حقیقت یہی ہے اور قول مشہور کا منشا یا تو یہ ہوا ہے کہ بعض جگہ نفع متعدی نفع لازمی سے اوکد واقدم ہو گیا ہے مگر اس سے فضیلت بالذات لازم نہیں آتی بلکہ اقدمیت داد کدیت ایک عارض کی وجہ سے ہوئی ہے کہ وہ نفع متعدی پھر نفع لازمی کی طرف مفضی ہوگا۔

ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کا مطلب

ارشاد: مخلوق کی عبادت مثل مزدور یا نوکر کی خدمت کے ہے جو معین ہوتی ہے اور انسان کی عبادت غلام کی خدمت کے مثل ہے جس کے لئے کوئی صورت معین نہیں۔ غلام ایک وقت آقا کا پاخانہ بھی اٹھاتا ہے اور دوسرے وقت میں آقا کی وردی پہن کر اس کی جگہ جلسوں میں جاتا ہے تو غلامی جو حقیقت ہے عبدیت کی اس کی پوری شان انسان ہی میں نمایاں ہے کہ اس کے لئے کوئی خدمت معین ہیں۔ایک وقت میں تاج کرمنا اس کے سر پر ہے طوق فضلنا اس کی گردن میں ہے خلافت الٰہی کی مسند پر بیٹھا ہوا ہے اس وقت تمام عالم اس کا مسخر ہے چنانچہ روح کی تجلی ہوتی ہے تو تمام عالم اس کے سامنے سربسجود ہو جاتا ہے اور اس وقت بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کی تجلی ہے اور ایک وقت میں حضرت انسان پاخانے میں تشریف فرما ہوتے ہیں اس وقت ان کا ہگنا موتنا بھی عبادت میں داخل ہے یہ بات کسی مخلوق کو حاصل نہیں۔ یہ حضرت انسان ہی ہیں جو ہر حالت میں عابد ہیں۔ سوتے ہوئے بھی روتے ہوئے بھی، ہنستے ہوئے بھی، ہگتے ہوئے بھی۔ پس میں علماء کو کہتا ہوں کہ تم اپنی ہر حالت کو ہر سرکاری وردی سمجھو نہ ذلت کی پروا کرو نہ عزت کی غرض مخلوق پر نظر ہی نہ کرو۔ سب سے نظر ہٹا لو۔

ایک آیت میں قصر قرأت کی حد

ارشاد: امام ابوحنیفہؒ نے اپنے اجتہاد سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ہی کا پڑھنا ضروری نہیں، بلکہ تین آیات بھی کافی ہیں۔ کیونکہ اکثر سورت کی آیات تین ہی ہیں۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ تین آیات انا اعطینا کی آیات کے برابر ہی ہوں، بلکہ اقصر آیات بھی کافی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فقہائے متاخرین کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے سارے قرآن کی آیات کو دیکھ کر سورۂ مدثر کی تین آیتیں تلاش کیں جو بہت چھوٹی چھوٹی ہیں جن کے اٹھارہ ہی حروف ہیں اور انہوں نے فتویٰ دے دیا کہ فاتحہ کے بعد اٹھارہ حرفوں کی مقدار قرآن پڑھنے سے واجب ادا ہو جائے گا۔ چاہے پوری آیات بھی نہ ہو۔ بلکہ آیت کا جزو ہی ہو۔

امارد و غیر محارم کی طرف نظر کرنے کی ممانعت کی وجہ

ارشاد: بے شک تمام مخلوق مرایائے حق ہیں۔ لیکن جن مرایا میں نظر کرنے سے ممانعت کردی گئی ہے ان مرایا میں خاصیت یہ ہے کہ یہ ناظر کی نظر کو اپنے ہی تک مقصود کر لیتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر آگے نظر بہت کم پہنچتی ہے کہ کمال حق کا مشاہدہ کریں۔ اس لئے حق تعالیٰ نے امارد و غیر محارم کی طرف نظر کرنے سے منع فرمادیا۔

ان اللہ خلق اٰدم علیٰ صورتہ کا مطلب

ارشاد: ان اللہ خلق اٰدم علی صورتہ کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ ان سے کمالات حق کا ظہور ہوتا ہے۔ پس صورت حق سے مراد ظہور حق ہے اور اس میں انسان کی ہی خصوصیت نہیں بلکہ اس معنی کہ تمام عالم صورت حق ہے یعنی مظہر حق۔ کیونکہ مخلوق سے خالق کا ظہور ہوتا ہے افعال سے فاعل کا ظہور ہوتا ہے لیکن آدم کی تخصیص حدیث میں اس وجہ سے ہے کہ انسان سے بہ نسبت دوسری مخلوقات کے حق تعالیٰ کی قدرت کا ظہور اتم و اکمل ہوتا ہے۔

ایاکم ولوفا نہا مطیۃ الشیطان کے معنی

ارشاد: وایاکم ولوفا نہا مطیۃ الشیطان. اس میں مطلق لو کی ممانعت نہیں بلکہ اسی لو کی ممانعت ہے جو واقعات ماضیہ میں بطور حسرت کے استعمال کیا جاتا ہے۔ لو کان کذا، لکان کذا کہ اگر یوں کیا جاتا تو یہ نتیجہ ہوتا۔

تعلق نسبی گو باعث ترقی درجات ہے لیکن بدون عمل کفیل نجات نہیں

ارشاد: حضورﷺ نے اپنی خاص بیٹی کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے فاطمہ اپنا نفس آگ سے بچاؤ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام آؤں گا۔ مطلب یہ کہ اگر تمہارے پاس اعمال کا ذخیرہ نہ ہوگا تو میں کچھ کام نہ آؤں گا اور اس کی نفی نہیں کہ اعمال کے ہوتے ہوئے بھی میں باعث ترقی درجات نہ ہونگا یا شفاعت نہ کروں گا۔ بزرگوں کے تعلق نسبی کے باعث ترقی درجات ہونا خود منصوص ہے

"اتقوا الله حق تقاته اور واتقوا الله ما استطعتم" کی تطبیق

ارشاد: "اتقوا الله حق تقاته اور واتقوا الله ما استطعتم" کی تطبیق یوں ہے کہ اول تو منتہائے سلوک ہے، یعنی مقصود سلوک کا یہ ہے کہ حق تقویٰ حاصل ہو اور ثانی میں ابتداء سلوک کو بیان فرمایا ہے کہ اس میں شیئاً فشیئاً کوشش کی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بقدر استطاعت تقویٰ کرتے رہو، یہاں تک کہ حق تقویٰ حاصل ہو جاوے جیسے کوئی امر کرے کہ چھت پر چڑھو اور وہ گھبرا جاوے کہ میں کیسے جاؤں تو اس کو کہا جاوے گا کہ زینہ کو بقدر استطاعت ایک ایک درجہ طے کر کے پہنچ جاؤ۔

دنیا کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت و مخذولیت کی نہیں!

ارشاد: فراخی دنیا سے عند اللہ مقبول ہونے کی استدلال کرنا فاسد ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فاما الانسان اذا ما ابتلاه ربه فاكرمه ونعمه ، فيقول ربی اكرمن واما اذا ما ابتلاه فقدر عليه رزقه فيقول ربی اهانن كلا. جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت و مخذولیت کی نہیں۔ نیز حدیث میں ہے کہ جب تو اپنی حالت یہ دیکھے کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے اور جب دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو اس کا ملنا دشوار ہو جاوے تو سمجھ لے کہ تو اچھے حال پر ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے فتنوں سے بچانا چاہتے ہیں۔ اور جب اپنی حالت یہ دیکھے کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو اس کا ملنا دشوار ہو جائے اور جب دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے تو برے حال پر ہے (کہ دنیا کے فتنوں میں واقع ہونے کا خطرہ ہے)

مسافت آخرت کی سہولت اضطراری اور اختیاری کا بیان

ارشاد: مسافت آخرت کی سہولت من جانب اللہ رکھی گئی ہے۔ چنانچہ اضطراری سفر کی تو یہ حالت ہے کہ مبدا بھی بعید ہو رہا ہے اور منتہا بھی قریب ہو رہا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے ان الدنیا مدبرۃ والاخرۃ مقبلۃ کہ دنیا پیچھے کو ہٹ رہی ہے اور آخرت قریب ہو رہی ہے اور سیر اختیاری جس کو سلوک کہتے ہیں اس کی بھی یہ حالت ہے کہ جب بندہ طلب میں قدم رکھتا ہے اسی وقت سے موانع پیچھے ہٹنے لگتے ہیں یعنی خود بخود مرتفع ہونے لگتے ہیں اور مقصود قریب ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے من تقرب الی شبر اتقربت الیہ ذراعاً الحدیث۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا لطیفہ طرد الشیطان

ارشاد: ہمارے حاجی صاحبؒ رات کو تہجد میں اکثر سورۂ یٰسین پڑھا کرتے تھے اور اس کی حکمت میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے

دو دل یک شوند بشکنند کوہ را ۔۔۔ پراگندی آرند انبوہ را

کہ جب دو دل مل جائیں تو یہ پہاڑ کو بھی توڑ دیتے ہیں اور یہاں تین دل ایک ہو جاتے ہیں کہ ایک مصلی کا قلب، دوسرا قلب اللیل (یعنی وقت تہجد) تیسرا قلب القرآن (یعنی سورہ یٰسین) جس کو حدیث میں قلب القرآن فرمایا ہے۔ تو تین دل جمع ہو کر شیطان کو کیسے نہ بھگا دیں گے۔

انکشاف آخرت کے ساتھ دنیا کا بھی ہوش جمع ہو سکتا ہے

ارشاد: انکشاف آخرت کے بعد بھی دنیا کا احساس باقی رہنا ممکن ہے چنانچہ بعض محتضرین کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو بھی دیکھا اور اس کے ساتھ اپنے گھر کی عورتوں کو بھی پہچانا۔ چنانچہ گھر والوں سے کہا کہ فرشتے بیٹھے ہیں تم ان سے پردہ کرو اور فرعون کے واقعہ سے بھی ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جس وقت ایمان ظاہر کیا ہے اس وقت اس کو انکشاف آخرت کے ساتھ دنیا کے بھی تھے۔ چنانچہ اس کا قول اٰمنت بالذی اٰمن بہ بنو اسرائیل بتلا رہا ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل کا حق پر ہونا اور ان کا مومن ہونا اس کے خیال میں تھا اور یہ دنیا کا واقعہ ہے۔

حمل امانت کا راز

ارشاد: انسان میں عشق کا مادہ تھا اس لئے جس وقت حق تعالیٰ نے بار امانت کو پیش کیا (کہ کچھ احکام تکلیفیہ ہیں اگر امتثال ہوا تو ثواب ملے گا اور نافرمانی پر عذاب ہوگا) خطاب الٰہی کی لذت سے

مست ہو گیا اور سوچا کہ جس امانت کی ابتداء یہ ہے کہ کلام و خطاب سے نوازے گئے۔ اگر اس کو لے لیا تو پھر روز کلام و سلام و پیام ہوا کرے گا بس ایک سلسلہ چلتا رہے گا کہ آج کوئی حکم آ رہا ہے کل کوئی دوسرا حکم آ رہا ہے کبھی عنایت ہے کبھی عتاب ہے تو اس چھیڑ میں بھی مزہ ہے۔

چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد　　　　گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

غرضیکہ یہ سوچ کر اس لذت کے لئے اس نے احتمال عذاب کی پرواہ نہ کی اور کہہ دیا کہ یہ امانت مجھے دی جائے میں اس کا تحمل کروں گا بس وہی مثل ہوئی کہ

''چڑھ جا بیٹا سولی پر اللہ بھلی کرے گا''

ہر شخص کو علل احکام بیان کرنے کا حق نہیں

ارشاد: ہر شخص کو علل بیان کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ مجتہد کو حق ہے اور مجتہد کو بھی ہمیشہ حق نہیں بلکہ وہاں تعلیل کا حق ہے جہاں تعدیہ حکم کی ضرورت ہو اور جو امور تعبدی ہیں جن کا تعدیہ نہیں ہو سکتا وہاں قیاس کا مجتہد کو بھی حق نہیں اسلئے فقہاء نے صلوٰۃ و صوم، زکوٰۃ و حج میں تعلیل نہیں کہ ان کی فرضیت کی بنا تعبد ہے۔

حکم احکام کے سمجھنے کی شرط

ارشاد: جن احکام کی حکمتیں معلوم ہو جائیں ان کو مبانی و مناشی احکام کا نہ سمجھے بلکہ خود ان کو احکام سے ناشی سمجھیں گے۔ ان شرائط کے ساتھ حکمتوں کے سمجھنے کا مضائقہ نہیں۔ قرآن میں جہاں کہیں حکم کے بعد لام غایت آیا ہے وہ علت نہیں ہے حکمت ہے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس حکم پر یہ اثر مرتب ہوگا یہ مطلب نہیں کہ حکم کی بنا اس پر ہے۔

دنیا میں انسان کو بھیجا قرب بصورت بُعد ہے

ارشاد: اس وقت جو ہم اس عالم میں آ کر علائق میں مبتلا ہو گئے یہ بھی قرب بصورت بعد ہے کیونکہ عالم ارواح میں ہم ناقص تھے۔ حق تعالیٰ کو زیادہ قرب عطا فرمانا منظور تھا۔ اس لئے یہاں بھیجدیا کیونکہ بہت سے اقسام قرب وہ ہیں جو بصورت صلوٰۃ و صورت صوم و صورت حج پر موقوف تھے یہ روح مجرد کو بدون جسم کے حاصل نہ ہو سکتے تھے۔

طول حیات کی خواہش منافی ولایت نہیں!

ارشاد: طول حیات کی خواہش منافی کمال ولایت نہیں، کیونکہ انبیاء اولیاء دنیا کی عمر کو موجب

زیادت قرب سمجھ کر یہ چاہتے تھے کہ اور زندہ رہیں تاکہ قرب میں اور ترقی ہو۔

حضور ﷺ کی غایت رحمت وشفقت

ارشاد: استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم. اس آیت میں گو حضور ﷺ کو معلوم تھا کہ اس قسم کی تردید سے تخییر مراد نہیں بلکہ مراد تسویہ فی عدم النفع ہے لیکن حضور ﷺ نے غایت رحمت وشفقت سے محض الفاظ سے تمسک فرمایا، یعنی آپ نے معنی عرفی سے عدول کر کے معنی لغوی پر کلام کو محمول فرما لیا اور عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے۔

حضور ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ ﷺ کہنا اور حق تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ جل جلالہ یا تعالیٰ کہنا واجب ہے

ارشاد: جس طرح حضور ﷺ کا نام مبارک جب لیا جاوے یا سنا جاوے تو ﷺ کہنا واجب ہے اگر نہ کہے گا تو گناہ ہوگا۔ ایسے ہی حق تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ جل جلالہ یا تعالیٰ یا اور کوئی لفظ مشعر تعظیم کہنا واجب ہے ورنہ گناہ ہوگا۔ لیکن اگر ایک مجلس میں چند بار نام لیا جاوے تو حضور ﷺ کے نام مبارک پر ﷺ اور حق تعالیٰ کے نام پر جل جلالہ یا تعالیٰ کہنا ایک بار تو روا جب ہے اور ہر بار کہنا مستحب ہے مگر محبت وعشق کا مقتضا یہی ہے کہ ہر بار درود پڑھا جاوے۔

مقدمہ شرک اور گروہ بندی کی ممانعت

ارشاد: خدا تعالیٰ کے ذکر میں پیر کا ذکر بھی شامل کرنا شرک ہے جیسا خطوط کے شروع میں لکھتے ہیں، بامداد اللہ۔ بفضل الرحمٰن۔ ہو الرشید ہو القاسم، ہو المعین جو مقدمہ ہے شرک ہے۔ اسی طرح امدادی، قاسمی، رشیدی، اشرفی لکھنا بھی خواہ مخواہ تحزب وگروہ بندی ہے اور اس کو حنفی وشافعی پر قیاس کرنا غلط ہے اس لئے کہ ان سلاسل میں کوئی اختلاف نہیں ہے جس پر متنبہ کرنا مقصود ہو اور حنفیہ اور شافعیہ میں خود فروعی اختلاف ہے اور اربعہ کے مقلدین کو باقی اسلامی فرقوں سے اصولی اختلاف ہے تو اس نسبت میں اس بات کا اظہار ہے کہ ہم اصولاً ائمہ اربعہ کے متبع ہیں اور فروعاً کسی خاص امام کے مقلد ہیں۔

نمازِ عید کا ثواب عورتوں کو بھی ملتا ہے اور شہر کے اندر بعذر پڑھنے والوں کو بھی عید گاہ کا ثواب ملتا ہے

ارشاد: حدیث میں ہے ان عبادی وامائی قد وانوا فریضتهم وخرجوا جس سے عورتوں کا بھی عید گاہ کی طرف نکلنا ثابت ہے اور خرجوا کی قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کی نماز شہر سے باہر ہونا چاہئے۔ لیکن چونکہ شرعی قاعدہ ہے کہ جو عمل کسی عذر کی وجہ سے نہ ہو سکے اس کا اجر ساقط نہیں ہوتا اس لئے نمازِ عید کا ثواب عورتوں کو بھی ملے گا۔ کیونکہ اب فتنہ کی وجہ سے ان کو عید گاہ جانے سے روک دیا گیا ہے۔ اسی طرح جو لوگ بعذر شہر کے اندر عید کی نماز پڑھتے ہیں ان کو بھی عید گاہ کی نماز کا ثواب ملے گا۔

زندگی میں قبر کھودنے کی ممانعت

ارشاد: اپنے واسطے پہلے سے قبر کھود کر رکھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ کیا خبر ہماری موت کہاں آئے گی۔

جنت میں دخول محض رحمت سے ہوگا

ارشاد: جنت میں جو مومن کو اتنی بڑی سلطنت ملے گی جس کی شان یہ ہوگی۔ اذا رأیت ثم رأیت نعیما و ملکا کبیرا اور جس کی حالت یہ ہے اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔ اس سلطنت کے حصول کے لئے یہ عمل کیا چیز ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ اتنی بڑی جزا یہ محض عنایت ہے لیکن یہ عنایت ہوگی اسی عمل کی بدولت گو وہ ناچیز قلیل ناقص حقیر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے ان رحمة الله قریب من المحسنین.

حضور و غیبت کا فرق

ارشاد: حق تعالیٰ نے حضور و غیبت کا فرق رکھا ہے جس سے دنیا اور دین کے سارے کام چل رہے ہیں ورنہ سب کارخانے معطل ہو جاتے مگر اتنی غفلت بھی حق تعالیٰ کو گوارا نہیں کہ احکامِ شرعیہ کی خلاف ورزی کی جائے۔

آخرت کے یادرکھنے کا طریقہ، نور قلب کے آثار، (ہر فعل عبث کا سلسلہ انتہاء معصیت سے ملا ہوا ہے)

ارشاد: آخرت کے یاد رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو کام آخرت میں مفید ہے ان کو اختیار کرو اور جو مضر ہیں ان کو ترک کرو اور اگر عبث ہے تب بھی۔ غور کرنے سے افعال عبث کا سلسلہ انتہاء معصیت سے ضرور ملا ہوا معلوم ہوتا ہے مثلاً کسی سے آپ نے یہ سوال کیا کہ سفر میں کب جاؤ گے اگر وہ اس سوال کا منشاء صحیح سمجھ گیا تو خیر اور اس صورت میں سوال عبث ہی ہوگا اور اگر وہ اس کا منشاء صحیح نہ سمجھا تو اس کے دل پر اس سوال سے ضرور گرانی ہوگی کہ یہ یوں پوچھتا ہے اس کو بتلانا میری کسی مصلحت کے خلاف تو نہیں ہو جائے گا اور مسلمان کے دل پر بار ڈالنا معصیت ہے یہ تو بالفعل اخروی ضرر ہوا اور فی المال یہ ہوگا کہ جب کسی کا دل کسی سے مکدر ہو جاتا ہے تو بات بات سے تکدر بڑھتا ہے آخر کار ایک دن دونوں میں خاصی عداوت ہو جاتی ہے جس سے صدہا معاصی پیدا ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ کثرت عبث سے قلب کا نور بجھ جاتا ہے اور نور قلب ہی بڑی قیمتی چیز ہے کیونکہ نور قلب ہی طاعات کا ذریعہ ہے اس سے قلب میں طاعات کا داعیہ اور ایک تقاضا پیدا ہوتا ہے جس سے اس کی وہ طاعات پھولوں سی معلوم ہوتی ہے بلکہ بدون طاعات کے ارتکاب کے چین ہی نہیں ملتا۔

نقص عمل اور ہے اور اختصار عمل اور ہے!

ارشاد: شریعت نے گو نقص اعمال کی اجازت نہیں دی مگر اختصار اعمال کی اجازت دی ہے نقص اعمال تو یہ ہے کہ ارکان کو خراب کر کے ادا کیا جاوے۔ خشوع کو فوت کیا جاوے اور اختصار یہ ہے کہ ارکان میں زیادہ دیر نہ لگائی جاوے۔ لمبی سورتوں کی جگہ چھوٹی سورتیں پڑھ لے۔ سات دفعہ سبحان ربی العظیم کی جگہ تین دفعہ کہہ لے اور نوافل کو ترک کر کے محض فرائض وسنن مؤکدہ پر اکتفا کرے۔

قلندر وفرقہ ملامتیہ کی تعریف

ارشاد: اصطلاح صوفیہ میں وہ جماعت قلندر کہلاتی ہے جن میں اعمال قالبیہ یعنی اعمال ظاہرہ تو کم ہوتے ہیں مگر اعمال قلبیہ ان کے بہت زیادہ ہیں اور اعمال قلبیہ یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست رکھا جاوے قلب کی نگہداشت رکھی جاوے کہ غیر حق کی طرف متوجہ نہ ہونے پاوے بلکہ اکثر اوقات قلب کو ذکر میں مشغول رکھا جاوے۔ نیز قلب میں کسی مسلمان کی طرف سے غل وحقد نہ ہو سب کے ساتھ خیر خواہی ہو نیز حقوق وقت پر ادا کیے جاویں کہ کوئی وقت ذکر سے خالی نہ جاوے۔ نیز خوشی وغمی کے

حقوق ادا کئے جاویں۔نعمت پر شکر ادا ہوتا رہے۔حزن وغم میں دل خدا تعالیٰ سے راضی رہے اس کے سوا اور بہت اعمال قلبیہ ہیں اور اصطلاح صوفیہ میں فرقہ ملامتیہ وہ ہے جو اعمال کے اخفاء کا اہتمام کرتے ہیں۔

ہماری غفلت کا راز اور اس کے ازالہ کا طریقہ: ارشاد: ہماری غفلت کا راز یہ ہے کہ ہم کو اعمال کے نافع و مضر ہونے کا استحضار نہیں بس اس کا علاج یہ ہے کہ اعمال کے نافع وضار ہونے کا اعتقاد دل میں بٹھالیا جاوے اور استحضار کا ماخذ حدیث اکثروا ذکر ہاذم اللذات ہے اور خاص عمل کے وقت اس کے استحضار کی تدبیر یہ ہے کہ صلوٰۃ مودع یعنی ہر عمل کو یہ سمجھ کر ادا کرو کہ شاید یہ ہمارا آخری عمل ہو۔

تقدیر کی غایات آجلہ و عاجلہ کا بیان: ارشاد تقدیر تجویز حق کا نام ہے جس کا تعلق ذات وصفات حق سے ہے اس لئے اس میں کاوش کرنے سے بجز حیرت و پریشانی کے کچھ حاصل نہ ہوگا اور درجہ اجمال میں چونکہ اس کا علم ضروری تھا اس وجہ سے اجمالاً بیان فرمادیا ہے اور اسی ضرورت کی بناء پر اسی مسئلہ کی ایک غایت بھی بتلادی جس کی ضرورت عاجلہ تھی۔یعنی اعتقاد تقدیر کی ایک غایت تو آجلہ ہے یعنی اجر آخرت کیونکہ تقدیر کا اعتقاد موجب نجات ہے۔(یہ خاصیت عقائد حقہ میں ہے کہ بدون عمل کے وہ خود بھی موجب نجات ہیں۔گونجات اولی نہ ہو) سو شارع نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ایک غایت عاجلہ بھی بتلادی چنانچہ ارشاد ہے۔ **ما اصاب من مصيبة في الارض ولا في انفسكم الا في كتاب من قبل ان نبرأها الی قوله تعالیٰ لكيلا تاسوا علی ما فاتكم ولا تفرحوا بما اٰتكم** یعنی حق تعالیٰ مسئلہ تقدیر کو بیان کرکے فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو اس لئے خبر کی ہے تاکہ جو چیز تم سے فوت ہوجاوے اس پر تم کو رنج نہ ہو اور جو کچھ تم کو دیا ہے اس پر اتراؤ نہیں۔

آخرت میں کلام فی القدیر کے متعلق پوچھ ہوگی: ارشاد: حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مسئلہ تقدیر میں زیادہ گفتگو کرے گا آخرت میں اس کی پوچھ ہوگی کہ ہاں صاحب تم مسئلہ تقدیر کے بڑے محقق تھے ذرا ہمارے سامنے تو بیان کرو اور یقیناً اس مسئلہ میں ہم جو کچھ بھی تحقیقات بیان کریں گے وہ اس قابل نہ ہوں گی کہ حق تعالیٰ کے سامنے بیان کرسکیں کیونکہ وہ محض تخمینات وظنیات ہوں گی اور حق تعالیٰ کے سامنے یقینیات ہی کو بیان کرسکتے ہیں نہ کہ تخمینات کو۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی توجہ کا عام طریق سلوک: ارشاد: حق تعالیٰ شانہٗ کے توجہ عام کا طریق سلوک ہی ہے اور جذب و وہب کا طریق عام نہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے حصول اولاد کا عام طریق نکاح اور زوجین کا ہم بستر ہونا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ بدون شوہر کے اولاد ہوگئی جیسے مریم علیہا السلام کے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور کبھی بدون ماں باپ کے بھی تکون ہوا ہے۔جیسے آدم علیہ السلام پس وہب کے بھروسے رہنا اور سلوک کو اختیار نہ کرنا غلطی ہے۔

جذب کی دو قسمیں ہیں: ارشاد جذب کی دو قسمیں ہیں ایک قبل العمل ایک بعد العمل، مگر زیادہ وقوع جذب بعد العمل کا ہے عادۃ اللہ یہی ہے کہ سلوک یعنی عمل مقدم ہوتا ہے اور جذب مؤخر ہوتا ہے اور

کبھی اس کا بھی وقوع ہوا ہے کہ عمل سے پہلے ہی جذب ہو گیا اور جذب کے بعد عمل مرتب ہوا۔ چنانچہ اللہ یجتبی من یشاء میں جذب قبل العمل کا بیان ہے۔ اور یھدی الیہ من ینیب میں جذب بعد العمل کا۔ سو اس جذب قبل العمل کو دیکھ کر یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ سلوک و عمل بے کار ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عمل علت تامہ وصول و قرب کی نہیں بلکہ شرط اکثری ہے جیسے علاج علت صحت کی نہیں ہاں شرط اکثری صحت کی ہو سکتا ہے۔

عمل سے جنت نہ ملے گی اس کی توضیح: ارشاد: لا یدخل الجنۃ احد لعملہ میں علیت اعمال کی نفی ہے اور مقصود اس سے عجب کا علاج ہے کہ کوئی عمل کر کے اترائے نہیں کہ میں نے اپنے عمل سے جنت لے لی۔ کیونکہ اول تو عمل کے بعد بھی جذب کی ضرورت ہے اور جذب کا مدار مشیت حق پر ہے یعنی سلوک کے بعد بھی وصول کا مدار ایصال حق پر ہے۔ دوسرے علت و معلول میں مناسبت بھی شرط ہے عقلاً جزاء عظیم کا ترتب عمل عظیم ہی پر ہو سکتا ہے تو اب دیکھو جنت کس درجہ عظیم ہے اور تمہارا عمل کیسا ہے۔ جنت تو کماً و کیفاً ہر طرح عظیم ہے کماً تو اس کی عظمت یہ ہے کہ غیر متناہی ہے اور کیفاً اس کی شان یہ ہے لاخطر علی قلب بشر اور ہمارے اعمال کی یہ حالت ہے کہ کماً تو متناہی ہیں اور کیفاً ناقص کہ نماز میں توجہ نہیں تعدیل ارکان نہیں۔ نسیان و سہو ادا کی جاتی ہے روزہ ہے تو اس میں غیبت و شکایت سے ذکر ہے تو اس میں خلوص نہیں بزرگ بننے کا شوق ہے کیا اس حالت میں جنت کو عمل کا معلول کہا جاوے گا کہ عمل سے جنت ملی ہرگز نہیں بلکہ یہ کہا جائے گا کہ عمل میں تو یہ تاثیر نہ تھی محض فضل سے جنت مل گئی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ عمل بے کار ہے ہرگز نہیں کیونکہ عادۃ اللہ یہی جاری ہے کہ حق تعالیٰ عمل کے بعد توجہ فرماتے ہیں چنانچہ ہمارا ادھر متوجہ ہونا بھی ایک عمل ہے جو اس کے فضل کے جذب کے لئے کافی ہے۔

صاحب حق اور صاحب باطل کے اتحاد کا انجام: ارشاد: صاحب حق اور صاحب باطل کے اتحاد کا ہمیشہ انجام یہ ہوتا ہے کہ صاحب حق کو کسی قدر اپنا مسلک چھوڑنا پڑتا ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ حق دشوار ہے کیونکہ نفس کے خلاف ہے اور باطل سہل ہے اس لئے کہ وہ نفس کے موافق ہے اور اتفاق اس طرح ہوتا ہے کہ ایک اپنے مسلک کو کسی قدر چھوڑ دے تو صاحب باطل سہل کو چھوڑ کر دشوار کیوں اختیار کرے۔ اس لئے ایسے اتحاد کا یہی انجام ہوتا ہے کہ صاحب حق کو کسی قدر اپنا مسلک چھوڑنا پڑتا ہے۔

شوق علم جنم روگ ہے: ارشاد: شوق علم تپ دق ہے یا تو ہوتا نہیں اور جو ہوتا ہے تو پھر دل سے نکلتا نہیں تو یہ شوق علم جنم روگ ہے بلکہ محبت و رغبت کسی شے کی ہو جنم روگ ہے جب کسی سے ایک محبت ہو جاتی ہے پھر مرتے دم تک وہ نہیں نکلتی۔

تمام صفات کمال صرف وجود ہی کے مظاہرہ مختلفہ ہیں: ارشاد: بعض محققین کا قول ہے کہ صفت کمال اسی ایک وجود ہی ہے اور باقی تمام صفات کمال اسی کے مظاہر مختلفہ ہیں اور وجود کسی مخلوق کی صفت ذاتی نہیں بلکہ صفت عرضی ہے اور درحقیقت یہ حق تعالیٰ کی صفات ذاتی ہے۔

الحمد للہ انفاس عیسیٰ کی جلد اول ختم ہوئی